

# پرس و کہنی محطوطات

جس میں

ان دہنی محطوطات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان۔ اسکاٹ لینڈ۔ اور پیرس کے  
کتب خانوں میں موجود ہیں۔ کہنی مصنفین کے حالات اور نمونہ کلام کے ساتھ متفرق اردو اور  
فارسی نسخوں کے اختلاف ہی پیش کئے گئے ہیں

مولفہ

نصیر الدین ہاشمی

(مصنف دکن میں اردو۔ ممبر سفر پریس وغیرہ)

۱۳۵۰ھ  
۱۹۳۲ء

باہتمام محمد شمس الدین خاں

شمس المطابع عثمان گنج حیدر آباد دکن میں طبع ہوئی

۹ ر خورد ۱۳۵۰ھ

میں اپنی اس ناپختہ لیسٹ کو

قدروانِ علم و فن شمعِ بزمِ شعر و سخن  
ہزار سی راجہ راجمان مہاراجہ سرشن پرشاد بیکین السلطنتہ بہادر  
جی سی۔ آئی۔ ای۔ صدر اعظم دولتِ اصفیہ  
کے اسم گرامی کے ساتھ

معنون

کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں  
ہاشمی

## فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	سلسلہ	صفحہ	عنوان	سلسلہ
۹	کتب خانوں کی فہرست	۱۷	الف	مقدمہ از ڈاکٹر محمد الدین	۱
	یورپ میں اردو کا کس قسم کا	۱۸		خطوط یورپ متعلقہ صحت کی نگاہ سے	۲
۱۰	مواد دستیاب ہو سکتا ہے		۱	پیش نامہ	۳
۱۱	اس کتاب کی ترتیب	۱۹	۱	اردو کا تعلق دکن سے	۴
۱۲	شکر گزاری	۲۰	۲	دکن کی حکومت	۵
۱۳	تالیف ہذا کے ماخذ	۲۱	۳	دکن پر مسلمانوں کا حملہ	۶
۱۵	قطب شاہی مخطوطات	۲۲	۴	بہمنی سلطنت	۷
۱۵	مختصر تاریخ	۲۳	۴	دکن کی تقسیم	۸
۱۵	سلاطین قطب شاہی کی	۲۴	۴	ابتدائی اردو	۹
	فہرست		۴	اردو کے نام	۱۰
۱۶	سلطان قلی	۲۵	۵	دکنی اور ہندی	۱۱
۱۶	جمشید قلی	۲۶	۶	یہ تختہ	۱۲
۱۶	ابراہیم قلی	۲۷	۷	دکن میں اردو	۱۳
۱۷	محمد قلی	۲۸	۷	تالیف ہذا کے اسباب	۱۴
۱۹	محمد قطب شاہ	۲۹	۸	یورپ کی روانگی کے اسباب	۱۵
۲۱	عبداللہ قطب شاہ	۳۰	۹	مغربی ممالک میں کہاں کہاں	۱۶
۲۲	ابوالحسن تانا شاہ	۳۱		مواد دستیاب ہوا۔	

فارسی طوطی نامہ سے مقابلہ	۵۱	۲۵	مخطوطات قطب شاہی کی	۳۲
غواصی کے کلام پر بیویو	۵۲		فہرست	
مثنوی مصیبت اہل بیت	۵۳	۲۷	مثنوی قطب شترمی	۳۳
کلام کا نمونہ	۵۴	۲۷	وجہی کے حالات	۳۴
مثنوی بیول بن	۵۵	۲۹	قصہ کی صراحت	۳۵
کیٹلاگ کی صراحت	۵۶	۳۰	کلام کا نمونہ	۳۶
ابن نشاطی کے حالات	۵۷	۳۷	وجہی کی شخصیت	۳۷
قصہ کی صراحت	۵۸	۳۸	مثنوی سیف الملک بدیع بہار	۳۸
کلام کا نمونہ	۵۹	۳۹	غواصی کے حالات	۳۹
نسخوں کا اختلاف	۶۰	۴۱	کلام کا نمونہ	۴۰
ابن نشاطی کے کلام پر بیویو	۶۱	۴۲	نسخوں کا اختلاف	۴۱
قصہ بہرام و گمل اندام	۶۲	۴۴	فارسی سیف الملک کی	۴۲
کیٹلاگ کی صراحت	۶۳		صراحت	
طبعی کے حالات	۶۴	۴۸	فارسی شتر سے مقابلہ	۴۳
کلام کا نمونہ	۶۵	۵۶	سیف الملک کے تصاویر	۴۴
طبعی اور امین کا مقابلہ	۶۶	۵۷	طوطی نامہ	۴۵
طبعی اور ملک خوشنود کا مقابلہ	۶۷	۵۷	کیٹلاگ کی صراحت	۴۶
طبعی کے کلام پر تنقید	۶۸	۵۸	قصہ کی وضاحت	۴۷
قصہ ابو ششمہ	۶۹	۵۹	کلام کا نمونہ	۴۸
کیٹلاگ کی صراحت	۷۰	۶۲	نسخوں کا اختلاف	۴۹
امین کے حالات	۷۱	۶۴	دیگر زبان کے طوطی نامے	۵۰



۱۴۰	غلام علی کی شاعری	۹۱	۱۰۱	قصہ کی صراحت	۷۲
۱۴۱	جنگ نامہ	۹۲	۱۰۲	کلام کا نمونہ	۷۳
۱۴۱	کیٹلاگ کی صراحت وغیرہ	۹۳	۱۰۴	قصہ حسینی	۷۴
۱۴۲	قصہ کی صراحت	۹۴	۱۰۴	کیٹلاگ کی غلطی	۷۵
۱۴۳	کلام کا نمونہ	۹۵	۱۰۹	خواص کے حالات	۷۶
۱۴۴	محمد عاشق کا قصہ محمد حنیف	۹۶	۱۱۰	قصہ کی صراحت	۷۷
۱۴۹	قصہ رضوان شاہ و روح افزا	۹۷	۱۱۱	کلام کا نمونہ	۷۸
۱۴۹	کیٹلاگ کی صراحت وغیرہ	۹۸	۱۱۸	قصہ پداوت	۷۹
۱۵۰	قصہ کی صراحت	۹۹	۱۱۸	اس مضمون کے دیگر کتابیں	۸۰
۱۵۰	کلام کا نمونہ	۱۰۰	۱۲۰	غلام علی کے حالات	۸۱
۱۵۳	فائز کی نثر	۱۰۱	۱۲۰	قصہ کی صراحت	۸۲
۱۵۴	فائز کے کلام پر تنقید	۱۰۲	۱۲۲	کلام کا نمونہ	۸۳
۱۵۵	ظفر نامہ	۱۰۳	۱۲۴	بزمی کی پداوت کا قصہ	۸۴
۱۵۵	کیٹلاگ کی صراحت وغیرہ	۱۰۴	۱۲۷	فرخ بخش اور پداوت کا	۸۵
۱۵۶	قصہ کی وضاحت	۱۰۵		مقابلہ	
۱۵۷	کلام کا نمونہ	۱۰۶	۱۳۱	بزمی اور غلام علی کا مقابلہ	۸۶
۱۶۲	ظفر نامہ اور جنگ نامہ کا مقابلہ	۱۰۷	۱۳۳	رازمی اور غلام علی کا مقابلہ	۸۷
۱۷۰	ظفر نامہ اور خاوند نامہ کا مقابلہ	۱۰۸	۱۳۵	دلی ویلوری کی رتن ویدم	۸۸
۱۷۳	لطیف کے کلام پر تنقید	۱۰۹	۱۳۷	عبرت کی ملل شمع و پروانہ	۸۹
۱۷۵	محی الدین نامہ	۱۱۰	۱۳۷	ملل شمع و پروانہ اور پداوت	۹۰
۱۷۶	کلام کا نمونہ	۱۱۱		کا مقابلہ	

۲۱۰	مقیبے کے حالات	۱۳۱	۱۷۸	قطب شاہی عہد کے مرثیے	۱۱۲
۲۱۲	قصہ کی صراحت	۱۳۲	۱۷۹	مرثیہ غواصی	۱۱۳
۲۱۴	کلام کا نمونہ	۱۳۳	۱۸۰	مرثیہ لطیف	۱۱۴
۲۱۷	ثنوی پر ام حسن بانو	۱۳۴	۱۸۲	مرثیہ افضل	۱۱۵
۲۱۷	کیٹلاگ کی وضاحت اور اس کی غلطی	۱۳۵	۱۸۳	مرثیہ شاہی	۱۱۶
۲۱۸	امین کے حالات	۱۳۶	۱۸۵	مرثیہ کاظم	۱۱۷
۲۱۹	دولت کے حالات	۱۳۷	۱۸۸	مرثیہ مرزا	۱۱۸
۲۱۹	کلام کا نمونہ	۱۳۸	۱۹۳	عادل شاہی خطوط	۱۱۹
۲۲۱	مقابلہ فارسی اور دکنی	۱۳۹	۱۹۳	سلاطین عادل شاہی کی فہرست	۱۲۰
۲۲۳	ثنوی ہشت بہشت	۱۴۰	۱۹۳	یوسف عادل شاہ	۱۲۱
۲۲۳	کیٹلاگ کی صراحت اور اس کی غلطی	۱۴۱	۱۹۴	اسماعیل عادل شاہ	۱۲۲
۲۲۴	ملک خوشنود کے حالات	۱۴۲	۱۹۴	ابراہیم عادل اول	۱۲۳
۲۲۵	کلام کا نمونہ	۱۴۳	۱۹۴	علی عادل شاہ اول	۱۲۴
۲۲۶	خسر و اور ملک خوشنود کا مقابلہ	۱۴۴	۱۹۸	ابراہیم عادل شاہ ثانی	۱۲۵
۲۳۱	ملک خوشنود کی شاعری پر ایک تنقیدی نظر	۱۴۵	۲۰۲	علی عادل شاہ ثانی	۱۲۶
۲۳۲	خاورنامہ	۱۴۶	۲۰۸	سکندر عادل شاہ	۱۲۷
۲۳۲	کیٹلاگ کی صراحت	۱۴۷	۲۰۸	مخطوطات عادل شاہی کی فہرست	۱۲۸
			۲۰۹	ثنوی چندر بدن و ہمایہ	۱۲۹
			۱۰۹	کیٹلاگ کی صراحت اور اس کی غلطی	۱۳۰

۲۷۹	گلشن عشق کا دیوانہ و مالت اور	۱۶۹	۲۳۳	رستی کے حالات	۱۴۸
	مہر و ماہ سے مقابلہ		۲۳۴	قصہ کی صراحت	۱۴۹
۲۸۰	علی نامہ	۱۷۰	۲۳۶	مثنوی کے بعض دیگر اندراجات	۱۵۰
۲۸۰	علی نامہ کی تاریخ تصنیف	۱۷۱	۲۳۸	کلام کا نمونہ	۱۵۱
۲۸۸	کلام کا نمونہ	۱۷۲	۲۴۹	فارسی خاور نامہ کی صراحت	۱۵۲
۲۸۹	علی نامہ سے جنگ کے حالات	۱۷۳	۲۵۰	فارسی سے مقابلہ	۱۵۳
۲۹۲	نصرتی کا پہلا قصیدہ	۱۷۴	۲۵۲	دکنی خاور نامہ کی فارسی عبارت	۱۵۴
۲۹۳	نمونہ کلام	۱۷۵	۲۵۳	خاور نامہ کے خصوصیات	۱۵۵
۲۹۶	سیدی جوہر الخاطب صلابت خاں	۱۷۶	۲۵۵	خاور نامہ کی تصویریں	۱۵۶
۲۹۸	دوسرا قصیدہ	۱۷۷	۲۵۶	رستی کے کلام پر تنقید	۱۵۷
۲۹۹	تیسرا قصیدہ	۱۷۸	۲۵۷	گلشن عشق	۱۵۸
۳۰۱	چوتھا قصیدہ	۱۷۹	۲۵۷	کشیلاگ کی صراحت	۱۵۹
۳۰۲	پانچواں قصیدہ	۱۸۰	۲۵۹	نصرتی کے حالات	۱۶۰
۳۰۴	چھٹا قصیدہ	۱۸۱	۲۶۳	قصہ کی صراحت	۱۶۱
۳۰۷	ساتواں قصیدہ	۱۸۲	۲۶۵	کلام کا نمونہ	۱۶۲
۳۰۹	نصرتی کے کلام پر دیوبند	۱۸۳	۲۶۹	نمونوں کا اختلاف	۱۶۳
۳۱۲	شریعت نامہ	۱۸۴	۲۷۱	گلشن عشق کس سے مانوڑ ہے	۱۶۴
۳۱۵	نمونہ کلام	۱۸۵	۲۷۲	مولف اردو سے قدیم کی غلطی	۱۶۵
۳۱۸	مراثیہ بیجاپور	۱۸۶	۲۷۳	گلشن عشق کے ہم مضمون کتابیں	۱۶۶
۳۱۸	مرثیہ مرزا	۱۸۷	۲۷۵	رازی کے قصہ کی صراحت	۱۶۷
۳۲۰	مرثیہ ہاشمی	۱۸۸	۲۷۷	دیوانہ و مالت کے قصہ کی صراحت	۱۶۸

۳۴۸	کلام کا نمونہ	۲۱۰	۳۴۲	دور مغلیہ کے خطوط	۱۸۹
۳۵۲	روقتہ الشہداء	۲۱۱	۳۴۳	فہرست خطوط دور مغلیہ	۱۹۰
۳۵۲	کیٹلاگ کی وضاحت	۲۱۲	۳۴۵	قصہ ملک مصر	۱۹۱
۳۵۴	ولی کے حالات	۲۱۳	۳۴۵	عاجز کے حالات	۱۹۲
۳۵۶	کلام کا نمونہ	۲۱۴	۳۴۶	قصہ کا خلاصہ	۱۹۳
۳۵۹	فارسی سے مقابلہ	۲۱۵	۳۴۷	کلام کا نمونہ	۱۹۴
۳۶۵	منطق الطیر	۲۱۶	۳۴۸	قصہ ہوسا سس	۱۹۵
۳۶۵	کیٹلاگ کی صراحت	۲۱۷	۳۴۹	ثنوی عشق صادق	۱۹۶
۳۶۵	مصنف کیٹلاگ کی غلطی	۲۱۸	۳۵۰	ضعیفی کے حالات	۱۹۷
۳۶۶	تاریخ تصنیف کا اختلاف	۲۱۹	۳۵۱	قصہ کا خلاصہ	۱۹۸
۳۶۷	دجری کے حالات	۲۲۰	۳۵۲	کلام کا نمونہ	۱۹۹
۳۶۷	کلام کا نمونہ	۲۲۱	۳۵۳	کلام پر ریویو	۲۰۰
۳۶۸	فارسی سے مقابلہ	۲۲۲	۳۵۴	ثنوی یوسف زلیخا	۲۰۱
۳۷۰	دعاے قاطعہ	۲۲۳	۳۵۵	امین کے حالات	۲۰۲
۳۷۱	قصہ کا خلاصہ	۲۲۴	۳۵۶	کلام کا نمونہ	۲۰۳
۳۷۲	نمونہ کلام	۲۲۵	۳۵۷	خوش نامہ	۲۰۴
۳۷۴	غزلہا کے عشق	۲۲۶	۳۵۸	ذوقی کے حالات	۲۰۵
۳۷۶	مرثیہ ذوقی	۲۲۷	۳۵۹	کلام کا نمونہ	۲۰۶
۳۷۹	مرثیہ اشرف	۲۲۸	۳۶۰	جنگ نامہ حیدر	۲۰۷
۳۸۱	مرثیہ بیتیم احمد	۲۲۹	۳۶۱	اشرف کے حالات	۲۰۸
۳۸۳	سندھوٹ کے خطوط	۲۳۰	۳۶۲	قصہ کی صراحت	۲۰۹

۴۰۸	کیتلاگ کی صراحت	۲۵۳	۳۸۳
۴۰۹	نفس مضمون کا خلاصہ	۲۵۳	۳۸۴
۴۱۰	کلام کا نمونہ	۲۵۴	۳۸۶
۴۱۴	خلاصہ سلطانی	۲۵۵	۳۸۷
۴۱۴	کیتلاگ کی صراحت	۲۵۶	۳۸۸
۴۱۵	نفس مضمون کا خلاصہ	۲۵۷	۳۸۹
۴۱۵	عبارت کا نمونہ	۲۵۸	۳۹۰
۴۱۷	مفرح القلوب	۲۵۹	۳۹۲
۴۱۷	دیباچہ مفرح القلوب	۲۶۰	۳۹۲
۴۱۸	نمونہ کلام	۲۶۱	۳۹۵
۴۲۰	ریاض العارفین	۲۶۲	۳۹۵
۴۲۱	ارکات کے مخطوطات	۲۶۳	۳۹۶
۴۲۱	تاریخی حالات	۲۶۴	۳۹۶
۴۲۲	انور الدین خاں	۲۶۵	۴۰۱
۴۲۲	والاجاہ	۲۶۶	۴۰۱
۴۲۳	عمدة الامرا	۲۶۷	۴۰۱
۴۲۴	تاج الامرا	۲۶۸	۴۰۲
۴۲۴	عظیم الدولہ	۲۶۹	۴۰۴
۴۲۵	اعظم جاہ	۲۷۰	۴۰۴
۴۲۵	غلام محمد غوث خاں	۲۷۱	۴۰۵
۴۲۵	والاجاہی خاندان کی علمی سرپرستی	۲۷۲	۴۰۸

۲۳۱	سد موت کی تاریخ
۲۳۲	عبد النبی خاں
۲۳۲	عبد المحرر خاں
۲۳۲	عبد الحمید خاں
۲۳۵	محسن خاں
۲۳۶	عبد المجید خاں
۲۳۷	عبد الحکیم خاں
۲۳۸	ترجمہ قصیدہ پردہ
۲۳۹	کلام کا نمونہ
۲۴۰	اضافہ بھول بن
۲۴۱	ابن جعفر کے حالات
۲۴۲	قصہ کی صراحت
۲۴۳	کلام کا نمونہ
۲۴۴	میسور کے مخطوطات
۲۴۵	تاریخی حالات
۲۴۶	حیدر علی
۲۴۷	شیو سلطان
۲۴۸	حیدر نامہ
۲۴۹	خلاصہ مضمون
۲۵۰	نمونہ عبارت
۲۵۱	فتح نامہ شیو سلطان

۲۵۰	کلام کا نمونہ	۲۹۴	۲۲۵	۲۷۳	ارکات کے بعض مشاہیر علما
۲۵۲	تحفۃ اجاب	۲۹۵	۲۲۶	۲۷۴	بعض شعراء
۲۵۳	ریاض الجنان	۲۹۶	۲۲۷	۲۷۵	مثنوی طالب و موہبی
۲۵۳	کلام کا نمونہ	۲۹۷	۲۲۸	۲۷۶	والہ کے حالات
۲۵۵	مثنوی گلزار عشق	۲۹۸	۲۲۹	۲۷۷	قصہ کا خلاصہ
۲۵۶	قصہ کی صراحت	۲۹۹	۲۳۰	۲۷۸	کلام کا نمونہ
۲۵۶	دیباچہ مصنف	۳۰۰	۲۳۱	۲۷۹	دالہ کی غزل
۲۵۹	کلام کا نمونہ	۳۰۱	۲۳۲	۲۸۰	رازق باری
۲۶۳	آگاہ کے کلام پر تنقید	۳۰۲	۲۳۳	۲۸۱	کلام کا نمونہ
۲۶۷	ترجمہ کیدانی	۳۰۳	۲۳۴	۲۸۲	بہشت بہشت
۲۶۹	چار گلشن	۳۰۴	۲۳۵	۲۸۳	آگاہ کے حالات
۲۷۲	دور آصفیہ کے خطوط	۳۰۵	۲۳۶	۲۸۴	نفس مضمون کی صراحت
۲۷۴	آصفیہ اول	۳۰۶	۲۳۷	۲۸۵	کلام کا نمونہ
۲۷۶	ناصر جنگ	۳۰۷	۲۳۸	۲۸۶	تحفۃ النصار
۲۷۶	صلابت جنگ	۳۰۸	۲۳۹	۲۸۷	کلام کا نمونہ
۲۷۷	آصفیہ ثانی نواب (میر)	۳۰۹	۲۴۰	۲۸۸	ہدایت نامہ
	نظام علی خاں بہادر		۲۴۱	۲۸۹	معراج نامہ
۲۷۷	آصفیہ ثالثہ (نواب)	۳۱۰	۲۴۲	۲۹۰	فرقہ دہائے اسلام
	سکندر حیات بہادر		۲۴۳	۲۹۱	عقاید مولوی محمد باقر
۲۷۷	آصفیہ رابعہ (نواب)	۳۱۱	۲۴۴	۲۹۲	کلام کا نمونہ
	ناصر الدولہ بہادر		۲۴۵	۲۹۳	محبوبہ القلوب

۵۰۵	شہر نامہ	۳۲۹	۴۷۷	آصفیہ خامس (نواب	۳۱۲
۵۰۵	کلام کا نمونہ	۳۳۰		افضل الدولہ بہادر	
۵۰۷	سوداگر کی بی بی	۳۳۱	۴۷۷	آصفیہ سادس (نواب	۳۱۳
۵۰۷	قصہ کی صراحت	۳۳۲		محبوب علی خاں بہادر	
۵۰۸	کلام کا نمونہ	۳۳۳	۴۷۷	اعلیٰ حضرت سلفات العلوم	۳۱۴
۵۱۱	ثنوی عقد قاطعہ	۳۳۴		نواب میر عثمان علی خاں بہادر	
۵۱	کلام کا نمونہ	۳۳۵	۴۷۷	شاہان آصفیہ کی علمی سرپرستی	۳۱۵
۵۱۳	ثنوی معجزات رسالت	۳۳۶	۴۸۲	دیوان دلی	۳۱۶
۵۱۳	کلام کا نمونہ	۳۳۷	۴۸۳	کٹیلاگ کی صراحت	۳۱۷
۵۱۵	انتخاب دیوان سراج	۳۳۸	۴۸۵	دلی کا اصلی نام اور وطن	۳۱۸
۵۱۷	ثنوی راگ مالا	۳۳۹	۴۸۶	اصناف سخن کی تعداد	۳۱۹
۵۱۷	کٹیلاگ کی صراحت	۳۴۰	۴۸۷	اندراجات دیوان	۳۲۰
۵۱۸	عزالت کے حالات	۳۴۱	۴۸۸	غیر مطبوعہ کلام خمس	۳۲۱
۵۱۹	کلام کا نمونہ	۳۴۲	۴۹۱	رباعیات	۳۲۲
۵۲۱	دیوان عزالت	۳۴۳	۴۹۳	کلیات دلی کے اختلافات	۳۲۳
۵۲۲	مصنف کا دیباچہ	۳۴۴	۴۹۴	دلی کی مثنویاں اور درہ مجلس	۳۲۴
۵۲۳	کلام کا نمونہ	۳۴۵	۴۹۶	دیوانوں کے متعلق بعض دیگر	۳۲۵
۵۲۵	ثنوی لال و گوہر	۳۴۶		امور	
۵۲۶	عاجز کے حالات	۳۴۷	۵۰۱	غزل فراقی	۳۲۶
۵۲۷	کلام کا نمونہ	۳۴۸	۵۰۲	خلاصہ المعالمات	۳۲۷
۵۳۰	دیوان عاجز	۳۴۹	۵۰۴	انواع العلوم	۳۲۸

کلام کا نمونہ	۳۴۱	۳۰	کلام کا نمونہ	۳۵۰
دیوان شادان	۳۴۲	۳۲	در مجلس	۳۵۱
کلام کا نمونہ	۳۴۳	۳۳	کیتلاگ کی صراحت	۳۵۲
تحقیق طلب خطوط	۳۴۴	۳۳	کلام کا نمونہ	۳۵۳
طوطی نامہ	۳۴۵	۳۴	قصہ پہلول صادق	۳۵۴
حکایات لطیف	۳۴۶	۳۴	قصہ کی صراحت	۳۵۵
قصہ منیا	۳۴۷	۳۵	کلام کا نمونہ	۳۵۶
کلام کا نمونہ	۳۴۸	۳۶	جنگ نامہ بہار اور او	۳۵۷
منتخب نیک نام	۳۴۹	۳۶	ثنوی کی صراحت	۳۵۸
نفس مضمون کی صراحت	۳۵۰	۳۷	کلام کا نمونہ	۳۵۹
کلام کا نمونہ	۳۵۱	۳۷	جنگ بہادر مرہٹہ و شاہ درانی	۳۶۰
قصہ بی بی مریم	۳۵۲	۳۸	کلام کا نمونہ	۳۶۱
کیتلاگ کی صراحت	۳۵۳	۳۸	قصہ تیرہویں صدی	۳۶۲
نمونہ کلام	۳۵۴	۳۸	قصہ کی صراحت	۳۶۳
اسلام علیہ السلام	۳۵۵	۳۹	کلام کا نمونہ	۳۶۴
انوار سبیل	۳۵۶	۳۹	قصہ طیب موسیٰ	۳۶۵
عبارت کا نمونہ	۳۵۷	۴۰	روضۃ الصالحین	۳۶۶
دوازده مجلس	۳۵۸	۴۰	کلام کا نمونہ	۳۶۷
کلام کا نمونہ	۳۵۹	۴۱	دیوان چندا	۳۶۸
تعارف عورت	۳۶۰	۴۱	چند اے حالات	۳۶۹
قصہ ہجرہ بی بی فاطمہ	۳۶۱	۴۲	دیباچہ قدرت	۳۷۰



۴۰۶	جنگی مشہورادہ	۴۱۳	۵۸۶
۴۰۸	بہار دانش کی بارہ دیگر حکایتیں	۴۱۴	۵۸۷
۴۰۹	ترجمہ گلستان	۴۱۵	۵۸۸
۴۰۹	پہلا ترجمہ	۴۱۶	۵۸۹
۴۱۰	دوسرا ترجمہ	۴۱۷	۵۹۰
۴۱۱	تیسرا ترجمہ	۴۱۸	۵۹۱
۴۱۲	چوتھا ترجمہ	۴۱۹	۵۹۲
۴۱۳	قصہ انار رانی	۴۲۰	۵۹۳
۴۱۳	قصہ کا خلاصہ	۴۲۱	۵۹۵
۴۱۴	عبارت کا نمونہ	۴۲۲	۵۹۵
۴۱۶	قصہ بند گان علی	۴۲۳	۵۹۷
۴۱۶	قصہ کا خلاصہ	۴۲۴	۵۹۸
۴۱۸	ترجمہ سراج	۴۲۵	۵۹۸
۴۱۹	گنج نامہ	۴۲۶	۵۹۹
۴۲۰	شرح دوبیت	۴۲۷	۶۰۱
۴۲۲	معراج نامہ	۴۲۸	۶۰۱
۴۲۴	افسانہ ہندی	۴۲۹	۶۰۲
۴۲۵	قصہ جنگ امیر حمزہ	۴۳۰	۶۰۲
۴۲۵	موسیو اوسان	۴۳۱	۶۰۴
۴۲۶	آئین قوانین افواج کپنی علاقہ	۴۳۲	۶۰۵
	دراس		۶۰۵

۳۹۲	قصہ کی صراحت
۳۹۳	کلام کا نمونہ
۳۹۴	قصہ ایراسیم دہم
۳۹۵	قصہ کا خلاصہ
۳۹۶	کلام کا نمونہ
۳۹۷	سلسلہ خلافت
۳۹۸	وقایع ہندوستان
۳۹۹	کلام کا نمونہ
۴۰۰	قصہ گل دہرتر
۴۰۱	قصہ کی صراحت
۴۰۲	نمونہ عبارت
۴۰۳	قصہ شہام و قمر
۴۰۴	قصہ کا خلاصہ
۴۰۵	کلام کا نمونہ
۴۰۶	بہار دانش کی حکایتیں
۴۰۷	مرزا اسماعیل
۴۰۸	حکایت سوداگر
۴۰۹	چوہوں کا بادشاہ
۴۱۰	احمد برہمن
۴۱۱	احمد عورت
۴۱۲	غنی قسمت

۶۵۵	مرثیہ تقی	۴۲۸	۴۲۸	مرثیہ تقی	۴۲۸
۶۵۵	مرثیہ تراب	۴۳۰	۴۳۰	مرثیہ تراب	۴۳۰
۶۵۶	مرثیہ جلیل	۴۳۲	۴۳۲	مرثیہ جلیل	۴۳۲
۶۵۶	مرثیہ حمیدی	۴۳۲	۴۳۲	مرثیہ حمیدی	۴۳۲
۶۵۶	مرثیہ داس	۴۳۴	۴۳۴	مرثیہ داس	۴۳۴
۶۵۶	مرثیہ دل	۴۳۶	۴۳۶	مرثیہ دل	۴۳۶
۶۵۶	مرثیہ راز	۴۳۸	۴۳۸	مرثیہ راز	۴۳۸
۶۵۶	مرثیہ سید	۴۴۱	۴۴۱	مرثیہ سید	۴۴۱
۶۵۸	مرثیہ مسین	۴۴۲	۴۴۲	مرثیہ مسین	۴۴۲
۶۵۸	مرثیہ سرور	۴۴۳	۴۴۳	مرثیہ سرور	۴۴۳
۶۵۹	مرثیہ سری	۴۴۴	۴۴۴	مرثیہ سری	۴۴۴
۶۵۹	مرثیہ سلیم	۴۴۵	۴۴۵	مرثیہ سلیم	۴۴۵
۶۵۹	مرثیہ سخی	۴۴۶	۴۴۶	مرثیہ سخی	۴۴۶
۶۶۰	مرثیہ شرف	۴۴۷	۴۴۷	مرثیہ شرف	۴۴۷
۶۶۰	مرثیہ شیدا	۴۴۸	۴۴۸	مرثیہ شیدا	۴۴۸
۶۶۱	مرثیہ صابر	۴۴۹	۴۴۹	مرثیہ صابر	۴۴۹
۶۶۱	مرثیہ صلاح	۴۵۰	۴۵۰	مرثیہ صلاح	۴۵۰
۶۶۲	مرثیہ صوفی	۴۵۱	۴۵۱	مرثیہ صوفی	۴۵۱
۶۶۲	مرثیہ صالح	۴۵۲	۴۵۲	مرثیہ صالح	۴۵۲
۶۶۲	مرثیہ صفی	۴۵۳	۴۵۳	مرثیہ صفی	۴۵۳
۶۶۳	مرثیہ طاہر	۴۵۴	۴۵۴	مرثیہ طاہر	۴۵۴
۴۳۳	کتاب الاخلاق	۴۳۳	۴۳۳	کتاب الاخلاق	۴۳۳
۴۳۴	گہریت احمد	۴۳۴	۴۳۴	گہریت احمد	۴۳۴
۴۳۵	عہد آصفیہ وغیرہ کے مرثیہ گو	۴۳۵	۴۳۵	عہد آصفیہ وغیرہ کے مرثیہ گو	۴۳۵
۴۳۶	یورپ کی بیاض	۴۳۶	۴۳۶	یورپ کی بیاض	۴۳۶
۴۳۷	مرثیہ ولی	۴۳۷	۴۳۷	مرثیہ ولی	۴۳۷
۴۳۸	مرثیہ رضی	۴۳۸	۴۳۸	مرثیہ رضی	۴۳۸
۴۳۹	مرثیہ قاور	۴۳۹	۴۳۹	مرثیہ قاور	۴۳۹
۴۴۰	مرثیہ روحی	۴۴۰	۴۴۰	مرثیہ روحی	۴۴۰
۴۴۱	مرثیہ ہاشم علی (دیوان حبیبی)	۴۴۱	۴۴۱	مرثیہ ہاشم علی (دیوان حبیبی)	۴۴۱
۴۴۲	کٹیلاگ کی صراحت اور اسکی غلطی	۴۴۲	۴۴۲	کٹیلاگ کی صراحت اور اسکی غلطی	۴۴۲
۴۴۳	ہاشم علی کا زمانہ	۴۴۳	۴۴۳	ہاشم علی کا زمانہ	۴۴۳
۴۴۴	مرثیوں کا نمونہ	۴۴۴	۴۴۴	مرثیوں کا نمونہ	۴۴۴
۴۴۵	مرثیہ امامی	۴۴۵	۴۴۵	مرثیہ امامی	۴۴۵
۴۴۶	مرثیہ اکبری	۴۴۶	۴۴۶	مرثیہ اکبری	۴۴۶
۴۴۷	مرثیہ اصغر	۴۴۷	۴۴۷	مرثیہ اصغر	۴۴۷
۴۴۸	مرثیہ ابو تراب	۴۴۸	۴۴۸	مرثیہ ابو تراب	۴۴۸
۴۴۹	مرثیہ افصح	۴۴۹	۴۴۹	مرثیہ افصح	۴۴۹
۴۵۰	مرثیہ اکبر	۴۵۰	۴۵۰	مرثیہ اکبر	۴۵۰
۴۵۱	مرثیہ احمد	۴۵۱	۴۵۱	مرثیہ احمد	۴۵۱
۴۵۲	مرثیہ النبی	۴۵۲	۴۵۲	مرثیہ النبی	۴۵۲
۴۵۳	مرثیہ تحقیق	۴۵۳	۴۵۳	مرثیہ تحقیق	۴۵۳

۴۶۲	مرثیه گلزار	۴۹۴	۴۴۳	مرثیه عین الدین	۴۶۵
۴۶۲	مرثیه لطف	۴۹۶	۴۴۳	مرثیه علی	۴۶۶
۴۶۳	مرثیه موسی	۴۹۸	۴۴۴	مرثیه عسکرت	۴۶۷
۴۶۳	مرثیه مسیح	۴۹۹	۴۴۴	مرثیه عسکری	۴۶۸
۴۶۳	مرثیه محبان	۵۰۰	۴۴۴	مرثیه عطا	۴۶۹
۴۶۴	مرثیه معتبرخان	۵۰۱	۴۴۵	مرثیه عنایت	۴۷۰
۴۶۴	مرثیه مامی	۵۰۲	۴۴۶	مرثیه عارف	۴۸۱
۴۶۴	مرثیه معجز	۵۰۳	۴۴۶	مرثیه عز	۴۸۲
۴۶۵	مرثیه مسیح الدین	۵۰۴	۴۴۶	مرثیه عابد	۴۸۳
۴۶۵	مرثیه مبتلا	۵۰۵	۴۴۶	مرثیه عزالت	۴۸۴
۴۶۵	مرثیه مصلح الدین	۵۰۶	۴۴۷	مرثیه غلامی	۴۸۵
۴۶۶	مرثیه مکین	۵۰۷	۴۴۹	مرثیه غالب	۴۸۶
۴۶۶	مرثیه مسکین	۵۰۸	۴۴۹	مرثیه غمگین	۴۸۷
۴۶۶	مرثیه مدی	۵۰۹	۴۴۹	مرثیه فائز	۴۸۸
۴۶۷	مرثیه معصوم	۵۱۰	۴۷۰	مرثیه فتح الله	۴۸۹
۴۶۷	مرثیه منعم	۵۱۱	۴۷۰	مرثیه فضل	۴۹۰
۴۶۷	مرثیه مستقیم	۵۱۲	۴۷۰	مرثیه قائم	۴۹۱
۴۶۸	مرثیه مخلص	۵۱۳	۴۷۱	مرثیه قطب	۴۹۲
۴۶۸	مرثیه موالی	۵۱۴	۴۷۱	مرثیه قربان علی	۴۹۳
۴۶۸	مرثیه نظر	۵۱۵	۴۷۱	مرثیه قربان	۴۹۴
۴۶۹	مرثیه ندیم	۵۱۶	۴۷۱	مرثیه کستر	۴۹۵

۴۸۵	ضمیمہ الف (فہرست کتب جن سے سواد اخذ کیا گیا ہے)	۵۲۴	۴۸۰	مرثیہ ندا	۵۱۷
			۴۸۰	مرثیہ نعیم	۵۱۸
۶۹۱	ضمیمہ ب فہرست دست و گہنی	۵۲۵	۴۸۰	مرثیہ ہوشدار	۵۱۹
	مخطوطات بلحاظ کتب خانہ		۴۸۱	مرثیہ ہوشیار	۵۲۰
۷۰۰	ضمیمہ ج فہرست دست و گہنی	۵۲۶	۴۸۰	مرثیہ اشہم	۵۲۱
	مخطوطات بلحاظ کتب خانہ		۴۸۱	مرثیہ یاد	۵۲۲
۷۱۲	ضمیمہ د	۵۲۸	۴۸۲	خاتمہ	۵۲۳

# مقدمہ

نوشتہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری

ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی (لنڈن)

مصنف

اُردو شہ پارے۔ اُردو کے اسالیب بیان۔ غزنوی بزم ادب۔ برج تنقید

تنقیدی مقالات ہندوستانی صوتیات

پروفیسر

زبان اُردو۔ کلیہ جامعہ عثمانیہ

حیدرآباد دکن

RECEIVED BY THE  
LIBRARY OF THE  
MUSEUM OF  
NATURAL HISTORY  
AND  
ZOOLOGY  
OF THE  
CITY OF  
NEW YORK

وہ زمانہ گزر گیا جب کہ اردو ادب کی تہی مانگی کا خیال اردو کے اکثر ہی خواہوں کے لئے باعث صدمہ و ناسف تھا۔ اور اس کے بعد خواہ اس کے محدود موضوعات شاعری کا مضحکہ اڑایا کرتے تھے۔ گذشتہ دس پندرہ برسوں نے ادبیات اردو کی تاریخ کو اس قدر وسیع بلکہ غیر محدود بنا دیا ہے کہ اگر آج اردو شعر و شاعری کے تذکرہ نویس زندہ ہو جائیں تو اپنے تذکروں کو خرافات سمجھیں۔ خاص کر مولوی محمد حسین آزاد کو اسس کا بڑا افسوس ہوگا کہ انہوں نے جانکاہ کدو کاوش کے بعد جو آب حیات تیار کیا تھا وہ محض سراب ثابت ہوا، اور ان کے مرتبہ اور شاعری کسی پادر ہوا عمارت کے درجوں کی طرح برباد ہو گئے۔ اب اگر ان کی ”آب حیات“ زندہ رہ سکتی ہے تو محض اپنے لاشانی اسلوب کے بل بوتے پر۔ ورنہ اردو زبان اور ادب کے آغاز و ارتقاء پر انہوں نے اپنی اور اپنے عہد کی باطل معلومات کے موافق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ جدید تحقیقات و معلومات کے لحاظ سے آج ایک افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اردو ادب کا سنگ بنیاد ولی سے تین چار سو سال پہلے ہی رکھا جا چکا تھا اور اس عرصہ میں اس پر جو برفِ شان تعمیر ہوئی اس کے متعلقہ تذکروں سے ہندوستان کا کوئی جدید ادبی رسالہ شاید ہی بچا ہو۔ کسی میں کوئی قدیم نامعلوم شاعر و شناس کرایا گیا ہے تو

## ب

کہیں کسی قدیم کتاب کا ذکر ہے۔ اور پھر ایک دو نہیں متعدد دفاتر اہل تلم قدیم اردو ادب کی تحقیق و تلاش اور بحث و مباحثہ میں مصروف ہیں۔ کوئی اپنے گہر بیٹھے کتابیں جمع کرنے اور ان پر مقالے لکھنے میں مشغول ہے تو کوئی اس مقصد کی خاطر دور دراز کا سفر اختیار کرتا ہے۔ کہیں ان کو مرتب و ردون کر کے شائع کرنے کی فکر کی جا رہی ہے تو کوئی ان کے متعلق مقالہ لکھ کر جاموں سے ڈگری حاصل کر رہا ہے۔ غرض ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے سونے کی کانوں کی طرح کوئی معدن مل گیا ہے جس کی طرف ہر نئے پراسے کی نظر لگی ہوئی ہے۔

ان باہمت نظریات میں مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب ایک مخصوص حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی پہلی کتاب ”دکن میں اردو“ ہماری زبان کی ابتدائی کتابوں اور مصنفوں پر غالباً پہلی کتاب ہے۔ دکنی ادب پر غور و خوض اور ان کو عام اردو دانوں میں روشناس کرنے کا ہاشمی صاحب کو اس درجہ شغف ہے کہ اگر وہ دفتر دیوانی فینائنس میں ملازم نہ ہوتے تو میں سمجھتا کہ ان کا پیشہ ہی ہے۔

یہی غیر معمولی اہمیت تھاکہ انہوں نے یورپ جانے اور دکنی خطوط پر کام کرنے کا موقع پیدا کر ہی لیا، ورنہ ان کی ملازمت کی نوعیت اور اس قسم کے کام کرنے کے امیدواروں کی کثرت کے مقابلہ میں بہت کم توقع تھی کہ حکومت انہیں یورپ روانہ کرتی۔

ہاشمی صاحب سرزمین دکن کے ان نوجوانوں میں سے ہیں جو خاموشی کے ساتھ ہمیشہ سرگرم کار رہتے ہیں۔ جب یہ حیدر آباد کے مائے ناز دارالعلوم کالج کے طالب علم تھے۔ اُسی وقت سے ان کا علمی و ادبی ذوق انہیں اپنے ہم چمپوں میں ممتاز بنا رہا تھا۔ اپنے کالج کی ”ثمرۃ الادب“ کے سب سے اہم نمبر سے اپنے خاندان کے قابل تقلید بزرگوں کی طرح تاریخ دکن سے خاص اہمیت رکھتے تھے۔ اس موضوع پر بھی ان کے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی کتاب ”دکن میں اردو“ اپنی قسم کی پہلی اور خاص کتاب ہے۔ اس کی مکاتبت قدر دانی کی گئی۔ اور دکن



## ج

کے مشہور علم دوست اور فاضل نواب سر امین جنگ بہادر نے اس کے متعلق جو رائے ظاہر فرمائی وہ نوجوان مصنف کی خاص بہت افزائی کا باعث ہوئی، اور کوئی تعجب نہیں اگر اسی حوصلہ افزائی نے ہاشمی صاحب کو سعی پیہم کی طرف مائل کیا ہو۔

ان کی اس کتاب ”یورپ میں دکھنی مخطوطات“ کا موضوع کئی دہہ سے اہم ہے جس کے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں جن کتابوں اور مصنفوں کی نسبت معلومات پیش کئے گئے ہیں وہ اردو زبان کے قدیم ترین کارنامے اور اساتذہ ہیں۔ اور یہ کارنامے اور اساتذہ اس لئے قابل وقعت ہیں کہ ان کے سوا آج سے دو سو برس پہلے کے اردو لکھنے والوں یا اردو کتابوں کا بہت کم پتہ چلتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دکن کے علاوہ گجرات کا بھی قدیم کلام دستیاب ہوا ہے۔ مگر ایک تو وہ قلیل ہے اور دوسرے اس میں ادبی اور شعری عنصر کا ناقابل فرگشت فقدان ہے۔

دکن اور گجرات کے ابتدائی شہ کاروں کو نکال ڈالنے تو ہر تاریخ ادب اردو میں اور گنگ نیب سے پہلے کے زمانہ کے لئے صفحات کے صفحات خالی چھوڑ دینے پڑیں گے شمالی ہند اور خاص کر دو آبہ گنگ و جمن جو ہمیشہ تہذیب و تمدن اور علم و فن کا سرچشمہ رہا ہے اردو کے لئے صدیوں تک بنجر ثابث ہوتا رہا۔ اس کے اسباب نہایت دلچسپ اور اہم ہیں۔ ہم نے اپنی مطبوعہ انگریزی کتاب ”ہندوستانی صوتیات“ میں اس پر کچھ بحث کی ہے اور اس کے علاوہ ہندوستانی اکیڈمی کی تیسری سالانہ کانفرنس میں اس موضوع پر ایک تفصیلی رپورٹ پڑھا ہے۔ جو اکیڈمی ہی کی جانب سے شائع ہو رہا ہے۔

یہاں صرف اس امر کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے کہ شمال مغربی سرحد سے جو مسلمان ہندوستان میں داخل ہوئے وہ پہلے پہل پنجاب میں آکر ٹہرے۔ وہاں کے باشندوں کے کے میل جول سے ہونے لگے کہ ہندو مسلم زبان پیدا ہوتی رہی اسی کو بیکر وہ دو آبہ گنگ و جمن

میں اُترے اور اس کو بولتے ہوئے دکن میں پہی دخل ہوئے۔

دو آبہ میں مسلمان فاتحوں کی لائی ہوئی زبان ابھی بچتے نہیں ہوئے پائی تھی اور اس پر دو آبہ کی خاص زبان برج بھاشا کا زیادہ اثر نہیں پڑ سکا تھا کہ مسلمانوں نے خوب کی طرف رخ کیا اور ان کا ایک بڑا سیلاب محمد تعلق کے ساتھ دہلی سے اٹھا اور دکن میں جا کر رک گیا۔ یہ فاتحین اپنے ساتھ جو زبان دکن میں لیتے آئے تھے وہ یہاں آزاد نشوونما حاصل کرنے لگی اور چونکہ برج بھاشا کے علاقہ سے دور جا پڑی تھی اس لئے اس میں برج کا صرف وہی اثر باقی رہا جو برج کے علاقہ سے نکلنے سے پہلے اس پر مستولی ہو چکا تھا۔

جو مسلمان دو آبہ ہی میں رہ گئے ان کی خام ہندوی (جو مشرقی پنجابی اور ہند ایرانی عناصر سے مرکب تھی) رفتہ رفتہ برج سے متاثر ہوئی گئی اور آخر کار اس رنگ میں اتنی رنگی گئی کہ دسویں صدیوں ہی میں بول چال کے لئے برج بھاشا کی جانشین بن گئی۔


دکن کی زبان کی شمالی اردو سے علیحدگی کے اسباب لسانی اور سیاسی دونوں قسم کے ہیں اور یہ سب کتاب ”ہندوستانی صوتیات“ میں مندرج ہیں۔ یہاں دہرائے کی ضرورت نہیں۔ رہا یہ سوال کہ ہندوستانی کی اس آزاد شاخ میں آج سے دوسو برس پہلے ادب کیوں لکھا گیا اور شمالی اردو میں کیوں نہیں لکھا گیا اس کا جواب ہمارے اس پرچہ میں ملے گا جو ہندوستانی اکیڈمی میں پڑا گیا تھا۔ دکن کی اردو سرپرستی اور اردو ادب کی تاریخ ہم نے ”اردو شہ پارے“ میں منضبط کر دی ہے۔ اور باہجوان مخطوطوں کا حوالہ دیا ہے جن سے ہم نے اس کتاب کے لئے مواد جمع کیا تھا۔ مگر اردو شہ پارے میں خود ان مخطوطوں کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات درج نہیں۔ یہ کام ہمارے موضوع سے باہر تھا۔ مگر اس پر کام کرنے کی سخت ضرورت تھی تاکہ اردو زبان پر تحقیق و تمییز کرنے والے اپنے قدیم ادیبوں کے مسودوں اور مخطوطوں سے واقف ہو سکیں۔ اس کام کی اہمیت پر زیادہ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ اردو ہمیشہ ہمسکے گزار رہے گی کہ نصیر الدین ہاشمی صاحب کے صحیح ذوق ادب نے اس

کی تکمیل کر دی۔ چونکہ اس کام کی ضرورت اور خوبی سے میں پہلے ہی واقف ہو چکا تھا اور اس کی ترتیب و تفکیک میں آغاز کار ہی سے دل چسپی تیار رہا ہوں اس لئے اس کی درج سہرائی مناسب نہیں سمجھتا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے پڑھنے والے ایک سرسری نظر ہی میں اس کی اہمیت سے واقف ہو جائیں گے اور انہی صاحب کی یہ کوشش اردو زبان کے جدید تحقیقی و تنقیدی کارناموں میں ایک بے نظیر عکس حاصل کر لے گی۔

اس ضخیم کتاب میں صرف یورپ کے خطوط کا ذکر ہے۔ مسز مین وکن کی وہ لاتعداد کتابیں اس میں درج نہیں جو ہندوستان میں موجود ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر انجمن ترقی اردو نواب راجہ جنگ، آغا حیدر حسن اور حیدر آباد کے دوسرے امیروں اور عالموں کے متنبانوں میں جو نمایاب ذخیرے محفوظ ہیں، ان کے تذکرے بھی اسی تفصیل اور تحقیق کے ساتھ شائع ہو جائیں۔

باشمی صاحب نے یورپ کے کتب خانوں میں جس دیدہ ریزی کے ساتھ مطالعہ کیا اور وہاں کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب خانوں کی غلطیوں کی اصلاح کی ان کا تفصیلی ذکر ان خطوط سے معلوم ہوگا جو وہاں کے ادباء اقتدار نے ان کے نام لکھے ہیں۔ میں اسی قدر کہوں گا کہ جو کچھ مطالعہ کیا اس کو نہایت خوش سلیقگی کے ساتھ قلمبند کر لیا ہے۔ اور بعض نادانانہ حضرات کے، میں خیال کو غلط ثابت کر دیا ہے کہ اردو زبان و تاریخ ادب کی تحقیق و تفتیش کے لئے یورپ جانا لا حاصل ہے۔ یہ تو صرف وکن کے کارناموں کا تذکرہ ہے۔ شمالی ہند کے اردو ادب کے متعلق بھی یورپ کے کتب خانوں میں اہم اور نمایاب میرا وجود ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جب تک اس سے مدد نہ لی جائے گی اردو زبان و ادب کی کوئی تاریخ مکمل نہ ہو سکے گی۔

RECEIVED  
JAN 10 1964  
U.S. DEPT. OF AGRICULTURE  
WASHINGTON, D.C.




---

Printed at  
Chandrakanth Press  
Publishers

Book Binders, Rubber Stamp Makers,  
Copper-plate Printers and Die-sinkers,  
♦ Gowliguda, Hyderabad Dn.

---



University of Edinburgh,

29th April, 1929.

Mr. N. Hashmi has been working in our Library for the past week and has examined a number of our Hindustani and other manuscripts. I should like to convey to His Exalted Highness the Nizam's Government of Hyderabad, the thanks of our Library committee for the valuable information which Mr. Hashmi has supplied us with regarding certain of these manuscripts.

(Sd.) F. C. NICHOLSON,

Librarian.

Paris, le 28 août 1929.

Monsieur,

Monsieur,

La Bibliothèque Nationale a l'honneur de recevoir votre envoi de vos.

Corrections au Catalogue des manuscrits indiens de la Bibliothèque nationale.

J'ai l'honneur de vous exprimer nos remerciements pour ce don.

Agreez, je vous prie, Monsieur, l'assurance de ma considération la plus haute et de mes sentiments reconnaissants.

L'Administrateur général.

(Sd.)

N. Hashmi, 13, rue du Sommerard  
Paris V

ایڈنبرا یونیورسٹی

۲۹ اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع

جناب نصیر الدین ہاشمی صاحب  
ہمارے کتب خانہ میں گذشتہ ہفتہ سے  
ہندوستانی اور دیگر مخطوطوں کی  
تحقیق و تفتیش میں مصروف رہے۔  
میں ہذا اگر اللہ ہانس نظام حیدرآباد کی  
حکومت کی خدمت میں ہماری لائبریری  
کمیٹی کی جانب سے شکریہ ادا کرنا چاہتا  
ہوں کہ ہاشمی صاحب نے بعض مخطوطوں  
کے متعلق قیمتی معلومات ہم پہنچائے ہیں

ایف۔ سی۔ نیکلسن

کتب خانہ دار

پیرس ۲۸ اگست ۱۹۲۹ ع

جناب عالی

کتب خانہ قومی میں آپ کا وہ خط وصول  
ہوا جس میں آپ نے قومی کتب خانہ کے  
ہندوستانی مخطوطوں کے کیتلاگ کی  
غلطیاں روانہ کی ہیں۔

مجھے یہ عزت حاصل ہے کہ اس عنایت  
کے لئے ہماری جانب سے آپ کا شکریہ ادا  
کروں۔

آپ یقیناً مانتے کہ ہم ان پر کافی ترجیح  
کریں گے اور میرے خیال سے مندانہ سلام کو  
قبول کیجئے۔

جنرل اڈمنسٹریٹر (ناظم عمومی)

موسیو نصیر الدین ہاشمی

۱۳ روڈی سمرارد

پیرس - ۵

BODLEIAN LIBRARY,

OXFORD.

28th May, 1929.

Mr. M. Hashmi has examined all the Urdu MSS. in the library. He has been able to confirm the accuracy of the description of such as are fully catalogued.

(Sd.) Stephen Wright,

Assistant.

UNIVERSITY LIBRARY,

CAMBRIDGE.

15th May 1929.

I have pleasure in stating that MR. M. N. Hashmi has visited this library, and has examined our Urdu MSS. During his stay here he also visited the Libraries of the King's College, Christ's, and Corpus Christi, where he examined the Urdu MSS. and was able to point out certain facts that are of importance for the completion of the Catalogue.

(Sd.) Edward J. Thomas,

Under Librarian.

بودلین لائبریری اکسفورڈ

۲ مئی ۱۹۲۹ ع

مسٹر نصیر الدین ہاشمی نے کتب خانہ کے تمام اردو مخطوطات کا معائنہ کیا۔ اور مندرجہ فہرست مخطوطات کے متعلق جو توضیحات کی گئی ہیں انکی صحت کی تصدیق کی

شہر حد مستخط

اسٹن رائٹ

مددگار

یونیورسٹی لائبریری کیمبریج

۱۵ مئی ۱۹۲۹ ع

میں مسرت سے مانتے تحریر کرتا ہوں  
مسٹر محمد نصیر الدین ہاشمی صاحب نے  
ہمارے کتب خانہ اور اسکے اردو مخطوطات کا  
معائنہ کیا

یہاں اپنے دور رس قیام میں انہوں نے  
کنگ کالج۔ کاپر کالج۔ اور کرسٹ کالج کابھی  
معائنہ کیا اور وہاں کے اردو مخطوطات کو  
دیکھا۔ انہوں نے بعض ایسے امور کی  
وضاحت کی ہے جو فہرستوں کی تکمیل کے  
مقصد کے لیے اہم حینت رکھتے ہیں۔

شہر حد مستخط مددگار کتب خانہ دار

ROYAL ASIATIC SOCIETY,  
74 Grosvenor Street,  
London W. I.

13th April 29.

DEAR MR. HASIMI,

Thank you so much for your note on the discovery of a ms of Phool-bun found bound up with the Gulshan-e-Ishq among our Hindus-kai Msa., and for your account of it which will be useful when we catalogue it. I am glad our Library has found useful to you during your research work here and that you will have a good journey home.

Yours sincerely,  
(Sd.) C. FRAZER.

FITZWILLIAM MUSEUM,  
CAMBRIDGE.

13th May 1929.

Mr. N. Hashmi visited this Museum this morning and examined a manuscript of the fourth of Amir Khusrow's Diwans, in which he was able to read the name of the scribe, which, being partly obliterated had been overlooked by our Catalogues.

(Sd)

Director.

رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

۱۳ اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

ہمارے ہندوستانی مخطوطات میں 'پھول بن' کے نسخہ کے انکشاف کے متعلق جو گلشن عشق کے ماہر منظم ہیں میں آپ کی مرتب کردہ یادداشت کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں ترتیب فہرست کے موقع پر یہ یادداشت ہمارے لئے گائیڈ ہوئی کیونکہ اس امر سے مسرت حاصل ہوئی کہ یہاں آپ کے تحقیقاتی کام کے دوران میں ہمارے کتب خانہ کو آپ سے قاعدہ پنپنا دعا ہے کہ آپ خوش و خرم وطن پہنچیں۔ شرح دستخط

مئی فروری

مکرمی

نقر ولیم میوزیم کیمرج

۱۳ مئی ۱۹۲۹ ع

مستوفیہ الدین ہاشمی نے آج صبح اس میوزیم کا معائنہ کیا اور دواوین امیر خسرو کے چوتھے نسخے کے مطالعہ پر اس کے کاتب کا نام متناقص کیا جو کسی قدر محو ہو جائے کے باعث ہمارے یہاں کے مرتب فہرست سے نظر انداز ہو گیا تھا۔

شرح دستخط ڈائریکٹر



Department of Oriental Printed  
Books & Mss.,

BRITISH MUSEUM,

LONDON W. C. 1

8th April 1929.

شعبہ کتب مشرقی - مطبوع و مخطوطات

بوٹش میوزیم

لندن - ڈیویو - سی - ۱

۸ اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

DEAR MR. HASHMI,

I am greatly indebted to you for the corrections to our Catalogue of Hindustani Mss. which you have kindly given to us. I am glad to have them, and owe many thanks to you for them, and through you to the Government of His Exalted Highness the Nizam. It has given us much pleasure to assist you in your studies which you have carried on in our student's Room during the last six months, and I am glad to see that they have been fruitful and pleasant.

Wishing you a comfortable journey and a prosperous future at home, I am

Yours very faithfully,

(Sd)

Keeper.

میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے  
ہمارے چند دستخطوں کے کٹاگ  
کی غلطیوں کی اطلاع ہمیں پہنچائی -  
میں ان کو حاصل کر کے خوش ہوا اور آپ کا  
اور آپ کے دریم سے ہرگز اکتفا نہیں  
نظام کی حکومت کا بے حد شکر گزار ہوں  
ہمارے کمرہ مطالعہ میں آپ کا مشورہ  
چھ مہینوں سے جو تحقیق و تفتیش کا کام  
کرتے رہے اس میں آپ کی مدد کرنے سے  
جس میں مسرت حاصل ہے - اور میں یہ دیکھ کر  
مسرور ہوں کہ آپ کی تحقیقات کا امداد  
خوشگوار ثابت ہوئی -

ایک آرام دہ سفر اور وطن میں ایک  
خوش آئند مستقبل کی توقعات کے ساتھ

آپ کا محض

یف ہارنٹ

محافظ

## INDIA OFFICE.

WHITEHALL,

LONDON, S. W. 1.

14th June, 1929.

MR. MR. HASHMI,

I am greatly obliged to you for valuable corrections of mistakes in Professor Blumhardt's *Catalogue of Hindustani Manuscripts in the Library of India Office* and your other notes concerning the manuscripts.

It gives me much pleasure to think that, so soon after the publication of the Catalogue, our collection of manuscripts should have been studied with such diligence and enthusiasm. I am very glad that the Government of His Exalted Highness the Nizam, sent you to England, and I feel sure that your work will have fruitful results in furthering the study of Urdu Literature.

Your sincerely,

(Sd.)

Librarian.

## ہندیا آفس

وہائٹ ہال - لندن - آفس - ڈیو - ا

۱۴ جون سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

میں آپ کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے پروفیسر بلوم ہارٹ کے ہندیا آفس لبریری کے آرکائیو مخطوطوں کے کٹلاگ کی غلطیوں کی تصحیح کی۔ اور ان مخطوطوں پر چند اور نوٹ لکھے۔

مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے جب یہ سوچتا ہوں کہ کٹلاگ کی اشاعت کے بعد ہی اہم قدر جلد ہمارے مخطوطوں کے مجموعہ کی اہم خوبی اور جوش کے ساتھ تحقیق کی جائے گی۔ میں بہت خوش ہوں کہ ہذا کراؤنڈ ہائی فیس سرکار نظام نے آپ کو انگلستان روانہ کیا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے ورود سے اردو ادب کی تحقیق و تفتیش میں وسعت پیدا ہوگی۔

آپ کا محفل

سی - استوری

کتب خانہ دار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## پیش نامہ

میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ زبان اردو کی تاریخ قلمبند کر دوں یا اس کی ابتدا اور ارتقاء پر بحث کروں۔  
اور نہ میرا یہ مدعا ہے کہ اردو کے مولد پر تبصرہ کر دوں اور خواہ مخواہ اس کو دکن سے منقص کر دوں۔ اس  
خیال سے مجھے اتفاق ہے کہ اردو کی ابتدا شمالی ہند سے ہوئی البتہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسکو  
ادبی عزت و مرتبہ دکن اور صرف دکن سے بخشا جھٹا۔

یہی وجہ ہے کہ دکن ایک زمانہ دراز تک اردو کا کوئی خاص نام نہیں تھا۔ اور ایک طویل  
مدت تک شرفا اس میں گفتگو کرنے کو باعث شگ اور عار خیال کرتے تھے اس کے برخلاف  
دکن میں یہ بات نہیں تھی وہ شاہی محلوں میں پٹی۔ ادیب اللہ کے گود میں کھیلی۔ شرفا اور معزین  
کے مکانوں میں پھولی پھولی

اردو کا تعلق دکن سے | سب سے پہلے بحث پیش ہوتی ہے کہ دکن کے ساتھ اردو  
کا تعلق کب سے ہوا؟ اور وہ یہاں کن کن ناموں سے

موسوم تھی؟

اس امر سے غالباً کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ اردو کی ابتدا مسلمانوں سے ہوئی  
اور اس کا بیج انھیں کے ہاتوں سے بویا گیا کرو نکھنا یہ ہے کہ ہندوستان کے ساتھ مسلمانوں  
کا تعلق کب سے شروع ہوا اور کب سے ہندوستان میں بودو باش کرنے لگے؟

ہندوستان پر سولوں کے حملوں کی ابتدا حضرت عمر فاروق (ؓ) سے ہوئی مگر سندھ میں مستقل حکومت محمد بن قاسم کے فتوحات کے بعد ہوئی ۱۹۲ھ میں محمد بن قاسم کا سندھ پر حملہ ہوا اور بہت ہی جلد سندھ سے ملتان تک اس کا قبضہ ہو گیا۔

عربی تاریخوں سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ عباسی خلیفہ واثق باللہ (ؓ) کے زمانہ تک دربار خلافت سے سندھ میں گورنر مقرر ہوتا رہا اور مشورہ اس کا مستقر حکومت تھا۔ خلافت بغداد کے انحطاط کے بعد عربوں کے جو قبائل یہاں آباد تھے انہوں نے چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کر لیں۔ یہ حکومتیں کشمیر کی سرحد سے بحر فارس سینستان اور مکران تک پھیلی ہوئی تھیں ان کے حکمران ایک مدت دراز تک یہاں قابض رہے۔

دوسری طرف ساحل کرناٹک اور ملبار پر مسلمان بحیثیت تجار اور مبلغ آتے رہے اور ساحل سمندر سے دور تک اندرون ملک جاتے اور تجارت کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغی خدمات انجام دیتے تھے۔ سینکڑوں شیوخ تبلیغ دین کے دھن میں پڑھتے اور مسند کے راستے اور پرامن تجارتی طریقے سے حواریان حضرت مسیح کی طرح بلکہ ان سے بدرجہ زیادہ بردست کامیابی حاصل کی تھی۔ ہندو راہبوں کی حمایت میں وہ مسجدیں بناتے اور تبلیغی کام انجام دیتے تھے۔ پروفیسر آرنلڈ نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ اس میں ہرگز شبہ نہیں کہ ہندوستان میں اسلام کو اپنی اشاعت میں بڑی اور مستقل کامیابی ایسے اوقات اور مقامات میں ہوئی جہاں مسلمانوں کی سیاسی طاقت بہت ہی ضعیف تھی۔

تیسری طرف شمال کی جانب سکپتنگیں اور سلطان محمود نے حملے شروع کئے ۱۱۹۵ھ تک کوہستان بندہیاں تک اس کی فتوحات کو وسعت ہو چکی تھی محمود کے فتوحات کی انتہائی مقام مشرق میں کانچہ رنگا کے نیچے (بندیل کھنڈ) اور مغرب میں سومات گجرات

ملک تھی پھر جب آل شنب کو عروج حاصل ہوا تو آل بکتگیں کے ہاتھ میں سوا سے پنجاب کے کچھ دربار ہائے ۸۷۰ عیس محمد سام شہاب الدین محمد غوری نے پنجاب پر حملہ کیا اور لاہور کی فتح کے بعد ہندوستان کی جانب توجہ ہوا ۸۷۵ء میں اسے پتھور پر فتح حاصل کی جس کے باعث جمیر اور دہلی پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اس کے بعد قنوج مفتوح ہوا اور پھر پٹنالی تک اس کو وسعت ہو گئی۔

محمد سام کا جانشین قطب الدین ایک ہوا اور اس کے بعد التمش اور اس کے جانشینوں کے بعد دہلی کے تخت پر خاندان خلجی قابض ہو گیا۔ محمد الدین غلی ۶۹۵ھ (۱۲۹۵ء) نے دکن کی جانب پیش قدمی کی اور ۷۰۰ھ میں ملک کا فور نے دیوگڑھ فتح کیا ۷۰۵ھ کے دوسرے حملے میں درنگل فتح ہوا اور ۷۱۰ھ میں تیسرا حملہ ہوا اس مرتبہ سینٹ بندر مشورم (اس کمار) کے پاس ہو چکر سید علانی کی تعمیر کی۔

مگر یہ خیال ہے کہ اس کے صدیوں پیشتر مالک بن دینار وغیرہ کی مسجدیں تیار ہو چکی تھیں اس طرح غازیان اسلام کے براہ پنجاب فوجی ترک اور احتشام کے ساتھ آخری نقطہ ہند پر پہنچنے کے صدیوں پہلے وہ جہازوں کے راستے سے پُر امن طریقہ پر ساحل ہند پر رابطہ مستقل اپنا گھر بنا چکے تھے۔

خاندان خلجی کے تباہی کے بعد ۷۱۰ھ میں غیاث الدین تغلق ہندوستان کے تاج تخت کا مالک بنا اور ۷۱۵ھ میں اپنے ولی عہد کے نو تعمیر محل کے نیچے دیکر مگیا اور اب الفغان محمد تغلق کے لقب کے ساتھ تخت دہلی پر جلوس فرمایا۔ اس وقت دہلی کا فرمان پشاور سے لیکر اس کمار تک نافذ تھا۔

اس وسعت ملک کے باعث محمد تغلق نے بجائے دہلی کے دولت آباد کو اپنا پایتخت قرار دیا محمد تغلق کی بعض اہلخانہ اسے نہیں تھی بلکہ عالمگیر نے بھی اپنی عمر اور ناک آباد میں

بر کردی تھی۔

محمد تغلق ہی کے عہد میں دولت آباد کے بجائے پھر دہلی مرکز حکومت قرار دیا گیا مگر اس دوبارہ واپسی کے کچھ ہی عرصہ بعد دکن خود مختار ہو گیا اور سلطنت میں ہمینی سلطنت قائم ہو گئی اور دو سو سال سے زیادہ زمانہ تک اٹھارہ بادشاہ کھلیگرہ اور بیس بیس حکمران ہوئے سلطنت میں اسکا خاتمہ ہوا۔ جب نویں صدی ہجری سے اس سلطنت کا انحطاط شروع ہوا تو پچاس سال کے اندر ملک کو مختلف صوبہ داروں نے آپس میں تقسیم کر دیا اس طرح ایک سلطنت کے بجائے پانچ حکومتیں یعنی قلعہ شاہی، عادل شاہی، نظام شاہی، حماد شاہی، اور برید شاہی قائم ہو گئیں۔ کہا جاتا ہے کہ اردو کی ابتدا پنجاب سے ہوئی اور بعد میں فارسی کے ساتھ اردو میں بھی شعر کہا کرتا تھا مگر یہ دعویٰ صرف دعویٰ ہی ہے کوئی ثبوت اس کی تائید میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ دکن پر مسلمانوں کے حملے سلطنت سے شروع ہوئے اور سلطنت کے بعد دولت آباد ہندوستان کا دار الحکومت قرار دیا گیا۔ اسی زمانہ سے یہاں اردو کا وجود پایا جاتا ہے اگرچہ کوئی مستقل تصنیف اوائل سلطنت کی نہیں پیش کی جاسکتی مگر بعض تاریخی شواہد ایسے ملتے ہیں جن سے یہ پایا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں یہاں اردو کا رواج تھا۔ مثلاً زین الدین خلجہ آبادی متوفی ۷۵۰ھ کا آخری کلام ”منہ مست بلاوہ“۔

شیخ عین الدین گنج العلم متوفی ۷۵۰ھ کے اردو رسالے اور خواجہ بندہ نواز متوفی ۸۲۵ھ کی معراج العاشقین اور ہدایت نامہ وغیرہ اس زمانہ کے بعد تو ہمیں بیسیوں نظم و نثر کی کتابیں دستیاب ہوتی ہیں جو اپنے وجود سے اردو کے ارتقا کو ظاہر کرتی ہیں۔

اردو کے نام | اس کے بعد اب یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ یہاں (دکن) اسکو کس نام سے موسوم کیا گیا تھا اور وہ کس نام سے پکاری جاتی تھی۔

یہاں اس امر سے بحث نہیں کہ شمال میں وہ کس نام سے موسوم تھی اور اس کو اردو اور

صاحت کے لئے دیکھو کہ میں اردو ۷۵۰ھ اگرچہ عین کے ساتھ ہے ان کے وجود پر یقین نہیں ہے۔

یختہ سے کب موسوم کیا گیا؟

دکن میں ابتدا سے وہ ہندی اور دکنی سے موسوم تھی یہاں اس کا نام یختہ نہیں تھا۔  
قدیم دکنی شعر اور نثر نویس اس کو ہندی اور دکنی سے موسوم کرتے تھے اور ان ہی ناموں  
کا مشعلہ تک بھی پتہ چلتا ہے۔ مثلاً کمال خاں رتھی کہتا ہے ۵

کیا ترجمہ دکنی ہو اور پسندیدہ  
ہو یا معجزہ دیو کمال خاں دبیر  
(غاور نامہ)

نصرتی کہتا ہے ۵

اور کچھ ہر محدثوں کی باب  
دکنی بول اتنا جو دکنی کتاب  
(گلشن عشق)

غوثی کہتا ہے ۵

سلطان عبداللہ کی کرختہ قصہ نامہ سوں  
عارف وجود کے نظر و نظر دکنی شاعر سوں  
ابن رشد علی کہتا ہے ۵  
(سیف الملک بلیغ اجمال)

اسے ہر کس کے تئیں بچھا کون توں بول  
دکنی کے باتاں ساریاں کون کھول  
میراں یعقوب کہتے ہیں ۵  
(پھل بن)

”اپنی حیات کے وقت مجھے ارشاد کئے تھے جو شہر لائق کتاب  
کون ہندی زبان میں لیا ہے تاکہ ہر کس تئیں بچھا دے“  
(شائل لائق)

ان عادل شاہی اور قطب شاہی شہادتوں سے واضح ہو سکتا ہے کہ عام طور سے دکن میں  
اردو کو دکنی یا ہندی کہا جاتا تھا اس کے بعد ڈیڑھ سو سال بلکہ اس سے زیادہ یہی جنوبی  
ہند میں اردو کو ان ہی ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ چنانچہ مولانا باقر آگاہ متوفی ۱۳۸۵ھ  
فرماتے ہیں۔

”وہ بعض یاروں کا ایسا ہوا  
سو ہندی زبان یہ رسالہ ہوا  
(رسالہ فرقہ ہائے اسلام)  
ہے دکنی میں جگہ جگہ تہی دیگر کہ انصر منکم کہے نصرتی  
”بعض علما ان مناقب اشرف کو فارسی کتابوں میں سیر کے دے گئے ہیں لیکن کوئی کتاب

مستقل اس باب میں اب تک دیکھنے میں نہیں آئی پس تصنیف ہونا اسکا ہندی زبان میں معلوم۔ مگر یہ دلی و طوری شیدائے جدید آبادی و کہنی زبان میں فسخ منظوم کہے ہیں۔ (ریاض الجنان) اس کے ایک زمانہ دراز بعد قاضی بدالدولہ متوفی ۱۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

”لیکن دیکھا کہ بازار علم کا بہت کا سد ہو گیا اور علم کے جاننے والے دنیا سے گذر گئے..... اور کسی کو خواہشمند بھی نہیں پایا تب زبان ہندی میں یہ کتاب لکھنا شروع کیا“

(فوائد بدیہ)

اس تفصیل سے واضح ہو سکتا ہے کہ دکن میں اردو زبان کا نام دکنی اور ہندی ہی تھا۔ یہاں اردو کے ایک اور نام ریختہ کا بھی استعمال ہوا ہے مگر اس کو سب سے پہلے دلی نے استعمال کیا ہے۔

یہ ریختہ دلی کا جاکر اُسے سادے لکھتا ہے فکر روشن جو انوری کے مانند میراجبال ہے جس طرح جنوبی ہند میں اردو کا نام دکنی رکھا گیا تھا اسی طرح شمالی ہند میں وہ پہلے پہل ریختہ سے موسوم ہوئی ہوگی۔ دلی نے بھی اسکا استعمال اپنے سفر دہلی کے بعد کیا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ دکنی شعرا کے قطع نظر شمالی ہند کے شعرا نے اس لفظ کا استعمال عام طور سے کیا ہے۔ چنانچہ میر کہتا ہے۔

خوگر نہیں کچھ یوں ہی ہم ریختہ گوئی کے معشوق جو تمہا اپنا بامشندہ دکن کا تھا

قائم کہتا ہے

قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ اک بات پھر سی ہزباں دکنی تھی

اثر کہتا ہے

ریختہ نے یہ تب شرف پایا جبکہ حضرت نے اسکو فرمایا  
شاہ حاتم نے اپنے دیوان زادہ کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

”در شعر فارسی پیروی مرزا صاحب است در ریختہ دلی را استاد میداند“



”ہندوستان (شمالی ہند) میں مدت تک نہ بان ہند ہی کہ اسے  
برج بھاکا کہتے ہیں رواج کہنتی تھی، اگرچہ لغت سنسکرت ان کی اصل  
اصول اور مخرج فہون فروع و اصول ہے سچھے محاورہ برج میں الفاظ  
عربی و فارسی تبدیل برج داخل ہونے لگے اور اسلوب خاص اس کے  
کھوٹے لگے سبب سے اس آمیزش کے یزبان ریختہ سے مسلم  
ہوئی..... مجتبیٰ زہر ہے تمام ریختہ گو یوں میں سودا اعتبار نمایاں  
پایا..... بعضے استقدر اس کے باب میں فخر افراق کا کہوتے  
ہیں کہ اس بیچارے کو سب شعرا نے ریختہ گو بلکہ تمام ادبا سے فارسی  
سے افضل و بہتر پوتے ہیں“

دکن میں اردو | دکنی یا اردو کا تعلق جس قدر دکن سے ہے، اسی قدر وہیں اس کی جس قدر ترقی ہوئی اس کا ذکر ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں کسی قدر صراحت سے کیا ہے ہماری تالیف اس نوعیت کی پہلی تالیف تھی، اسکے بعد اردو کے قدیم پنجاب میں اردو-تاریخ ادب اردو- وغیرہ کتابیں عالم وجود میں آئیں۔ میں اپنے ملک و قوم کا سید شکر گزار ہوں کہ اس نے میری تالیف کو اتوں ہاتھ لیا اور وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جس کے باعث چند ماہ کے اندر اس کے طبع ثانی کی فوبت آئی۔ اور اس کا دوسرا ایڈیشن بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کے ساتھ اہل ملک کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

**تالیف ہذا کے اسباب** | میں نے اپنی اس تالیف میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر طرح مکمل نہیں ہے اور اس امر کا وعدہ کیا گیا ہے کہ کبھی آئندہ مکمل اور مستقل تالیف اس مخصوص میں کی جائے گی۔

ظاہر ہے اس کام کے لئے بہت بڑے معلومات اور بہت بڑے سرمایے کی ضرورت ہے۔  
 اردو کا مواد نہ صرف ہندوستان کے کتب خانوں میں ہے بلکہ بلا مغرب میں بھی اس کا  
 مواد دستیاب ہوتا ہے ان کتب خانوں سے استفادہ کرنا اور مواد جمع کرنا کوئی آسان کام نہیں  
 اور پھر یہ اس شخص کے لئے اور بھی دشوار اور اہم ہے جو ملازمت کے چکر میں قید و بند ہو۔  
 ان تمام دشواریوں کے باوجود میں اپنی اس دوسری تالیف کو جو اس سلسلہ کی ایک سری  
 کڑی ہے اور گویا مکمل کتاب کا پیش خیمہ ہے اور ایک بڑی حد تک قائم مقام ہو سکتی ہے  
 پیش کر کے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔

اس میں میں نے ان تمام دہنی غلطیوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جو مالک مغرب  
 میں موجود ہیں اور ان میں سے اکثر پیشتر ایسے ہیں جبکہ صرف ایک ہی نسخہ پایا جاتا ہے  
 خوش قسمتی سے اس میں قدیم دہنی ادب کا بڑا حصہ آگیا ہے۔  
 مگر قبل اسکے کہ میں اپنی اس جدید تالیف کے متعلق تفصیل سے ذکر کروں اولاً مجھے یورپ جانے  
 کے اسباب مختصر طور پر بیان کر دینے چاہئیں۔

مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ یورپ کے اردو ذخیرہ کا حال اولاً رسالہ معارف دار اعظم گٹھ کے  
 ذریعہ معلوم ہوا جبکہ انڈیا آفس کے کیٹلاگ پر رسالہ مذکور میں ریویو ہوا تھا اس آگاہی سے معلوم ہوا کہ  
 بلا مغرب میں اردو کا کیا کچھ مواد نہیں مل سکتا میں نے اس امر کی کوشش کی کہ یورپ جاؤں اور  
 ان سے استفادہ کروں۔

سرکار عالی کی علمی تندرانی ضرب المثل ہے اس کے چشمہ موفیہ سے صد ہا علمی گلشن سیراب  
 ہوتے ہیں خصوصاً اردو کی آبیاری میں جو حصہ لیا جا رہا ہے وہ چشم بصیرت سے پوشیدہ نہیں ہوا  
 آبیاری کی ایک نہر نے مجھے بھی سیراب کیا۔ نواب سر ڈاکٹر امین جنگ بہادر کی تحریک پر نواب  
 مسعود جنگ بہادر کی کوشش اور نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر کی تائید سے جامعہ عثمانیہ نے میرا یورپ  
 روانہ کرنا منظور فرمایا اور ایک سال کے لئے اخراجات سفر و قیام منظور فرما دیے گئے۔ اس تحریک

باب حکومت کے ارکان نے صا د کیا اور پیشگاہ اقدس میں معروضہ گزارا گیا جسکو علیحضرت قدس  
اعلیٰ نے شرف قبولیت سے منظر فرما کر مجھے جانے کی اجازت عطا فرمائی۔

میں ستمبر ۱۹۲۶ء میں انگلستان روانہ ہوا اور انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور پیرس کے  
کتب خانوں سے مواد جمع کر کے ایک سال میں واپس ہوا اور اپنے حاصل کردہ مواد کو اب  
اس کتاب کے ذریعہ پیش کرتا ہوں

مغربی ممالک میں کہاں کہاں مواد دستیاب ہوا | یورپ جانے کے پہلے مجھے صرف انڈیا  
آفس اور پرنٹس میوزیم میں اردو خطوطات  
کے موجود ہونے کا علم تھا مگر وہاں جانے کے بعد جو معلومات ہوئے اور جن جن کتب خانوں میں  
اردو کا مواد پایا گیا ان کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے۔

(۱) کتب خانہ انڈیا آفس (۲) کتب خانہ برٹش میوزیم (۳) رائل ایشیاٹک سوسائٹی  
(۴) اسکول آف اوریینٹل اینڈ اینڈینسٹری (۵) بوڈلین لائبریری (۶) آکسفورڈ (۷) کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی  
(۸) کتب خانہ کالج کیمبرج (۹) کتب خانہ کرسٹ کالج  
کیمبرج (۱۰) اٹین کالج اٹین (۱۱) کتب خانہ اونیورسٹی (۱۲) ملیٹری ڈیپارٹمنٹ  
(قومی کتب خانہ پیرس)۔

ان بارہ کتب خانہ کے بخیر (۹) میں کوئی دکنی خطوطہ دستیاب نہیں ہوا۔  
کتب خانہ مندرجہ صدر کے علاوہ میں نے حسب ذیل کتب خانے دیکھے ہیں مگر ان میں اردو  
یا دکنی کوئی خطوطہ نہیں ہے۔

(۱) کتب خانہ کیمبرج میوزیم (۲) کتب خانہ اونیورسٹی میوزیم (۳) قومی کتب خانہ اونیورسٹی  
مارسز کے کتب خانہ میں بھی بعض اردو کے خطوطات محفوظ ہیں مگر چونکہ میرے دوسرے کے  
زمانہ میں اس کتب خانہ کو تعطیل تھی اسلئے مجھے اس کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔

مجھے اس امر کا افسوس ہے کہ جرمنی کے کتب خانوں سے استفادہ کا موقع نہیں دیا گیا کیونکہ

میرے زمانہ قیام کو تو سیمین نہیں ہوئی، سرکار عالی کے وظیفہ داروں کے نگراں مسٹر ٹین نے میرے کام کی نوعیت سے واقف ہو کر تین ماہ کے توسیع کی تحریک فرمائی تھی اور مجھے امید دلائی تھی کہ وہ منظور ہو جائے گی میں نے اسی مناسبت سے اپنا پروگرام مقرر کیا تھا پیارس کے کتب خانہ کے استفادہ کے بعد جرمنی جانے کا تعین ہوا تھا مگر یہاں میں ایک سالہ مدت ختم ہو گئی اور وظیفہ کی توسیع نہ ہونے کے باعث جرمنی کا سفر موقوف کر کے پیارس سے واپسی عمل میں آئی۔

یورپ میں اردو کا کس قسم کا مواد دستیاب ہو سکتا ہے۔ ہمارے ایک عنایت فرمائے اڈیا آفس کے کنبلاگ پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے (اردو کے ایک بلند پایہ رسالہ میں شائع ہوا ہے)

مفروض کہ اڈیا آفس میں ادبیات اردو کا جو ذخیرہ جمع ہے وہ ہمارے لئے ناوردنایاب نہیں ہے۔ حیدرآباد اور انجمن ترقی اردو کے عظیم الشان کتب خانوں میں یہ سب بلکہ اس سے کہیں زیادہ ایسی کتابیں موجود ہیں جنکا پتہ اڈیا آفس اور پرنس سیزیم کے کتب خانوں میں نہیں ہے۔ ایسی حالت میں جو لوگ اردو زبان کی ریسرچ کے لئے ولایت کو قدم نہ بچہ فرماتے ہیں وہ اپنے نفس اور اپنے ملک دونوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

یورپ میں اردو کے متعلق تین قسم کا مواد موجود ہے جسکی عراست حسب ذیل ہے۔

(الف) ایسیوں ایسے مخطوطات ہیں جن کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے کم از کم حیدرآباد کے کتب خانے اور انجمن ترقی اردو کا کتب خانہ ان سے خالی ہے مثلاً مثنوی خاوند مثنوی قطب شترمی، مثنوی مصیبت اہل بیت، مثنوی پداوت وغیرہم جو عادل شاہی اور قطب شاہی حمد سے تعلق رکھتے ہیں۔

(ب) ایک ہی کتاب کے متعدد نسخے جن سے مقابلہ کر کے اختلاف معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

مثلاً دیوان ولی کے پندرہ نسخے ہیں۔ گلشن عشق کے چھ نسخے۔ پھول بن کے تین نسخے۔ یہی طرح دیگر کتابوں کی حالت ہے۔

(سج) اکثر کھنڈی ثنویاں فارسی سے ترجمہ کی گئیں ہیں یورپ میں ان فارسی کتابوں کا بھی وجود ہے جس کے باعث و کھنڈی ترجمہ کو فارسی سے مقابلہ کر کے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ شاعر نے کس حد تک ترجمہ کیا ہے اور کہاں تک اپنی تخیل کو کام میں لایا ہے۔ مثلاً خادیمہ ابن حسام۔ طوطی نامہ نجفی۔ پدآوت زرمی و رازی۔ سیف الملک و بدیع الجہاں وغیرہ۔

غرض کہ ہر کسی نے تصیب اور طرنداری کے یہ کام سیکھا ہے کہ یورپ کے دیگر کتب خانوں کے قطع نظر صرف انڈیا آفس اور پرنس میوزیم کے کتب خانوں میں اردو کا اس قدر مواد موجود ہے کہ جس پر کام کرنے کے لئے برسوں صرف ہوں گے اور ایک نہیں بلکہ متعدد شخص ریسرچ کر سکتے ہیں۔

**اس کتاب کی ترتیب** قیام یورپ کے زمانہ میں میں نے اپنی کتاب کو ترتیب نہیں دی بلکہ صرف خواہی مواد میں مصروف رہا۔ واپسی کے بعد ترتیب کا سلسلہ شروع ہوا مجھے افسوس ہے کہ میری سخت علامات کے باعث تقریباً سات آٹھ ماہ اس کا کام بالکل بند رہا۔ ورنہ اس کے بہت پہلے اسکی اشاعت ہو چکی ہوتی۔ میری یہ کتاب گویا ایک کیٹلاگ (فہرست) کی حیثیت رکھتی ہے گویا ایک ایسی فہرست ہے جو ایک بڑی حد تک اصل خطوط سے مستغنی کر سکتی ہے۔

سب سے پہلے میں نے قطب شاہی خطوط کا ذکر کیا ہے اس کے بعد عادل شاہی پھر درغلیہ اس کے بعد مہوٹ پھر مسور۔ اور ایکاٹ کے بعد دور آصفیہ کے خطوط کا ذکر ہے اس کے بعد نامعلوم خطوط طے بیان کئے گئے ہیں۔

ان میں بھی تندرست کا لحاظ رکھا گیا ہے اور تصنیف کے سبب کے لحاظ سے ان کا ذکر ہوا ہے۔ سب سے پہلے یورپ کے نسخوں کی صراحت مع نشان تعداد ورق وغیرہ لکھی گئی ہے اس کے بعد کیٹلاگوں کی وضاحت کا خلاصہ دیا گیا ہے اس کے بعد تصنیف کی تاریخ کا ذکر

پھر برائے کے حالات کی (جہاں تک ہمارے معلومات تھے) مراحت کی گئی ہے اس کے بعد نفس مضمون کی وضاحت۔ پھر کلام کا نمونہ دیا گیا ہے۔

نمونہ میں میں نے خاص طور پر اس امر کو پیش نظر رکھا ہے کہ جس صورت سے وہ نفس محفوظ ہے میں درج ہے بخمسہ درج کر دیا جائے۔ اس کے باعث بعض جگہ اس کی غلطی اور مفہوم کی غلطیاں وغیرہ پائی جائیں گی۔ ان کو قصداً رکھا گیا ہے تاکہ اصل محفوظ میں وہ جس طرح لکھا گیا ہے وہ کلیتہً پیش نظر ہو جائے۔

نمونہ کے بعد دیگر نسخوں سے (اگر موجود ہوں) اختلاف بتایا گیا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ کسی فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے تو اصل سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بعض شعرا کے کلام پر یو بھی ہے۔ آخر پر اس محفوظ کے بعض دیگر نسخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

مجھے اپنی عدم قابلیت کا اعتراف ہے جہاں تک میری معلومات اور میری علمیت نے دورانِ ریسرچ میں میرا ساتھ دیا ان کا مجموعہ اس کتاب کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اگر قبول افتد ہے عز و شرف۔

میری کتاب نامکمل ہوگی اگر میں ان بزرگ ہستیوں اور دوستوں کا شکریہ ادا نہ کروں اور ان کے اس سادہ گرامی بطور اعتراف پیش نہ کروں جنہوں نے مجھے یہاں اور یورپ میں اگر ان قدر مدد اور مشورہ دیا جس کے بغیر میرا جانا نا اور وہاں کام کرنا ناممکن تھا۔

(۱) عالیجناب ڈاکٹر سرواب حمید نواز جنگ بہادر۔

(۲) عالیجناب ڈاکٹر سرواب امین جنگ بہادر۔

(۳) عالیجناب نواب مسعود جنگ بہادر۔

(۴) عالیجناب مولوی سید محمد مہدی صاحب۔

یورپ میں جن اصحاب نے مجھے مدد دی اور مشورہ دیا ان میں سب سے پہلے دو نام قابلِ اظہار ہیں یعنی سید محمد رفیق مرحوم میرانڈا یا کونسل جنہوں نے کتب خانہ انڈیا آفس سے استفادہ

کی اجازت دلائی۔ مجھے اسکا افسوس ہے کہ میرے قیام لندن کے زمانہ ہی میں انکا ہندوستان میں انتقال ہو گیا۔

دوسری ہستی مشرعی۔ اے اسٹوری معتمد کتب خانہ انڈیا انش کی ہے جنہوں نے بڑی راہ نمائی فرمائی اور گراں قدر مدد و مشورہ سے ممنون فرمایا اور میرے مطالعہ کے لئے خاص طور پر سہولتیں اور رعایتیں فرمائیں۔

اس کے بعد جن محترم ہستیوں اور عنایت فرماؤں نے خاص کر میرے ریسرچ میں مدد دی اور راہ نمائی فرمائی ان کے اسماء گرامی شکریہ کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔

- (۱) ڈاکٹر یف بائٹ ہتہم کتب خانہ برٹش میوزیم حصہ مشرقی
- (۲) یف۔ سی لکسن ہتہم کتب خانہ انڈیا انش
- (۳) ٹی۔ جے ٹھمس ہتہم کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی
- (۴) ..... ہتہم کتب خانہ بوڈلین لائبریری آکسفورڈ
- (۵) مسٹر فریزر سکریٹری رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)
- (۶) ہتہم کتب خانہ اسٹین کالج۔
- (۷) ہتہم قومی کتب خانہ اسکاٹ لینڈ (اڈنبرا)
- (۸) ناظم کیمبرج میوزیم
- (۹) ہتہم کتب خانہ اسکول آف ڈرنیل اسٹینڈیز۔
- (۱۰) ہتہم کتب خانہ قومی پیارس
- (۱۱) مس نور جہاں یوسف علی
- (۱۲) ڈاکٹر سید محمد الدین قادری
- (۱۳) ڈاکٹر سید سیادت علی
- (۱۴) ڈاکٹر قاری سید کلیم اللہ

(۱۵) ڈاکٹر یوسف حسن خاں

(۱۶) مسٹر شوکت اللہ شاہ

(۱۷) مس افغانسو

تالیف ہذا کے ماخذ | اس کتاب کی ترتیب میں ان اہل مخطوطات کے علاوہ جن  
تاریخوں اور کتب خانوں وغیرہ سے مدد لی گئی ہے انکی فہرست نمبر  
میں درج کی گئی ہے۔

مگر تا مشکر گزاری ہوگی اگر میں اپنے عزیز دوست ڈاکٹر سید غلام محی الدین صاحب قادری  
نور پور فیض عثمانیہ کالج کی مولفہ کتاب ”اردو شہ پاروں“ کا ذکر نہ کروں جس سے یہی  
میں نے مواد اخذ کیا ہے۔

فہرست میں ان فارسی کتابوں کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے جس سے کوئی کتاب کا مقابلہ کیا گیا ہے۔

خاکسار

نصیر الدین دانشی ابن مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم

رجسٹرار بلبرہ سرکار عالی

۵

ترب بازار حیدر آباد دکن  
ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ



## قطب شاہی مخطوطات

**مختصر تاریخ** سلطنت ہند کی شکست کے بعد دکن میں جو اسلامی سلطنتیں قائم ہوئیں ان میں گوکنڈہ کی قطب شاہی اور بیجاپور کی عادل شاہی سلطنتیں علوم و فنون کی سرپرستی کے باعث خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انکا دربار اہل علم و فن کا مرجع و مادی تھا شہر گوکنڈہ اور بیجاپور پاکالوں کے مرکز تھے۔

قطب شاہی سلطنت کا بانی سلطان قلی قطب شاہ ہے جس نے ہمیشہ سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ۱۵۹۱ء میں خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اسکے خاندان سے یکے بعد دیگرے آٹھ بادشاہوں نے گوکنڈہ پر حکمرانی کی۔ آخری بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ پر فتح حاصل کر کے اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۶۰۹ء میں گوکنڈہ پر قبضہ کر لیا۔ اس خاندان کے سلاطین کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) سلطان قلی (۱۵۹۱ء تا ۱۵۹۵ء)

(۲) جمشید قلی قطب شاہ (۱۵۹۵ء تا ۱۵۹۷ء)

(۳) سجان قلی قطب شاہ (۱۵۹۷ء تا ۱۵۹۹ء)

(۴) ابراہیم قلی قطب شاہ (۱۵۹۹ء تا ۱۶۰۹ء)

(۵) محمد قلی قطب شاہ (۱۶۰۹ء تا ۱۶۱۲ء)

۱۷ تاریخ قطب شاہی۔ اسکا ایک نسخہ نیشنل میوزیم لندن کے نمبر ۲۵۴۲ (ڈویژن ۱) پر موجود ہے۔

(۶) محمد قطب شاہ (از ۱۰۲۵ھ تا ۱۰۳۵ھ)

(۷) عبداللہ قطب شاہ (از ۱۰۳۵ھ تا ۱۰۸۳ھ)

(۸) ابوالحسن تانا شاہ (از ۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۹ھ)

قطب شاہی سلاطین علم و ہنر کے شائق تھے ان کے دربار کے علماء و فضلاء اپنے وقت کے مشہور اکمال تھے۔ سلطان قلی کا زمانہ حکومت زیادہ تر قوت بڑھانے اور اپنی سلطنت کو مستحکم کرنے کیلئے میدان جنگ میں گزرتا تھا اس کا دارالسلطنت شعرا اور ادیبوں کا خالی نہیں تھا۔ آتش خانہ کے نام سے ایک مقام تھا جہاں شاعر اور ادیب جمع ہوتے تھے جمشید قلی کو شعر و سخن سے غایت دلچسپی تھی ملا محمد شریف دقوی اس کے دربار کا ملکالشاہ تھا۔ اس خاندان کا چوتھا حکمران ابراہیم قلی جو ۹۵۵ھ میں سند آرا حکومت ہوا اور اکتیس سال کی طویل حکمرانی کے بعد ۹۸۸ھ میں رحلت کیا۔ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

ابراہیم قلی جہاں حکومت اور جہان بینی میں اپنا آپ نظیر تھا وہاں علم و فن کے لحاظ سے ہم کافی شہرت رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے علماء وقت جمع تھے۔ گو لکھنؤ علم و فن کا مرکز بنا ہوا تھا۔ سلطان شمس و سخن کا دلدادہ سخن قہمی کا ذوق رکھتا تھا۔ مصنف تاریخ قطب لکھتا ہے:-

”دران مجلس شعرا کے فصیح زبان و ندماں ملیح بیان انا بر طبع در در آب دار

نظم و نثر نثار کردہ از خوان نوال و احسان آں پادشاہ نوجوان بہرہ مند میگردد زندہ“

(صفحہ ۱۹۳)

یہی نون آگے چل کر لکھتا ہے۔

”درفرو حضور ہوا دہل فضل و ہنر در خدمتش سے بودند۔ و در مجلس ہمایوں بلیاۃ

علوم دینی پراختہ و تحقیق مسائل یقینی شرائط اہتمام سجدے می آوردند“ (ص ۱۳۸ آ)

سلطان کے دربار میں حمید خاں، مصطفیٰ خاں، مجاہد خاں، عیدین الملک، امیر شاہ محمد انجو۔  
امیر عہد الدین محمود شیرازی حمید الملک، شاہ قلی چیسے باکمال اُمراموجود تھے۔  
جالیئوس الزماں قاسم بیک شیرازی اور حسین قلی مرزا جو علم منطق و حکمت میں سرآمد درگاہ  
تھا اس کے دربار میں تھے۔

مدارس اور مساجد اسکے زمانہ میں تعمیر ہوئے۔ بڑی بڑی عمارتیں بنیں۔ علماء و دقت نے  
بہترین تصنیفیں کیں جو آجنگ مشہور ہیں۔

”مساجد و مدارس و امینہ و عمارات رفیعہ کہ مین اہتمام آں حضرت

اتمام یافتہ“ (صفحہ ۳۸ اب ۷ تاریخ قطب شاہ)

اس کے زمانہ میں اردو کو بھی خاصی ترقی ہوئی۔ کئی ایک نامور شعرا موجود تھے جن میں سے  
فیروز اور محمود کا پتہ چلتا ہے۔ وہی ہی اسی دور کا شاعر تھا۔

سلطان ابراہیم کے ۹۸۹ھ میں انتقال کرنے پر اسکا قابل فرزند محمد قلی قطب شاہ اس  
کا جانشین ہوا جس کا دور حکومت ترقی علم و فن کے لحاظ سے خاص طور پر مشہور ہے۔ یہ شاہ  
اکبر اور شاہ عباس صفوی کا ہم عصر تھا۔ شہر حیدر آباد کی اسی نے بنیاد ڈالی اسکو فنون لطیفہ  
کا بہت شوق تھا۔ شعر و شاعری کے ذوق اور کئی ایک مشہور علماء توں کی تعمیر سے اس کی  
توثیق ہو سکتی ہے۔

سلطان کی داد و دہش اور قدردانی علم و فن کا شہرہ منکر عرب و عجم سے علماء و فضلا و شعرا  
اس کے دربار میں آتے اور اس کی فیاضی سے مستفید ہوتے تھے۔  
چنانچہ مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے۔

”ہر جہت سے کہ از دیار عبید و بامید بخاد حجت جنت مکاں روئے بدرگاہ

جلالتش آوردے بوسیلہ اُمرام و مقرران منظور نظر عنایت شدہ بتشریف و

انعام سر فراز شدہ مفضی المرام بوطن خود مراجعت نمودے“ (صفحہ ۱۷۱)

اس کے دربار میں امراسے ذی عظمت و شوکت صاحب علم و فن تھے جن میں سے امیر الملک  
 ناصر الملک۔ مرتضیٰ خاں۔ رستم خاں۔ چنگیز خاں۔ رضا خاں۔ سید حسین۔ سید تاج وغیرہ مشہور ہیں۔  
 اس کے دربار میں علماء و فضلاء و شعراء کی تعداد بھی کافی تھی۔ علامہ میر محمد توسن استرآبادی  
 جو علامہ فخر الدین سہروردی کے جانشین تھے جو کا تعلق مہاسپ شاہ صفوی کے دربار سے تھا گو لکھنؤ  
 آئے اور یہاں سکونت کر لی۔ ان کی کئی ایک تصانیف مشہور ہیں شاعر بھی تھے فارسی دیوان  
 مرتب کیا تھا جس کا ایک نسخہ آٹھ یا آٹھ میں ہے۔

قاضی محمد مستانی میرک معین الدین سہروردی۔ مرزا محمد امین سیستانی وغیرہ اسی کے دربار میں علم  
 تھے۔ مرزا محمد امین نے غصہ نظامی کے جواب پر چارثنویاں لکھی ہیں۔ شیریں خسرو۔ سیلی مجنوں۔  
 خلک البروج۔ مطلع الاشعار۔ یہ ثنویاں انڈیا آٹھ میں موجود ہیں۔ ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا  
 جس میں غزلیات کے علاوہ قصائد بھی ہیں۔

شاہ عباس صفوی کی جانب سے میر غیاث الدین محمد شاری جیسے صاحب علم و فن بھی آئے تھے  
 ہر سال ماہ ربیع الاول میں نجاس میلاد اور محرم میں مجالس عزائم عقد کرتا اور نہایت خلوص سے  
 خود اس میں شرکت کرتا تھا اور علماء اور شعراء کو داد و تحش سے سزا دے کرتا تھا۔

”ہر سال ہفتہ ہم ماہ مبارک ربیع الاول کے ماہ مولود آں شمع شہباز و جود است  
 جشن غلطی ترتیب دادہ .... - خاقان زمانہ مجلس بزم با از پر تو جمال  
 ترک آفتاب ہر تاب نوادہ مجلسیان و امراء و شعراء و ندما و مغنیان  
 نغمہ پرواز و پری پیکر اداں رونق جنت نشان راہ دادہ“

(تاریخ قطب شاہی ص ۱۷۱)

”علماء و فضلاء و ارکان دولت و مجلسیان و مقرران ایام عاشورہ در الادہ

حضرت بکریہ و تعزیرہ گند را سید و رسوم ماتم شاہ شہدائے بقیعیم میر سائیدند

(۱۵۸۱)

اس کے زمانہ میں مدارس، خانقاہ، دارالشفاء، حمام کثرت سے تعمیر ہوئے مسجد جامع کی تعمیر ہوئی۔

”مسجد جامع مدرسہ و خانقاہ و دارالشفاء و حمامات متعدد دیگر مساجد و

مدارس کثیرین اہتمام شہر یا معذور یا تمام رسید“ (ص ۱۵۸۱ ب)

زبان اردو کو اس کے عہد میں پراعروج ہوا یا کمال شاعروں نے بیسیوں ثنویاں کہیں، و تہجی غواصی، اتحاد وغیرہ اسکے درباری شعرا ہیں جن کی تصانیف یورپ میں بھی موجود ہیں۔

سلطان خود بھی اردو کا ذبردست شاعر تھا، اسکا کلیات ۱۵۱۳ء میں مرتب ہوا ہے جس کا ایک نسخہ کتب خانہ علی حضرت حضور نظام میں موجود ہے۔

فارسی میں قطب شاہ، دروہنی میں معانی تخلص تھا۔ کلیات میں اصناف سخن سے ثنویاں قصیدے، ترجیع بند، مرثی، غزل، رباعی سب کچھ موجود ہیں۔ یورپ میں اسکا کوئی نسخہ نہیں ہے۔ قلی قطب شاہ نے سلسلہ میں دقات پائی زبان اردو کے محسنوں کی فہرست میں اسکا نام جلی حروف میں لکھنا چاہیئے۔

سلطان محمد قلی کا جانشین محمد قطب شاہ ہوا پندرہ سال کی حکمرانی کے بعد سلسلہ میں انتقال کیا۔

اپنے پیش رو کی طرح یہ بھی ذہنی علم اور علم پرور تھا شعر و سخن کا نہ صرف دلدادہ بلکہ خود بھی شاعر تھا قلی الہ تخلص تھا۔ اسکا دربار بھی اہل علم و کمال کا مرکز بنا ہوا تھا۔ سید کمال الدین، مازندرانی، قصبیلست، دستگاہ میر قطب الدین، نعمت اللہ، میاوت، پناہ، قاضی، وغیرہ درباری علماء تھے۔

محمد قطب شاہ کے علم و فضل شعر و شاعر کے متعلق مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے :-

محمد اللہ پروردگار ستونی دادند و در فضائل کتبہ متعارف نیز سرآمد مذکر گارند

۱۵ تاریخ قطب شاہی۔

از اقسام علوم عقلی و نقلی آگاہی تمام ایشان حاصل است در تواریخ  
استحضار آن حضرت بمرتبہ ایست کہ مورخان زمان ہر گونہ حکایتی را کہ ابتدا  
نمایند آنحضرت باختلاف روایات باتمام رسانند و ہمارہ باب فہم  
حکومت محبت داشتہ باقادات دانشمندان اہل مجلس را متفہم نگردانند  
و نیز آن حضرت را در نظم و نثر پایہ عالی است ظل اللہ تخلص اشرف میفرماید  
و از آنجا کہ طبع موزوں از مختصات فصاحت سلیم است چوں در غلال افادات  
ہار اوت قدسی را در ملک نظم میکشد یہ (صفحہ ۱۸۹)

اس مراجعت سے واضح ہو سکتا ہے کہ یہ تاریخ اسی کے عہد میں مرتب ہوئی ہے۔ سلطان کا  
تاریخ سے خاص دل چسپی تھی۔ اس فن میں یہ طریق رکھتا تھا۔ اسی طرح شعر و شاعری میں بہارت  
تھی۔ علوم عقلی و نقلی سے آگاہی تھی۔ اپنے دانشمندانہ مباحث سے ارکان و بار کو مستفید کرتا تھا  
ارکان و بار کو یا علم و فن کی مجلس تھی جہاں نامور علما اور شعرا جمع ہوتے تھے۔

۱۵۔ تاریخ قطب شاہی جس کا ذکر کیا گیا ہے قطب شاہی عہد کے پانچ بادشاہوں کے احوال  
پر متعلق ہے پہلے باب میں سلطان قلی۔ دوسرے میں حبشیہ قلی تیسرے میں ابراہیم قلی اور چوتھے باب میں  
محمد قلی کا ذکر ہے خاتمہ میں سلطان محمد کا بیان ہوا ہے۔

برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ جو ۱۰۶۹ء میں لکھا گیا ہے (۴۵۴۲) پرچہ۔

ہے کتاب کے سرورق سے معلوم ہوتا ہے اس کا مصنف نظام الدین احمد بن عبداللہ شیرازی  
ہے مگر مصنف کٹیاگ ”ریو“ کا خیال ہے یہ نظام الدین احمد کی تصنیف نہیں کسی اور کی ہے مصنف  
نامعلوم ہے۔ ریو نے اپنی تائید میں کوئی وجہ نہیں بیان کی ہے۔ نمبر ۲۹۷۔

برٹش میوزیم کی اسی جلد میں ایک دوسری تاریخ حدیقہ السلاطین بھی ہے جس کا ذکر دراصل

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے سلطان کو اردو شاعری سے عشق تھا اس لحاظ سے چاہیے تھا کہ اسکے  
عہد کے میوں شعراء کا پتہ چلتا مگر انفس بہت کم کے کارنامے موجود ہیں اور دو چار ہی شعراء کا نام  
معلوم ہوا ہے۔ جن میں وہابی، قطبی، خواجہ اسی مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ ابن نقاشی، جنید سی وغیرہ  
ہیں (جن کا کلام اس کے بعد مرتب ہوا ہے) اسی دور کے شعراء ہیں۔

سلطان محمد قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا فرزند عبداللہ قطب شاہ ۱۵۲۵ء میں  
حکمران ہوا۔ اس کا دور حکومت اردو کی ترقی کے لئے ایک زریں عہد ہے اس کے زمانہ  
میں کئی ایک دکھنی ٹٹوئیاں لہی گئیں جس کی مراحت آگے درج ہوگی۔

عبداللہ قطب شاہ اپنے باپ دادا کی طرح علم دوست اور علم پرور بادشاہ نفس و کمال کا  
قدردان تھا نظام الدین احمد نے اسکے زمانہ میں "حقیقۃ السلاطین" کے نام سے ایک تاریخ  
لکھی جو ششماہ کے حالات تک مشتمل ہے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ بڑے بڑے  
نامی گرامی اہل کمال سلطان کے دامن دولت سے وابستہ تھے جن کے بچہ علامہ قوامی۔  
میر فی الدین جو علامہ میر محمد مومن کے فرزند اور فارسی کے فہر دست شاعر تھے۔ سیادت پناہ  
میر سید محمد اسفراہی۔ مولانا روثقی۔ یہ بھی شاعر تھے۔ عمدۃ الفضلہ قاضی احسن میر میراں

(سلسلہ صفحہ ۲۰) آگے لکھا۔ اس کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے :-

"تمام شد کتاب طبایع پنج قطب شاہی فی ظل دولت علیہم جلالہ والہا منوہ عن کل شر و فساد بہم  
نواذرتہ علیہم جلالہ مکندہ شمت سیان رحمتہ سلطان المظفر و امواتان المکرّم ابو المظفر سلطان عبداللہ  
قطب شاہ غلام اللہ لکھنؤ و شمتہ الی یوم القادہ ابن کتبۃ العبد المذنب ابن العربی شیرازی فی ۱۶۹۶ھ"

یہ کتاب کافی ضخیم ہے بڑی قطع کے (۱۹۴) ورق ہیں مضامین کی فہرست (۱۵) ورق پر آئی ہے۔

فرز سیدوت پناہ قاضی القضاۃ قاضی پیر الدین محمد الحسنی حکیم عبد الجبار گیلانی شیخ عبد الحلیف  
ما خلقی ہونہر دست شاعر تھا۔ نور اللہ صدہ رسد دار الشفا بہی شاعر تھا۔ مرزا محمد جوہر تیریزی۔ مرزا  
مزد اسرار آبادی۔ مرزا فضل اللہ شیرازی۔ شیخ ہارون جزاہری۔ لائق اللہ شیرازی۔ معرب نوشوین  
مرزا محمد شہیدی۔ قاضی عطار اللہ گیلانی۔ قیصر وغیرہم مشہور ہیں۔

میر فصیح الدین محمد نقاشی سرحدی کی خدمت پر میر محمد رضا اسرار آبادی پیشوائی پر نواب علامی  
خدمت میر محمد لگی سے سرفراز تھے۔ یہ عبد اللہ نازندانی، میر معز الدین محمد شرف الملک شیخ محمد دینا  
خواجہ افضل خاں، یہ محمد نصیر الملک منصور خاں، ملا محمد تقی وغیرہ امداد دیا کرتے تھے۔ سب کے  
سب علم و فضل کے لحاظ سے مشہور اور معروف تھے۔ انکے وجود سے گو گناہ علم و فن کا آفتاب  
بنا ہوا تھا۔

سلطان کی سرپرستی میں متعدد تصنیفات ہوئے۔ نظام الدین احمد نے حدیقہ السلاطین  
شمس الدین محمد المعروف علامہ ابن خاتون نے کتاب الارشاد اور جامع عباسی پر حواشی لکھے۔  
اربعین کا ترجمہ کیا۔ ملا جمال الدین نے لکھنؤ کی کتاب المصباح کا اور ماعلیٰ ابن طہور نے عیون  
اخبار رضا کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ مولانا حسین علی نے پنج ابد خد کی شرح لکھی۔ ملا فتح اللہ سمنانی  
نے امام باقری کی کتاب روض الایمان کا ترجمہ کیا۔

سلطان کی فیضیادہ اہل کمال کی سرپرستی کی خبر دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسکی فیاضی کے  
متعلق مصنف حدیقہ السلاطین لکھتا ہے۔

”ہر کس ازار باب استعداد از عراق و خراسان و پاسے سر یہ سلطنت  
میسر رسید فراخ حال و قابلیت مشمول حوا طیف و مراحم خسروی گردید  
کامیاب شد ..... انہیں جیلہ ملا خلیل قصہ خواں بہلا نغمہ کہ از جانب  
جنگمال و لاہور بر سلطنت ہمایوں اعلیٰ وارد شدہ بود ..... جمعی  
کثیر از تجار مال دار و دار السلطنت و چہ بنادر مہمورہ و لایاست محروسہ



اقامت نمودہ غایت تحمل و ثبات موقور و ہم رسائیدہ اند؟

(ص ۲۸۸ ب)

رات مات بھر فضل مشاعرہ گرم مہتی شعرا نامہ را اپنی اپنی نظیں سناتے۔

ایک جشن کے حالات میں نظام الدین احمد بیان کرتا ہے۔

بشکراۓ ایں مہربیت خاقان سکند منزلت مبلغی کلی بعدار و فضلا و صلی  
اکرام و احسان فرمودند و بفقرا و مساکین نقود و اجناس بسیار تصدق  
نمودند و جمعی از شعبہ را از تاجہائے یافتہ بودند بمعاجد و جلال ضرور  
بروسف جمال رسانیدند۔ ملا خواصی کہ در شعر و کوفی از امثال خود ممتاز است

ایں کلمہ را مادۂ تاریخی ساخت محفوظ باد“ (۱۰۳۱)

سہشنبہ کے دن اگرچہ عام تعطیل ہوئی مگر شعرا نامہ را دربار میں جمع ہو کر قدیم شعرا کے کلام پر  
مباحثہ کرتے اور اپنا کلام گوش گزار کرتے۔

”روز بایں سہشنبہ کہ روز تعطیل است با شعرائے صاحب شعار و

موزونان بلاغت و شاراز عرب و عجم دیوان مثنوی۔ دیوان خاقانی و انوری

مثنوی ملا و دم پاکتہ شرح و دوامین دیگر از شعرا نامہ را در میان آوردہ

صحبت مستوفی میکردند“ (ص ۲۰۰)

جس طرح سلطان کو اہل علم کی قدر تھی اسی طرح امرا و دربارہ بالکالوں کے گردیدہ تھے انہی

مجالس میں ہر وقت صاحب علم اصحاب جمع رہا کرتے۔ نواب علامی جو میرتبہ کی خدمت سے سرفراز

تھا اسکے متعلق نظام الدین احمد لکھتا ہے۔

”نواب ششالیہ باوجود کثرت مشاغل مہام سلطنت و وقور امور مملکت و

ملازمت و وقتہ خاقان پور صف جمال ہر صبح مدرسہ فیض مدرسہ ایشاں از

وجود در باب دانش چنانہ نامت علماء و فضلاء و زوہد را و شعرا و اہل شعرا

و کلمات و ازا کا بروا عین و امر اور ذرا غیر ہم کہ مشنوں میگردانادہ  
و اناضہ علوم منقول از کتب تفاسیر و احادیث و فقہ از حکمت و ریاضی  
و منطق و غیر مشنوں میباشند (ص ۱۲۷)

غرض کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ نہ صرف ذی علم اور علم دوست تھا بلکہ اسکے دربار کے امراء  
بھی اپنی خصوصیت رکھتے تھے۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ سلطان کے عہد حکومت میں اردو کو بڑا فروغ ہوا نظم و نسق میں متعدد  
کتب میں تصنیف ہوئیں۔ اسکے عہد کے کئی ایک شعراء مشہور و معروف ہیں جن میں سے چند یہ ہیں  
دبئی۔ غوثی۔ ابن تشاطی۔ جھنڈی۔ طبعی۔ امین۔

سلطان خود بھی نبردست شاعر تھا۔ فارسی اور دکنی میں طبع آزمائی کی سرے۔ اس کا دیوان  
ذاب سالار جنگ پٹنہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

اسی کے عہد میں شاہجہاں نے گوکنڈہ پر پیش قدمی کی مگر باہم صلح ہو گئی سلطان عبداللہ نے  
سالانہ پیشکش دینا قبول کر لیا۔ تیندیس نکال کی حکمرانی کے بعد ۱۶۵۷ء میں اسنے وفات پائی اسکا  
داماد سلطان ابوالحسن تاناشاہ میرزا اس سلطنت ہوا۔

ابوالحسن بھی سخن فہم و سخن مسجع حکمران تھا اردو میں بھی طبع آزمائی کی ہے جس کا ایک شعر  
مشہور ہے۔

کس در کہوں جاؤں کہاں مجھ دل پہ پھل پھڑاٹ ہے  
ایک بات کے ہو گئے سخن یاں جی ہی یارہ باٹ ہے

اسکی پندرہ سالانہ حکومت میں بھی متعدد دائروں و نظایں لکھی گئیں۔ اس عہد کے حسب ذیل شعراء  
کا تذکرہ ملتا ہے۔

قائزہ۔ طیف۔ نوری۔ شامی۔ مرزا۔ غلام علی۔ سیدک۔ شعور۔ بیچارہ۔ ان میں سے کئی  
راہ گشتوں میں تھے۔

ایک کے کارنامہ یورپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

۱۰۹۹ء میں اورنگ زیب عالمگیر نے گوگٹھہ پر فتح پائی۔ اس طرح سلطنت قطب شاہی کا خاتمہ ہو گیا۔

اس تفصیل کے بعد اب ان دہائی مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس عہد سے متعلق اور یورپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں انکی فہرست حسب ذیل ہے۔

نشان سلسلہ	نام مخطوطہ	نام مصنف	تذکرہ تصنیف
۱	مثنوی قطب مشتری	وجہی	۱۰۱۸ء
۲	سیف الملک بدیع الجہاں	خواصی	۱۰۲۵ء
۳	طوطی نامہ	خواصی	۱۰۴۹ء
۴	رمیبت اہل بیت (ع)	احمد	؟
۵	پھول بن	ابن نشاطی	۱۰۶۶ء
۶	قصہ ہرام گددام	طبعی	۱۰۸۱ء
۷	قصہ ابو شحمہ	امین	۱۰۹۰ء
۸	قصہ حسینی	خواص	۱۰۹۱ء
۹	پدماوت	غلام علی	۱۰۹۱ء
۱۰	جنگ نامہ	سیوک	۱۰۹۲ء
۱۱	قصہ رضوان شاہ و روح افزا	فائر	۱۰۹۴ء
۱۲	خضر نامہ	لطیف	۱۰۹۵ء
۱۳	محی الدین نامہ	افضل	؟
۱۴	مرثیہ	خواصی	؟
۱۵	مرثیہ	لطیف	؟

۹	کاظم	مرثیه	۱۶
۹	افضل	مرثیه	۱۷
۹	شاهی	مرثیه	۱۸
۹	مرزا	مرثیه	۱۹



Muhammad Reza Raza Jangarchi

## ثنوی قطب مشتری

اس ثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے

نمبر (۱۲۲) ورق (۵۸) سائز (۹ × ۵) سطر (۱۷) خط نسخ تاریخ کتاب ۱۱۳۲ھ  
 بوم ہارٹ نے ثنوی کے نام اور مصنف کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے مگر خود ثنوی سے  
 اس کے نام اور مصنف پر روشنی پڑتی ہے۔

قطب مشتری میں جو پوہیا کتاب      سوہنی جگ میں روشن جیوں آفتاب  
 (ص ۱۲۰ ب)

دہی تراذ صحن جیوں برقی ہے      تجھے حور بعضیاں میں کئی فوق ہے  
 توں دہی کھیا شعر کئی و معاست کا      حور از باست تجھ تے ڈا بات کا  
 دہی کے متعلق مشرقی اور مغربی تذکرے ساکت ہیں۔ ڈی ٹامسی۔ بوم ہارٹ۔ اسپرنگر اسٹوارٹ  
 نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ مگر ثنوی سے بعض حالات پر روشنی پڑتی ہے۔  
 جیسا کہ قبل ازیں صراحت کی گئی ہے دہی ابراہیم قلی قطب شاہ کے عہد کا شاعر ہے ثنوی  
 میں جس طرح سے سلطان کی مدح کی گئی ہے اس سے اسکی توضیح ہو سکتی ہے۔

ابراہیم قطب شاہ ماجا و ہراج      شہنشاہ ہے شاہ شاہان میں آج  
 عدل بخشش حور داد اس تے اچھے      سدا خلق سب شاد اس تے اچھے  
 جتے پادشاہان ہیں سنسار کے      بھکاری ہیں سب اسکے دربار کے  
 اسی سلسلہ میں وہ سلطان محمد قلی کی تعریف بحیثیت ولی عہد سلطنت کے کرتا ہے۔  
 کھیا علم میں ایک نہ دو آپ تے      کہ فرزند ہے یونخت در باپ تے

رکھے نانو نوکر ناز کن منک پناہ سلکین محمد علی قطب شاہ  
مگر معلوم ہوتا ہے ابراہیم کے زمانہ میں اس شہنوی کی تکمیل نہیں ہوئی کیونکہ ۱۱۵۰ھ میں اسکے  
مکمل ہونے کا شعر موجود ہے۔

تمام اس کیا دیس بارہ نے سندیک ہزار مور اٹھارہ نے  
وہی کے زمانہ میں گوگندہ میں علی نقی ہر طرف شعر و شاعری کا پورا تھا۔ مگر اسکو اپنی شاعری  
پر ناز ہے دوسروں سے مقابلہ کر کے اپنی خوبیاں بیان کرنا ہے۔ خاص کر خود اسی پر چوٹ کیا ہے۔  
اس طرح نیرنگ اور محمد کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

قطب مشتری کی تصنیف کے وقت وہ شاہی دربار میں بار سوخ تھا اس کی عزت اور وقعت  
میں سے معلوم ہو سکتی ہے کہ علامہ دل عہد سلطنت (ادب پر اسکی تکمیل کے وقت بادشاہ تھا)  
کو بطور ہیر اور عاشق پیش کیا ہے۔

وہی کی دوسری تصنیف نثر اور کی بہترین کتاب ”سیرس“ ہے جس کی تصنیف ۱۱۵۵ھ  
میں ہوئی ہے جبکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ گوگندہ کے تخت پر حکمراں تھا۔ اگرچہ یہ خیال ہو سکتا  
ہے کہ اسقدر زمانہ دراز تک ایک شخص کس طرح زندہ رہا؟ اگر مشفقہ میں اس کی عمر  
پچیس سال قرار دیا جائے تو ۱۱۵۵ھ میں (۸۶) سال ہوتے ہیں یہ کوئی ایسی عمر نہیں جو غیر  
ممکن ہو اسکے متعلق میرے دوست ڈاکٹر سید غلام محی الدین قادری نے اپنی تالیف ”اروشہ پارہ“  
میں کافی صراحت سے بحث کی ہے۔

قطب مشتری کوئی بھانٹا سے قابل ستائش ہے۔ اسکا مضمون خود شاعر کی دماغی پیداوار  
ہے۔ اس کے قریب اور بعد جو تصنیفیں گوگندہ اور بیجاپور میں ہوئیں وہ زیادہ تر فارسی سے ماخوذ  
ہیں۔ دوسری زبان سے ترجمہ کرنا وہ بہ منزلہ چوری کے قرار دیتا ہے۔ اسکا اسلوب بیان نہایت  
پاکیزہ ہے اسکی زبان صاف ہے اسوقت کے طرز معاشرت تمدن پر روشنی پڑتی ہے۔  
وہی بڑا خوش نصیب ہے کیونکہ اسکے کلام سے نظم اور نثر دونوں کے نمونے اس وقت

موجود ہیں جہاں وہ شاعری کی حیثیت سے اعلیٰ درجہ کا شاعر خیال کیا جاسکتا ہے وہیں وہ بہترین نثر کی حیثیت سے بھی پیش ہو سکتا ہے۔ اسلئے وہ دو کمن کا واحد ادیب ہے۔ جو دونوں حیثیت سے متاثر ہے

وہی کے متعلق مزید معلومات اگر دو شہ پارے لے ہو سکتے ہیں۔

مثنوی میں مسب رواج قدیمہ اول حمد ہے اسی کے ساتھ وہ اسماء اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اسکے بعد مناجات پرنعت اور معراج کے حالات، حضرت علی کی مدح کرنے کے بعد عشق کی تعریف کرتا ہے۔ اسکے ختم ہونے پر شعر کی حقیقت اور شعر کی تعریف کرتا ہے جس میں اس امر کی صراحت کی ہے کہ شعر کیسے ہوئے چاہیے۔ پھر وہ بادشاہ کی تعریف اسکے مدح کا ذکر ولیعہد کی مدح کرتے ہوئے بتایا ہے۔ بادشاہ کی قدر وانی سے ملک ترقی کر رہا ہے۔ اس بیان کے بعد وہ شاہزادہ کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے جوانی کا حال بیان کرتا ہے بلکہ یوں سمجھو قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔

قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

محمد قلی نہایت خوبصورت حسین جمیل تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں ایک خوبصورت لڑکی دیکھی اور اسکے حسن و جمال پر والدہ مستحیہ ہو گیا عشق کا تیر جگر کے پار ہو گیا۔ خواب والی صورت کی تلاش میں ایک جہان دیدہ مصور روانہ کیا گیا جو شہر بہ شہر اس خواب والی حسینہ کو تلاش کرنے لگا۔ آخر ایک مدت دراز کے بعد بنگال پہنچا یہاں کی شاہزادی کو مصوری کا پراسوت تھا جب اسکو ایک مصور کے بنگال میں آنے کی اطلاع ہوئی تو اسکو اپنے پاس طلب کیا اور کوئی عمدہ تصویر پیش کرنے کی ہدایت کی اس نے محمد قلی کی تصویر پیش کی مشتری تصویر دیکھ کر شہزادہ پر عاشق ہو گئی مصور نے اسکی خبر کو لکڑہ میں کی محمد قلی بنگال آیا اور مشتری کو بیاہ کر لے گیا۔ واپسی کے بعد ابراہیم قطب شاہ نے اپنے بیٹے کو بادشاہت دی اور یہ بادشاہ ہوا۔

اس قصہ کے ختم کے ساتھ ہی چند دعائیہ شعر ہیں اور تاریخ تصنیف کے شعر کے بعد مثنوی ختم

۳۰۰  
 ہوئی ہے۔ اس شہنوی کے تقریباً (۲۰۰۰) دو ہزار شعر ہیں۔  
 کلام کا نوہ حسب ذیل ہے۔

توں اول تون آخر تون قادر ہے	تون مالک تون باطن تو ظاہر ہے
تون محض توں مبدی تون واحد سچا	تون تو آب تون رب توں ماجہ سچا
تون باقی توں مقسم تو عادی تون نور	تون وارث تو منعم تو بر تون حصہ بر
تو ستارہ نور توں سو جبار ہے	تو وہاب نور توں سو تمہارا ہے
تو ذاق ہی نور تون میں عظیم	تو قح ہی نور توں میں حلیم

اسی طرح خدا کے اسماء کا ذکر کیا گیا ہے آخری شعر حسب ذیل ہے۔

اپنی پھول اپنی پھل اپنی بن اسی	اپنی چائپالی سو راہی کلن اسی
غرض ایک آج سب تھا اسی	اسی نور کا سہیں جھٹکا اسی

اسکے بعد حدیث اسی مٹ لکھ کر مناجات شروع کی گئی ہے۔

خدا یا بڑا تون براقی ہی تج	نہیں سب بندی میں خدائی ہی تج
----------------------------	------------------------------

اس کے چھ صفحے ہیں آخری شعر یہ ہے۔

جو کہیں مسد اکال جیٹا اچون	محبت کیری ہی کون پٹیا اچون
----------------------------	----------------------------

اسکے بعد نعت ہے۔

محمد نبی نا تو تیرا ہے	عرش کی اُپر چھا تو تیرا ہے
کہ چورہ ملک کا توں سلطان ہے	ہلی ساتیری کھر میں پردہ مان ہی
اسی نور یک لاک پیغمبر آئی	دلی مرتبا کوئی تیرا نپا ہی
شفاعت کر نما سب کا تمہیں	اپنی لار لا ایک رہا تمہیں

اسکے بعد کی حکایت معراج کے متعلق ہے۔

صفت کون تون معراج کی رات کا	کہ جا گیا اسی بشتہ نجبا سکا
-----------------------------	-----------------------------



آخری محمد کون جس رات معراج ہوئی شہا دوسرا دان علی باج کو ی  
 انوتیہ کون بات یو نام صی سجتا د وچو تھی کانیں کام صی  
 اسکے بعد کی حکایت میں حضرت علی کی مدح ہے۔

تو تون جککا پیارا تون جککا ادھار خدا کا توں صدم نبی کا تون یار  
 آخری علی کا عین جگہی سچ تون جان حرامی پنی کا دھی صی نشان  
 اسکے بعد عشق کی تعریف ہوئی ہے۔

تو برا عشق کا سب تی درجا صی کہ کجا نہیں عشق صرطی اھی  
 آخری اسی عشق تی عاشق صی سہرناز پچھیں آیا حقیقت اچھو با مجاز  
 اسکے بعد وہ شعر کی حقیقت اور تعریف کرتا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ شعر کیسے ہونے چاہئے  
 درپردہ خواصی پر چوٹ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے چوری کا مضمون لانا درست نہیں اور اپنے  
 اشعار کی تعریف کرتا ہے چند شعر یہ ہیں۔

کتا ہوں تجی پنہ کی ایک بات کہ می ٹا پدا اسمہنی دھات دھات  
 جوبی ربط بولی تو بیتان پچیس بھلا صی جو یک بیت بولی سلیس  
 نملات نہیں جسکری بات میں پرایا جی کیون جز نیکر دھات میں  
 جسی بات کی ربط کا قام نہیں اسی شعر کہنی سول کچ کام نہیں  
 دی پرکتا صوحت اس باسکا کہ درین نچھای کنگون معا سکا  
 وکمن میں جو دکنی تھی باسکا ادائیں کیا کو ی اسدھ سکا  
 یو پو لیا میں سبکج تاریخ صی اچھون میری دلیں بھوت کچ صی  
 جو کلب برس کو ی سر لوی رنجکون نپا دی کہ من اس چھی کچ کون  
 اگر غلط لک برس فواص کھائے تو یک کو صرا سدا ت امولک نپا ی  
 یو موتی نہیں دو جو خواص پائیں یو موتی نہیں دو جو کس رات آئیں

خواصان کتنی غوثی کھا کھایکر  
موسیٰ میں سوا سس صد میں آیکر  
نکو بول مضمون توں صور کا  
کہ کا لاسی دو جلیں مون چور کا  
جتا چوری کہ چور پی سادھوے  
دغا باز اچکی کون مافی نکوی  
چرا کر چراتا نہ کی چور کوی  
یو باتاں سمجھتی سو میں صور کوی  
نہیج کیج برائی نہیج لاف ہی  
ولی عارفان پاس انصاف سے

آخری شعر بونا کرچہ پر دب ہی  
ولی قاسمنا کھتی تی خوب ہی  
اسکے بعد شعر کہنے کی وجہ بیان کرتا ہے۔

کتی صون سوکان دھو لوک مو  
کھا و تمنی بات جو آئی سنو  
اتنا قطب کی مدح کر اختیار  
جو رمی یو قیامت تلک یادگار  
اسکے بعد براہیم قطب شاہ کی مدح کی گئی ہے۔

براہیم قطب شاہ راجا دھراج  
شہشاہ ہی شاہ مشا ہاتیں آج  
حل بخش مہر دادا ستی اچھے  
سد خلق سب مشا داستی اچھے  
جتنی پادشاہا نہیں سنیا رکی  
بھکاری ہی ہیں سب اسکی دربار کی  
اسی سلسلہ میں ولی محمد قلی قطب شاہ کی مدح کی ہے۔

کھیا علم میں دیک نہ دو آپ تی  
کہ ز زندھی یو بخت وریا پ تی  
بکھی نا نو کرتار کن منک پناہ  
سلکھن محمد قلی قطب شاہ  
کر جم دعا جو سون جب اچھے  
حیات صوفی ہی زیارت منتل سے  
اسکے بعد بادشاہ کی قدردانی سے ملک کی ترقی کا ذکر ہے۔

خوشیاں سون جوشہ شیرانی کنا ہی  
شو تر لوک کی لوک مھان آئی  
عجب تھتی قدرت تی انی لکی  
کہ دیک اس ملک ملک کہانی لکے

محل شہ مستکاری یوں اس کا جکوں سنواری تھی چوں عرش معراج کون  
 ہر ایک محل کا جو چھپی عرش ہی بدل باز و اسان سو فرسش ہی  
 کہ مہانی اسدھا کی آج کوئی نگر کسی دنیاں میں شہ باج کوئی  
 اسکے بعد شاہزادہ کی تعلیم کا ذکر ہے اور اسکے بعد کی حکایت میں جوانی کا یعنی یوں سمجھو کہ فقہ  
 کی ابتدا ہوتی ہے۔ چند مقامات سے نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

جوانی کی دریا کوں آیا آوطافان محمد قطب شاہ ہوا اب جوان  
 بتا دوں تھا اسکی یکہ ست سون اچا کی بچھاری متی ہست کون  
 شہنشاہ نجلاس کی ایک رات دیران کی فرزند قی سب نکات  
 ہر ایک خوب صورت ہر ایک خوش نقا سو ہر ایک دلکش ہر ایک دلربا  
 مہابت کی سامانیں جم جم بھی جیون شجاعت کے کا نہیں رستم بھی جیون  
 ہر ایک خوش طبع ہو عاقل اپنے ہر ایک خوش فہم ہو رفاصل اپنے  
 جو صول رات آدھی بچھی دو پھر خبردار یاران ہو سی بی نمبر  
 بسد کی ندیمان طرز بات کا کنوا کی خبر مہربان ذات کا  
 جو عاقل اتھی دو سو سب صحیح ہوئی نہ ملتی نہ خوئی جھکرتی کہیں  
 دکھی خوانیں شہ کہ یک بن اھی دو بن عین زمیں کی پر گن اھی  
 پھر چاند نیلاں نہ صریں اسخ ستاری مین کیاں پریاں اسمی  
 زکاد نک چٹا تھی پھول تھی نزل شہ تماش میں مشغول تھے  
 پری ادھتی دست اس نار پر اغل کم ہوئی شہ ہو انجیر  
 سو اس پسدی میں بی آبی دو چہ دھن کہ لہرائی تھی بھوت زورانس ملن  
 جو دیکھیا تھا خواب میں ماحکون ہو خوانیں خواب اس شاہ کون  
 جو اس نمید میں تی ہو تک مہشیار نہ تھی اس صیوری نہ تھا اسس تزار

ہر یک خوب محبوب بت فارسی  
 ہر یک خوب محبوب بت فارسی  
 عجب ایک اسوقت پیر مرد تھا  
 عجب ایک اسوقت پیر مرد تھا  
 دنیا کی اپنی بندگی آزاد ہو  
 دنیا کی اپنی بندگی آزاد ہو  
 کدھن روم ہی تھا کہ صحن شام می  
 کدھن روم ہی تھا کہ صحن شام می  
 عطار دھو نقاش کا نام تھا  
 عطار دھو نقاش کا نام تھا  
 جو بنگالی کا سحر جو بنگالی تھا  
 جو بنگالی کا سحر جو بنگالی تھا  
 بنگالی شکر کون جو بنگالی تھا  
 بنگالی شکر کون جو بنگالی تھا  
 بنگالی شکر کون جو بنگالی تھا  
 بنگالی شکر کون جو بنگالی تھا  
 اپس پنج دکھلا دو شوخ نار  
 اپس پنج دکھلا دو شوخ نار  
 عطار دھو نقاش کا نام تھا  
 عطار دھو نقاش کا نام تھا  
 کہ اس دھن سونج شوق سے تھا  
 کہ اس دھن سونج شوق سے تھا  
 کہ عاشق اسی تون اپنی درد مند  
 کہ عاشق اسی تون اپنی درد مند  
 اتال اسکی ملتی کہ تہ پیر کہ  
 اتال اسکی ملتی کہ تہ پیر کہ  
 کھیا مشہور را کہی اس تھا  
 کھیا مشہور را کہی اس تھا  
 خندق سات ہیں سات سدر سات  
 خندق سات ہیں سات سدر سات  
 کنکوری بلند جو دسی دیس کون  
 کنکوری بلند جو دسی دیس کون  
 سونیس اوسکی دو چاہ خدار ہیں  
 سونیس اوسکی دو چاہ خدار ہیں

جو کھیتار تگدہ تھیں چنچل کھری      نظر شاہ کی صورت اپرو پری  
 صورت ششک کی دیکھت بھی نارود      پری پسہ ہو کر اسی تھارود  
 لنگ وقت لک دو بیوش تھی      سوشک کی محبت کر ہی ہوش تھی  
 کھان جاون کسکون کھون کیا کرون      اتل اسکون اتھار کس کپون دھرون  
 مہا داپریکا اچھی اسس نظر      کہ یو موئی یکانیک یونہی بھجر  
 مہی گج دست نہیں کچ کھیں      منتر کاری ہی ہی کوئی حاضر نہیں  
 دھی نقش تن تھادھی نقش من      دھی نقش پانی دھی نقش ان  
 قطب جیون قطب تھار پر تھیری      دھان مشتری پھرتی چو پھرمی  
 بخت بختوہ آج غالب ہوا      کہ مطلوب ہو تھا سوطا لب ہوا  
 کھی شاہ اس نارعتاب کون      کہ جائیکون دھی اب رضا نکون  
 دھی تجسوں لی ویس کی تھار مل      سو جیون باریستی اچھی یار مل  
 دکھن تی جو استھار اپنہرا یا ہو میں      اسی کام کون یان کس آہوں میں  
 کھی مشہ نکو پول یہ بات تون      پچا نیا دھی آخر منج اسد مات تون  
 پتی پی ادب کر نکو جان منج      کہ میں داس تیری ہوں تون ان منج  
 نکو میں جو یا قطب شاہ ڈل      لگی بجی چونہ مر خوشیا لگی طبل  
 شہر میں سو عید آج لوکان کئی      کھری کھرانہ کاج کا کان کئی  
 لگی حال احوال سب پو چھنی      جوشہ دیکھی تھی سوکھی ان کئی  
 سو ما یا پ مشہ دھن ہو کر اکیدل      یو چارہ دھی سکے سوں کی تھار مل  
 براہیم قطب شاہ پر کہ بھنجن      کر یا با جتی صبطیں سب دکھن  
 کیا شاہ وادشا مہی عجب      مسلمان ہوا یو تلکانہ سب  
 دیاشا مہی اپنی قطب شاہ کون      کہ دوسا ہوا میں کرب راج تون

قطبشاہ کون مشاھی مقرر ہوئی کہ باپ ہو رہتی ہیں نہیں کچھ دونی  
 کئی بادشاھی کیا نہیں می یون کہ کرتا اسی اب قطب شاہ حیرن  
 بیا شہکی انصاف تی یو دکھن کہ شاھی پانی تی جیون پھول بن  
 الہی مردکار توں می منہی مردکار وہ تھار توں می منہی

الہی قطبشاہ تیرا داس ہے

قطبشاہ بند کیوں تیج آس ہے

مگر چکے اسے منج کریں یاد سب سدا کال منہی اچین شاہ سب  
 جتنے شعر بویا اسے کیا ہو غم کہ جیتا اسے نانون اس جگہ میں ہم

تمام اس کیا دیس بارہ منی

سنتے کتب ہزار ہزار اشارا منی

اس کتاب میں چاروں میں جی ہیں جو تھینی دہی کی ہیں ان میں سے ایک پوری غزل اور دوسری کا  
 مطلع لکھا جاتا ہے۔

پیر اپنی کون نکو آج میں تسک سنی دیکھی سو کر جب چو چلیا مت سچ منج تپ سوتی انہی دور  
 پانچ شعر میں مقطع نہیں ہے۔

طاقت نہیں دور کی اب توں گیا ملوی پیا نجن منہی جیہ تا بھوت ہو ملوی شکل رمی پیا  
 کھانا نہ کہیتی ہو نہیں پانی انجھو پتی ہو نہیں تجنی چوہرتی ہو نہیں کیا سنت سی دل رمی پیا  
 ہر دم توں یاد آتا تھی اب ہمیش نہیں بھاتا نہجے برہا بوسنتا نہی تھو لوج تلتل رمی پیا  
 نہیں تپش جانی تھیں منج تھا پیرو لاتی تھیں منج دل مندھریانی تھیں کتیا سی منزل رمی پیا  
 توں جیون میرا میں سودل تجارت رضا کیوں مل دن رات میں میں اکتیل نہی تھی غافل رمی پیا

پیارا سبیر آیا پیارا جیوتی پیارا ہو بو منج دل میں تھکیا سو جیوں اور اس میں یاد ہو  
 یہ غزل سات شعر کی ہے۔ دوسری غزل کے پانچ شعر ہیں جس کا مطلع ملاحظہ ہو۔

تج مک کی درس کا سوچ سو درسی لکھے تج نور تھکتی تی سب جگ میں رٹونی لکھے

چونکہ قطب مشرقی کا ایک ہی نسخہ دستیاب ہوا ہے اسلئے اس کے اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں اور پھر یہ مثنوی مصنف کی دماغی پیداوار ہے اسلئے کسی فارسی مثنوی کے ساتھ مقابلہ کر کے ترجمہ کی خوبی ہی ظاہر نہیں کی جاسکتی ہے۔

وہی کی قابلیت اس کے کلام سے بخوبی واضح ہوتی ہے وہ ہر حیثیت سے دکن کا ممتاز شاعر ہے اس کا اسلوب بیان فطری ہے اس میں تکلف نہیں۔ اس کی مثنوی اس کی اعلیٰ اختیارات کی ترجمان ہے۔ اس کی غزلیں شروع سے آخر تک ایک ہی مضمون پر کھینچی گئی ہیں جس کے باعث ان کی دل چسپی اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس کی شاعری سے اس امر کا پورا ثبوت ملتا ہے کہ کئی شاعری کی بنیاد ہندی شاعری کی تقلید میں ہوئی ہے بہر حال یہ مثنوی قطب شاہی دور میں ایک اعلیٰ حیثیت رکھتی ہے اور اس کا مصنف سب سے بڑا شاعر تصور کیا جاسکتا ہے۔

قطب مشرقی کا نسخہ جہاں تک میرے معلومات ہے کسی کتب خانہ میں نہیں ہے اسلئے انڈیا آفس کا یہ نسخہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔

۱۵ مثنوی در ہے کرب مراحت پیش نامہ اشعار کا رد نقل کئے گئے ہیں جس کے باعث اغلاط زیادہ ہیں۔

## مثنوی سیف الملوک بدیع الجمال

یورپ کے کتب خانوں میں اس کے متعدد نسخے ہیں جن کی مراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) ایٹلیا انس نمبر ۹۹ (علوم حارث) ورق ۶۲ سطر ۱۵۱۔ خط نستعلیق تاریخ کتابت  
مجموعی انسانی سلسلہ ۳۳۳۳ کاتب عزیز اللہ۔

(۲) برٹش میوزیم نمبر ۸۶۱ (ڈیٹیل) ورق ۱۴۰ سطر ۱۳۳۔ خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت ۱۱۵۹  
(۳) برٹش میوزیم نمبر ۲۶۵۳ (ڈیٹیل) ورق ۵۰ ناقص صرف چند ابتدائی

اوراق ہیں۔

(۴) کیمبرج یونیورسٹی نمبر ۲۲۱ (ڈیٹیل) ورق ۱۴۰ سطر ۱۱۱۔ خط نستعلیق۔

(۵) کیمبرج یونیورسٹی نسخہ ثانی نمبر ۲۲۲ (ڈیٹیل) ورق ۱۳۴ سطر ۱۰۱۔ خط نستعلیق۔

غواصی کے متعلق علوم حارث کی مراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”غواصی عبد اللہ قطب شاہ کے دربار کا ایک شیعہ شاعر ہے۔ محمد قاری کے طوطے نامہ کو  
برزیان دکھنی سلسلہ ۱۲۹ میں نظم کیا ہے۔ یہ نظم (سیف الملک) ایک فارسی نظم سے ماخوذ ہے جو  
الف لیلة کی ایک داستان ہے۔ دو پنجابی ترجمے بھی شائع ہوئے ہیں ایک کامولف لطف علی اور  
دوسرے کا نام بخش ہے۔ ایک سندھی نظم بھی ہے جس کا مولف عبدالرحمن ہے۔ ایک پشتو ترجمہ احمد  
سے کیا ہے۔ ڈاسی نے ایک شہرہ دار مصنفہ منصور علی کا ذکر کیا ہے۔“

اسپرنگ۔ حمدۃ منتخبات کے حوالہ سے غواصی کے متعلق صرف ایک دکھنی شاعر ہونے کی مراحت کی ہے۔  
اسٹوارٹ (۱) نے غواصی کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا ہے۔

۱۵ پشتو ترجمہ میں نے پیارس کے توئی کتب خانہ میں دیکھا ہے۔



پروفیسر ولین نے غواصی کو قطب شاہی عہد کا شاعر بتایا ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے غواصی کے متعلق کسی یورپین مصنف نے کوئی تشفی بخش مواد فراہم نہیں کیا ہے۔

اسکے تصانیف اور دیگر ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ غواصی سلطان ابراہیم قطب شاہ کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ عمریں وہی سے چھوٹا تھا، سلطان محمد کے زمانہ میں اس کی شاعری چمکی مگر سلطان کے دربار تک رسائی نہیں ہوئی تھی جتنی کہ اس کی تصنیف ”سیف الملک“ کے قریب ہونے تک بھی اسکو یہ عزت نہیں ملی ہے۔ کیونکہ شنوسی کے خاتمہ پر وہ بڑی بڑی امیدوں کا آئینہ رہا ہے سلطان کے قریب سے اپنی مصیبت زدہ حالت کے بدل جاسنے کی تمنا کرتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ وہ سلطانی ملازم ہے لیکن کوئی عزت و مرتبہ حاصل نہیں ہوا اس امر کا اظہار کرتا ہے اگرچہ وہ ایک معمولی ملازم ہے لیکن سب سے بڑا شاعر ہے۔

شعوی سیف الملک کے مطالعہ سے یہ جہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اگرچہ غربت میں بسر کرتا رہے مگر اپنی قابلیت کے لحاظ سے مغرور ہے اپنا مقابل کسی کو نہیں خیال کرتا۔

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس کی خواہش اور آرزوؤں کے موافق جلد سلطان کا قریب حاصل ہو گیا اور دربار میں رسوخ ہو کر عزت و مرتبہ ملا۔ سلطان عبداللہ کی اس پر خاص عنایت تھی گویا ملک انشہر کی صورت تھی۔ سلطنت بجاوہ کو شاہی سفیر کی حیثیت سے روانہ کیا گیا جہاں اسکی خوب آؤ بگٹ ہوئی واپسی کے وقت بیش قیمت تحفے ملے۔

یوم حارث نے غواصی کو شبیدہ تصور کیا ہے نہیں معلوم اس نے کس بنا پر شبیدہ ہونے کی حرکت کی حالانکہ خود اسکے تصنیفات سے اسکا سنی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ شعوی سیف الملک میں نہایت خلوص کے ساتھ وہ خلفا سے راشدین کی مدح کرتا ہے اور پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعریف میں کوئی ایک شعر کہے ہیں اسکے سوا بڑش میوزیم کے ناقص نسخے سے اسکا سنی ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے۔

قد اہوں انشکے دیوں کے اوپر مسطورا فضی خارجی کا سٹ کر

یورپ کے دیگر نسخوں میں یہ شعر نہیں ہے۔ اسکی دوسری تصنیف طوطی نامہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ دنیا ترک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ اپنے دنیا دار ہونے پر نعت ملامت کرتا ہے اور آئندہ سے نظم کہنے کا تصفیہ کرتا ہے۔

غواہی کا انتقال کس مسن میں ہوا یقین کے ساتھ بیان نہیں کیا جاسکتا البتہ یہ یقینی ہے کہ سلطان عبداللہ کے زمانہ ہی میں اسکا انتقال ہوا ہے۔

اب اس مثنوی کے تاریخ تصنیف پر روشنی ڈالی جاتی ہے انڈیا آفس والے نسخہ میں تاریخ تصنیف کا شعر موجود نہیں ہے۔ برٹش میوزیم والے نسخہ سے مشابہ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

برس یک ہزار و پانچ بیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں  
مطبوعہ نسخہ سے مشابہ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

برس ایک ہزار و سو ستاد میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں  
یہ دونوں سنہ اس لئے غلط ہیں کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کی تخت نشینی اس سنہ میں نہیں ہوئی تھی اذنی سے صاف طور پر اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اسکی تصنیف سلطان کے تخت نشینی کے بعد اسکے حکمرانی کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ کیمبرج کے خطوط سے اسکی توضیح ہو جاتی ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

برس ایک ہزار و پانچ بیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں  
چونکہ سنہ ۱۵۶۱ء میں عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہو گیا تھا اس لئے یہ سنہ بالکل صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

اب نفس شنوی کی صراحت کی جاتی ہے۔ مثنوی کے عنوانات بھی نظم میں ہیں اول جزء ہے اسکے بعد مباحثات پر نعت۔ نعت کے بعد منقبت۔ اسکے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح۔ بادشاہ کی تعریف۔ سخن کی تعریف۔ اپنے حالات ان تمام کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

چونکہ یہ الف بیل کی مشہور داستان ہے اس لئے اسکی وضاحت نہیں کی گئی۔  
کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حمد و نعت

الہی جگت کا الہی سو تون	کرن ہار جم بادشاہی سو تون
تیری حکم تل نوکر سامان کے	رعیت ملک تیری فرمان کے
بھریا نس گراں پیچہ تازی چشم	کریں تو دیات سون انک دم بدم
فرنگیان سو جلیان کی پچ ساز سون	زحل کون رکھیا فرنگ دار تون
چہا سپا تون غنی موچی رمی	غنی تیر بغیر از نہیں کوئی رمی
تون مقبول اپن مقبلان کا سہی	تون ہی نور روشن دلا کا سہی
جو کوئی زندہ دل ہی تون انکا حیات	جو کوئی سہے جو تیر سات تون انکا نکات
سپا تون محمد سپا مصطفیٰ	سپا تون محمد سپا امجد
مہی یونوی مضمون ہی لاک بٹنے دیسے تی	صوفی عروج طوبی نون روشن لگی در یقین
کر سیف الملک معور بدیع الجبال	یو دو نو میں عالم بینے بی مثل
ان دن دہائی کا داستان ہوں تون	سو دفتر ان عشق کا کھول تون
کر لئی داستان جگہیں ہی کئی امیں	ولی کوئی ایسا نہیں کئی امیں
تیری تائیں آیا می یو داستان	ظفر تجکوں کیا ہے یو داستان
کہ حضرت سلیمان کی وقت پر	اتھا مصر میں راج یک بخت ور
نول عاصم اس راج کا نیک ناؤں	شہنشاہیں اتھا اس شرف ٹھاؤں ٹھاؤں
انہ لدا عا دل جو ان مرد تھا	مسلمان خدا ترس با درد تھا
بند اسکی کھر کا سو اقبال تھا	بس اسو اسی کو تھپرایاں مال تھا
اتھے کھیری پکانیں نوک اسے	تیز انداز تھلکی تھی سو لاک اسے

قصہ کے خاتمہ کے بعد کہتا ہے :-

کہ سلطان عبداللہ انصاف کر      میری جو مہران پرتی و انصاف کر  
دیوی داد میرا بھوت مان پاؤں      اپس دورتی تاگر بیان پاؤں  
کہ یو شاہ میرا خریدار ہوئی      تو تازہ میرا صبح گلزار ہوئی  
کہ نگین ہون میں سخت سنیار تی      و مہر دل دغ غمی لاکہ اس آزار نے  
اگر چہ ہوں شمع کی بند یا نہیں حقیر      دلی شمع کی فن میں ہوں بی نظیر  
کہ ہوں کھول پٹیں کھول کیا اپن      کو اسی دی یون شمع اپن ناچین  
بھر حال بو نظم المصام سون      کیا میں نول شاد کی نام سون  
برس یک ہزار پنج تیس میں      کیا نظم بو ختم دن تیس میں  
جو عارف و جو دان زکات شناس      صفا اس بی حاصل کریں بقیاس  
پر ہی کان کون سبب دی یو کام کون      دیوی زلف ادک خاص موااعا کون  
لکھن مار یو لال پر لال پائی      شب باخسہ دای کیر آپ پائی  
ہزار صو ہزار بیت بولیا تمام      و کیا یکسات کیا دالسلام  
مبارک اچھو شاکھان یو بدم      بحق محمد علیہ السلام

یورپ کے موجودہ فنون میں اشعار کی کمی بیشی کسے نلادہ تغیر و تبدل بھی ہے مختصر طور پر اسکی وضاحت کی جاتی ہے۔

عنوان	انڈیا آفس	برٹش میوزیم کھل	برٹش میوزیم نکل	کیورج یونیورسٹی	نمبر
حمیں	دورق نلادو	۱۹ شعر	۶ شعر	۱۹	x
مناجات	ابتدائی دورق نلادو آخری دورق (۱۰) شعر	۱۷ شعر	۱۷ شعر	۱۷	x
نعت	۲۱ شعر	۲۱	۲۲ شعر	۲۱	x
منقبت	۳۲	۳۲	۳۰	۳۲	x

۴	۱۶	۱۶	۱۶	۵ اشعر	مع جیلانی
۳۱	۳۳	۲۹	۳۳	۳۱	مع بادشاہ
۲۳	۲۳	۰	۲۳	۲۸	سخن کی تعریف
۱۶	۱۶	۰	۱۶	۱۶	اپنے تعلق

اس نسخہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ اشعار کی کمی و بیشی ہوئی ہے جو کاتبوں کی مہربانی معلوم ہوتی ہے۔  
برٹش میوزیم کے ناقص نسخہ میں جو اشعار ہیں وہ دیگر نسخوں میں نہیں ہیں مختصر طور پر بعض اشعار کی توضیح کی جاتی ہے۔

مثلاً برٹش میوزیم کے مکمل نسخے میں حمد کے (۱۹) شعر کے منہور (۷) آخری شعر دونوں نسخوں میں موجود ہیں مگر باقی (۱۲) شعر ناقص میں نہیں ہیں۔ اسی طرح ناقص کے نو شعر مکمل نسخہ میں نہیں ہیں۔ گویا (۲۸ = ۹ + ۱۲ + ۷) شعر حمد کے ہوتے ہیں۔  
ناقص نسخے کے ابتدائی اشعار حسب ذیل ہیں:

اول حمد واجب ہے کرتار کا      دو عالم کا وارث خریدار کا  
تضا ہو قدر اسکے ہے ہاتھ میں      نہیں شک شبہ کچھ ہے اس بات میں  
حکم ات اسکی ہے حاکم دہی      سبک خیر شرکا ہے عالم دہی  
میوزیم کے مکمل نسخہ اور کیمبرج کے نسخے میں ابتدائی شعرا کے بجائے یہ ہیں۔

الہی جگت کا الہی سوتون      کرٹھار جم بادشاہی سوتون  
تیرے حکم تل نوکرا آسمان کے      رعیت ملک تیرے فرمان کے  
بھریا تس کیران پچہ تار چشم      کریں تو بتاں سوں انگ و دم بدم  
چونکہ انڈیا آفس برٹش میوزیم کے اور کیمبرج کے جملہ مکمل نسخوں کے اشعار تقریباً ایک ہیں  
اسلئے اگلا جزوی تغیر ظاہر کرنے کے پیشتر برٹش میوزیم کے ناقص نسخہ سے بعض اشعار جو ان  
نسخوں میں نہیں ہیں وہ یہاں لکھے جاتے ہیں میرا خیال ہے کہ غالباً یہ ناقص اشعار کسی

دوسرے نسخے میں نہیں ہیں۔

### مناجات

جو کوئی زندہ دل ہے تو انکی حیات جو کوئی ہیں تہہ ساقی ساقی سات

### نعت

خدا ہون انکی ادبوں کے اوپر سنو رافضی فار جی کاٹ کر

### منقبت

کہوں اب نبی کے جو ہیں چار یار ہوتن چار یاراں گیر اب شمار  
ایکس ایکسحت بی دو دوسرے سدن نہ کم ہمیش کر یہاں زیادہ حرف  
ابا بکر صدیق اول نامدار سو دوسرے عمر ہیں بٹے نام دار  
جنو کا عدل جگ میں مشہور ہے عدالت فاضل وہی ہو رہے  
سو تیکہ ہے غنمان جامع قران فضیلت بزرگی بس ہے عیاں  
بادشاہ کی مدح پر پرش میوزیم کا ناقص نسخہ ختم ہو جاتا ہے۔

قبل ازیں یہ ہی بیان کیا گیا ہے کہ انڈیا آفس میں بعض اشعار ایسے ہیں جو پرش میوزیم کے مکمل نسخہ میں بھی نہیں ہیں مثلاً سخن کی تعریف میں جو پانچ شعر انڈیا آفس کے نسخہ میں زیادہ ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

بچن تیج ہوے خدا کا صفت بچن تہی شہا ہا کون سہ لے اہین  
بچن تہی چہ ہو کی ہنستی مسباتی بچن تہی کیتی چوہ دیتی اہین  
بچن تہی دلان محات لیتے اہین ہر یکسہ کون ہوتی سگل نام سب  
اصل قصہ کے اشعار کا مقابلہ نہیں کیا گیا کیونکہ طوالت عمل کا موجب ہوتا ہے قصہ کے ختم ہونے پر

اقتدائی اشعار میں برٹش میوزیم اور انڈیا آفس کے نسخوں میں ہر تغیر و تبدل ہے چنانچہ سیف الملک کی شادی کے بیان میں خاتمہ پر جو اشعار میوزیم والے نسخہ میں ہیں وہ انڈیا آفس والے نسخہ میں نہیں ہیں۔

چلے منزلان منزلان ٹاک ٹاک      یکا یک مصرعین سوچو کئی یو صاک  
جو صاعد و سیف الملک نونال      سات لے ملیگا بدیع السجال  
تھا کا تاک آتی ہیں جیو نو بہار      سلامت سون لیا تا بھی پروردگار  
خاتمہ کے اشعار کے مندر ذیل کا شعر دونوں نسخوں میں موجود ہے۔

کیا سامنی جا لیا پوت سون      لگے لالیا دور لک سوت سون  
اے بعد انڈیا آفس میں پانچ شعر ہیں جو برٹش میوزیم میں نہیں ہیں۔

خوشیاں سون بلا مشہر میں لاکیا      دی ہومان ایمان کر پانچی یا  
دیا اپنی بادشاہی اے      محسلا مان کئی سب سپاہی اے  
سہرا از صاعد کی جو حق کیا      دیرنی حکمت کی اس سر دیا  
لگے کرتے سیف الملک راج خوش      ہوئی عیش کرسی و معراج خوش  
خدا اسکے نکا دیا جیو مراد      دیوی ہر سلمان کون دون مراد

ان کے بعد چند اور اشعار ہیں اور سبب نظم کتاب کے عنوان سے کل (۳۴) شعر کہے گئے ہیں جن پر کتاب ختم ہو جاتی ہے بادشاہ کی تعریف تاریخ تصنیف وغیرہ کے اشعار نہ کوہ نہیں ہیں اسکے برخلاف برٹش میوزیم کے نسخے میں ”سبب نظم کتاب“ کا عنوان ہی نہیں ہے بلکہ عنوان (۱۵) شعر میں جن میں سلطان کی مدح اور تاریخ تصنیف وغیرہ کے اشعار مرقوم ہیں کیمبرج کے دونوں نسخے برٹش میوزیم کے نسخہ کے مطابق ہیں۔

میر خیال ہے کہ انڈیا آفس والے آخری اشعار کسی اور نسخہ میں نہیں ہیں اس لئے ان کی مراحت مناسب ہے۔

کہ سلطان عبداللہ انصاف کر  
دیوہی داد میرا ہوتے مان پاؤں  
کہ یو مشاہ میرا خریدار ہوئی  
کہ عکین مہون میں سخت نیسارتی  
پیشانی کی میں جا خیال میں  
جو بھوکے نول شہرتی کچھ امن پاؤ  
اگرچہ ہون شہکی بندیاں میں حقیر  
کہ ہون کھول یون میں کھون کیا اپین  
بہر حال یون نظم اطعام سسون  
برس ایک ہزار آدھ بیس میں  
(تیس)

جو عارف وجودان نزاکت شناس  
پری کان کون سب آدمی یو کام کون  
لکھن معارف لوب پر لوب پای  
ہزار ہور ہزار بیت بولیا تمام  
مبارک اچوشت اھکون یو مدام  
بحق محمد علیہ السلام

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ غوامی کی یہ شہسوی فارسی نثر سے کہنی نظم میں ترجمہ کی گئی ہے۔ لہذا  
اب اس کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے اس سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ غوامی نے اصل مضمون سے کہاں  
تک استفادہ کیا ہے۔ اور کہاں تک اپنے ذاتی خیالات داخل کئے ہیں۔

اڈیالہ انس اور برٹش میوزیم میں فارسی تصنیف الملک و بہالجمال کے متعدد نسخے ہیں۔

۱۵۱۱ء میں پانچ نسخے ہیں نمبر (۱۸۹) ۱۸۹۰ء و ۱۹۰۰ء اور ۱۹۳۰ء ان میں بعض غلطی ہیں۔

۱۵۱۱ء میں پانچ نسخے ہیں نمبر (۱۰۱۸) و (۵۰۲) ۲۰۰۰ء



یہ مصنف کیٹلاگ برٹش میوزیم اور ایٹھ مصنف کیٹلاگ انڈیا آفس نے ان کے متعلق جو  
مراحت کی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے:-

”سیف الملک اور بدیع البھال ایک فارسی عشقیہ داستان ہے جو عربی الف میلا  
سے ماخوذ ہے۔ مولف کا نام نامعلوم“

اصل قصہ شروع ہونے کے پیشتر ایک تہیدی دیباچہ ہی اس میں موجود ہے جس میں بتایا  
گیا ہے کہ یہ قصہ کیوں لکھا گیا۔ ناظرین کی دل چسپی کے لئے اسکا انتخاب نامناسب نہ ہوگا۔  
بیان کیا گیا ہے کہ سلطان محمود کو قصوں کا بڑا شوق تھا ایک شخص نے ایک قصہ پیش کیا اور  
ہزار دینار انعام میں پائے حکیم عنصری نے بھی اس حال سے آگاہ ہو کر ایک قصہ پیش کیا اور  
ہزار دینار حاصل کئے حسن میندری جو سلطان کا وزیر تھا اسکو اس بے جا خرچ پر انسوس ہوا۔  
بادشاہ سے عرض کیا کہ وہ خود ایسا قصہ عرض کرے گا جو عیدم النال ہوگا۔ محمود نے کہا اگر واقعی تیرا  
قصہ اسی طرح ہوگا تو تجھے ایک شہر انعام میں دیا جائیگا اگر قصہ ایسا نہ ہو تو ملک سے باہر کر دیا جائیگا  
من نے ایک سال کی تہمت لی اور سوداگروں کے بھیس میں سفر اختیار کیا دشت پر پہنچ کر  
مناوی کرائی کہ جو شخص دل چسپ قصہ سناے گا اس کو انعام دیا جائے گا۔ اسکو پتہ چلا کہ سلطان  
دشت کے پاس ایک کتاب ہے جس میں اچھے اچھے قصے مرقوم ہیں۔ حسن سلطان کے دربار  
میں باریاب ہوا۔ شیخا الف پیش کئے اور کتاب حاصل کر کے غزنی واپس آیا۔ محمود کے ملاحظہ میں  
کتاب پیش کی۔ اس کتاب میں تین قصے درج تھے۔ یعنی بوستان ایرم۔ قصہ سیف الملک اور  
قصہ شاہ پال بن شاہ رخ۔ محمود بہت خوش ہوا۔ اور جن کو سرفراز کیا۔

تاریخی حیثیت سے غالباً اس کو کوئی وقعت نہیں دی جاسکتی مگر ایک داستان کی حقیقت  
سے یہ واقعہ بھی دلچسپ ہے۔

اصل فارسی عبارت اور کوئی نظم کا نمونہ ساتھ ساتھ پیش ہے۔ دکنی سیف الملک فارسی  
کا لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ فنس مضمون کو اخذ کر لیا گیا ہے اور نام وغیرہ بھی تبدیل کر دئے گئے

ہیں۔ ذیل میں دونوں کا ساتھ ساتھ نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

”در عہد قدیم در شہر مصر پادشاہ بود  
 کہ حضرت سلیمان کے وقت پر  
 عظیم عزم و کرم و در عدالت چوں حمران خطاب  
 اتھا مصر میں راج یک بخت در  
 بود اور صفوان شاہ مصر گفتند او از تمام  
 قول عاصم اس راج کانیک ناؤن  
 مالک خسروی خود تا قریب چار صد محل درخت  
 شہان میں اتھا اس شرف تہا تاؤن  
 خود داشت خدایت عالی اورا فرزند روی بکرده بود  
 این سبب در علم سوزد قضا را شب  
 بنظر شریف اور یہ کہ مباد اور باطن من  
 کسافتہ باشد کہ باعث بے وزندی از  
 سبب او باشد برخواست و غسل بجا آورد  
 چارہ پاک پوشید و خلوت در آید و آنہ جمع  
 مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات بازگشت  
 توبہ و استغفار بجا آورد“

سدا راج کرنا اتھا اپ ستا  
 ولی اس نہ بیٹی بیٹا اتھا  
 سوکے بیس اس میں اندیشہ  
 فکر زادھو من میں یوں لیا لیا  
 کہ اسپن نمک حال پروردگار  
 نیا کچھ دیا بھی جو میں اس شمار  
 دلی کوئی جتن اس رکھتا ہوں نہیں  
 میری بعد از اس کو کی اس شمار میں

اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ صبح کو اٹھ کر بہت کچھ تحریرات کیا مگر ایک مدت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اسی فکر میں ہمارا تہا۔ آخر دیر دیر سے سبب دریافت کیا۔ اور ان کے حسب مشورہ بخوبیوں سے دریافت کیا ان لوگوں نے خبر دی کہ یمن کے بادشاہ کی دختر سے شادی کی جائے۔ تو اولاد ہو گئی۔ بادشاہ نے تحفہ دیکر قاصد کو روانہ کیا اور شادی ہوئی اور بعد گزرنے ایک مدت کے ایک لڑکا ہوا جس کا نام سیف الملک رکھا گیا۔

مگر اسکے برخلاف فارسی میں یہ مضمون ہے کہ وہ توبہ استغفار کر کے سو یا رات خواب میں خواب حاضر ہوئے اسکو بشارت دی کہ تجھ کو دم کے بادشاہ فرخ زاد کی لڑکی روح فراسے لڑکا ہوگا۔ بادشاہ مقررہ تہائف و مال روانہ کئے۔ خواجہ حاضر ہوئے روح افزا کے خواب میں بیان کیا تھا کہ تو صفوان شاہ مصر کو شادی کر تجھ سے جو لڑکا ہوگا وہ پڑا نامور ہوگا۔ اس صراحت سے ظاہر ہے کہ دونوں قصوں میں کچھ اختلاف بھی ہے۔

مزید نمونہ ملاحظہ ہو۔  
 پیشکش ہائے مصری طیار ساخت بارسول  
 عاقل ودان روانہ سنہ دوم نمود۔ راوی  
 این حکایت را چنیس روایت می کند کہ در ملان  
 صفوان شاہ فرد آمدن گدازید از احوالات  
 کلستان خوبی و گل و غنچہ شاہی رو میر اسامع  
 کردید کہ ملکہ روح افزا اور خواب قبلا بدو کہ  
 دو شناسی حال جہاں آرا می حضرت خواجہ  
 حضرت علیہ السلام عالم ظلماتی را بنو حال جہاں آرا  
 حضرت خواجہ حضرت علیہ السلام ظلماتی بنور حال  
 خوشتر نورانی مزین کردانیدہ۔

دکنی نظم  
 دیا حکم آند پابی حساب  
 لکھن نامہ شاہی یمن کون شتاب  
 جو لکھنی کون نامہ جیون آیا دیر  
 اشارت سوسٹاہ منکہ پایا دو پیر  
 سچ شاہکی او د لکی سورات کون  
 لکھنا نامہ بجلی کراس ہات سون

انکی مہتران سون خزانہ کنی  
 یمن کی طرف خسروانا کنی  
 یکیک ملک یکیک شہر یکیک ولایت

ایک کریمیک کوٹ لک دہات دہات  
الکتی الکتی چسلی تا بین  
خبر کئی بین کی شہنشاہ کن  
کہ شاہ ملک کی مصر کا بی نظیر  
حجابت کون بھیجے اپنے وزیر

دہاتی نظم  
ابھی تو صاحب می سیکسار کا  
یو دیتا ہے منکیا منکن ہا کا  
سو بیٹا دیا ست ہ کون بی پل  
سو بیچ چاند تھی خوب نرل تھیل  
خزینی دینی سون کھولن لکیا  
نہن اس ہر کی رولن لکیا  
کتا یا جو جب مینی کاج یون  
کن ناسکی جب میں کوئی راج وودن  
دعا سون اپاہت بھو صدق ست  
منکیا اپنی فرزند کون بیجید حیات  
خوشیاں ستا امرت مہر سافال دیک  
سو سیفا ملک کر رکھیا ناؤ نیک

نثر فارسی  
روشنی کہ بادشاہ را آرزو شکار بخاطر رسید  
و در شکار گاہ بشکار مشغول بود گفتند روزی  
در شکار سواری با صد ہزار شوق و ذوق رسید  
و سرور زمین نہاد و زمین خدمت بوسی بجا آورد  
و گفت کہ عمر بادشاہ را زیاد باد کہ اللہ تعالیٰ  
شاہ زادہ عطا فرمود کہ در ملاحظت و صاحت  
گوی از بے سبب برده بہشتیدیں این نوید  
پادشاہ را خوشحال تمام روی داد و یا آرنده  
این فزودہ انعام خاص داد و صد ہزار بدردہ روز  
نثار کرد۔

را کے بعد ایک طویل عبارت ہے جس میں  
نوجویوں کو طلب کرنا ان سے دریافت کر کے  
نام تجویز ہوا ہے۔

## جنگ کا سما

شرفارسی

شاہ قلزم واقف گشتہ امادہ جنگ شد  
 و برا بھلا بصف آوردست غلغلہ دیو و جن و  
 عفرید و پری در ملکوت اقتاد جہاں پرشیخ و  
 تالک گشت تاسہ روز و سہ شب در میان  
 تلواریں - (۹) و عفریدان جنگ داشتند  
 آوارہ لایا بامی دیکینز (۱۰) میاں سیدہ و از  
 آسمان سہ روز و سہ شب خون میاں تہ گویا  
 ستقایان آب پاشی میکردند بعد از سہ روز  
 طاقت لشکر قلم مہر تہ سہ ہزیمت ہنہار و  
 لشکر شاہبال تمام لشکر شاہ قلمز مہر تہ سہ  
 و تمام سپاہ اورا غار و کردند با چہار تن  
 شاہ قلمز مہر تہ سہ سیر کردند۔

دکھنی نظم  
 کھنڈار یو تہہ حرب کھول  
 کھے اس دھاسوں زبان چرب کھول  
 کہ شہباز بن شاہ رخ بے نظیر  
 جو صاحب تھی کوئی سوتیا بول پھیر

.....  
 صوی حج جنگی عثر براں تمام  
 قدر صور خون خا یا میران تمام  
 یکیک جان یک کدہ بارش چون  
 نجات میں رفتی بھری کوزہ چون  
 لی رخ دندی پر جو تلھتھار تھے  
 زمین سیک کی کھائی تھی بھار تھی  
 غضب ناک موجوں انگلی دل صوی  
 کیلجی بھار انگلی پھوت جل ہوئی  
 ترائی شہزادان سون جیون برنمان  
 صواکھا برا جیونکہ پر آسمان  
 مسلح پوس پولاو کی کوٹ جیون  
 پراشوب سمدور کی کوٹ جیون  
 اوتالی عراقت بھری غم سون  
 کھرا کہ میدا نہیں رزم سون

بھیا یاد میں قہر کا شورسات  
 سلطنت کی اک سگاہ تھی نورست  
 کئی قصہ پر فی کون دودھیر تھے  
 زمانہ ہوا تل اوپر سیر تھے  
 اوٹھیا شاہ شہباز ویں زہر ہو  
 پریا اسکی لشکر پوجا قہر ہو۔  
 او دوراج دودھرتی برہم ہو،  
 پھری فوجوں فوج درہم ہو،  
 اوٹھیا غل جہدہر کا اوہر مار  
 قیامت زمین پر ہوا آشکار  
 جھلک دیک بھلیاں سی تروار کی  
 اور ہی فاختی سخت سینار کی  
 دلیران جہشیمبال کی پائی بل  
 سو فوجوں کون یکدھرتی اسکی کھونڈل  
 جو دو پر اسکی سپہری پران  
 سو کجری پری ہو پران اتران  
 مٹی دھرت پر پوں نوذیاں کاٹ کاٹ  
 سو کسوں سجتا نہ تھا بات کھاٹ  
 جو دریا لھو کا ابلنی لگیا  
 لکن اسپہر کشتی ہو چنی لگیا

سیران تیراس لہو کی سمند ورتی  
 جو دستی تھی جیون پر پیری روزتی  
 دھران سب نپت موج کی لوث مار  
 تھی پتی تھکتی غمکنان کی سار  
 بلا بانگی بات کون کون اک لائی  
 زمیں صو زما نیوں دیتا ک مای  
 غضب پر غضب کا جو مارا ہوا  
 سوایا سپر کچھ دھولا را ہوا  
 دنیا غیب ہوئی اس دھولاری تلین  
 کنواں تاکیا ویس اندھاری تلین  
 یا کر دچا دھانیب اس گمان کون  
 دھوان سانپ ہونٹکی بھاٹکون  
 سو دریا می فلزم کون مصیبت چوٹی  
 زمیں کی تلین کا ہی پر پرا و شکی  
 برارن پر یا سخت رکھا ہوا  
 کھین نہیں سونا درو جھپکرا ہوا  
 چپری سپینہ اسکی کھد پری دھین  
 سو حلقا ہوا چنڈھر پیری دھیں  
 یکا یک فتح آسمانی جو پائی  
 پکر شاہ دریا می فلزم کون میائی





از موصوفہ برآمد ویامی دولت در رکاب سیاحت  
 نهاد با جملہ وزیران و مدعیان و خاصکمان  
 با تمامی عام از مشہر بیرون آمدند .....  
 مشاہدہ از اسب فرو دادند شاہزادہ  
 دیدہ با پیش شاہ فی الحال سر نہاد  
 شاہزادہ برداشت و بر تار گرفت و  
 بسیار گریست

شاہ کا شہک اٹھ  
 جو عاصم نول شاہ دیکھے جوک جوک  
 ہوا تھا جوکاری نون سوک سوک  
 یکایک خوشی آمی آنند کی  
 پھیل نور دیدی خورد مند کی  
 پھوکیا ہوا آیار کی اک پران  
 بودھا پنک تھا سو ہوا پھر جوان  
 دھیں غمکی حجری سوں لکھیا بھار  
 لی ارکان دولت کون سب ٹیکار  
 میلہ سامنی جا کہ دین پوت کون  
 گلے لایا ہوت گلوت مسون

فارسی کتاب اس پر ختم نہیں ہوئی مزید دو صفحے منموں رہے جس میں بتایا گیا ہے کہ بادشاہ نے  
 سیف الملک کو اپنی جگہ بادشاہ بنایا اور خود گوشہ نشین ہوا سیف الملک نے عدل و انصاف  
 سے سلطنت کی۔ گوشہ نشین بادشاہ تین سال تک زندہ رہا انتقال کیا۔ سیف الملک نے سوگ  
 کیا۔ بدیع الجہال کی ماں اس خبر کو سن کر بہت سارے تحفوں کے ساتھ مصر آئی۔ بدیع الجہال کو  
 محل کے دن گزرنے پر لاکا تولد ہوا لڑکے کا نام تلج الملک رکھا گیا۔ (۱۵۰ سال سیف الملک  
 نے بادشاہی کی اور اسکے بعد بیابا ہو کر مر گیا۔ بدیع الجہال کو اسکا بہت بیخ ہوا چنانچہ ختم کتاب  
 فارسی کی آخری عبارت حسب ذیل ہے۔

”تمام مردوزن سیاہ پوش مشہد و خردش از مردم مشہر برآمد  
 بدیع الجہال ایں بیت میخواند و میگریست“

ایک ہزار خانہ ویران کر دی      در ملک و جد غارت جاں کر دی  
ہر گوشتی کہ آمد بھان      ہر دی زیر خاک یکساں کر دی

مترجم بالامقابلہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ کوہنی ترجمہ کس قدر کامیاب کوشش ہے بلکہ پورا خیال کرنا چاہیے نفسِ مضمون کو پیشِ نظر رکھ کر ایک قصہ لکھ دیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ ترجمہ ترجمہ نہیں معلوم ہوتا۔ غواصی کے بہترین شاعر اور صاحبِ کمال ہونے کی یہ ایک بدیہی دلیل ہے۔ غواصی کی شاعری پر طوطی نامہ میں بحث کی جائے گی۔

برٹش میوزیم کا مکمل نسخہ یا تصویر ہے۔ متعہ در لگین تصاویر میں۔ ان سے قطب شاہی تمدن پر روشنی پڑتی ہے۔ مجرا اور سلام کا طریقہ اہل دربار کا لباس۔ ذیم و بزم کے حالات۔ باغ جنگل۔ دریا کے منظر۔ شاہی محل۔ دربار محال۔ گھوڑوں۔ ٹیول اور اونٹ کے سائے۔ وسان۔ غرض مختلف امور واضح ہوتے ہیں۔ آرٹ کے لحاظ سے ان کو بڑی وقعت دی جاسکتی ہے۔ اور اپنے فن کے لحاظ سے بہترین نمونے کہے جاسکتے ہیں۔ اس مشنوی کے متعہ و نسخے ہندوستان میں ہیں چنانچہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو اور آغا حیدر رحیم صاحب کے پاس اسکے کئی ایک نسخے ہیں۔

## طوطی نامہ

برٹش میوزیم میں اسکے دو نسخے ہیں۔ یورپ کے دوسرے کتب خانوں میں کوئی نسخہ نہیں ہے۔  
(۱) برٹش میوزیم نمبر (۲۶۲۹) ڈیٹیل (درق (۱۶۲) سطر ۱۰۔ نستعلیق کاتب شیخ  
ابو محمد قادری سنہ کتابت ۱۱۷۱ھ

(۲) نسخہ ثانی نمبر (۹۷۰۰) ڈیٹیل (درق (۱۷۷) سطر ۱۲۔ نستعلیق کاتب مہین لال  
نایب کتابت ۲۹ شوال ۱۲۴۹ھ

یوم صابرٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”ضمیمہ بخشی کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کے  
زمانہ میں ہوا۔ غواہی نے اپنے تخلص کی بھی وضاحت ہرقصہ کے آخر  
میں کی ہے۔ اسکی تصنیف یکم حب ۱۱۷۹ھ (۱۷۳۹ء) میں ہوئی  
پوری مثنوی ایک ہی خط سے لکھی گئی ہے۔ اسکا کاتب شیخ ابو محمد قادری  
ہے اور سنہ کتابت ۱۱۷۱ھ اس پر نگر کی تشریح اسطرح ہے :-

”طوطی نامہ ۱۱۷۱ھ۔ طوطے کی کہانی جس کو مولانا غواہی نے دکنی نظم میں  
لکھ کر عبداللہ قطب شاہ کے نام پر معنون کیا ہے“

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں طوطی نامہ موجود ہے مگر اس نے مصنف وغیرہ کی صراحت نہیں کی ہے۔  
ڈیٹا سی نے بھی اس مثنوی کا ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ قبل آمین بیان کیا گیا غواہی نے بخشی کے طوطی نامہ کو دکنی نظم کا جامہ پہنایا ہے۔  
اسکی تصنیف کے وقت غواہی کی وہ حالت نہیں تھی جو پہلی تصنیف بیعت الملوک کے وقت  
تھی اب وہ سلطان کے دربار میں بارہ سوخ، صاحب عرمت و مرتبہ تھانہ صرف دربار شاہی میں بلکہ

قلندر قطب شاہی میں اسکا مدقہ بل کوئی اور شاہ نہیں تھا۔

یہ تصنیف سلطان کے انتہائی عروج کے زمانہ میں ہوئی ہے اس لحاظ سے اس وقت کے طرز معاشرت تمدن اور تہذیب کا آئینہ ہے۔

طوطی نامہ کی تصنیف کی تاریخ یکم جب معلوم ہے جبکا ذکر خود غواصی نے کیا ہے۔

ہوئی بخشش حضرت نے جب مجھ مدد دیا میں اسے تو رواج اس سند

برس یک ہزار مورچا لیس پر نو ہوئے تھے یوں تیان پر دیا ہوں نو

نفاقت بہرہ منوئی پر عجب مذب کیا خوش میں پہلی جب

ثنوی میں اول حصہ ہے اس کے بعد لغت پر بادشاہ کی مدح اسکے بعد "سبب تالیف" کا ذکر کرتا ہے اور اسکے بعد قصہ شروع ہوا ہے۔ اشعار کی تعداد (۴۰۰) ہونے کے متعلق خود غواصی نے صراحت کی ہے لگتا ہے۔

جواہرات ہیں اس میں الف چار برابر ہیں تک بیت کے ہر چار

قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

ہندوستان کا ایک سوداگر صاحب مال و دولت تھا اس کی عالیشان کوٹھی سندھ کے کنارے تھی ساتوں سندھوں میں اسکے جہاز جاتے تھے۔ اس زمانہ کے تمام تاجروں میں اسکو فوقیت تھی۔ ایسے ایسے تاجروں جواہرات تھے جن کی نظیر بادشاہوں کے پاس بھی نہ تھی یہ سب کچھ تھا مگر کوئی اولاد نہ تھی آخر ایک مدت دراز کے بعد ایک خوبصورت لڑکا قتلہ ہوا جو ان پر پڑے پر ایک حسین و جمیل خاتون سے اسکی شادی کر دی۔ سوداگر بچہ ایک دن سیر کے لئے نکلا بازار میں طوطا نظر آیا جو فصیح باتیں کیا کرتا۔ قرآن شریف کا حافظ تھا ایک ہزار مثنوی قیمت دیکر اس نے یہ طوطا خرید لیا۔ مکان آکر طوطے نے بیان کیا محمد میں ایک عیب ہے یعنی میں نے دالے امور کی خبر دیدی کرتا ہوں۔ چنانچہ عقیقہ سب ایک قافلہ غنہ کی خریداری کے لئے آیا ہے اسلئے میں قدر غنہ بازار میں موجود ہے تو خرید کر لے تاکہ آئندہ

نفع ہو، نو جوان نے اسکے کہنے پر عمل کیا چند روز بعد ایک قافلہ آیا اور غنیمت کی خواہش کی۔ سوداگر نے اسکی تجارت سے خوب فائدہ حاصل کیا۔ اس طرح وہ طوطے پر نہایت مہربان ہو گیا۔ چند روز بعد ایک مینا بھی خریدی وہ بھی باتیں کرتی تھی۔ اسکے بعد وہ تجارت کے لئے وطن سے روانہ ہوا۔ طوطے اور مینا کی حفاظت اپنی بی بی کے تفویض کی۔

سوداگر بچہ کی واپسی میں عرصہ ہوا نو جوان بی بی پر دست گراں گزری ایک دن اپنے ہالہ خانہ پر سے مصروفِ نشاۃ تھی ایک سچیلے جوان پر نظر پڑی۔ اس جوان کے دل پر ترنیر نظر آنے کا کام کیا۔ ایک ضعیفہ کے ذریعہ پیغم بھیجا۔ چونکہ اسکا دل ہی اس پر آگیا تھا یہ راضی ہو گئی مینا سے مشورہ کی اس نے نصیحت کی۔ کارگر نہ ہوئی بلکہ غریب کی جان گئی۔ اسکے بعد طوطے سے گفتگو کی نہایت آئی چونکہ اسکو مینا کی موت پیش نظر تھی لہذا نصیحت مناسب نہ خیال کر کے بیان کیا یہ بات بڑے راز کی ہے تم کسی سے اسکا اظہار نہ کرو ورنہ تمہارا اور میرا حال وہی ہو گا جو ایک رانی کا ہوا تھا اسکا بیان شروع ہوتا ہے جو پہلی حکایت ہے۔ اس عرصہ میں صبح ہو جاتی ہے۔ اور سوداگر بی بی کا ارادہ گل پر ملتوی ہو جاتا ہے۔ دوسرے دن پہر وہ طوطے کے پاس آتی ہے اس روز وہ بیان کرتا ہے کہ زیور وغیرہ ساتھ نہ رکھو ورنہ وہ لے لیگا جیسا کہ ایک قصید میں ہوا ہے۔ غرض اسطرح (۲۵) کہانیاں کہی جا رہی ہیں آخری دن سوداگر پھر سفر سے آجاتا ہے۔ طوطے سے گھر کا حال دریافت کرتا ہے۔ یہ اپنے آزاد کرنے کا وعدہ میسر ہو پر حال بیان کرتا ہے جس کے بعد سوداگر بچہ بی بی کو قتل کیا اور مال و دولت خیرات کر کے فقیر ہو گیا۔ اس تفصیل کے بعد کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حمد و نعت کے چند اشعار :-

خدا یا جو دانا ہے تو ن غیب کا	ہے ستارہ بندان کیرے عیب کا
ذاکوار تجھ ہے نہ انکار تو ن	نہ چون و چرا سون دہرے کار تو ن
سدا ہی پسین کہتا سو تو نہ	جیویں مارتا ہو جیلا تا سو تو نہ

رقن خاص دریائے لولاک کا      جنگ لادکان نوز فلاح کا  
 محمد نبی سید المرسلین      ساروشن اوستے دنیا ہر دین  
 عدم میں نے عالم کون پروردگار      اسیکے کیا نورسوں آسٹکار  
 سلطان عبداللہ قطب شاہ کی راج میں کہتا ہے۔

ہمارا ج سلطان عبداللہ نادر      ثریا کے تارک پہسکا ہوا چاندن  
 کہیں قدیان صاحب صدر اُسے      کہ شرب سودھے جٹوں کے شربت اُسے  
 شد رفت میں گردا کے نعلین کا      ہے سہرا چنہ سرور کے نین کا  
 و کہتے زور در طالع اس راج کی      صفادار دشمن دلاں آج کی  
 کہیں یوں سخن علی دلی      کہ پہر جگب جیب آیا تہہ قلی  
 قصہ کی ابتدا۔

جن اسس جوہراں کے سند رکھیں      بہتے نواں اس دوریت بہ نظیر  
 سو یو جوہراں کا دیا تاسے بہار      جو ملک ہندوستان میں ایک ٹہار  
 کہتے ہیں وہ تھا کوئی سوداگر ایک      وہاں سے بیٹے پاک حریت میں نیک  
 اُم مالکا ہو کہینے بخت دار      کہہ اس کا سود تھا میں بندہ کس  
 جیتے اس زمانہ میں سوداگر ابن      دتے اُسکے انکی تہو جتوں جا کر ان  
 کیا تھا خدایوں اُسے سہ فراز      جو تہو ساؤں سود دہرا اُسکے ملاز  
 شہاں پاس نہیں کچھ سوا اس پائش      یکٹ نورتن کیج نور اس تھے  
 سدا تازہ تھا ذوق کا باغ اس      دے فرزند ان نہیں سوتا داغ اس  
 لکھ لیس پنچہن کون اوبلاغ جٹوں      خدا کے کرم تہ ہوا باغ جٹوں  
 ہو کہہ بیٹے ایک فرزند اُسے      سودیسا ہوا آج تک نہیں کھے  
 فٹ نیاں سعادت کے لئے ٹھاٹھار      ہوا جگمیں اظہار یوسف کے سار

گہرا سس کا جھٹک نے لکھیا نور تے      ستار اچل آیا مکر دور تے  
 لکھ لکھیش کن چوں ہوا ان جوان      سو دین پاسب ہنگام اسکا پھال  
 نہیںے ایک محبوب ہوتا ہے      لطافت میں ترل پھل آب سے  
 دھندلا تر ت پیدا کیا کر نہ دیر      کیا لاکہ خوشیاں سستے کار غیر  
 سو ایسے مینے یک چھپلا جوان      پر ہی اسکوں دیکھو تو دیوی پران  
 چرکے و بے سات آتا دیکھے      سولہ اپنے طرف خوش نمک تادیکھے  
 جوتہا مڑو کا عشق من میں اول      جو دیکھو اسے سو کیا اد نکل  
 بچھا تیا رخ اسس کا اوچھل جوان      سو ریا دو بہن عشق کا تیز بان  
 جو اسس بانگے کساو کاری لگی      انتر تیچہ دونو میں یاری لگی  
 بہتر تھا مسو ان جیورا وار سے      انک سات ان تو نکلتا بہار تے  
 یکا یک نہ اس دھنکوں بہار آئی جائے      نہ اسس جوان کوں پس کر جا ہی جا ہی  
 بہر حال اسے عشق پہنا نہ میں میل      چلنا اپنے کند میر تیزی کوں ٹہل  
 ملا یک بڑی مکرزن کو کشتاب      دیا سس تنگی خوش کیا ہے ستا

خاکس پر کتا ہے۔

سخن پردان کیلئے یک میں زیاد      دے آدہ ہے مجز بان کوں سواد  
 پوالت نہ عیب تے دور ہے      سلامت کی آسمان کا سور ہے  
 جہان میں جھلکتا اچو جم دام      بحق محمد علیہ السلام  
 غواصی اکرتوں ہے سچا غواص      لکا عشق اپنا خدا سات خاص

صبح کے متعلق مختلف شعرا قابل ملاحظہ ہیں۔

گلن بن تے ہر چہ پیون کتاب      بیا آپسین ہوبل میں مغرب کے داب  
 کنول چاند کا نہ ملاپے بدل      چمن تے جو مشرق کے آیا نکل

مسوچ روپ دیتا جو یوسف کے سار      لہا چاہ مغرب میں اسپین اتار  
 مسو شرق کے چلے کر ہی کرپ تے      جو یونس کے یخنیہ چند رنس پیتے  
 جوں اپنا کیا دیس پر اتمام      ہوا جمع کیٹار اندہ را تمام  
 کیا سہ شرق تے مغرب کون چل      مسیتا ریاں بستے چاند آیا نکل  
 مسوچ چوٹی آسمان کا دید بان      کیا دید وانیکوں مغرب بیان  
 نکل چاند کا مسس شوق سنے بہار      جوں آیا مسو پر غمزدی ہوا دھار  
 جو زغون غور شیدا کا چور شرق      ہوا غرب نیل آب میں جا کہ غرق  
 سہ قہاب موسے من در تے      جوں آیا نکل مشرق کے طورتے  
 جوا نگر دھڑ شہ جوں وقت شام      کیا غرب کے گھرینے جا مقام  
 نکل چاند مشرق کے ماری سنے بہار      جوں آیا مسو ادھر با بیکرہ  
 سینے کا پٹی سوار جوں سیر کر      چلیا غرب کے آستیا سنے بہتر  
 بکوار سپہ سار کا صاف چاند      کیا دیکھ پرواز انچل سسکوں باند  
 مسوچ دیس کے روم کا بادشاہ      کیا جا کہ مغرب میں جوں تخت گار  
 رہن مشام کے ملک کا راج چاند      نکل آیا دیکھ ادھن لے ساند  
 دھنٹے ہوشمیر کون بہان کے      دھنی دال پنچہ غرب کی بیان کے  
 فلک شرق کا کھول رنگیں غلاف      لیا بات میں چاند کا سیف صاف  
 اجت دیس کے رین کا دیندار      ہوا غرب قبلی کدھن جو سوار  
 ہندو چاند کا رین کے ہند تے      جو آیا نکل اودھن کے تے

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ بڑی میز پر اس کے دو بیٹے ہیں دونوں میں بھائی بھائی  
 کے علاوہ اشعار کی کمی بڑھی ہی ہے قصہ کے ختم تک تو اشعار میں کمی بیشی نہیں ہے بلکہ لفظی



اختلافات ہیں مگر ختم قصہ کے بعد جب دیگر حالات (مصنف اپنے متعلق اور بادشاہ کی وجہ وغیرہ کرتا ہے) شروع ہوتے ہیں تو ان دونوں نسخوں میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ ختم قصہ کے بعد دیگر حالات کا بیان ذیل کے شعر سے شروع ہوتا ہے۔

نہ ہے بخت دولت نہ ہی قہار      ز سے وقت و ساعت نہ ہے روزگار

دونوں نسخوں میں یہ شعر موجود ہے اس کے بعد موہن لال والے نسخہ میں اس عنوان میں (۶۷) شعر ہیں۔ اور ابو محمد والے نسخہ میں (۵۲) شعر۔ ان کے منجملہ (۳۴) شعر تو دونوں میں تقسیم و تاخیر کے ساتھ مشترک ہیں باقی شعر علیحدہ علیحدہ ہیں یعنی موہن لال والے نسخہ کے (۳۳) شعر ابو محمد والے نسخہ میں نہیں ہیں اور ابو محمد والے نسخہ کے (۹) شعر موہن لال والے میں نہیں ہیں۔ ابو محمد والے نسخہ کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔

جو سلطان عہد اللہ اس در کا	سے راجا سلیہاں کے طور کا
شگفتا کیا دیکھ اس کا کرم	مسحک کیا میری طبع کا جام جم
کردن کیوں نہ میں شکر ہر دم ہزار	جو حسن خوش ہوا یوں شہر روزگار
جیوں اس شہ کی خاطر پر قبول	گلن تے ہوا منہ پر رحمت نزل
جب یوں نظم میرا عزم سی کیا	سوج بوجوں آدست بوسی کیا
کیا اے مسخین صاحب تیز	بچکی مس یا ہے مھر کا تون عزیز
تیری طبع اپراں حد مرجا	سچا تون یا ہے منظور آل جا

موہن لال والے نسخہ کے بعض زاید اشعار حسب ذیل ہیں۔

عجب نکون عیسیٰ کی پورا ج تھی	گلیا سوسکی اسی خدا کی نبی
توں اسی بات چندان عجب کہ نجان	کہ کرتی ہوں میں تجھ کوں خاطر نشان

طلب گار موی مومولی موی تون	کر موی کر خلعت میں اودی موی تون
تون عارف موی گر نکتہ دانی موی	نچاویک اپنی معافی موی
جو موی کون آیا موی کس کام کون	مشق کس بدل موی تیری نام کون
کہیں جس کون محبوبہ اسرار کا	سو تون ہی نہیں کوئی تیری سار کا
تیری ذات میں پورا اللہ موی سب	تیری قید میں ماسوا اللہ موی سب
تون جانی کسنی لیس نی جیتی	اچا تون سکی دم انا الحق سستی
گہی عبد صور گاہ مبود تون	گہی ہم ایازہ مبود محمود تون
اچا دم جم اللہ کی نام سون	متارہ سدا عشق کی جام سون
خبر تحکیم دہی نفی و ثبات کا	کیا یا نکوں سو ختم اس بات کا

لفظی اختلاف ہی ہے مگر چندان اہمیت نہیں رکھتا مثلاً :-

موہن لعل والا شمع	ایو محمد والا شمع
کنک کمانی اما سنائیں موی	کنک کمانی اما سنائیں ہو
منج سدا صحت لوگان میں رسوائی	منج اس دھات لوگان میں رسوائی
سن او خواہیو قصہ دل سب تہی توڑ	سن اسی قصہ او خواہیو سب توڑ
دیا اس قفس میں تہی راؤ نیکو چور	دیا اس قفس میں تہی راؤ نیکو چور

طوطے نامہ منتہی کے مقابلہ کے پہلے مختصر طور پر دیگر فارسی وغیرہ طوطی ناموں کی مختصر وضاحت مناسب ہے۔

اولاً یہ کہانی سنسکرت میں لکھی گئی تھی جس کا نام ”شکا سب تہی“ تھا۔ سنسکرت ے

فارسی۔ دکنی۔ اردو۔ انگریزی۔ جرمنی اور ترکی زبانوں میں اسکے ترجمے ہوئے۔

فارسی میں اسکے تین ترجمے ہوئے۔

(الف) طوطی نامہ شریف ضیاء الدین نجفی۔

(ب) طوطی نامہ نشر ابوالفضل۔

(ج) طوطی نامہ نشر محمد قادری۔

نجفی کے طوطے نامہ کے (۹) نسخے اٹلیا آفس اور تین نسخے پرنس میوزیم میں ہیں۔ اور

چند نسخے آکسفورڈ میں بھی ہیں۔

نجفی اپنے زمانہ کا نامور بالکمال مصنف ہے۔ عشرہ مشرہ۔ کلیات و جزئیات۔ سنگت السلوک وغیرہ اسکے مشہور تصانیف ہیں۔ ۱۸۷۰ء میں اس نے وفات پائی۔ ۱۸۷۳ء میں طوطی نامہ کو تصنیف کیا جس میں طوطے کی زبانی (۵۲) کہانیاں ہیں۔ اسکا انگریزی زبان میں جے رابنس نے ۱۸۷۴ء میں ترجمہ کیا۔ ۱۸۷۵ء میں جارج راسین نے جرمنی کا لیا سس پٹنایا۔ غواہی نے دکنی میں منتقل کیا۔ جسکی صراحت ہو چکی۔

نجفی کے طوطے نامہ کو ادنا ابوالفضل نے انگریز کے حکم سے اختصار کیا۔ اس میں طوطے کی زبان سے (۵۲) کہانیاں ہیں مگر ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اسکا ایک مخطوطہ پرنس میوزیم میں ہے (۱۰۵۸۹-اڈیشنل) اسکا ایک دکنی ترجمہ ہوا ہے جسکا ذکر آئندہ کسی موقع پر آئیگا۔

نجفی کا دوسرا خلاصہ محمد قادری نے کیا ہے اس میں نہ صرف ہر کہانی میں اختصار کیا گیا ہے بلکہ کہانیوں کی تعداد بھی (۵۲) کے بجائے (۳۵) کر دی گئی ہے۔ برٹل میوزیم میں اسکے دو نسخے (۱۲۴۱/۱۲۴۲) اور نیا آفس میں بھی دو نسخے (نمبر ۵۲، ۵۳) پڑ جو وہ ہیں۔

قادری کی کتاب ۱۸۷۰ء میں کلکتہ میں اور ۱۸۷۱ء میں لندن میں طبع ہوئی ہے۔ اسکا انگریزی ترجمہ ۱۸۷۱ء میں جان لٹون نے اور جرمن ترجمہ ۱۸۷۲ء میں ہوا ہے۔

سید حمید بخش نے طوطا کہانی کے نام سے اسی کا ترجمہ کیا ہے جو ۱۸۷۲ء میں لندن

سے شائع ہوا اس کے بعد ہندوستان سے متعدد مرتبے شائع ہوا ہے اس کا ایک مخطوطہ میر  
پاس موجود ہے۔

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ غوصی کا طوطی نامہ بخشی کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے۔ غوصی  
لئے جہاں اصل کہانیوں میں کمی کی ہے وہاں نفس مضمون میں ہی اختصار کیا ہے اور کہیں  
حسب ضرورت بخشی ہی کی ہے ذیل میں اصل فارسی اور غوصی کا ترجمہ ساتھ ساتھ پیش کیا گیا ہے

سنیا تھا جو سکو دار ایک بی نظیر

اتھا سکنی ایک راوان گیر

رفا دار خوش فام شیریں کام

ہنر غیب کی تھا سبج میں تمام

کری گھر کی سب دید بانی دہلی

دیوی تیک و پکی نشانی دہلی

چچوں ایک دن اوسود اگر نام دار

چلیا کر فی سوداگری ایک ٹہلہ

نگی دیس لی بیگ پایا نہ آن

تھی جان اسکی عورت نگلی تلان

جوان اسکی باڑی میں تھا ایک خوب

رنگائی چہا عشق اسے دیک خوب

منگی جیو تو گھر بلا بھیج اسون

کری ذوق پو لوں سداں برسچاں

اور اداں بچج اُن کری سونہاں

دلی سون پہ عورت کی ہرگز نیلای

تاجری یو و طوطی داشت کو یا کار بار خانہ

یہ و مفوض کردہ یو و ہر چہ از صلاح و نسا و

پیدی و از دو بیدا و معائنہ کردی یکیک

بروز نمودی و قتی تا ہر جای بہ تجارت

رفت چوں بدت غیب کہ دو دراز کشید

زن اورا با یکی از جوانا خلعت سدری

غیش اقتاد ہر شب اورا در خانہ آوردی

و با او ہم بستر شدی طوطی آن ہم معائنہ

کردی اماں زبان بغیری ہم شادی

و ہم جان تجاہل نمودی .....

بعد از چند کاہ تاجر در خانہ آمد طوطی ہمہ

احوال اضی یا نہ نمود مگر نکتہ عشق زن

پنا داشت۔

منده می شهر نہیں لی گردان کر  
 منجانیچ تین چپ رھی جان کر  
 جیون آیا اوسو اگر اپنی مقام  
 خیر گهر کی دین کون پو چھا تمام  
 کہنا کچھ تھا کیا اسکی سات  
 ولی تیں کیا فاشش کی بات  
 نظم دکنی

کہا یونکہ ای نادر گویا تو آج  
 تیری مکی مقصود کس دی مداح  
 شتابی سون جایا کون مشا در  
 یقی دکنی یار می نہ بر باد کر  
 رت دگر دلیس کا دغدا  
 مباد ایکیا یک تھی صومی دغا  
 جیون دووہنی برہنی گلبہن  
 صومی مستعد جادتی یار کن  
 شفق شرق و ہری ہوا پدا  
 سو غنی سون وین مرد پیدا  
 صومی شاد سب گہر کی باندھی غلام  
 چشیا نہیں بہگلات اسکی تمام  
 پرایا مرد کا گہر مئی جیسوں قدم  
 خوشی ناخوشی سون کلا پسین

### نثر فارسی

طولی چون سخن اینچارسا بنید با نخبستہ  
 آغا زکر دک بانوں می ترسم بیا پد کہ  
 مشہر تو از سفر بیا پد و توازدوی  
 شہوی جنال مشہر مندہ مان کہ کن زن  
 زہ از دوی شہوی مشہر مندہ مانہ پیش  
 از انکہ صبح از مشرق ند میدہ است  
 بزخیر جانب دوست شدو مشہر مشکنی  
 او کن خجستہ در استعدا و رفتن بود کہ  
 مشوی او در خانہ آمد و غوغا از غلام در کینرک  
 یزفاست کہ خواہر رسید و میوں از  
 سفر باز گشت خجستہ بحکم ضرورت  
 چادو تا چار خوشش و نا خوشش دریای  
 شہوی اتقاد و میوں بعد ازانی پیش  
 نقص طولی رفت و از حال ناشی تیش

کرد. طوطی گفت الحمد للہ کہ تو بسااست  
 سعادت و زخانی آمدی و در غیب تو  
 خدتی کرد و ام کہ هیچ وقت کسی خدمت نکرده  
 باشد شہد ترا از رحمت کس مانع  
 شدہ ام و کل ترا از دوست انبوی  
 او باشش نگاہ داشتہ ام اگر برسم  
 شکر آنہ مارا از قفس آزاد کنی کیفیت  
 گذشتہ بگویم و سرگذشتی عجب  
 باز نہایم میوں حمد کرد کہ چنان کنم طوطی  
 احوال عاشق شدن زن او خجستہ  
 و بر میں زندن مشارک باز نمود گرفت  
 و کیفیت پنجاہ دوم شب است کہ ادا بیلہ  
 تدبیر و بد مہ و تزییر و قیلہ فی نگاہ  
 می داشتہ چشم بر آمدن تو نہادہ بودم  
 الحمد للہ کہ پنج چندین مشہدین ضائع  
 نشد..... میوں  
 طوطی را آزاد کرد و فحشہ را کہ دن زد و  
 نمود سر ترا شہید و جابر صوف در  
 پوشید و صومہ در وقت و بلاعت مشغول  
 شدہ

رہی سیس جامہ کی پانوں پر  
 بجا چلا سیج کی ٹہانوں پر  
 ادب سات ہوا سکی آنکی کہڑی  
 خوش آمد سون گرفت کو یک گہری  
 چو ترمیوہ کج تہا سولیا اس کہانی  
 محبت کی پیای سون مشہبت پلائے  
 ہوا سودہ گہڑیاں تیں چار  
 چلیا بعد از او مروا دین کی ٹہار  
 اٹھابول ای طیر شیریں زبان  
 کیا صرف منج بعد کیوں کہ بیان  
 تیرا لاکس دات خاتون چلائے  
 تجی وقت بی وقت کیوں کام آئی  
 نہی ہونے کی گہری تہی کس طرح  
 میری دھیر بول ای موافق رفیق  
 اورو ان کر اول شہادہ سلام  
 کیا خوش دل سکا چلا خوش کلام  
 کئی کاجکج تہا سو کہ کہول کر  
 اٹھیا سیرت اسد ہا سون ابو لکر  
 کہ ای خواہ میں تیری غیب نہی  
 کیا خدمت سیسی بودیہ کنی

کیا نہیں جی اس دور میانی اچوں  
 سنیا نہیں جی کوئی آسن مانی اچوں  
 منج آزاد اس پنجری تھی اگر  
 کر دیکا تو کوئی گنا تھی سب  
 کیا شد اس سون ہی دہات اُن  
 سوہن لگیا تب کہ ای خواجہ حسن  
 جوہی گہر کی خاتون تیری حلال  
 تیری بعد پسین ترک سک بنہال  
 جوہاڑی پہ چہر کھول کھر کی بجائے  
 نظر کوئی پڑیا سو اسوں عشق لائی  
 یکانیک جو صوفی عشق تھی بی قرار  
 چلی بار اول سو شاد کی ہمار  
 کہنی مشورہ بہار جاتی بدل  
 پیرانگ ناموسس کہانی بدل  
 اوشاء و نمک کہانی تھی کر تیرا  
 نجاتی دی مانع ہوئی مہترا  
 سہاروی جوان پیکر اسکی مرد  
 بزان آئی میری طرف اسکو چہر  
 کئی دی مہا گاہ جو میں بہار جاتوں  
 فوی باز سوں یک گڑھی گم کر آؤن

تب اس باب میں دو بار اندیشہ کر  
 ایک کچھ سو آپس میں پیش کر  
 حکامان مہنی کر گرفتار اسی  
 دیا گہرتی جانی نہ میں بہار اسی  
 صبا لک سنا بیس لی ہر رینا  
 تون آئی تلک تور کیا اس جتن  
 بری شکوہ جو ترچ میرا تمام  
 نہ تا چیز موانیا آج کام  
 صی نور داس کا او تیری حلال  
 بچی بہائی تہوں رکلی اسکون اتال  
 خدائیں رک کر جو میں یا نہی جاؤن  
 جو اس غم ہی ذریعہ موج ترم پاؤن  
 کہ اس گورنار جون نہ جیتا ہی کوئی  
 او جیتی انو تو جیتی ایت مہر سے  
 سن او خواجہ پتھل سب ہی تو  
 دیا تنفس میں ہی یاد نیکوں چوڑا  
 جو غیرت کی آگ اسکی سینہ لگی  
 سستی توڑ عورت کون کیا بارگی  
 لٹا گہر فقیران کون سب ایک بار  
 لگی گہالی خرقد صوفی کی سار



نگا انس حق است چیت انس تہی  
 صوا و از عور انکی جنس تہی  
 شب انس کا ٹڈل تہی منم  
 کیا عرف طاعت سون باقی جنم  
 نظم و کہنی

سنیا مول جو یک کوی ناہد گہنر  
 اتنا نہ ہیں آپنی بی نظیر  
 یک عورت تہی اس مور بیانی انگ  
 ولی تہا اونہو داد طالع میں نیک  
 گنتہ ناچی اس پفا تہ مام  
 بغیر از حلال ان گہاوی حرام  
 سلمہ پر یا بینہ ای سون گہر  
 سو یک رات سہی میں وقت سحر  
 بشارت دہی کوی آسودہ رضا  
 کہ اسی جو کڈتا صی نج پوجھا  
 گراج ات جاتون صحرا کی دھیر  
 اکھیا کھول کر دیکھ چو پہر پہر  
 پٹکی ہفت رنگی لی کوئی ناگمان  
 مشکاوی یگنا جی ایک داس  
 لی اس پاس تہی اونکی مول تون  
 ولی ہی کسی دہر نکو پول تون

نثر فارسی

طولی گفت در غریب اسما و عجایب  
 اخلاقیات حریہ ام کہ در پی اسرا نیل  
 ناہدی بود زنی داشت و پس از ناہد  
 روی بطلب نفقہ از خانہ بیرون آمدہ با  
 مردی حال خود باز نمود آن مرد در یکدست  
 یکدم حلال داشت و در یکدست دہ درم  
 حرام گفت اسی ناہد کہ کرد حلال ضرورت  
 کرد و اورا با حرام چہ کڈرا دہان درم  
 حلال بستہ و رواں شد صباوی چند  
 روز پیش از ان مرغی ہفت رنگ گرفتہ  
 بود۔ و بدست ہر کہ می فروخت ہوان  
 غنودہ در خانہ می برد و از دست را می کرد  
 مرغ می جست و چم اوی کشید۔

.....  
 ناہر چون دید کہ کار خانہ او ساخته و اسباب  
 کا مشانہ او برداشتہ کشت گفت ناہد و احوالہ

بدست آمد اکنون به این نیست که قصد خانه کعبه  
 کنم و محرم مساوت ابدی شوم زن را  
 وصیت کرد گفتم باید که تو در غیب من  
 چنان باشی که زمان نیکو سیر باشند  
 بی مصلحتی از خانه برون تنائی دور بام و  
 در یک نظر کنی و بالاتر وی دغم مرغ و غم  
 پس من با جوی بخاری -

که جس گهر منی او جنادور اچھی  
 تو نمنت سبب هر دایم او گهر اچھی  
 کلجھین خواص اس پکی میں تمام  
 انگلی دن پہ دن ہوئیگی تجکوں نام  
 جیون اسد بات کا خواب اکوں هوا  
 گزاشت اسی دہات او نیووا  
 جو صحر اکھن سیر کرتا چلیا  
 سو ناگاہ دان یکہ شکاری ملیا  
 نظر جیون پڑی اس پکی پر سو دین  
 لیا مول جانی نہ می صورت کین  
 خوشی سات پروان تھی آیا جو گھر  
 کی عورت اس مرغ کون دیکہ کر

گلیا پر جیون مرغ پنکھ جھاڑ کر  
 جھڑی دور تن سسویا کاڑ کر

کتیک نو بہار صورت کتیک خزان  
 خوشی سات گذران کر بعد از ان  
 مراد اپنی حاصل صوی دیکہ کر  
 نیت ج کی اوزادہ نیک کر

کیا اپنی عورت کی دہر کو دل حال  
 کہ واجب ہوا منج پرال ۱۳۱  
 جو کی کی اسباب کا سبج کردن  
 اپس دانگ اپر سون موج کردن  
 حیات سات رک اسپین گردا کر  
 نکو خاطر اپنا پریشان کہ  
 اچ اسمرغ کی حفظ میں رات دن  
 نہ غافل صو فرزند ہی ایک جہن

کلام پر پریلوڈ | غواہی کی دو مشنویاں پیش کی گئی ہیں۔ ایک تو اس زمانہ کی تصنیف ہے جبکہ  
 شاہی رسوخ حاصل نہیں ہوا تھا اور یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ جوانی کے عالم میں تھا۔  
 کئی ایک شعر اکہن سال موجود تھے۔ اور دوسری تصنیف اس وقت ہوئی ہے جبکہ وہ شاہی  
 دربار میں رسوخ حاصل کر چکا تھا اور اس کی حیثیت تہایت، علی اور ارفع تھی۔ جوانی کا عالم  
 گزر چکا تھا پیری کا زمانہ تھا ہمعصر شعرا میں کوئی یہ مقابل نہیں تھا۔  
 دو نو مشنویوں میں جو بات مشترک ہے وہ یہ ہے کہ دونوں فارسی قصوں سے کوہنی نظم  
 میں ترجمہ کی گئی ہیں۔

پہلی تصنیف کے وقت وہ غریب تھا افلاس میں گزر رہی تھی۔ دوسری مشنوی کے وقت  
 وہ ملالہ تھا عزت اور شوکت سے بسر ہوتی تھی۔ دنیا دیکھ چکا تھا دنیا اور اہل دنیا سے مستفید  
 ہو چکا تھا گوشہ گیری کی جانب طبیعت مائل تھی۔ پہلے جوانی کا غرور قابلیت کا گہر تھا تو  
 دوسری میں پیری کی فروتنی اور انکساری آچکے تھے

دونوں مشنویوں کے مطالعہ سے ان تمام امور کا اظہار ہوتا ہے پہلی شہزادی بتاتی ہے کہ

غواہی کس طرح معروض ہے۔ اظہار خودئی کے ساتھ ساتھ دوسروں کو ہم پایہ نہیں خیال کرتا  
اگرچہ کسی خاص شاعر کا نام نہیں لیتا مگر کہتا ہے کہ شاعری کا تمام انحصار اسی کی ایک ذات واحد  
سے وابستہ ہے۔

دوسری شنوئی میں اپنے دنیا دار ہونے پر افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اور فیصلہ کرتا ہے کہ آئندہ  
سے نظم نہ کہے گا۔

غواہی کے کلام میں ہندی اسقاط زیادہ پائے جاتے ہیں۔ کلام سادہ تصنع سے پاک ہے۔  
بیان کی دلکشی اور صفائی قادر الکلامی کے شہر ہیں۔ اسکے مطالعہ سے صاف معلوم ہو سکتا ہے  
کہ ان کا مصنف اپنی شعرائی کے لحاظ سے کتنا بلند مرتبہ رکھتا ہے۔

اس شنوئی کے نقد و تنقید ہندوستان میں ہیں غالباً انجمن ترقی اردو میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

## مثنوی مصیبت اہل بیت؟

یہ مثنوی انڈیا آفس کے کتب خانہ دہلی سے نمبر (سلیپڈ بوم حارٹ)۔ ورق (۵۱) سطر (۱۳) تقریباً چھ سو شعر کی یہ مثنوی ہے نسخ میں لکھی گئی ہے۔ بوم حارٹ نے اس کے مصنف کا نام حسین احمد بتایا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ غالباً اس نے مثنوی کے آخری شعر سے یہ نام اخذ کیا ہے مگر دہلی میں حسین سے حضرت امام حسینؑ مراد ہیں اور احمد مصنف ہے۔ احمد قطب شاہی عہد کا شاعر ہے سلطان محمد قطب شاہ کے دربار سے اسکا تعلق تھا ابن نشا طمی نے پھول بن میں احمد کا نام ہی لیا ہے۔ مولف پنجاب میں اردو "سنے اسکی ایک مثنوی سیلی بچوں کا ذکر کیا ہے۔ جو سلطان کے حکم سے لکھی گئی تھی۔ انڈیا آفس کے اس مخطوطے سے مثنوی کا کوئی نام ظاہر نہیں ہوتا نفس مشہور کے لحاظ سے میں نے مندرجہ بالا نام دیا ہے۔

مثنوی میں نہ تو حمد ہے اور نہ مصنف نے اپنے متعلق کچھ صراحت کی ہے ہر مضمون کے جدا جدا اختراعات قائم کئے گئے ہیں۔ چند عزائم کی صراحت کی جاتی ہے۔

- (۱) قصہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم
- (۲) قصہ شاہ مردان قاضی علی علیہ السلام
- (۳) ذکر امام حسن علیہ السلام
- (۴) ذکر سیدنا جہنم ملعونہ علیہ اللہ
- (۵) ذکر سیدنا عبداللہ علیہ السلام بکوفہ
- (۶) ذکر فرزند ان عبداللہ مسلم

(۷) ذکر شہید شدن محروبر اور ان مہر

اسکے بعد کہ بلا کے متعلق عنوانات ہیں مشہدات امام حسین اور شامی فوج کی واپسی پر کتاب ختم ہوتی ہے۔

پہلے عنوان کے تحت صرف تین شعر کہے گئے ہیں یعنی۔

مسند قصہ مصطفیٰ کا جو ہے سسر و انبیا جکی واسطی پیدا ہوا دلو عالم دین دنیا  
جن کا ثلوث ہے عرش و پرچمہ للعالمین اول ان کوں پیدا کر بعد از کینا دینا دین  
دنیا میں لائے روشن ہو کر امت خاطر و کہ سے امین اللہ مسود فت پا جا کر جنبت میں رہے  
ان ابتدائی اشعار سے اس کو زمانہ ا بعد کی تالیف قرار دیا جاسکتا ہے مگر دیگر نمونوں سے واضح ہو گا کہ اسی قطب شاہی عہد کی تصنیف ہے۔

دوسرے عنوان کے تحت بیان کیا گیا ہے کہ ابن ملجم ایک عورت پر عاشق ہوا اس نے اپنے ہر میں حضرت علی کا سر طلب کیا۔ چونکہ ابن ملجم بہادری سے جنگ کر کے حضرت علی پر تھیاب نہ ہو سکتا تھا۔ اسلئے چٹپ کر آپ کو شہید کیا۔

تیسرے عنوان میں بتایا گیا ہے کہ امام حسنؑ نے جنگ نہ کر کے معاویہ کو سلطنت دیدی مگر زید نے آپ کی عورت کو لایچ دیکر آپ کو نہر دیدیا۔

آخر میں سند تصنیف وغیرہ کچھ نہیں ہے اور تاریخ کتابت البتہ کاتب کا نام محمد قاسم درج ہے۔

اگرچہ ہمارے پاس کوئی ایسے یقینی ثبوت نہیں ہے جن کی رو سے اسکو قطب شاہی عہد کے احمد کی تصنیف قرار دیا جائے مگر طرز عبارت کے لحاظ سے اس میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ یہ قطب شاہی عہد کی تصنیف ہے۔

کلام کا فرید نمونہ حسب ذیل ہے۔

### قصہ شاہ مردان مرقضی

اول قصہ بکھوں شہر کا سنو لو کان دیندار  
جینی کاٹی کا فریجید صوا اسلام تو قرار  
نانوں جگت میں دو نور روشن بھی علی کا قرار  
تھا پیارا مصطفیٰ کا اپنی حیدر شہسوار  
کئی دن موچکری سب فتح کرا سہ لکھ ناکوں پایا  
تاج و اہل قاتی کی بدل کی خطاب بکون نانوں آیا

اتھا بلجیم یک حرامی جتو شہکی لی کسپا  
دیکھیا عورت یک چھچی پر عاشق ہو کر وان رھیا  
دیکھی عاشق ہو ایچہ سنپیر پھانڈی مئی آ  
کہی تیں کام توں کریتو صوی موی جیو کا مشا

بون میری ہرمیانی یک سو باندی سب غلام  
سوز تین ہزار مہم یاتون بیکی کر تمام  
سرحدیں میری روشن کاسیر جیب لیا دیگا  
تو ہی وقت خوشیاں سی بخشن ملنی یاد یگا

ایک باری لاکھ روٹی کہی سب مل یا امام  
نیر خلافت ہی اپنی بھی راضی ہیں تمام  
کر زیارت مرقضی کی ہوئی منبر پر مسوار  
شمس توحید سارا عالم دئی بیعت کہی ہزار  
تہا بیت جلتا اکپین لکھیا تہا یوں اسکی بخت  
شہر کا دشمن تو منبکا کراری گردن اسن وقت

دیکھو یادان معصومان پر وقت کیس آپریا  
پریس جانی طفلان اوپر کیس شکل اکچیریا  
دو نو فرزند سما کی آہی چپ کر قاضی پاس  
ڈوکر قاضی کا پریا گھر سون پکر اپنی جیو کی پاس  
کو تو ایانی لاسی پکر کر عبد اللہ کون دئی خبر  
بھیجا ان کون بندی خان کھبار اکھو قید کر

تو حرم کون بلا اپنی مشہد و صیرت کئے تمام  
ولی میری مسکینہ آج اینیم ہو چکی اسوقت  
میری بعد از یتیمان پر غصہ کرنا ناسخت  
صہیں مسک جو تاتی پائن مشہدات یا صہیں  
دو پائینا زاری کرنا مومنان کون ہو حرام  
صہیں مسک جو تاتی پائن مشہدات یا صہیں

دکلا فرزند پیاسا اپنا بھوت باتان کی امیر  
بٹیپا تیرا اسس ظفکوں سمت بار و شہر کا حات  
ولی بلکی لغتی او بھر کشہ ہند مسون یا تیر  
تلملا کہ جیو دیا و صان او طفل فی ہی سات

نزدیک تھا تو ہودی لشکر کا فرما تل او پر  
بزان مسلح . . . ابن غالب آیا کافر پر فی او  
عکم طفیل جو ابن نونل عمر سعد فی بلا کر  
جو کہ مسون اگر کھیری علی مشہد کون کافران  
جو کہ تیر می تحصیل کر انکی صو کر جا پر می  
سمیت او فوج چیا لیا کر عمر ابن سعد او پر  
نور عمر فی بن غالب کون بھیجا لہر فی می پر  
ایکچ صحت ما کہ کیکے اسکون مکر می دو  
دو ہزار مسودا دیکر بھیجا رطانی خاطر علی پر  
یکو ان چل کر آئی دو یزید کی وزیران  
دی شکست وان دو ہزار کون پری فوج میں جا پر  
مسار می فوجان صہبت کہا کر صوی کافر تل او پر

پھر فوجش صو علی اکبر کافران پر جا پر می  
پیادی صو سوار خان مسامد توفی یکبار ملام  
ما ریا نیز ابن لہر فی علی شہکوں او سوقت  
اس زخم مسون علی اکبر تیری سستی کپر پر می  
نو کر و کرب یزید می تیر تنگ مسون آلہ می  
نور زخمی کر علی شہکون کیتی کافر اپنا کام  
پچھیں شغل ابن مرت زخم کتیا اسخت  
یکو ان پر فوجان جو کہ سہیل کافر آڑی

لیکی مسہر جیون کو فی میانی ملو انی جسوقت  
بلکیسی کر بلا میں پری شاہان تیج او پر  
پری چل سب عزیزان صو اپنا کارایا حسین  
بج ہلا لان تیری نکیاں صو اندھا ریا حسین



سن غریب مصطفیٰ سون جکت تارا تہا نول نو سپک کون صوا غم پود مرد دیا را حسین

ایک لادیک زنگی میانی دعا دیتی سکتے کیوں ڈوبتی کرتیر تنگ کایتے مارا حسین  
 قس دن رو حسین احمد بولے جسکون شہ کا غم اوہی رو رو اپین غم سون صویچا را حسین  
 اس شنوی کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

## مثنوی پھول بن

اس مثنوی کے تین مختلف طرز پرپ میں ہیں۔

(۱) انڈیا آفس ریلووم صارت (۱۰۳) ورق (۱۳۲) سائز ۱۳ x ۸ ۱/۲ سطر ۱۱۔ خط اب  
تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

(۲) انڈیا آفس ریلووم صارت (۱۲) ورق (۵۷) سائز ۹ x ۵ سطر (۱۷) خط  
تعلیق۔ کاتب حاجی محمد رضا وند مراد بیگ ابن محمد کریم مازہ خرائی تاریخ کتابت ۱۳۳۷ھ

(۳) رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن نمبر (۲۸۱) ورق (۸۳) سطر (۱۱) سائز ۸ x ۵ خط  
تعلیق تاریخ کتابت ۱۱۶۴ھ بیع الاول ۱۳۳۷ھ بمقام کرکٹ پالہ۔

بلووم صارت کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”دکنی مثنوی مصنف ابن نشاطی۔ یہ فارسی کتاب باتیں کا ترجمہ ہے اسکی  
تصنیف ۱۰۶۵ھ (۱۶۵۵ء) میں بزاز عبداللہ قطب شاہ ہوئی ہے کتاب  
کے نام اور تاریخ تصنیف کو بھی مصنف نے نظم کیا ہے۔“

اسپینگر اور کرنل میکسنزی نے ابن نشاطی کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے، ہٹوارٹ  
کی فہرست میں اگرچہ پھول بن شریک ہے مگر ابن نشاطی کے متعلق اس نے ہی کچھ صراحت  
نہیں کی ہے صرف باتیں سے ترجمہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ البتہ ڈمی ٹاسی نے کسی قدر تفصیل  
سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے۔

”ابن نشاطی دکن کا مشہور مسلمان ہے پھول بن اسکی تصنیف ہے اس  
میں پریوں کا افسانہ ہے فارسی کی ایک کتاب باتیں سے اسکا ترجمہ

ہر اسے بقول اسٹوارٹ اس کی تصنیف ۱۶۴۹ء (۱۰۵۹ھ) میں ہوئی  
ہے انڈیا آفس کے نسخے سے ۱۶۴۹ء ظاہر ہوتا ہے۔ یہ نسخہ (انڈیا آفس کا)  
عدد تصویروں سے مزین ہے۔ خطوطی نامہ بھی اسی شاعر سے منسوب  
کیا جاتا ہے یہ ۱۶۴۹ء میں لکھا گیا ہے۔

اس شذی کے نام اور مصنف کے متعلق کوئی اختلافات نہیں ہے البتہ مستند تصنیف میں  
لکھی غلط فہمی ہوئی ہے۔

اسٹوارٹ نے پھول بن کی کوئی تاریخ نہیں لکھی ہے بلکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کا عہد  
ظاہر کیا ہے اور اس کے حکومت کو (۱۶۴۹ء تا ۱۶۵۹ء) بتاتا ہے۔ ڈی۔ اسی کی ذات  
میں کچھ نہیں ہے۔ اتحادی حسین صاحب اور خود میں نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں  
ذیل کے شعر کے مد نظر اسے قرار دیا ہے حکیم شمس اللہ قادری نے بھی یہ خیال ظاہر کیا ہے  
اتحادی تاریخ لایا تو یو گلزار  
اگیارہ سو کون کم تھے جس پر چار  
گر یو سپا کے خطوط کے بعد اسے اس کی تصنیف ۱۶۴۹ء میں ہوئی ہے جہاں کے تیرن  
نہوں میں شعر اس طرح ہے۔

اتحادی تاریخ لایا تو یو گلزار  
اگیارہ سو کون کم تھے جس پر چار  
ڈاکٹر محمد فی الدین قادری مولف اردو شہ پارے نے بھی اسی سنہ سے اتفاق کیا ہے۔  
جیسا کہ ذکر کیا گیا جو کہ مصنفین یورپ نے ابن رشتاحی کے متعلق کوئی حراست نہیں کی ہے  
صرف سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کا شیعہ شاعر ہوئے اور اس کی تصنیفات کے  
بیان پر اکتفا ہے۔ مشرقی تذکرے بھی مکتب ہیں۔ پھول بن سے جو حالات واضح ہوتے ہیں  
ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبداللہ قطب شاہ کے دور کا ایک ممتاز عہد دار تھا۔ شذیہ  
میں مشہور پھول بن کے پہلے شعر گوئی کی کوشش نہیں کی تھی اور نہ وہ غزل گو شاعر تھا صرف  
شذیہ سے شہرت کا خواستگار ہے۔ وہ کوئی ایگر کر یا لکھنا شعر کی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔

وہ اپنے عہد پر خوش اور مست پر شا کر ہے۔ وہ اپنے معاصر شاعروں سے اپنے کلام کا داد نہیں چاہتا۔ اپنے پیش رو شعراء فیروز، محمود، خلیلی، احمد اور شوقی کا منتر ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس کا ارادہ اپنے یادگار کوئی تصنیف چھوڑنے کا تھا مگر حبیب ایک فارسی قصہ "بساتین" نظر سے گذرا تو اسی کو کہانی میں منتقل کرنے کے قابل پایا۔ سلسلہ میں تین ماہ کے عرصہ میں سترہ سو شعر لکھ کر پہول بن نام رکھا۔

ابن ناشلی کا نام کیا تھا وہ کس کا فرزند ہے کب تولد ہوا کب انتقال ہوا یہ تمام امور پر اہل انصاف میں ہیں۔

اس کے تصنیف میں ایک تو پہول بن اور دوسری طوطی نامہ شہور ہیں۔ طوطی نامہ کا وجود بالکل کم بلکہ نہیں ہے، اس لئے بعض اصحاب اس کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔

یورپین مصنفین میں صرف ڈی ٹامسی نے طوطی نامہ کا ذکر کیا ہے مگر اس کا جو سہ بنا ہے اس کے لحاظ سے وہ خواہی کہ وہی طوطی نامہ ہے۔ بہر حال جب تک اس کا کوئی نسخہ پایا نہ جائے اس کے متعلق کسی صحیح رائے کا اظہار نہیں کیا جاسکتا۔

پہول بن میں پہلے حمد ہے۔ پھر مناجات۔ اس کے بعد نصرت۔ پھر بقیت خلفاء راشدین حضرت امام حسین کی مدح۔ پھر بادشاہ کی تعریف پھر سبب تالیف مثنوی۔ ان تمام کے بعد اصل قصہ کا آغاز ہوتا ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ ایک شہر کھنچن پٹن کا بادشاہ ایک درویش کو خواب میں دیکھ کر اس کا عقیدت مند ہو جاتا ہے۔ بڑی تلاش کے بعد اس سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ بادشاہ کو قصے سنایا کرتا ہے۔ ایک قصہ میں بیان کرتا ہے کفر کے بادشاہ کے باغ میں ایک پہول کا پودا تھا جس پر ایک بلبل مشید تھا روز اگر چیرتا پہول کھاجتا۔ اس کی وجہ دریافت ہوئی۔ بلبل گرفتار ہوتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ وہاں غن کے سوداگر کا لڑکا ہے ایک اہل کی دختر پر عاشق ہوا دونوں کی ملاقات ہوئی تھی جب

زادہ اس سے مطلع ہو تو اس نے بددعا کی جس کے باعث وہ پہل ہو گئی اور یہ بل بن گیا۔  
 بادشاہ ان پر اسم اعظم کی انگوٹھی کا پانی پڑتا ہے ورنہ اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں اور  
 بادشاہ کے درباریوں میں شامل ہوتے ہیں بادشاہ ان سے قصے کی قرآنش کرتا ہے وہ  
 قصے بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح قصے درقصے ہیں۔ آخری قصہ ہایوں شاہزادہ مصر اور سمندر  
 شاہزادی مجسم کا ہے۔ اس کے بیان پر اصل قصہ ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد خاتمہ کا عنوان  
 ہے اس پر غنوی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں سمندر کی شادی کے حالات  
 ہی بیان کئے گئے ہیں جن کی صراحت آگے درج ہوگی۔

بطور نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

حمد و نعت منقبت کے آغاز :-

اول میں حمد و سب العالمین کا	دل و جان سو کہوں جان فریقا
خداوند اسے ہے ہم خدائی	ہمیشہ تجھ کوں سماجی کبر بائی

محمد پیشوا توں سروران کا	اسے ستر خیل سب پیران کا
--------------------------	-------------------------

زبان کو منقبت کے سات کہووں	نبی کے جانشین کا مع بولوں
ویاں جسکے مستائے ہیں علی میاں	ولایت کے ولایت کا ہی سلطان

بادشاہ کی تعریف :-

کہوں تعریف میں اس تاج در کا	سمجھتا ہے بنے قیمت گہر کا
شہاں کا شاہ عبداللہ غازی	اچھو جم حق سوں اس کے پیش بائی
صلابت آج تیرا ہے سبحانی	کریمہ دشمنان کی لہو کوں پانی

مثنوی کے فارسی سے ترجمہ کرنے کے متعلق لکھتا ہے۔

بساتیں جو حکایت فارسی سے محبت دیکھنے کی آرسی سے  
عبارت سب کسی دہنیں سمجھنا کھان مشکل عبارت کس سمجھنا  
تجھے فارسی میں دستک آج نکری ترجمہ ہی کوئی تجہ باج  
اسے ہر کس کتیں سمجھا کون توں بول دکن کے بات مسوئیں کون کون بول

پہلے جن کے جنگ کا انداز ملا حظم ہو۔  
یہ ایک دو طرف فتنہ اٹھیا جاگ  
لی صر حال آگے آگے دھما دھما  
سلاح پوشا کی یوں کستی ہی لوجان  
دلیران کے دہی یوں تن پوجوشن  
موان چار آئینہ مسون مل دی یوں  
کھراستو ٹایم اپنی پانوں کوں کر  
نکل آئیکہ تازاں دو طرف مسون  
اول تند و پر پھکر کی جیون آئی  
دیر یوں دلیران ہاست میں ہاست  
لگے سٹنی سدا پر دوا سرکان  
ٹھٹھا ٹھٹھن دیکھ ہور سنکر کھٹا کھٹن  
کیا تیران مسوں ہور بھائیوں سون آگام  
بتی تیران سہی سینی کے سپران  
ہوا ایب مشفا مشف ہور نشافش  
اٹھی دو دھرتی جھکر کی سگ آگ  
صوہی دو دھرتی لٹ پٹ بلا دو  
مکر کیا قہر کے دریا پو موجان  
غضب کے آگ جیون کستی ہی ہر دشمن  
اکن پانی میں تے مکی اھی جیون  
دیا صحت ہو کر جیون سد سکندر  
صوہی آستے چھین کر اپنی صف کون  
اکن دین تیر کے لکر پانوں سگائی  
ملائی کر دھور شمشیر کے حیات  
کنکوریان پرستیں جیون چور سرکان  
نئی دانتان میں انگلی لڑ دھرت کھن  
کسی چھاتیان کی سب پٹیان کون پیغام  
بھجھو کر دھری سینی کے سپران  
زادہ کھابر ہو کر کیا غمش

تماشا رو برو آکھول کر آئنگے  
 تھک کی ٹیک چھالتے میں خنجر مار  
 مونس تیران رھی سوکھ دستیوں  
 دلیران تنکون لک تیران پیری سو  
 دھنک سول دس آیا دیوں ہر یک تیر  
 تیر ٹھیا سو ہر یک سیس کون چھو  
 پیری رگی کئی بھکری تلین اس  
 بھریا تھا سب صوار و خاں سول جان تان  
 دیا ہو کر ابلنی کون گلیا خون  
 صوار اسٹھا پر عالم تیا ٹھما  
 کیا چھپ کر دھلا ریکی تل آسمان  
 ندیکہ سک کر یقینہ صوار یو جنگ  
 بھیا جو مصر با نپر فتح کا باؤ  
 یکا یک مصر کے شہکی دلیران  
 پھرا بادین مک اس شہ کا سر بل  
 یکسے یکسے میں سون لکھیں جہانگہ  
 بلوکر کار سٹتی تھے دلاں بھار  
 عقبن کا ندھی لئی میں مونس نئی جیون  
 نظر تل سارسل ہو کر دسی دو  
 کر کیا قوس میں آیا اھی تیر  
 دسی یوں مغز کا جیون طھو بھرا مور  
 ریتی جو چوڑ کئی رگی تلین اس  
 وجودات تل زمین دستی نہ ہی کان  
 اجل کچھ کہ جا بیٹی پھرا مونس  
 چلیا دیکھ ہو کہ عزرائیل بسے زار  
 ہوئی غائب نظر میں سون چند بھان  
 دنیا جینی سون اپنی آئے ہی تنگ  
 کناہ کیوں لکھا مقصود کا ناؤ  
 ڈٹا کر دلیں جیون پٹی و شیران  
 سو پا ہی مصریان یکبار کی بل

خدائی فتح ایسا مصریان پاسے  
 جو دانگی شاہکون جیا پکر لیا سے

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے یورپ میں پہول بن کے تین نسخے ہیں ان میں جزئی اختلافات  
 اشعار کی کمی اور زیادتی تقدیم اور تاخیر بھی ہے۔ مثلاً جزئی اختلاف:۔

نسخہ ۱۲۱

ازل سبھی نہ تیرا کچ ہدایت  
ابہ بوجی نہ تیرا کچ ہدایت

نسخہ ۱۲۲

ازل کون نہیں سمجھ تیرا ہدایت  
ابہ کون فہم نہیں تیرا ہدایت

تیری تعریف کا انچا ہے پایا  
خدا قرآن میں مجھ کو سراہا

تیرا تعریف کرنے کس کو حد ہے  
تو ہی ارفاح آدم سو جو حد ہے

نہ تھا ثانی اسی دوسے زمیں پر  
سب اسکے ضبط میں تھا بحر مہر پر

نہ تھا ثانی اسی دوسے زمیں پر  
ہتی اسکی ضبط میں سب بحر مہر پر

رائل ایشیا تک سوسائٹی کا نسخہ انڈیا آفس کے نسخہ ۱۲۱ کے مطابق ہے۔ اشعار کا کٹ  
یشی ابتدا میں بہت کم ہے جس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ خانہ شومی پر نسخہ ۱۲۱ میں صرف  
چالیس شعر ہیں اس کے برخلاف نسخہ ۱۲۲ میں زیادہ اشعار ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل  
ہیں۔

کیا یو ابتدا دیکھ ماہ رجب

یو پھیلن تین مہنی لک لکایا  
مشقت سوں بھوشل لھو ہوئی پر

کنت میں آلی سو کیا بیت ن

اچھو شہ کون مبارک پھولین یو

انو پر بھی اچھو دا ایم مبارک

لکھنا ریکون جم بخشو سعادت

کمالیت کون پونچیا عید کون سب

پنم کا چاند مھو پورا تو آیا

کتک دکون دیا پوشک مھو تر

مھی ستر اسو پودویس چار بیتان

نظر میں جم اچھو شہ کی چمن یو

جو کو اس سب آکھا دھرتا مھی پارک

دیوی دا ایم پر نھار یکون راحت



مسلمانان سون یون امیدھی مج سخن دانان سون یون امیدھی مج  
 کرنیکی تو میرا یو پھولین سیر کھو یکبار، چھو کر عاقبت خیر  
 کیا میں ختم خاتم کی اسم سون  
 محمد مصطفیٰ موی العجم سون  
 اسکے برخلاف نسخہ نمبر (۱۲۲) میں حسب ذیل صرت چار شعر ہیں۔

کیا سو ابتدا دیک ماہ رجب کمالیت کون انیر یا عید کون سب  
 پہل بن تین مہنی لک سکایا پنم کا چاند ہو پورا تو آئے  
 مشقت سون بہت دل ہو ہوا پر سنگ دن کون دیا پوشک ہو تر  
 کیا میں ختم خاتم کی اسم سون  
 محمد مصطفیٰ موی العجم سون

ابتداء آئس کے دونوں نغوں میں جو سب سے بڑا اختلاف ہے اور جس سے دوسرے نغے  
 خالی ہیں وہ نمبر کے شادی کے حالات کی زیادتی ہے  
 دیگر تمام نغوں میں ذیل کے عنوان کا۔

جو ب نامہ شامان کا جو انیر یا لک اکیں اسے عنوان تے دونوں کے مشہرانیہ ہونے  
 اختتام اس شعر پر ہوتا ہے۔

عدالت کار کہ اپنی سبیں پر تاج فراغت سون سدا کرتا رہا راج  
 اس کے بعد مصنف اپنے متعلق بیان مشعر کرتا ہے اپنی مشنوی کے خوبوں کا اظہار  
 کرتا۔ اپنی غزل کا نمونہ پیش کرتا ہے اس بیان کے (۶۱) اشعار کے بعد مشنوی ختم ہو جاتی ہے۔  
 مگر نسخہ ۱۱۱ میں عنوان بالا کے بعد اسی سلسلہ میں (۳۴۱) شعر کا اضافہ ہوا ہے یہ اضافہ  
 ”عدالت کار کہ اپنی“ آج کے بعد ہوا ہے۔ اس کا لکھنے والا ابن قسطلانی نہیں ہے بلکہ ایک

دوسرا شخص ابن جعفر (محمد حیدر) ہے۔

اس کے متعلق کسی قدر تفصیل مناسب معلوم ہوتی ہے :-

جنوبی ہند میں کرپہ ایک شہر ہے جو کبھی سدھوٹ سے ہی موسوم تھا۔ یہاں کا قلعہ اور اس کے قلعہ دار جنوبی ہند کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

عبد اللہ قطب شاہ کے زمانہ میں کریم خاں یہاں کا جاگیردار مقرر ہوا۔ کریم خاں کے آباؤ اجداد بیجاپور کے امراء تھے۔ ان کا جد امجد اعلیٰ پہلول خاں ایک نامور شخص تھا۔ علی عادل شاہ ثانی (سلسلہ تانہ سلسلہ) کے زمانہ میں کریم خاں قطب شاہی اور اس کے دو بھائی اعظم خاں اور کریم خاں مغلیہ ملازمت میں داخل ہوئے۔ کریم خاں کے بعد اس کا فرزند نیک نام خاں اس کی جگہ مقرر ہوا اور اپنے دائرہ حکومت کو وسیع کر لیا۔ اس عرصہ میں عادل شاہی اور قطب شاہی سلطنتیں حکومت مغلیہ میں داخل ہو چکی تھیں۔ نیک نام خاں بھی فوت ہو گیا۔ عالمگیر کے بعد اس کے فرزندوں کی لڑائی میں کریم خاں اور اعظم خاں بھی مارے گئے۔ آخر میں مغلیہ حکومت کی جائے عبدالنبی خاں ولد کریم خاں سدھوٹ کا جاگیردار بنا یہ اور اس کے خاندان نے ۱۱۹۱ھ تک تقریباً ۱۵۰ سالہ حکومت کی عبدالنبی کے فرزند عبدالعزیز خان (متوفی ۱۱۵۵ھ) کے عہد میں اس کے رشتہ دار کریم خاں کے ایمانے محمد حیدر جو ابن جعفر سے موسوم ہے سمندر اور ہالیوں کی سٹا دی کے متعلق پہول بن میں اضافہ کیا ہے۔

ابن نشاطی کی اصل تعریف کے تقریباً ایک سو برس بعد اس کا تلمیذ ہوا ہے چونکہ قلعہ داران سدھوٹ کے مخطوطات کا علیحدہ ذکر کیا گیا ہے اس لئے یہاں مزید صراحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

افسوس ہے کہ یورپ کے کتب خانوں سے فائدہ سی کتاب موسومہ "بساتین" دستیاب نہیں ہوئی ورنہ مقابلہ پیش کیا جاسکتا۔

انڈیا آفس کا نسخہ (۷۱۳) بالتصویر ہے (۴۲) بہترین تصاویر ہیں جو ارٹ کے لحاظ

سے قبل تعریف کئے جاسکتے ہیں بعض کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) سلطان عبدالرشید قطب شاہ کی مجلس نشاط گرم ہوا اور سلطان ابن نشاطی سے مصروف کلام ہے۔

(۲) ابن نشاطی اپنے مکان میں مصروف کتابت ہے مکان سے ملحق باغ اور تالاب ہے ملازم دست بستہ استادہ ہیں۔

(۳) سلطان خاتہ باغ میں رونق افروز ہے بہترین باغ ہے۔ حوض میں فوارے چل رہے ہیں سلطان صاحبین سے ہم کلام ہے۔

(۴) مسجد میں چند نماز مصروف عبادت ہیں۔

کسی تصویر میں جنگ کا سا پیش کیا گیا ہے کسی میں بات کی۔ دانگی کا کسی میں نصیحت کسی میں محفل عقد کسی میں محفل نشاط کسی میں جنگل بیان کسی میں دریا سندھ غرض کہ یہ تصاویر بھی اپنے زمانہ کا تمدن اور معاشرت کا اچھا خاکہ پیش کرتی ہیں۔

**کلام پیر پور پور** ابن نشاطی کی ایک مثنوی دستیاب ہوتی ہے دوسری مثنوی طوطی نامہ کہی جاتی ہے ممکن ہے کوئی اور بھی تصنیف ہو مگر اب تک تو یہی دو معلوم ہیں۔ ان میں بھی ایک نایاب ہے۔

پہول بن میں صنائع و بدائع لفظی و معنوی کا استعمال بہت ہوا ہے ساری مثنوی مرصع ہے۔ اس کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس قدر کہ و کاوش کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ مصنف نے خود بیان کیا ہے علم معانی کے اصول کے موافق انتالیس قسم کی خوبیاں پیدا کی گئیں ہیں۔ مختلف واقعات کے جو منظر مثلاً چاندنی رات۔ نیند کی خوبی۔ اور فن شکار کی اصطلاحیں جنگ کے حالات۔ بزم کے واقعات وغیرہ جس خوبی اور عمدگی سے نظم کئے گئے ہیں وہ ابن نشاطی کے قادر الکلامی پر کافی دال ہیں۔

مثنوی کی زبان اور اس کا انداز بیان اس کی سادگی ہی قابل ستائش ہے غرض کہ اپنی

گو نہ گوں خوابوں کے لحاظ سے دکھنی مثنویوں میں اس کا خاص درجہ ہے۔

جیہ کہ بیان کیا گیا ہے ابن نشاطی غزل گو شاعر نہیں تھا مگر اس نے اپنے قادر الکلامی کے لئے ایک غزل ہی کہی ہے جو پہول بن میں شامل ہے اس کو بھی پیش کر دیا جاتا ہے

اے تازہ چمن پیوستہ میرا	شگفتہ سے سدا نگہ مستہ میرا
لطافت ہیں ہے عیوں خواباں کی ابرو	ہر یک مصرع جو ہے برجستہ میرا
دیا ہے جگہ کول رونق کی طرف لے	مے و باز جو دورستہ میرا
بہشتوں جگر کہا کر ہوا کل	کلی منی جو تھا دل بستہ میرا
کرم سوں حق کی پایا کج راحت	فلک سوں تھا جو خاطر خستہ میرا

پہول بن کے متعدد نسخے یہاں پاسے جاتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ نواب  
سالار جنگ بہادر اور آغا حیدر حسین صاحب کے پاس نسخے موجود ہیں۔

## ”قصہ بہرام و گل اندام“

اسثنوی کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں موجود ہے نمبر ۱۵۹۰-۱۵۹۱ ڈیوش۔ ورق (۳۵) سطر (۱۷) سائز ۸ ۱/۲ x ۱۲ ۱/۲ خط نستعلیق کاتب سید مظفر۔  
 علوم صارت کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”قصہ بہرام اور گل اندام ایک دکنی ثنوی مصنف جعی مصنف کے  
 متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں صرف سنہ تصنیف واضح ہوتا ہے  
 جو ۱۸۵۱ء ہے ثنوی سلطان ابوالحسن آخری بادشاہ قطب شاہی  
 کے نام پر معنون ہے“

اسپرنگر کی صراحت حسب ذیل ہے۔

”۱۸۵۱ء۔ ایک قصہ (۱۳۴) ابیات پر جس کے اختتام پر بیان کیا  
 گیا ہے کہ قصہ چالیس دن میں ۱۸۵۱ء میں منظر کیا گیا اور شاہ راجو  
 حسینی کے نام معنون کیا گیا ہے“

اسٹوارٹ کی فہرست میں یہ کتاب شامل ہے اس سے جعی کے متعلق کوئی تفصیل نہیں کی  
 صرف سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں تصنیف ہونے کا ذکر کرتے ہوئے اس کو فارسی سے  
 ترجمہ کرنے کا اظہار کیا ہے۔ ڈی۔ ہاسی سے جعی کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس ثنوی کی تصنیف جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۱۸۵۱ء میں ہوئی ہے جعی نے خود اس کی  
 صراحت کی ہے :-

کیا ہوں میں چالیس دن میں کتاب      بہت فکر کرات دن بے حساب  
 پوتا نہ پڑیں گے تو بہر خدا      پڑو فاسخ نام نیکہ مرا

گنابیت بیتان کو میں اک جو دل ہزار اور ہے زمین سو پر چہل  
 اٹھا سال تاریخ کا خوب نیک سنہ یکہزار اور ہشتاد یک  
 یونانی کو طبعی کیا ہے تمام  
 بحق محمد علیہ السلام

طبعی سلطان عبدالعزیز قطب شاہ کے آخری دور کا شاعر ہے، اپنے خاص دکھنی ہونے کا بوجھ  
 اظہار کیا ہے یہ نہ صرف شاعر بلکہ بلند پایہ مصنف بھی تھا اس کی مثنوی ہی اس کے سلیقہ مندی اور  
 علمی قابلیت کی بین شاہد ہے وہ اپنے شاعری کی خوبیوں کا خود معترف ہے اپنے معترفین پر غرور  
 سے سخت چٹیں کرتا ہے۔ مگر اسی کے ساتھ وہ اپنے پیش رو شعراء کی تعریف بھی کرتا ہے ان کے  
 کمال کا قائل ہے۔

معلوم ہوتا ہے طبعی ابوالحسن تانا شاہ کا دربار ہی شاعر تھا وہ جگہ جگہ اپنے بادشاہ کی تعریف  
 کرتا ہے۔ وہ شاہ راجہ حسین کا بھی معقد ہے بلکہ ممکن ہے ان کا مرید ہو۔ اس کو اپنے مرشد کے  
 دلی عقیدت ہے۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد منقبت حضرت علی کی مدح پھر حضرت شاہ راجہ  
 اس کے بعد سلطان ابوالحسن تانا شاہ کی تعریف۔ پھر اپنے مثنوی کی تعریف اور خود شاکش کرنے  
 کے بعد اصل قصہ شروع کرتا ہے۔

ہرام کی پیدائش سے قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس کا پیدا ہونا۔ بڑا ہونا۔ تعلیم پانا۔ گورخ کے  
 سچے نکل پڑنا۔ جوان ہونا بادشاہت۔ حکمرانی۔ فتوحات تمام امور کا اظہار ہے۔ چونکہ ہرام کا قصہ  
 عام طور پر مشہور ہے اس لئے قصہ کی پوری صراحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔  
 نوہ کلام

الہی یو طبعی تیرا داس ہے دے ایمان اسکو ترا اس ہے

ابھی بچکا منجی تاب دی      میری حبیب کی تشنگوں اب دی  
ابھی منجی میتی بات دی      طبیعت کی راتوں کو تاباں دی

محمد نبی تو خدا کا رسول      یو پیغمبران باغ سے تون سو پہول  
خدا کی کیا تنجکوں اپنا حبیب      یو منصب نہیں صحر کیوں نصیب  
سہا تا ہر مرد نبوت تجھی      یو دولت ہوا سے عنایت تجھی  
علی یا دلی توں سے شیر خدا      کہ تج پر تھی سے جو میرا خدا  
قلط نہیں سسپا توں علی ولی      تیری شان میں سے یو ناد علی

دلی توں پر اسے لکر شاہ راہو      چلا آیا سے شد تیری کھر شاہ راہو  
اچھیں کا قی منگی دن رو سفید      تیرا ہوں دیکھیا سو کھر شاہ راہو  
فلک پر تون ارتا سے شہا ز تہن      کرامت کی لاشاہ اپر شاہ راہو

خدا پاس اچا صحت کرتا سے طبعی      دعا تنجکوں شام و سحر شاہ راہو

کلیا میں جو یو سنوی بولتی      یو موتیاں بچھل دال یوں رولتی  
یو وہی میری خواب میں آیکر      مکہ اپنا سو بچ تا د دکھلا یکر  
سراسر دنیا جون میری سنوی      کیا بات طبعی سے تیری نوی  
صو خوشحال سن کر یو باتان میری      اپسکی لی عاتان نہیں ہاتان میری  
پری پیار سون اپنا یو مثل      ستیا سو پریا خواب تھی میں اپھل

روایت کیا راوی نیک نام  
اتہا روم کی شہر میں بادشاہ  
ادشاہ بہوت مقبول عاقل اتہا  
بہوت فکر سون یو حکایت تمام  
کہ سردار ایسی بہوت تھی حور سپاہ  
سخی حور فاضل او کا مل اتہا

سوالاک تھی اسکوں ترک غلام  
جو بخشی غلامان سوالاک تھی  
اگرچہ ادشاہ جہان گیر تھا  
اسی غم سون دن رات رونا اچھی  
قضا فی بکا ایک جبار فی  
حرم میں دیا حل ایک تار کون  
جو الماس تہا تنک انکا تمام  
اونیلیم کی تیون حسن میں پاک تھی  
نہیں تھے کہ فرزند دگلیر تھا  
جہم اپنا دکیں کھو تا اچھی  
نظر کھول دیکھا سو کرتار لی  
کیا شکر ادشاہ کرتار کون

حکایت سنو مشوق تی دوتان  
تراتی حور بھرام جنگل پکر  
خبر کج ندھر ہوک سو پیاس کا  
ادمیرات اٹکر پلا فی کلیا  
کلیا روئے شاہ فی زار زار  
کہ مھے یو گلستان حور پوتان  
کلیا بات طینی کون شام و سحر  
خبر کج ندھر سال حور ماس کا  
کہ چو میں سٹھی ٹکلا فی کلیا  
کلا ندام یاد کر کر پچھا

نول شاہ بہرام خوشحال ہو  
پر یا مانکی حور باپ کے پاؤں جا  
دیکھی جو بکھڑا باپ فرزند کون  
اٹھالی بد آ حور سپار دباپ  
کہ جون پہول مالی من مال ہو  
کل اندام کون لاکو قدماں پو با  
سنی سوں نکالی اچا چو تیون  
اتہا تھند فی حور اسی بہوت تاب



کیتک دیس یحیٰ زاکو شوروا  
 ہوا شاہ بہرام تی بادشاہ  
 کیا ہوں میں چالیس دن میں کتاب  
 بہوت نکر کر رات دن لے حساب  
 یونام پر نیکی تو بہر خدا  
 پرو فاسقہ نام لیکر میرا  
 کینا پیت میتا نکوں میں ترک عودل  
 ہزار اور مے تین سو پر چہل  
 اتہا سال تاریخ کا خوب نیک  
 سستہ پکھزار اور ہشتاد ایک  
 یونامیکوں طبعی کیا مے تمام  
 بحق محمد علیہ السلام

بہرام کے متعلق بیجا پور میں دو مثنویاں لکھی گئی ہیں جو اس سے قدیم ہیں ایک کا مصنف  
 امین اور دولت ہے دوسری کا ملک خوشنود۔ طبعی کی مثنوی ان دونوں سے فوقیت رکھتی  
 ہے۔ طبعی کا قصہ شاید فارسی قصوں کی تقلید نہیں معلوم ہوتی ہے بلکہ اس کی اصلی تصنیف  
 معلوم ہوتی ہے۔ اس سے شاعر کی اعلیٰ شخصیت کا بخوبی اظہار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ترجمہ کی  
 خوبی یہی ہے کہ ترجمہ ترجمہ معلوم نہ ہو بلکہ اصل تصنیف معلوم ہو۔ یہ خوبی زمین اور ملک خوشنود  
 کی مثنویوں کو حاصل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ زبان اور نظر زبان کے لحاظ سے بھی اس  
 کو ان دونوں پر فوقیت دی جاسکتی ہے۔ ذیل میں اس کا مقابلہ ان دونوں سے کیا  
 جاتا ہے۔

امین

طبعی

ایہی یو طبعی تیرا داس ہے  
 کیا حمد اور نعت کون مختصر  
 دے ایمان اسکوں تر آس ہے  
 نہیں میں کیا طول یہ سیر  
 ایہی بچن کا منجے تاب دے  
 یکا یک میرے دل پر کیا خیال  
 میرے حبیب کی تیغ کون تاب دے  
 قصا یک کہل میں مقیم مثال  
 ایہی بچن کا پلا منجے مشراب  
 زبان پر بچن خوب آتا چلا  
 کہ بولوں ہر ایک بات جوں آفتاب  
 یو مضمون تو شستر ہوتا چلا

## گل اندام کی تعریف

## بانو حسن کی تعریف

اوزلقان دلاں کو ہندو لے لے اہیں  
 غلط میں کیا دوست پو لے اہیں  
 بہوان باگ تک ہو رانگیاں ہرن  
 کہ او مہتی ہے عجب من ہرن  
 او گالان کی سرچی سولائے میں نہیں  
 او بالان کی خوشبو ہی بالے میں نہیں  
 دے پھول دے سینوئی کے دوکان  
 چنے کی کلی ناک سے دربان  
 عجائب او چاہ نہ خدان سے  
 کہ غرق اس میں دین ایمان سے  
 دو جون مسو چلی کے دوہات میں  
 جو امریت پھل چپ ہے پات میں  
 اتھا پیٹ جو آرسی ناد صاف  
 کہوں کیا جھکتا اتھا جیوں شفاف

عجب میں پر اس بنے بال تھے  
 بچنگ ستاغ مندل پر کہواں تھے  
 جبین دیکھ اس کی چھپے آفتاب  
 لے کہہ پر اس کے دین کا نقاب  
 بہوان پر اسی کے نظر کر ہلال  
 کیا تن کوں لاغرا پس کے کمال  
 تین دیکھ آہو پریشان ہو  
 چمن بیج نرگس سو حیران ہو  
 عجب اسکی آنکھوں میں ڈوے تھے لال  
 بچن میں کارن بتائی جو چال  
 دو گالان صفا کی شنا کی نہ جائے  
 دیکھت آشنا اس کے شکریاے  
 یہ خال نادر تھا اسکی گال پر  
 بہور ہو کے بیٹھا ہے گل لال پر  
 دولب آب جواں لبریز تھے  
 کہ با شہد شکر مون آمیز تھے  
 اٹھے دانت کھ بیج ہیرے جڑے  
 دہن کے صدف بیج موتی جڑے

امین

جہاں وہ خوشی ساتھ ہنس بولتی  
 گلال اور موتیاں گئی بروقتی  
 سینہ پر دو پستان اتار تھے  
 یاد و برج مشکیں تاتار تھے  
 مشکم موج دریا سے سیاب ہے  
 اے نان تس بچ کر قاب ہے  
 چرن دیکھ چنیا کھلا باغ باغ  
 وہ بخ ویکھ لا ہوا داغ داغ

اس کے بعد طبعی کا مقابلہ ملک خوشنود کی ہشت بہشت سے ہی مناسب ہے مگر چونکہ  
 ملک خوشنود کی مثنوی تمام تر خسرو کا ترجمہ ہے اس لئے صرف ایسا کلام پیش کیا جاتا ہے  
 جو دونوں کے ذاتی خیالات ہو سکتے ہیں۔

ابو الحسن تانا شاہ کی سچ اور طبعی	محمد عادل شاہ کی سچ اور ملک خوشنود
مشہد ابو الحسن سچ توں شاہ و کھن	توں سلطان محمد شاہ قباچی
تجے شاہ راجو مدد ابو الحسن	جہان کوں شاہ سوں ہے سر فرازی
دیا ہے خدا پاؤں شاہی تجھے	سخی عادل بہادر نوجوان ہے
سہاتا ہے ظل الہی تجھے	قوی طالع لکھیں درجی ترکمان ہے
شہنشاہ توں آج دن سور ہے	نبی کے لطف کا دل ہے خزیانا
ترے پر تے شاہان پلا دور ہے	انگوٹی تو فلک چندر نگینا

طبعی راحت میں جیون سور چند رہی توں  
کوی تانی سکندریا کج جم سے  
صلایت مئے جیون سکندریا توں  
میں مشاہد کی جس کے دسوں نم سے  
ترا نام کا قطب تارا دے  
دیکھت شمشیر ہو پیش کی ہانکان  
ترا پردہ مادی پھر ارا دے  
دل و جان تے اپنے لے بادشاہ  
بھاڑاں ہو کر ہوتی ہیں بھانکان  
یہ عالم کتے تنجکوں عالم پناہ  
گلن کا توپ نیزے سون کیا ہے  
یقین ہے سخاوت کی تو کھان کا  
کرن سوچ کا لے پریم کیا ہے  
کرے جب مشاہ تیر اندازی ہنر کا  
بھکاری ہے حاتم تیری وان کا  
گلنک تس بھال سوں ہوئے چند کا  
عدالت میں داخل ہے توں مشر جو  
فک چند رہتا ہے جہاں لک  
جہاں میں بادشاہی کرتاں لک  
خضر کا دے الہی زندگانی  
بجئے دشمن میں توں کر آج فانی  
تیرے گھر میں دن رات رگڑاگ ہے  
فلک چند رہتا ہے جہاں لک  
مشہد توں راجا ہے چھتر پی  
جوانی کیا کا پاک اکسیر  
گلن تیرے دربار کا ہے ہتی

دکھا کر قدم اپنے دل مشاہد کر  
ملک خوشنود ہوتی صاگ دیا  
یہ غم دل تے طبعی کے برابر کر  
ایس کے تانو کا تاریخ پولیا

یہ نام اور گل رائے نام ایک فارسی مشنوی برٹش میوزیم میں ہے جس کا مصنف کلاہیہ ہے۔  
طبعی کے کلام کا نو گز چکا مشنوی میں اس کا زور سیاں واضح ہو گیا خوش نصیبی سے طبعی

کی غزلیں بھی موجود ہیں جو اسی شنوئی میں لکھی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔  
 شہنشاہ کون تسلیم کر کے اول کیا شاہ بہرام فی یوغزل

تیری حالت میں شاہجم جام اچھو  
 ہمیشہ بغل میں دلارام اچھو  
 جگت کی شہبانیوں توں اپنیک نام  
 کہ دشمن تیرے سویر نام اچھو  
 چند رسور کی جام تی آسمان  
 تجلی غسل کر نیکون حمام اچھو  
 اچھو سب سلامت عزیزان تیری  
 جہاں تک عدو صین ہو کم نام اچھو  
 اچھو تک کنگن صورت زمین پر قرار

تیری پک پو قربان بہرام اچھو  
 میری شہرتی یار خاطر کیا  
 برہمن صورت مار خاطر کیا  
 پیانی تی دل کا ہو کہوت کر  
 میں او یار خون خوار خاطر کیا  
 یو دریا سنی غم کی ای دوستان  
 میں اس در شہو یار خاطر کیا  
 کلا نام بن کوئی غم خواہ نہیں  
 میں او یار غم خوار خاطر کیا  
 میری باپ کون بولای یاد تون  
 کہ بہرام دیدار خاطر کیا

طبعی کے کلام چب ہم تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے یہ ایک گہنہ مشق اور  
 بلند پایہ شعر تھا اس کی تصنیف اس کی قابلیت کی اعلیٰ شاہد ہے۔  
 قصہ کی ترتیب اور تسلسل طرز بیان کی جدت اور خوبی قابل ستائش ہے اس کی شنوئی  
 نہ صرف ایک قصہ اور داستان کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ ایک علمی اور سائنسی کتاب معلوم  
 ہوتی ہے۔ اس کی شنوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طبیعت کا بڑا باضبط آدمی تھا اور باقاعدگی  
 اس کی طبیعت میں داخل تھی جہاں تک بچہ معلوم ہو رہا ہے اس کے لئے بہت کم پائے جاتے ہیں۔

## قصہ ابو شحمہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (بوم حارث نمبر ۱۷) ورق ۲۹ سائز ۶ ۱/۲ x ۴ ۱/۲ لم سطر ۱۱ خط نسخ۔

اس کے متعلق بوم حارث کی صراحت حسب ذیل ہے۔

”ابو شحمہ ابن عمر بن خطاب کا افسانہ آمیز قصہ کہنی زبان میں مصنف امین  
یہ قصہ فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے جو مصنف نے اپنی سولہ سالہ  
عمر میں زبانہ ابو الحسن (آخری بادشاہ گولکنڈہ) لکھا تھا اس کی تصنیف  
رجب سنہ ۱۰۱۹ میں ہوئی ہے۔ ابتدا میں حمد و نعت اور شیخ عبدالقادر  
جیلانی کی مدح ہے۔“

اس پر نگر اور اسٹوارٹ کے کٹیلداگوں میں یہ شریک نہیں ہے ڈی ماسی نے بھی  
کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

بوم حارث کی اس رائے سے مجھے اتفاق نہیں ہے کہ اس کا ترجمہ امین نے کیا ہے  
جس کو اول اس نے فارسی میں نظم کیا تھا۔

فارسی قصہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں مرتب ہوا ہے۔ اس وقت مصنف کی  
عمر سولہ سال کی تھی اس فارسی کے کئی برس بعد ایک دوسرے شخص نے اس کو کہنی نظم  
کا جامہ پہنایا ہے۔

جیسا کہ بوم حارث نے لکھا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۰۱۹ میں ہوئی ہے جس کی صراحت  
غوث مصنف نے کر دی ہے۔

ہزار ایک برس صوفیہ سال میں رجب کی استاد بیس دین رات میں

کہ توفیق خدا نے مجھے جب دیا تہاں یہ قصا میں مرتب کیا  
 اتین کے نام واسے گوگنڈہ اریجیب پور میں متعدد شعراء گزریے ہیں۔ اصل قصہ ابو شحمہ کا  
 مصنف وہ مشہور اور معروف امین ہے جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں تھا اس کا  
 ترجمہ ایک دوسرے امین نے سلطان ابوالحسن کے زمانہ میں کیا ہے۔ اس امین کے  
 متعلق ہمیں کچھ معلومات حاصل نہیں ہیں۔ مثنوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اسکا مصنف  
 خواجہ بندہ نواز کا بڑا معتقد تھا اور اس کو سلطان کا تقرب ہی حاصل تھا۔

حسب رواج اول حمد و نعت ہے اس کے بعد غلطے راشدین کی شہادت اس کے  
 بعد سید محمد حسینی گیسو دراز کی تعریف پہر سلطان عبداللہ کی مدح پہر سخن کی تعریف اسی کے ساتھ  
 قصہ کا آغاز ہو گیا ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے :-

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ابو شحمہ نہایت جلیل تھے اور اسی کے ساتھ خوش آواز بھی۔  
 ان وجہ سے عمرؓ ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ بیمار ہوئے زندگی سے ناامیدی  
 ہو گئی حضرت عمرؓ نے دعا کی اور منت مانی اگر ان کو صحت ہو جائے تو مرقد مقدس پاس ان  
 سے قرآن خوانی کرائیں گے۔ اس منت کے بعد ان کو صحت ہو گئی حسب منت روح مبارک  
 میں قرآن پڑھا۔ گرمی زیادہ تھی ابو شحمہ کو تکلیف ہوئی تبدیل ہوا کہ لئے رہا نہ ہوئے راستہ  
 میں ایک شہر میں گزر ہوا ان کی حالت خراب اور شستہ دیکھ کر ایک شخص نے ان کو جگر شراب  
 پلا دی۔ شراب کے نشہ میں یہ ایک باغ میں آئے جہاں سوائے ایک خاتون کے کوئی نہ  
 تھا۔ یہ جبراً اس سے ہم بستر ہوئے جب نشہ اتری اپنے گناہوں پر سخت نادم ہوئے اور شب و  
 روز اپنے جرم پر توبہ و استغفار کرنے لگے۔ ایک مدت کے بعد اس عورت کو لڑکا تولد ہوا جب  
 اس کے تبدیلہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اوہوں نے حضرت عمرؓ کو آگاہ کرنا ضروری خیال کیا  
 اس عورت کو لڑکے سمیت ان کے پاس لائے اور دادخواہی کی۔ ابو شحمہ کو طلب کیا انہوں نے  
 جرم کا اقبال کیا پورے حالات بیان کئے۔

اب حضرت عمرؓ نے بموجب شرع حد کا حکم جاری کیا۔ آپ کے جواب میں سزا شروع ہوئی آخر آثارِ تعزیر میں وہ رحلت کر گئے دفن کے دوسرے دن حضرت علیؓ نے ان کو خواب میں دیکھا تو جنت میں پایا اس واقعہ کو آپ نے حضرت عمرؓ سے بیان کیا وہ مسن کر خوش ہوئے۔

تاریخی حیثیت سے اس کو کچھ مسرد کار نہیں ہے بلکہ صرف فسانہ ہی ہے حمید (۲۲) شعر میں تیرہ شعر میں نعت بیان کیا ہے بنقبت میں سولہ شعر ہیں۔ حضرت گیبو درازؒ کی شان میں دس شعر اس کے بعد بادشاہ کی مرع ہے۔  
کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

ابھی میرے دل میں یوں گیان لے	ہمیشہ تون منج میں تیرا دیوان دے
منج بن منجہ کوے اوجھار ہے	ہمیشہ تیرا ذکر منجہ یاد ہے
میں توفیق نکلتا ہوں تیر کئی	ذکر مود عبارت دی میری منی
تیرا ذکر دایم میں کرتا اچھون	تیری نانو کا ورد پرتا اچھون
تون نصرت دی پوچھوں کفار پر	کردن صفت تیرا میں اشکال پر
کھوں یک قصہ میں عجب بی نظیر	تون ہو اس قصی پہنچی دستگیر

اس کے بعد حمد کے مزید (۱۶) شعر ہیں اس کے بعد

محمد دو نو جگہیں سلطان ہے	تون ساری نبیان کا سوا بیان ہے
کہ جتنی بھی ہو رو لیا نہیں ادل	سوا یا دیا نہیں کسی میں فضل
خدا فی بڑی دیا ہی اوسی	یہ بھی ایسی بڑی دیا نہیں کسی

اس کے بعد مزید (۱۱) شعر ہیں اس کے بعد خلفائے راشدین کی اوہ فاطمہ زہراؑ امام حسینؑ کی مرع ہے جس کے کل (۱۶) شعر ہیں۔ پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

محمد کی بعد از ابو بکر مہی      سب تو نہیں شرف کے ہون شکر ہے



خدا کی اونکوں صحیفہ دیا بھی بعد از نبی کی خلیفہ کیا  
عمر ابن خطاب عادل اسی کہ سب عادلان میں لوفاضل اے  
حضرت کیسہ دراز کی برج۔

ہی ساری دیباہیں توں بندی نواز محمد حسینے ہی کیسہ دراز  
کہ ساری دیباہیں توں ہی دستگیر تیری سب کراتی منیر و کبیر  
کہ ساری دیباہیں توں ہے امام تو ہی پیر کر مانتی ہیں تمام  
اس کے بعد اور سات شعریں اور اسی کے ساتھ ہی ہا کسی عنوان کے رکھ کر مندرجہ  
مصرعیات عنوانات کے ساتھ ہیں (یع بادشاہ اس طرح شروع ہوتی ہے۔

حسن شاہ عبداللہ اتفاق گیر کہ ساری شہنائیں توں ہے کبیر  
توں میں گیاں دیتا ہے عادی نزل خدائی دیا سچ معانی فضل  
تیرا نام شاہنائیں مہور ہے تیرا کھرک ساریا نہیں شہور ہے  
تیری چھان تو تل خلق آرام ہے تیرا ملک تجھ کوں سر انجام ہے

سزاوار اس شاہ کون پر صفت تیری کفر مہور دین کالی مدت  
اکرچہ یونانہ سینکی جو شاہ تو مقبول ہوئی خلق میں یو نصا  
امید ہی جو جھکوں کری سچہ قبول زبردت محمد و آل رسول  
ہو اکن غیکوں تی یور دشمن تمام دنیا نکا یو میدان گلشن تمام  
در بیان سخن لطافت گوید۔

دنیا میں زبرد کی سخن کون اے سخن تی زبرد کی لہجہ کون اسی  
سخن تی ہوئی اوہ فاضل لہجہ سخن جس میں ہی سوا کمال ہے  
نزد اشعار کے بعد کہتا ہے۔

کیا ہوں جمع سب میں وضاح منی  
دیا ہوں یونانہ عاقلان کی کفنی  
اگر کوئی عاقل پر ہی حبیب اوسے  
تو سپر پوش ہو تم اگر حبیب اچھے

امید ہی میرا اس خدا کی اوپر  
کہ جا کا ہوی تجھ کوں جنت بہتر  
اس کے بعد بلا کسی عنوان وغیرہ کے قصہ شروع کر دیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

سنیا ہوں کتا بائیں نہایت خبر  
میں احمد کی بعد از روایت دیکر  
کہ بھی نام انکا دنیا نکون پناہ  
جو کوئی قانون یہ تو جاو ہی کناہ  
اگر ہوی نیکیا کرم جس اوپر  
خدا کا پی رحمت ہوی اس اوپر  
ایا بکر بعد از غلہ فست کیا  
اوساری غلہ پر عدالت کیا  
عمر ابن خطاب عادل ہوی  
کہ سب عادلان میں اور فاضل ہوی  
ولیکن او نہ تھی مدینی بہتر  
اٹھی چونکہ صاحب خذینی اوپر  
ہو ادین ایسا کماست میں  
و جو تھی نیکی عدالت میں  
کہ اس وقت اصحاب ایسی اتھی  
زبانوں ذکر اوسو کرتی اتھی  
عبادت میں سب عیوب و ہر تھی  
عمر کون جو اس وقت فرزند یک  
خدا فی دیا تھا او دلبر ایک  
اتھا حسن میں چونکہ واقاب  
کہ روشن ہوا استی یہ ما مقاب  
عجب خوبصورت او دلدار تھا  
عمر کا جو اسپر برا پیار تھا  
اپو شحمہ سرتانوں اسکا رکھی  
دنیاں میں نہیں کوئی ویسا رکھے

مجاہلی جتی تھی سو د لگیر ہو  
کہ مشحمہ کون بخشو تیں پیار کر  
عمر کون کئی عرض تقصیر  
وکر میں تو مناسبتوار کر

کہ شمع بدل سبکوں مارو تیں  
اس مشکل مستی بھار کا پرو تیں  
اچھا مایا نکون سچا کو بولی عمر  
شہریت کی باتا نکون کھولی عمر  
اچھا بی جتی تھی اپن ٹھہار ٹھہار  
بھی روتی لگی سب وصال ڈار ڈار

خلق سب خدا سون مناجات کر  
منکی سب دعا شحمہ کی ذات پر  
اتھی خلق عالم اسی مشور میں  
لیجا کر کھی شحمہ کون کور میں  
اوی رات دیکھی جو حید فی خواب  
بھی بولی او جا کی عمر سون مشتاب  
دیکھا خواب میں آجکے رات کون  
اتھی شحمہ حضرت کی سنکات یون  
اوپنی تھی کپڑے عجیب خوبسی  
اودستی تھی خوبونکی محبوب سے

اسی سلسلہ میں شروع کرتا ہے۔

نظم بھوت خوشتر عجیب خوبسی  
قصیا نہیں یو قصا بھوت پر دیکھے  
کہ یو بات سنکر جتی خاص و عام  
او آمین بولی سون فی تمام  
اس کے بعد دنیا کی بے ثباتی بیان کی ہے اور خدا کے خوف سے ڈرتا ہے اور پھر  
کیا صون قصا میں عجیب طور میں  
کیا یو قصا ۲ جگی دور میں  
یو دل دھو تون اپنا خرابات سون  
بھی چپ رہ تون بعضی خیالات سون  
اتھا دان عمل یو قصا نار سسی  
نظم خوشش دعا دیکھا صی آر سسی  
سمایا پس میں جو صیک کے سلسر  
تو اکت لطافت میں صی خوشش نکار  
یو تصنیف نصیحت صی اللہ کا  
کسی سودت پاسی اللہ کا  
تخلص انوکا جو نامی اے  
یونامیں تخلص کر آمین ہے  
پر دتی اتھی دور یو اسوقت پر  
اتھی انکی سولابرس کا عمر

یو دکنی صدق سون اپنی ہو غواص      نیکالی یو موتیان عجیب نیک خاص  
 دیکھیا میں قصا یو لطافت بھریا      لطافت بھریا ہو زراکت بھریا  
 مشکربو میں کرتا خون اس بات تی      قصہ یو پورا صوی میری ہانت تے

خدا دت منجہ ہدایت صوا      بڑی فکر سوں میں مرتب کیا  
 وزنکا ترانہ میری ہانت میں      دھی فکر دکنی میری ذات میں

اول میں فکر کون میرا یا کر      پرویا چواھر کون میں ہار کر  
 ہزار ایک برس ہو نو سال میں      جب کی ستاویس دیں رات میں

کہ تو فیق خدائی منجی جب دیا      تنان یو قصا میں مرتب کیا  
 یو بیتیان چوچھی سوا پر سات کر      پرویا ہوں موتی نمونہ دانکر  
 اگر کوئی پر نیکی اپس پیار کر      رکھینکی کلی میں اپس ہار کر  
 اعلیٰ یا مرزبان ہر سر مرا      مصنف ادقاری نو پسندہ مرا  
 تمت تمام شد قصہ ابو مشحمہ

در مقام سترنگ پٹن

اس صراحت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کتاب امین نے عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں  
 لکھی تھی اور نے اس کو مشتمل میں ترجمہ کیا ہے۔

یورپ میں اس کا کوئی دوسرا نسخہ نہیں ہے اسلئے اختلافات ظاہر کرنے کا موقع نہیں اور نہ  
 اصل فارسی قصہ دستیاب ہوا اسلئے تقابل ہی نہیں کیا جاسکتا۔  
 اس مثنوی کا ایک نسخہ ہمارے خاندانی کتب خانہ میں ہے۔

## قصہ حسینی

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

(بلوم حارث نمبر ۳۱۱۲) (دوق ۷۹) (سطر ۱۶) خط تعلیق۔  
بلوم حارث کی صراحت۔

”امام حسین کے حالات اور جنگ کا بیان ابتدا میں حمد و نعت  
خلفاء راشدین کی منقبت، شیخ عبدالقادر جیلانی اور محمد بن گیسو وراڑ  
کی مدح ہے۔ مصنف مزید تاریخ تصنیف ۱۱۹۰ھ“

اسپرنگر، اسٹوارٹ، ڈی۔ ٹاسی کسی نے ہی اس مثنوی کے مطلق کوئی صراحت نہیں کی  
ہے۔ کیونکہ ان کی فہرست میں یہ شریک نہیں ہے۔ اور پہلے بلوم حارث نے ہی صحیح حالات  
نہیں لکھے مثنوی کا نام نہیں لکھا مصنف اور تاریخ تصنیف کی جو وضاحت کی گئی ہے وہ بھی  
صحیح طلب ہے۔

میری تحقیقات سے اس مثنوی کا نام قصہ حسینی ہے جیسا کہ خود مثنوی کے اشعار سے ظاہر  
ہو سکتا ہے۔

دہرون نام قصہ حسینی لکھ بھی کہ کوئی ایسا نکتہ لکھ  
(ص ۷۹ ب)

قصیان میں قصایو اسے آبدار حسینے قصہ یو اسے آبدار  
بلوم حارث نے جس شعر سے ۱۱۹۰ھ اخذ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس شعر سے  
صاف طور پر ۱۱۹۰ھ ظاہر ہوتا ہے۔

تھے ہجرت نو دہ ہزار ایک سنہ گذر کے نبی ما قفا صور رصہ  
(ص ۷۹ ب)

علاوہ ازیں زبان کے لحاظ سے بھی یہ گیارہویں صدی ہجری کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔  
مصنف کے متعلق بوم عمارت نے جن اشعار سے عزیز خیال کیا ہے وہ حسبِ ذیل ہیں۔  
سنو اے عزیزان قصہ دلیذیر      قصے میں قصہ بھی کہوں بے نظیر  
(صفحہ ۱۰۸)

عزیزان سنو کمان سوکان دھر      حسن شہر کا قصہ دھیان دھر  
(صفحہ ۱۰۸)

عزیزان سنو بات دل و جان سو      کہوں بات سناچے میں ایمان سون  
(صفحہ ۱۰۸)

نہ رہنا کفر میں اتنا اے عزیز      یا ایمان سنگل یو چلو با تمیز  
(صفحہ ۱۰۸)

میری رائے میں یہ صحیح نہیں ہے یہاں عزیز سے مصنف اپنی طرف اشارہ نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ  
مخاطب کر رہا ہے اس کے برخلاف میں اس کو "خواص" کی تصنیف قرار دیتا ہوں بہت ممکن  
ہے خواص علی نام اور خواص تخلص ہو اس کے ثبوت میں حسبِ ذیل اشعار دیکھو۔

سینا کان دھر جب بچن خواص یو      سدرن کر کھیا یوں نیت داس ہو  
(صفحہ ۱۰۸)

ہو دین خواص جو رھام کون نام یو      رھیں بعد میرے میرا نام یو  
(صفحہ ۱۰۸)

اے یاران سنو بھی علی خواص کے      کیا صفت جب میں ایسی ذات کے  
(صفحہ ۱۰۸)

امید میں دھرون یوں خدا پاس یو      دیدار مجھ کوں کر میں خواص او  
(صفحہ ۱۰۸)

دیکھیں بھی چرن پاس ہی خواص کے گل نام تازک مشک پاس کے  
(صفحہ ۱۰۸)

جگت خواص ہو عام کون مشا و کر اویسہ سب کا پر باد کہ  
(صفحہ ۱۰۸)

اس پر نگرنے عیار الشعراء کے حوالہ سے ایک کہنی شاعر خاص کا ذکر کیا ہے ممکن ہے وہ  
یہی ہو جس طرح خواص کو خواص کہا ہے اسی طرح ممکن ہے خواص کو خواص کا ظاہر کیا ہو۔  
اگرچہ کہنی تذکروں میں بھی ان کا نام نہیں ہے مگر یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں کیونکہ اسی  
عہد کے اور میوں شعراء جن کا کام موجود ہے تذکروں میں پتہ نہیں ہے بہر حال میری  
اس نے یہ ہے کہ قصے حسینی کا مصنف خواص ہے جو قطب شاہی دربار کا شاعر تھا۔ زبان  
کے لحاظ سے بھی اس کو قطب شاہی تصنیف قرار دینا ضروری ہے۔  
خواص کے کچھ حالات خود اس کی تصنیف سے ظاہر ہوتے ہیں۔

وہ فقیر منش آدمی تھا مولیٰ شاہ قادری سے بیعت تھی اون سے خلافت بھی ملی  
تھی اس کو شاہی دربار سے کچھ تعلق نہیں تھا۔ اس کو اپنی شاعری پر دعویٰ نہیں ہے اور وہ  
اپنے آپ کو شاعر تصور کرتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ اس قصہ کو ایک بشارت کی بنا پر لکھا  
گیا ہے۔ اس کے متعلق تفصیل کی ہے اور بتایا ہے کہ ایک رات اس نے خواب دیکھا  
کہ وہ آنحضرت کی مجلس میں موجود ہے آپ کے آل و صحابہ جمع ہیں آنحضرت نے اس  
کو ارشاد فرمایا کہ امام حسین کا قصہ لکھ اس حکم کی بنا پر اس نے قصہ لکھا پندرہ دیکھ بچہ مشاعر  
کو عصر کے وقت اس سے فراغت ہوئی، قصہ اپنے مرشد کو سنایا وہ بہت خوش ہوئے پان  
عنایت فرمایا۔ اور خلافت عطا کی۔

مثنوی میں پہلے چہرہ نیست خلفائے راشدین کی منقبت اس کے بعد شیخ عبدالقادر  
جیلانی کی مدح پر سید محمد گیسو دراز کی تعریف اس کے بعد قصہ شروع ہوا تاکہ کسی

بادشاہ کی مدح وغیرہ کچھ نہیں ہے۔

جیسا کہ میان کیا گیا ہے اس میں حضرت امام حسینؑ کا قصہ ہے مگر صرف شہادت کے حالات نہیں ہیں بلکہ حقیقت ایک افسانہ اور قصہ ہی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ عبداللہ ان کے دو لڑکے تھے جن میں سے ایک اسم شمس تھے جن کے فرزند عبدالمطلب ہیں ان کے پوتے آنحضرت کے نواسے امام حسن اور حسین ہیں۔ ان کو آنحضرت نہایت عزیز رکھتے تھے۔ ایک دن جبریل آئے اور خبر دی کہ ان کو قتل کیا جائے گا آپ نے دریافت کیا کون قتل کرے گا؟ کہا گیا یزید بن معاویہ آنحضرت کے انتقال کے بعد ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے حکمراں ہوئے علی علیہ السلام کے بعد معاویہ نے اپنی حکومت مستحکم کر لی۔ اس زمانہ میں یزید مدینہ آیا مدینہ کی ایک حسین اور جلیل خاتون زینب نامہ عبداللہ ابن ابی مرہ کی بی بی تھیں۔ یزید نے ان کو دیکھ پابا عشق کا تیر جگر کے پار ہو گیا اپنا حال زار باب سے بیان کیا معاویہ نے ابن ابی مرہ کو مال و زر کا لالچ دلا کہ زینب کو طلاق دلا دیا۔ حدت کے منہم ہونے پر بڑی انصاری کے ذریعہ یزید کا پیغام روانہ کیا گیا راستہ میں قاسم بن عباس سے ملاقات ہوئی قاسم نے موسیٰ سے کہا کہ ابھی خیال رکھا جائے اس کے بعد موسیٰ کی حسن بن علی سے ملاقات ہوئی آپ نے ہی اپنے متعلق کہا۔ موسیٰ زینب پاس پہنچے اور اس کو تینوں کے اماور سے مطلع کیا۔ زینب نے ان ہی سے مشورہ کیا انہوں نے کہا اگر حکومت مل نہ رہے دولت کی خواہش ہے تو یزید کو ترجیح دے اگر حسن کی تمنا ہے تو قاسم کو قبول کر۔ اگر آخرت کی خواہش ہے تو حسن کو پسند کر۔ اس نے امام حسن کو منظور کیا اور عقد ہو گیا۔

جب یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان کو نہ ہر کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔ اور امام حسینؑ سے جنگ کے لئے فوج روانہ کی۔ اس کے بعد کربلا کے حالات صراحت سے لکھے ہیں پھر بیان کرتا ہے کہ امام کی شہادت کی بعد ایک تاجر اسم شمس نے محمد بن حنیفہ کو خط لکھ کر یزید سے مقابلہ پر آمادہ کیا وہ بھیجیں بلکہ آئے اور یزید سے لڑائی کی اس کو قتل کیا امام زین العابدینؑ کو طلب کر کے



ارشاد بنایا گیا اس توفیق کے بعد اب کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

تو ن سجان ہے پاک پروردگار      سدا ایک ہے تو ن اے پر قرار  
تو ن نزل زکھار تر دہار ہے      تو ن اول ہو ر آخر منہار ہے  
نیج نیند غفلت نہ اکھیاں کئے تو ن      سدا جو تہا ہے تو ن بن جو مسون  
نیج باپ ادر نہ عورت اے      نہ فرزند بیٹا نہ بیٹی اے  
نعت پاکسی عنوان کے حمد کے ساتھ ہی شروع کی گئی ہے۔

محمد تو ن ہے نور و نسا کھنیر      جب آوہار ہے ہو ر جب دستگیر  
مشفق یو جو تجھ کو خدا نے دیا      اپس نور تے تجھ کوں پیدا کیا  
تو ن صاحب ہے ہلاک تعریف کا      تو ن سدا دنیان میں ہے عاریف کا

نعت تو ن ہے ای بابکر صدیق تو ل      سو ایمان حق پر توں یا اول

ابوبکر بعد از عمر نہ سے تو ن      خلافت کیا تو ن پہلے طرح مسون

بنی کا جنوا ئے سو عثمان تو ن      خلیفا عمر بعد سے جان تو ن

تو ن عثمان بعد از خلیفا علی      ہو ا ہے دو حکیم خدا کا ولی  
تو ن سے مشیر حیدر خدا کا ولی      شجاعت تیری سن جہاں کہلے

حادث تو ن ہی ثروت اعظم سوتعلین ہے      تو ن اکمل مکمل سو کونین سے  
کھیا رب نے تجھے سو حجم کلام      توں نوری نبی کا عبید السلام

بھی تج بعد از حضرت ہیں بندی نواز . محمد حسینی میں گیسو دراز  
 دیکھی تج سے رتبہ اچستے زیاد کئے ذنود نام تج پر سے مشاد  
 مصنف کتاب لکھنے کی وجہ اس برج گیسو دراز کے تحت اس طرح لکھا ہے ۔  
 ستا تھا سو کرات میں خواب میں دیکھن دل اندر اٹھا یا د میں  
 کرم لطف کر منج پناہ عالم پناہ نبی یا محمد شفیع النساء  
 بدر چودویں چاند کے برج کا سند حسن کا دب بکے برج کا  
 آئے دیدی سون چند سور ہی نہ چند سو برج کون اٹھا نور یو

حسن چو حسین ہی اٹھی چہار یار انور میں علی شاہ ولید سوار

کھرا یک طرف میں تھا حیران ہو بھے تمل بھی پر قربان ہو  
 دیکھی بھر نظر منج بلائے نزدیک ہو رحمت خدا تج سے پیارا دیک  
 بٹھا کے سمور اپ پر کھات منج توں سے دوست میرا کھ سات منج  
 اسے پیار میرا پر تج زیاد توں تمل میری دکھوں کرتا ہے شاد  
 احوں میں محمد نبی اسختم ہوئی نور سے منج یو ساری حم  
 کہوں بات میں ایک توں کان دھر سیئے پر توں چلتا رہے کیاں دھر  
 قصا ایک حسن شاہ حسین کا پھیل بنا توں دھرن سب قلعے میں نفص  
 دکن سال ہوتے پھیل دھال کے یا توں سمند ستے پر خیال کے  
 کندوں صارا کے پون کانت سون شجاعت حسین شاہ بہوت بہا سون

ابتداءً تعریض کا عنوان لکھا گیا ہے۔ در قصہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

<p>یکس نام حاشم امیہ دیگر ہوا ایک تخت اوا دل تیج تھیاں کتے چیر شمشیر سون او جدا</p>	<p>تھے عبد المناف کون پھل دوپہ دیکن دونو کے پٹیاں یک لکیاں کیا تھا پنج میچ انکون خدا</p>
---	--

<p>اچھنکے یا نہ قاطمہ ہو رسلے مریضان کتیں توں طیب سدا تون اور عا یست زاد عا کون یزید اسکون بیامے کذاب کا گتا دیں تیری آل دندی سخت کتے آل کون تیج جدو تھار شمار نکل تن کے کھر ڈی ہون بایکا</p>	<p>ابا بکر عثمان عمر ہو ر علی کھے جبریل امی حبیب خدا سند بوتنا کون میان وار سون معاویہ سے یک تیج بڑا ست کا کھری رصین جدو ہو کہ چکے پھٹ نہ سے پھر تون ہو ر قاطمہ یا چار ہار پہن بھی خدا بانستے مرجا رکھا</p>
---	---

<p>سو کرنا یزید کون نکاح آج تون نکاح کروں قاسم بن عباس کون بھے دنیا ہو ر عقیبی سینے سر پرچی بویا پوہا راسو سیج مان تون</p>	<p>اگر چاہے دولت دنیا دار کون اگر چاہے صورت حسنا تون اگر چاہے تون حق لئے رحمت کرمی سو کرنا نکاح تون جس جان کون</p>
--	--

<p>ولیان میں خدا کے اتھا اکمل دلی صورت میں اتھا او بنے سار کا ایسے سون لکا کرتے تمل ائیں</p>	<p>اتھا ناؤن اس کا سو اکبر علی اتھا او چندہ شہ کیرا پیار کا وکیہی شاہ اسے جب نہی یاد آویں</p>
--	---

اتھا غفلت تب او تکبیر کا	اتھا سفید بالک حسین سفیر کا
پریا جا غم پر سوا و قہر ہو	چلیا اڑتا زہر پر زہر ہو
کلیا ترسے لی ضرب ہیشمار	سیدان تنغیم کیان پیری تھار مار
کیا سب دنیا کو زیر است تل اپر	ماریا چار صد سوار جنگلہ بشر
وینکین نہ پانی سنے پانیا	سو پھر پاپ کے پاس دب پانیا

چلیا مار تا کچھ بھتر بیت تا	اورن سو کا شمع بری و صیت تا
بیا مار جا اس شمشیر کے ستین	کچھ یار ساری پریا مار وین
پریا یہ حرکت کو گئے لک سکھ	بزان بھیس بدلا چلیا او نکل

بھیے سچینے پچینے کو کسر سنے لکھیا	محمد صنیفہ کون نامہ لکھیا
کھیا اسی محمد تون سے سنیر ویر	توں فرزند علی کا توں سے نور ویر
توں اچھے تیری بھائی پر سہ ہوا	کا تیا سہر ویر لے حسین شہ ہوا

یزان شہ محمد صنیفہ نول	کئے پر قناب دنیا کو نول چل
خافت دیا شہ کنول پھول کون	اور نرند حسینا کے مقول کون
کرا پر شہ بن سب جکت خواص سون	ولا خلع تان پان اخلاص سون

بھے ہر شمع تا جیر کنھیر کون	دیا ترشہ نہان بہوت یکد صیر سون
تھے تا پیری لک اسیدھات سون	کیا بخش مشہر شہنے کے نہایت سون

ہوئی صین مسکت سور کے سور بھے	بھے رشتے جگ میں اس تو رتے
دکر نہ ہو ذرا ناچ رہے	دنیال میں بکت انو نیچ رہے
جئے ۳ بعین ہو رجھا فاست پر	ہو رحمت انوال اولیاد پر

قصہ کی انتہا یہاں ہو جاتی ہے اس کے بعد ہا کسی فصل کے اس کے ساتھ ہی اپنے پیر کی  
وج مشہور کر دی ہے بعض شعر جس سے نام وغیرہ کی صراحت ہوتی ہے اور خود اپنے  
معلق اٹھا لیا گیا ہے ذیل میں وج ہیں۔

اور دشمن نہوا رہے سور کی	کردن بے عظمت میری پیر کی
شنا کر ہل مشہ اپروار نے	فرض حج پر رہے پر مشہ کاہلے
اد حضرت صوفی مشہ قادری ثمرات	پکر عادت میرا چندرا اس رات
دیکھا اگر ایس مج تراو عار کون	جگا کر مشہ جگ کون کرم پایہ سون
کیا دل خور اوک سہار کون	ہوا نور پر نور بھی نور کون
پھرین دیکھ چک مشاہد شرف پای کر	پیرین ایک پر یک سیتے اسی کر
او پوتا میرا کان سے میرے شوق رب	تہ مکشوت مشہ کون دنیا دین سب
مرا فہینے مشاہد سے دیکھتا	عروش تے سہری الگ چھپا کچ دیکھا

اس کے بعد اپنے پیر کی تعریف کی ہے مریشوں کو ان سے شفا ہوتی تھی راجا پر جا کوئی آن کی  
نظر میں نہ تھا ان کو کچھ غصہ نہ آتا تھا اس کے بعد لکھا ہے۔

جنم جب جئے لکت ہے پاس منج	اسے نور سنج چھپا پاس منج
وے مشہ غم دل مساپور سے	اسے نور تے منج سدا نور سے

اس کے بعد لکھا ہے۔

لے آیا ہوں ایسے رتن لال میں	لپکت چندر شہ کے ہر حال میں
-----------------------------	----------------------------

وکر نہ نظم کے سکتے کان منے  
لیکن بدن پیس پانی کیا  
یو توفیق ہوئی منج چند جب پتے  
نہن یو قصہ منج نشانی ہوا

کیا میں منج جب نبی کا تمام  
دیکھا میں بھڑجا کہ شکھان سکل  
بلا بھیجے منج علیہ السلام  
تھے عریان نور نے سکل بے بدل

چپ در راست یا لیں سکل فام دار  
بلانے نزدیک منج اوک پیار سوں  
اپکے نزدیک آؤ منج سلائے  
ہوئی فارغہ کھان کھان شہ نزل  
پتین پان کے دہنچل لیائے  
نہن ایک منڈا نہر مشال تھا  
دو جی یکہ ہری مشال کا جانچل  
منکائے سودر حال او لیا ہی کر  
نہن صحت پکر منج ککب راز کئے  
ہو اول منور اسی وقت پر  
ای یا لیں سنو بھی علی خواص کے  
ایا شیریکے بھڑ کھر منے

علی شیر میں ہوں خدا جانتا  
اتامج ملاقات کے واسطے

ہوا پاک غائب اسطہار پر  
ہو امیں انکے تے سکا سن بھتر  
اپن شہر سالت پناہ پیار کر  
ایں شاہ محمد نبی بھائے کر  
ہی یاران سکل بھائے تھا چھتر  
بھتر کھرھاری دسے تیج سر

میں تو کچھ نہ شاعر ہوں دعا کر دن  
فقیر ہو پیرا ہوں سدا سوچتا  
حکم پر ہی مج کون لاچار ہو  
دعا بکھے کہ مج اپر ای عزیز  
مرب ہو ذی الحج کیری چاند میں  
بھے تاپت چندویں اثر نیم میں  
سبب اسطہار کے موافق اسے  
نہو سے تجاؤدہ درہ دین میں  
جئے دین ایمان پر قام ہے  
کیا قدر یو او علا دل کلام  
ہزاران درود و ہزاران سلام

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اور نہ یہ کسی  
فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے اس لئے اس کی وضاحت ہی نہیں ہو سکتی۔  
جہاں تک میرے معلومات ہیں اس جتنوی کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

## قصیدہ رماوت

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے نمبر (علوم معارف سیکڑ) ورق ۱۲۱، صفحہ ۱  
سائز ۸ x ۵ ۱/۲ خط نستعلیق۔  
پہلا معارف کی وضاحت ہے۔

”قصیدہ رماوت رتن مسین راجہ چوڑا اور پدم شہزادی سلون کی کہانی مضمون  
غلام علی۔ ان دونوں کی شادی کے بعد چہارے کے ذریعہ چوڑا کو روانہ  
ہوتے ہیں کتاب ناکھن ہے۔“

اسپیکر اور ڈی اسی نے غلام علی کا ذکر نہیں کیا ہے اور یہ مثنوی ان کی فہرست میں شامل  
ہے، اسٹوارٹ کی ٹیٹلنگ میں یہ شامل ہے مگر صنف کے متعلق اس نے کچھ صراحت نہیں کی ہے  
اس مثنوی کے متعلق صراحت کے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رماوت کے قصے کے متعلق  
پوری صراحت کر دی جائے۔

سب سے پہلے شیر شاہ سوری کے حکم سے ملک محمد عباسی نے ۹۴۳ھ میں ۱۵۳۰ء کے  
نام سے اس کو ”بھاکا“ میں قلمبند کیا تھا جس کا ایک نسخہ کنگ کا بیج کمپن جیو انڈیا کے کتب خانہ  
میں موجود ہے ۵۵ ایک اور نسخہ پاپس کے کتب خانہ میں ہے ۸۲۵۷ اس کے (۱۶۰) ورق ہیں  
ہر صفحہ پر ۱۱ سطر ہیں یعنی تقریباً (۱۱۰۰) شعر ہیں۔ یہ نسخہ از حجب سلسلہ کا لکھا ہوا ہے خط نستعلیق  
پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

سنو روں ایک کرتارو | جن چہ وہ نہ کفہ بہت رو  
”بھاکا“ کے بعد فارسی نظم و شعر میں مختلف کتاب نے اس کو مرتب کیا ہے جن میں سے  
چار منظوم ہیں اور دو شعر میں لکھی گئی ہیں۔



فارسى ميں اور ۱۸۲۸ء ميں ملا عبد الشکور بزمى نے جہانگیر کے عہد ميں اس کو ”پہلوت“ کے نام سے منظم کیا۔ اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس ميں (۱۵۸۲ء) پر موجود ہے۔ اس ميں اول حمد و نعت اور منقبت کے بعد جہانگیر کی بیج ہی کی گئی ہے اور جب تصنیف کو ہی ختم کیا ہے۔ یہ کتاب لکھنؤ سے ۱۸۳۳ء اور ۱۸۳۵ء ميں شائع ہوئی ہے اسی کلام ميں ترجمہ عبرت اور عشرت نے ملل شمع و پروانہ کے نام سے کیا ہے جس کا ایک نسخہ کیمبرج ميں موجود ہے۔ بزمی کے بعد عاقل خان راتوی نے اس کو ”شمع و پروانہ“ کے نام سے منظم کیا ہے ۱۸۶۹ء ميں یہ مثنوی مرتب ہوئی ہے۔ انڈیا آفس اور پرنس میوزیم ميں اس کے نسخے موجود ہیں۔ راتوی نے اپنی تصنیف ميں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد شاہ برہان الدین کی بیج ہی کی ہے۔ قصہ کے لحاظ سے بزمی اور راتوی کے تصانیف ميں فرق بھی ہے۔

ان دونوں مثنویوں کے علاوہ دو اور مثنویوں کا پتہ چلتا ہے جو میری نظر سے نہیں گزریں ایک حسن خاں کی جو برلن ميں ہے (۹۱۱ ص) اور دوسری حاتم الدین نے ۱۸۳۳ء ميں من و عشق مرتب کی ہے یہ بھی برلن ميں ہے (۹۱۹ ص)۔

فارسى شعر سے بھی اس قصہ کو نہایت دی گئی ہے ایک کچھ بھی رام توطن ابراہیم آباد نے فتح بخش کے نام سے عاقل خان کے شمع و پروانہ سے اخذ کیا ہے۔ پرنس میوزیم ميں اس کا ایک نسخہ ۱۸۳۳ء ميں لکھا گیا ہے نمبر (۸۹۱۸) ڈیوشیل پر موجود ہے اس کا ایک نسخہ برلن ميں بھی ہے (۹۹۹-۵) دوسرا فارسى شعر ميں بطور خلاصہ خواب ضیاء الدین احمد خاں نے اپنے قلم سے کیا ہے جو پرنس

عاقل خان عالمگیر کے عہد کا جلیل القدر امیر ہے جس نے بڑی بڑی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ ۱۸۹۱ء ميں گورنر ہئی چانگیا اور اپنے انتقال تک جو ۱۱۱۱ء ميں ہوئی اسی خدمت پر سرورز تھا میری خاصی پاکی کیونکہ (۸۶) سال کے سن ميں زندہ سے کوچ کیا۔ عاقل خان جہاں تدریس ميں اپنی آپ نظیر تھا وہاں وہ اپنے وقت کا بڑا شاعر اور ادیب اور خوش ہوا جس کی تصانیف کا سے ہر دہائی شمع و پروانہ، نعمت عشق، غفرانہ عالمگیر، ایک دیوان وغیرہ مشہور ہیں۔

میں یکم میں ۱۹۴۱ء (۱۹۴۱ء) پر موجود ہے۔

ان کے سوا ایک پشتو زبان میں ابراہیم نے اور دوسرا نصف پہا کا اور نصف ہندی میں میر عبد الجلیل بلگرامی نے تصنیف کیا تھا۔

دکنی زبان میں اور غلام علی نے چند دہائیوں کے نام سے سلطان ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں اس کو منظوم کیا ہے اس کی تصنیف ۱۹۱۱ء میں ہوئی ہے۔

جیہ کہ بیان کیا گیا ہے غلام علی قطب شاہی دکن کے اواخر سے تعلق رکھتا ہے، اس کے بیان سے تو کچھ سبکست ہیں۔

شکوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا اس کا کوئی خاص تخلص نہیں تھا بلکہ اپنے نام ہی کو وہ تخلص کے بجائے لایا کرتا، بادشاہ (تانا شاہ) کی قربت حاصل تھی۔ وہ اس عہد کا بہترین شاعر تھا۔ غزل، مثنویوں کی کافی مشق تھی۔

یہ مثنوی حسب رواج حمد و نعت و منقبت سے شروع ہوتی ہے مگر صرف ایک شعر ہے۔ اس طرح نین شعروں کے بعد بادشاہ کی مدح میں پانچ شعرا و دعائیں شعر ہیں۔ پھر عشق کی تعریف کرتے ہوئے قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔

قصہ کی مباحثہ اس طرح ہے۔ منگل پٹ کا راجہ کدپ سین پڑاؤی عزت راجہ تھا اس کا لشکر اور خزانہ اپنا آپ نظیر تھا۔ اس کو ہر طرح کی راحت اور آسائش حاصل تھی مگر کوئی اولاد نہیں تھی جس کا وجہ سے وہ غم و افسوس رہا کرتا۔ اسی غم میں سلطنت سے کشمکش کا ارادہ کیا۔ ذرا دیر کے بعد دریافت کی راجہ نے غم کی وجہ بیان کی۔ ذرا دیر کے بعد راجہ کوئی کھلواڑی، انہوں نے کہا چار ماہ کے بعد راجہ کو لڑائی تو لڑی ہوگی مگر جب بارہ سال کی ہوگی تو ایک شہزادہ اگر اس کو بیجا کئے گا۔ لڑائی کے تولد ہونے کی خبر سے راجہ کو جبری مسرت حاصل ہوئی جو میوں کو مال کر دیا پیشین گوئی کے موافق لڑائی تولد ہوئی جس سے وہال میں سرگرم روزگار تھی خوبصورتی میں کوئی اس کا ثانی نہیں تھا۔ پداوت اس کا نام رکھا جب اس کی عمر چار سال کی ہوئی تو اس نے ایک خطا خرید لی جس کا نام مہیر من تھا یہ خطا

ہمیشہ اس کے پاس رہا کرتا اور وہ بھی اس کو جدا نہ کرتی تھی۔ طوطا بھی اس کو محبت کرتا تھا۔ جب شہزادی پداوت بارہ سال کی ہوئی تو راجہ نے اس کے لئے ایک عظیم محل تیار کیا اور وہ اس میں رہنے لگی محل کی حفاظت کے لئے ایک بڑی فوج متعین تھی باری باری سے ایک ایک وزیر بھی پہرہ دیا کرتا، محل کے اندر چند دایئوں کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

”ہمیرامن“ روز قتلے اور کمانیاں شہزادی کو سنایا کرتا جو عشق و محبت سے بھری ہوتیں دایئوں نے دیکھا کہ یہاں سوا اسے عشق کے کوئی اور بات ہوتی ہی نہیں تو راجہ کو اس کی خبر کی گئی راجہ نے اس طوطے کو مار ڈالنے کا حکم دیا مگر کسی کو اس کا موقع نہیں ملا کیونکہ وہ ہر وقت شہزادی کے پاس رہا کرتا۔ آخر ایک دن عید کے روز راجہ نے شہزادی کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ پداوت باپ کے پاس جاتے ہوئے طوطے کو ایک لوٹھی کے سپرد کیا اور احتیاط کی تاکید فرمائی۔ وہ خبر گیری سے غافل ہو گئی۔ ایک بی آئی اور طوطا پکڑ لیا، اتنے فاصلے طوطا اس کی گزشت سے بچ نکلا اور اڑ گیا۔ تین روز کے بعد شہزادی محل کو واپس ہوئی طوطا نہ پایا سخت غمگین ہوئی کھانا پینا چھوڑ دیا، چہ کو اس کی اطلاع ہوئی شہزادی کے محل کو آتے ہی دسی۔

طوطا کئی ملکوں کی سیر کرتا ہوا جنگاں پہنچا۔ ایک خوبصورت باغ نظر آیا اور خوش میوؤں سے بھرے تھے اس نے یہاں چند روز قیام کیا چند روز بعد ایک غریب زمین شنکاری اس کو گرفتار کر کے فروخت کرنے کے لئے لے چلا۔ طوطے نے مشورہ دیا کہ کسی بڑی جگہ بے چل تاکہ زیادہ قیمت ملے۔ زمین اس کو لیکر چھوڑ آیا یہاں راجہ رتن سین حکمران تھا راجہ کو طوطے کی خبر ہوئی زمین کو طلب کیا اس کی قیمت پوچھی اس نے خود طوطے سے دریافت کرنے کے لئے کہا۔ ایک بڑی رقم زمین کو ملی راجہ طوطے سے خوش ہوا اور ہر وقت اپنے پاس رکھنے لگا۔ اس نے اپنے گزشتہ معاملات بیان کئے۔ پداوت کے حسن و جمال کی تعریف کی رتن سین غائبانہ عاشق ہو گیا۔ ایک دن شنکار کو جاتے ہوئے طوطے کو ایک خاص لوٹھی کے تقویض کیا اور احتیاط کی تاکید کی راجہ کے خیاب میں لوٹھی بن سنور کر طوطے کے پاس آئی دراپنے حسن کی درجہ چاہی اس نے

ادپرک زبان سے تعریف کی مگر جب اصرار سے دریافت کیا تو بیان کیا پداوت کے پ سنگ کو  
 نہیں پہنچی اس کو غصہ آیا دانی کو حکم دیا کہ ٹوٹے کو قتل کر دے مگر اس نے راجہ کے خوف سے  
 ایسا نہیں کیا چھپا رکھی۔ راجہ واپس ہو کر ٹوٹے کا پتہ خالی پایا غصہ سے سب کو سزا دینی چاہی  
 دانی نے ٹوٹا حاضری کیا۔ اس نے کل حال راجہ سے بیان کئے اب راجہ کو قرار نہ۔ باسلطنت کو  
 خیر باد کہہ کر تلاش میں روانہ ہوا۔

راستہ میں ایک خدا رسیدہ فقیر سے ملاقات ہوئی وہ اس کے حال سے واقف ہوا راجہ  
 کو اپنا چیلہ بنا کر لے چلا۔ جہاں پہنچا وہاں چہرہ دیر پا رہا پورا سنگھ سب پہنچے۔ ٹوٹا راجہ سے  
 اجازت لے کر شہزادی پداوت کے محل کو گیا۔ شہزادی اس کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئی کئی  
 حال دریافت کیا۔ رتن سین کے حوالہ کی تعریف کی تلاش میں یہاں آنا بیان کیا کچھ عرصہ  
 عید کا روزا ٹوٹے نے راجہ سے کہا آج شہزادی باہر آئی ہے پداوت اپنے رسوم سے فرنگ ہو کر  
 فقیروں سے ملنے آئی۔ رتن سین سے ملاقات ہوئی جب شہزادی واپس ہوئی تو رتن سین کو خوش  
 آگیا۔ ایک عرصہ کے بعد کشد کے ذریعہ شہزادی کے محل میں داخل ہونا چاہا۔ کتوال شہر کو  
 خبر چوکی گرفتار کئے گئے قتل کا حکم ہوا اس کے بعد معلوم ہوا یہ دراصل چتور کا راجہ ہے۔ شادی  
 ہوئی۔ ایک مدت کے بعد چتور کو روانہ ہوئے مگر راستہ میں طوفان آگیا۔ جہاز راستہ بھونک کر ایک  
 دوسری طرف نکل گیا خشکی پہنچے جہاں رکاس رہا کرتے تھے جنہوں نے اس کو قہر بنا چاہا۔

اس کے بعد شہزادی کے اوراق نہیں ہیں اس سے پورے قصہ کی صراحت کا موقع نہیں ہے۔  
 کلام کا نو نہ ملاحظہ ہو۔

بجایا اولیٰ نیس خدا کا پاس	کیا اس کے الطاف کا میں سوا
تجیت یو بعد از پیمبر او پر	ہیچا بعد از اولاد عزت پر
علی کا چہ دم جو میری دم میں جسم	جو ہو دور اس دم سون ہم ہو رہم

بادشاہ کی تعریف :-

یو بعد از کرون میں ثنا چار یا رکا	شہری پورا حسن ادبیا جاہ کا
کنک شاہ اوس کا عدالت کی بکھرتا	ھوئے نظم سٹ دیکھ عادل نیٹ
سنی و ت میں مشہور جوں آفتاب	کمر حق اقرار بہر ادب سیکر یاب
ہر ایک علم میں پور بلاغت نے	انہیں کوئی ہم تا شجاعت منی
سزاوار چہو سکتیں یوراج	مبارک اچھو سلطنت تخت تاج

شاعر نے جہاں اپنا نام لیا ہے اس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں :-

غلام علی ناسیج کئی سوہند	پرتی تاکھی فی سیتی آؤ بند
--------------------------	---------------------------

غلام علی بس سون دل لائی	بچرنی سون بہتر جو چو جانی
-------------------------	---------------------------

غلام علی جسکی تین ہر حیات	جہی حق ک تو فیق سون کوئی دات
---------------------------	------------------------------

غلام علی پیہم کی جوہر کنی	کہ جوں مچ کی کس پستی بو کنی
---------------------------	-----------------------------

اب مختلف مقامات سے نمونہ کے طور پر اشعار پیش کئے جاتے ہیں :-

بدلتھ کہ ہو سب جگہ تر منی ساقہ دیب	سکل دیب اسین کا ہو ایک دیب
کہ او دیب میں ہی سکل پڑنی	یہ چنت نہ استن نہیں سنگنی
سکل دیب کے ناہ کا بات سے	سنوئیں کہو نکا اوس دہات ہر
اتھا ایک ماجا سو ہو کن کنیر	سکل دیب کے ملک میں بی تغیر

<p>نکا نادوں کندر دپ سین اتھا          دتھا کوچ لشکر کون اسکی حساب          خزینہ بہری کو ٹھہرائے کئی ہزار</p>	<p>جکت میں برامچ اس بن تھا          کہ جون کہن پتہ تارین مٹی مایہ تاب          جواہر کی صندوق تھی سو ہزار</p>
--	---

<p>چلیا اور کہ ساسا دریا کذر          بنگالی میں یک خوش باغ تھا          اتران کیا سیر کرنی کی تین          دہائی قیدی جو رانوی اتھی          دیکھو چون کیڑی ہوت مشیرین کلام</p>	<p>تھا شے جو دیکھتا ہر یک تھا رتھار          جو جنت کی ل ریشک مسون داغ تھا          جو بیوی کی چار انپہر پی کی تین          ہیرامن کون دیک آئی ملنی وقی          ہوی ہوت خوشحال رانوی تمام</p>
--	--

<p>وزیران جو تھو جو ان نوچی نول          فقیری کیا ایس راجا کہنپر          چلی کوچ پر کوچ دن رات اد          سٹیا کار دل سیتی آرام سب          کہی آئی بستی مٹی پائی کج</p>	<p>سدا سدا لیا سات اپنی سکل          کو کو کیڑی کسوتان سب وزیر          تھا شے جو کھوت خوب ہر دامت اد          دیا چور پیرت سیتی فام سب          کہی اور ہر ہو کی ہر گھائی کج</p>
---	---

<p>منکا کہ ہیرامن کون پوچھا یو بات          کہیا میں یو مطلب کے تین پائیا          ہوا دلکون تحقیق یو بات سب          اپنی کیا ہو کون تب قرار</p>	<p>کہیا سب سب ہا ہا سات          نچو میان کو سو بجا آئیا          جو بویا اتھا پیرس دہائی تب          رتن سین کون دیک لیا یا پیار</p>
---	---

غلام علی اپنے ہر بیان کے خاتمہ پر ایک اخلاقی نتیجہ نکالتا ہے مثلاً۔

غلام علی جس سون دل لائے	بچھڑنے سون بہتر جو جیو جائے
کے خون دل سون سون لائے	تو یک تل منے توڑ کر جاؤ نا
جناور کے جانے سے دک پائے	تو انسان خاطر نہ غم کھائے

غلام علی میں دنیا میں وفا	کہہ ہیں مے خوشی ہو کہہ ہیں ہے جفا
کہہ ہیں کاند کا ہے چونا زندگی	تو ہرگز نہیں کس کون پابندی
دنیا کا بڑے کام کوئی سدا پر	پھرے اوکتے کے نم در پر
اور دن کا سوچنا نیک یا نکال	تو ہٹ جوں کوں جو ہے خوش حال

شہزادی ہاکمل ہے جہاں تک موجود ہے اس کا خاتمہ۔

جو ایسی بلا میں جو کوئی آئیا	میں ہوں یہاں ماسج بہا ئیا
کیا سن اور کس پنج گین ہے	غرض وہ درد و سونا دان مے
میں دیکھ کس تون انسان میرا خداک	لے آیا ہوں یہاں کچ کون کرنے ہاک
دیوانا ہو تون جو منج بہا ئیا	میری بات سن سات تون آئیا

یورپ میں اس کا کوئی اثر نہ تھا نہیں اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے۔

اب اس امر کی صراحت کی ضرورت معلوم ہوئی ہے کہ یہ دیکھنی "پداوت" کس زبان کی کتاب سے ترجمہ ہوئی ہے۔ غلام علی نے تو کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا وہ صرف اس قدر صراحت کرتا ہے یہ قصہ کسی اور زبان سے دیکھنی میں منتقل کیا گیا ہے۔

یہ قصہ اتھا بہت شیریں سخن ہو بس کہ کہ لایا ہوں دیکھنی بچن

میرا خیال ہے غلام علی نے فارسی سے وکھنی میں نظم کیا ہوگا مگر غور طلب یہ امر ہے کہ فارسی سے اس کا ترجمہ ہوا ہے اس کی صراحت کے لئے نفس مضمون پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔  
برقی کی پداوت کے قصے کا خلاصہ حسب ذیل ہے :-

سنگھدپ کے راجہ کو ایک حسین لڑکی تولد ہوئی جو طوطا پالتی تھی۔ راجہ کو معلوم ہوا طوطا اس کو بیاختی کی تعلیم کرتا ہے۔ راجہ نے ایک بیروانہ کی ایک پدم غسل کر رہی تھی بی نے طوطے پر حملہ کیا مگر اتفاقاً پنج نکلا۔ جنگال پہونچا پہر پریمن کے ذریعہ چتور کے راجہ کے پاس پہونچا راجہ کی لڑکی نے طوطے سے ناراض ہو کر اس کو قتل کرنا چاہا مگر وہ بی نے اس کو پوشیدہ کر دیا۔ رائے چتور جس کا نام ”رت برن“ تھا پداوت کا دیوانہ ہو کر جوگی کا پیس لیا اور سولہ ہزار فیقروں کے ساتھ روانہ ہوا سنگھدپ پہونچے طوطا پدم کو رت برن کے حال سے آگاہ کرتا ہے وہ پوجے کے لئے بت خانہ آتی ہے یہاں دونوں کی آنکھیں جا رہی ہیں تیر نظر جوڑ کے ہا۔ ہوتی ہے۔ پدم کا باپ نامہ و پیغام سے واقف ہو کر ایک بڑی فوج کے ساتھ فیقروں کو آگاہ کرتا اور گرفتار کر لیا جاتا ہے ایک بوڑھا فقیر پدم کے باپ کو گل حلاں میں کرتا ہے اس پدم کا باپ معافی طلب کر کے شادی کر دیتا ہے اور دونو چنورہ دانہ ہوتے ہیں۔ راستہ میں طوفان آتا ہے جہاز ڈوب جاتا ہے ایک تختے کے ذریعہ دونو (رت برن اور پدم) ایک جزیرہ میں پہونچتے ہیں اور یہاں سے اپنے ملک چتور میں داخل ہوتے ہیں۔ علامہ الدین سے مخالفت ہوتی ہے وہ حملہ کرنا مگر صلح ہو جاتی ہے مگر پھر حملہ ہوتا ہے رت برن قتل ہو جاتا اور پدم سستی ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف آرمی کی شمع و پداوت میں کسی قدر اختلاف ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ پدم جو راجہ سنگھدپ کی شہزادی تھی ایک طوطا پالتی تھی جو شہزادی کے ساتھ بکری علوم سے واقف ہوا احاسدوں نے راجہ کو اس کے خلاف برکایا راجہ نے ملازمین کو حکم دیا کہ پدم کے بلا اطلاع طوطے کو چھوڑ دیا جائے ان لوگوں نے حکم کی تعمیل کی شہزادی کو سخت پرچ ہوا۔ طوطا برہمن کے توسط سے چتور پہونچا۔ رتن سین نے شکار جاتے ہوئے اس کی حفاظت اپنی رانی



کے سپرد کی۔ رانی طرحیہ سے اپنے حسن کی داد چاہی اور تھوڑی سی سسکتا قتل کا حکم دیا۔ دانی  
 راجہ کے خوف سے اس کو پوشیدہ کر کے راجہ کے آگے پیش کیا۔ راجہ پدم کے حال سے واقف  
 ہو کر عاشق ہو گیا۔ وزیر نے نصیحت کی اور ”کام سپین“ کا قصہ بیان کیا مگر اثر نہ ہوا آخر جوگی بکر  
 روانہ ہوا چند فقہانوں سے مل کر دیا، منکدیب پہونچے بت خانہ میں قیام ہوا وہاں پدم آئی رتن اس کو  
 دیکھ کر دیوانہ ہو گیا طرحیہ نے ہمد روی کی اور سیف الملک کا قصہ بیان کیا۔ اس کے بعد وہ پدم  
 کے پاس گیا حالات بیان کئے محس سے پھر لایا دو کوئی ملاقات ہوئی جوگیوں کے آگے کی  
 خبر پدم کے باپ کو معلوم ہوئی دونوں کی شادی ہوئی وطن کو لوٹے راستہ میں طوفان آیا جہان  
 غرق ہوا۔ رتن اور پدم ایک تختے کے ذریعہ کتاب سے پہونچے اور طے مسافت کرتے ہوئے چنور  
 آئے۔ عمار الدین اور دیوپال دونوں نے پدم کے حسن و جمال کی خبر سن کر حقد کیا۔ دیوپال  
 نے ایک ولالہ کے ذریعہ چال بازی شروع کی رتن اور دیوپال کا مقابلہ ہوا رتن مارا گیا۔ اور پدم  
 سستی ہو گئی۔

فارسی شریعہ فرخ بخش کے نام سے لکھی نام نے بھی ہے وہ بھی اسی مضمون کی ہے کیونکہ  
 اسی شہنوی سے غزنی لکھی گئی ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے اگرچہ قلم کے لحاظ سے  
 ہر ایک میں کچھ نہ کچھ ضرور اختلاف ہے۔ اس کے لئے کوئی قطعی سائے نہیں دی جاسکتی کہ کہنی  
 پر اوست دراصل کس سے اخذ ہے۔ مگر قیاس غالب یہ ہے کہ اول الذکر سے اخذ ہو۔ ذیل میں  
 پداوست کا مقابلہ ہر سہ فارسی کتابوں سے کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین بھی خود اندازہ قائم کریں۔

فرخ بخش	پداوست در کہنی
وہ قصہ آوروہ اندکہ در ولایت منکدیب	سنکھل دیکے مار کا بات ہے
فرماندہی بود کہ اورا کندرب سپین سے گفتند	سنوین کہونگا اکسن است
پیشہ عدل و انصاف از نو شیر وال گوی سبقت	اتہ ایک ماچو سوہو کن گنیر
نی برد و در سخاوت با حاتم پہونچی ہمسری میرد	سنکھل دیکے ملک میں بی نظیر

## فرخ بخش

دور شجاعت دستی داشت کہ برستم دستمال  
ہمدست میشد

فرید دل حشمتی جمشید جاہی  
مسکندر شوکتی دارا پناہی  
زعد سشن چوں بلخ خواب ہوش  
بیک جع گشت آب دالتش  
نمای ناہی آب ملک مطیع او بودند ہر  
آستان عرش نشانی بجز و نیاز سمری سوز  
دہ گنجی ولایت واحدی نبود کہ گرسہ می بود تعداد  
سپاہ او از احاطہ بیان بیرون بل از مور و  
بلخ افروان تشہد بیاں بادید آرد را از چہنم  
فیض خود محروم نمی ساخت۔

گویند کہ پداوت طوطی داشت ہمدم و ہمساز  
مجرم را زدن سخن نام اک طوطی بیرون نہاد۔  
ساعتی او را از دست خود دور نمی نمود۔ از غایت  
الفت پیے او یکدم آرام نمی گرفت بلکہ از جان  
عزیز عزیزی انکاشت۔

## پداوت دکہنی

نہ تا دن کند رسیدن اس اس اتہا  
جکت میں میرا مانع اس بن نہ تھا  
بس سوسو راجی اتہی اسکی تل  
کمر باند خدمت میں حاضر سکل  
نہ تھا کج لشکر کون اسکی حساب  
کہ چون گہن پہ تاپیل منی ماہ تاب  
خزینہ بہتری کو ٹہریاں کئی ہزار  
جو اہر کی صندوق تھو سوسو ہزار  
سویا و عالی جو راجا اتہا  
ولی اسکی تین کوئی فرزند نہ تھا  
اتہا ایک رانوان او سے پیار کا  
نہ آو میں تہا کیاں اس سار کا  
بو تہا عقل کامل دہنکی کی تین  
ہر امن دکہنی ناون طوطی کی تین  
نہ ایک تل کریں پستی اسکون دور  
ہمیشہ رکھو اسکون اپنے حضور  
تہا کیاں تہا اس پکچی میں بہت  
سکیں بات ہر کچھ سنی سوزوت  
برس نومن ہو کی روشن منیر  
یو دو نو ہوئے علم میں بی نظیر

## فرخ بخش

القصہ چون طوطیان بدام افتادند میاد ہم  
 را و نفس جس کرد و شوہر خانہ شد و شاعر  
 ماہ طوطی ہرین بصریا و گفت کہ اسے میاد  
 تو بہ فرما و بندہ طوطیاں بکشد و مراد قیہ  
 خود نکا ہار انشا اللہ انچہ بہاے ہم طوطیان  
 خواہی گرفت من ترا زیادہ از ان خواہم داشتید  
 کہ تمام عمر بفرانغ خاطر و رعیل و اطفال  
 بگذرانی۔

## فرخ بخش

ماری اقبال این معنی کردہ کرمیت بہ  
 پشت کرے عشق بہ بست و بوقت شب  
 از جا بر جست و تنی چند را از رفیقان خود  
 ہزارہ گرفت اگر چہ کند اندیشہ بگردنکر و حصار  
 نے گرویدنا کند حصار انداخت مثل او  
 رفیقانش ہر چہ اطراف کند انداز شدند و

## پردادت

تفنا سون جو آیا شکاری ادمہر  
 پری سگی رانوی سہاسکی نظر  
 کنگ وال جہا رنگی او تور کر  
 تنی پاند سب یک کون مک جو ر

ہیر اس یوسن نین میں نیر یا  
 کہیا شادا چہ قرض کا خم نہ سہا  
 بچا منجہ کون تون کوی باجی کے پاس  
 جو کچہ سو برادری تیری آس  
 ہویکا سہرا فراز ہر بات تی  
 ولادن بہوت کو چہ ہر دو ہاستے  
 میرا ہوں پوچھے اگر کوئی تجھی  
 کرمول تون چپٹ کہا ہی منجھی

## پردادت

بتن سین چون کہت کیا انہوں ہات  
 کڈ چوسیتی اٹ چلیا ایک رات  
 لکھا جاک کہ کون جو محبوب تھی  
 بتن سین کی چوکی اپروپ تھی  
 سیتی سب وزیران کنندان اپرو  
 جو مضبوط سائے کنگوریا نکوں کر

## فرخ بخشش

از حیات جان باز کشید بر حصار آفتاب تیز  
 راسی از نخل وصال پدایت بر تنخوره بود که  
 از هر چار طرف شور و شرف آفرید و از پایا نمان  
 قلعه غریب رهاست و جمیع سپاه راسی  
 مشکندیب بر در شاه خود گرد آمدند تا آتش  
 فتنه را با یک تیغ فرو نشانند راسی کند هر بین  
 به تیر مکن خود گفت چون باشد که حکم در قتل  
 جوگیران کنم که ترکوب این چنین امور ناشائسته  
 شده قدم از جاوه ادب برون نهاده اند

## پدایت

هری یک بچی یک یک جوان پاسبان  
 دها لاج تها سب سون اپنی اکل  
 کئی دور لک چرکی آس کر اپر  
 روه ادا کی کتوال کاب جوں خبر  
 لی لشکر اپکا سو دور آتیا  
 اپر سیتی سب کون ملی لیا نیا  
 بندیا کنج مشکا جتنی تهر فقیر  
 پرے بند میں بادشاہ ہوا دیر  
 .....

چو اتنی میں راجا کیا حکم تب  
 کر دقتل یکدھر فقیران کون سب

قضا سون ہوا دیر کا مل فقیر  
 اتھا کندر سپین کا اور جو پیر  
 رتن سین سون ہوت محرم اتھا  
 دیواری نئی آس سون ہدم اتھا  
 سنیا جوں خبر دار کر آتیا  
 توت کندر سپین سون یون کھیا  
 تھی لوک کھتی ہیں دھریا اے  
 وطن جلکی راجیان میں کھریا اے

مرد با خردشس ہراہ راسی از وطن آمدہ بود  
 اور ازین معنی اظهار پذیرفت صرف جان نکوہ  
 مانند شیر دیکر کشتہ پیش راسی کندر بین  
 والی مشکندیب رفت و گفت اگر خواہی کہ مای  
 پادشاہی من پایدار ماند راسی رتن سین کہ  
 دای ہنداست ضرر مرسان ندانی کہ شکل و ریش  
 است یا دشواد ملک خویش است

پداوت

تیرا کج ہو دیکھو سو کھنکار ہوئے  
تیرے نک میں آئے سو غوار ہوئے  
نہ انصاف ہے تجو میں تا پیار کچھ  
نہیں رحم تیج دل میں نہیں ار کچھ  
جہاں ج پوچھا کی پو تاج سر  
کیا ہوں مستم میں کہو کس پر  
کہو منج خبر دار اس بات کا  
ہوا منج سون تقصیر کس دہات کا  
کہیا مرشد اس کا حقیقت جو ب  
ہوا سنی واقف مہا راج تب

نظم کہی غلام علی دکنی

سنگل دیب کے مار کا بات ہے  
سنو میں کہو نکا کس دہات ہے  
اتھا ایک راجہ سو ہو کن گینر  
سنگل دیب کے ملک میں بے نظیر  
نکا تاون کندور پین اس اتھا  
جگت میں پڑا راج اس بن نہ اتھا  
باسو سو اچی اتھا کے تل  
کمر باند خدمت میں حاضر سنگل

نظم نہی فارسی

دیر بھر جزیرہ است سنگل  
باقسلہ و کنگرہ مکمل  
پہنائے زمین زہی حسن نیک  
در پلہ او سپہر با سنگ  
ہر برج حصار او سپہری  
ہر خشت جہاں فردہ مہری  
.....  
ہر کوچہ و قوچ ماہ رویان

ہزی

با خود برساتہ جنگ جوانان

حیران برخ پدم ہی وہ  
سم ریختی اشک بازمی چند  
چندان کہ پدم درد نگہ کرد  
دل سوئے شافق نہ رہ کرد

حیرت زود ماند اندرین حال

کین طوطی خستہ پرو بال

گستاخ بروی من چہ بیند

خون ابرو و انکس دانہ چند

چشم برخم جو تار نمود است

از ہر چہ خبر کی نمود است

زان جا کہ شگفت داست در سر

بر دشن بر اسے خلوت اند

.....

طوطی نہ پس دعاے بسیار

گفت از شد مشکوہ پر آزار

امروز نیم اسیر دامت

عمریست کہ گشتہ ام غلامت

غلام علی

چلیا او کر شاہ کلمے پیام

کیا شاہ زادی کون جا کہ سلام

دیکھی اوس کون مارا کی رونے لگی

چند رکھا بنجوسات دہوئے لگی

کہی کیون میرے سینے دل توڑ کر

گیجا تہا کہات تون منجے چوڑ کر

کنیں دل کیا کہوں یکایک نہٹ

کیا عاقبت منجہ سیتہ دل کون کہٹ

کتے پیاسوں تاج کون پالی ہون میں

کتا تاج دکھوں اپس جالی ہون میں

.....

ہر امن دلاسا دیکر ہوت دامت

ہر سن سین کا سب کیا کھول بات

اب رازی کی شمع و پروانہ کے ساتھ غلام علی کی دکھنی پداوت کا مقابلہ ملاحظہ ہو۔

رازی

مجدد گر ہوا سے نص بہار  
لاد بگفت گشت گلزار  
ہمہ تن سین پر صید پشت  
تاکند در شکار ملکش کشت  
بانوی خانہ مثل فصل بہار  
بستہ بر خود ہزار گوشت نگار  
شدہ در آئینہ جلوہ ساز  
با خیال خود نسش نیا زونار  
اندر آئینہ دیدان زین  
عاشق نفس خوداں خود بین

خود بخود شدہ جمال زیبائی  
خود حماسا و خود تماشائی  
زین سخن سر نہادہ بر زانو  
سر بر ارم ز قصہ بالو  
کرد اندیشہ کننجستہ قوا  
گشتہ دساز تا خدا پوسرا

غلام علی

کیا ذوق یکدن شہی نامدار  
نکل آیا بہار کہلین شکار  
سہلی کون آسون جو فرصت ہوا  
یکیل پٹکھی دیک غنیمت ہوا  
اپکون دریتی سیتی بہر سنگار  
مکمل ہو کر آئینی رانین کے ٹہار  
کہی تو کیا سہے حکمت تل اوپر  
جو آیا ہر تون سات دریا گنڈ  
نظر تل عجائب پر یا ہی بہوش  
ہشہ ہر دیش کا دیکھا ہی بہوش  
کہون کیا تیری میں تیا کیا ہی  
نہ تجہ کیاں کا کوئی انسان ہے

## رازی

در تجرہ حال روزن مرد  
 کردہ درویش اثر ہر دہد  
 زین تیر دل ہمہ بگرفت  
 گفت با ہمہ گر دروئے شگفت  
 عاشق شد این جوان نگداست  
 نزد دست رجیہ اشش میداست

این گدافیت بہت رائے رتن  
 شد ز عشق پدم جلاے وطن  
 مشاہدہ رائے رایان ست  
 گرچہ در کسوت گدایان است  
 بہ کہ این چند بندہ بہ پسندی  
 سدر از شش کنی بفرزندہ  
 کز من یادرت نمی آید  
 طوطی این وصف بر تو بکشاہ

## غلام علی

قضا سون ہر او جو کامل فقیر  
 اتہا کند پے سین کا او جو پیر  
 بن سین سون ہوت محرم اتہا  
 دیواری منی اسس سون ہمہ اتہا  
 سنیا جون خبر دور کر آئیا  
 ترت کند پے سین سون یو کیا  
 تجے لوگ کہتی ہیں دہری اے  
 دلی علی راجیان میں کہری اے  
 پیر اکب جو دیکھی سو کنہکار ہوے  
 تیرے نکس میں آے سو خواہ ہوے  
 نہ انصاف ہے تجو میں تا پیار کچ  
 نہیں دم تج دل میں نہیں ار کچ  
 ہمارا ج پا چا کی پوتا ج سہ  
 کیا ہون ستم میں کہوں کس اپہ  
 کرد منج خبر دار اسس بات کا  
 ہوا منج سون تقصیر کس دہات کا  
 کیا مرشد اس کا حقیقت جو سب  
 ہوا سینکے واقف ہمارا ج تب



مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پداوت کے دیگر دکھنی اور اردو نصوص کی بھی مختصر صراحت کر دی جائے۔

غلام علی کے تقرباً پچاس ساٹھ سال بعد دہلی دہلیوری نے پراس قصہ کو رتن ویدیم کے نام سے منظرِ مکتبہ کیا ہے۔ دہلی کے متعلق مزید وضاحت۔ دورِ مغلیہ میں آگے بڑھ کر گئی ہے۔ اسلئے پزنگر کی فہرست میں یہ قنوی شریک ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے

۱۵ مولف اردو سے قدیم ہونا ناظم سید شمس الدین قادری صاحب نے اس مثنوی کے متعلق جو مباحث کی ہے جو غالباً اسپرنگر ہی کی وضاحت ہے جس کو اردو کا تاریخی بیان کیا (دوسب ذیل ہے۔

”قصہ رتن ویدیم اسکو دہلی سے سندھ ہوٹ میں لکھا ہے اس کا جو نسخہ توپ خانہ کے کتب خانہ میں موجود تھا اس کی کتب خانہ توپ خانہ اودو کی کٹیلاگ کا مولف ڈاکٹر اسپرنگر ہے۔ اسی (اس) کے چارہ نو تھے اور جس میں کم و بیش چارہ ہزار بیات تھے اس کی ابتدا حسب ذیل شعر سے ہوئی ہے۔

خدا یا تو ہے پاک پروردگار

ترنگار و آناہ داچی اناہ

کتاب میں مختلف مقامات پر مصنف نے اپنا تخلص بیان کیا ہے بجز ان کے دو مقامات یہ ہیں۔

دل تیرے کرم کی ہے مجھے آس | ذکر اس آس میں ہرگز تو نہ اس

دل ہے یوسب خالی بیانا | اس کا کام ہے دینا دلانا

(اردو قدیم طبع ثانی ص ۱۸)

کہ عبد المجید رضائی قلعہ دار سدھوٹ کے زمانہ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے چنانچہ خود مصنف نے اس امر کی صراحت کر دی ہے۔

حراست خان امیر ایک نامور تھا	سکنت گاہ اس کو سات گدہ تھا
اتھا وہ اہل درد و نیک اعمال	نفاقت میں اتھا میں اس کے خوش حال
قضا راوان سون تہو سمت بختی خواست	سودا میں طرف کرپہ کے دہر خواست

۱۵ اس کے متعلق مزید صراحت سدھوٹ کے مخطوطات میں درج کی گئی ہے۔

۱۶ سات گدہ علاقہ دار اس میں واقع ہے یہاں کے جاگیردار شہر تھے ان میں حراست خان ایک نامور جاگیردار تھا۔ ولی دلیوری اوٹا اسی جاگیردار کی ملازمت میں داخل تھا۔ اس کے بعد سدھوٹ آکر قلعہ داروں کا ملازم ہوا۔

۱۷ کرپہ کا دوسرا نام سدھوٹ ہے۔

نواب عبدالحمید ابن عبدالحمید ایک	اتھا دان نامور صوبہ سعید ایک
مسوا و بجر شجاع پروانہ لکھ کر	بسک توکران میں مسلک کر
تقین کر جکوں سدھوٹ کو روانہ	کیا اد صاحب شیرین زمانہ
سجوب الحکم میں سدھوٹ کو آیا	ننگارنگ دان تماشے میں نے پایا

ان دونوں کمپنی کے عداوہ ایک اور مثنوی اردو میں لکھی گئی ہے جو طل شمع و پروانہ سے موسوم ہے اس کو اول ضیاء الدین عبرت نے شروع کیا تھا مگر مکمل ذکر کے ان کے انتقال کے بعد غلام علی عشرت نے مکمل کیا اور مشاعرے میں لکھنؤ سے نقل کیا ہے۔ اس کا ایک نامکمل نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ (طبوعہ ص ۱۶۶)

عبرت نے اپنے قصہ کو عبدالشکور برہمی کی پداوت سے اخذ کیا ہے بعض مقامات سے ان دونوں یعنی عبرت اور غلام علی کا مقابلہ پیش کیا جاتا ہے کیونکہ دونوں مظلوم ہیں صرف زمانہ کا فرق ہے

پداوت

کیا ذوق یکدن شہی ناوار  
نکل آئیا بہار کلین شکار  
سہلی کون آسون جو نصرت ہوا  
یکلا ٹکھی دیک غنمت ہوا  
اپس کون نہیتی سیتی ہر شکار  
مکمل ہو کر اتنی رانویں کے شمار  
کھی تون کیا ہر حکمت تل اوپر  
جو آیا ہر تون سات دریا کدر

طل شمع و پروانہ

سخن سخ معانی محرم راز  
ہوا ہی اس طرح سی نکتہ پرداز  
کر لیکدن دشت و صحرا میں ترسین  
مشکار انگن تھا با صد زیب و زین  
چہج کئی نیزہ باز او سجھا ہزاروں  
بیان دشت میں تازہ عسکریان  
یونہی دہوم جنگل میں چاکی  
غضب کی آتشیں اس بن میں لگائی

شمع و پروانہ

کیا آئینہ سان او کی طرف رو

کہا ہنس کر کہ ای مرغ سنجنگو

نہایت تو پراہیکا جہان میں

وہ اکثر بھی بزم نگر خان میں

بہار سبز کی مانند بھر جا

ہر ایک صورت کا کل ہی تو نے دیکھا

چترن پہنی کو جانتا ہے

ہر ایک کا حسن تو پہچان تا ہے

چم کا تو نے ہیکہ نام دیکھا

ہے اسکے حسن کا انداز دیکھا

جو بیدردن نے وہ طوتا اوریا

چم کی ہوش کو گویا اوریا

وہ طوطا تھا جو ستارے تو کل

اوڑا کہہ کہ اب تیرا تو کل

خیال اس چلا روئے ہوا پر

دہی وحشت کی دہنی کھول شہر

کہو جو چشم کرتا سیر دہیا

کہو جنوں کی صورت دشت پہا

نتہا دل بستہ خشکی دہری کا

کہ وہ سایہ زاہ تھا یک پری کا

پداوت

نظر تل حجاب پر یا ہر ہوت

بشہر ہر ادیش کا دیکھا ہر ہوت

کہوں کیا تیری میں تیا کیاں سے

وہ تج کیاں کا کوئی اتاں سے

تو نہ سچ بول منجھو سپا غیب کیں

دیکھا ہو بیکار دپ اپر دپ کیں

منج ایسے چوڑ چست کے نامی امی

کہ چون کنوتی میں ہوں پیاری امی

نظر تل تیری آج کیسی ہوں میں

نہ در بول تو نہ حق سون جیسے ہوں میں

ستارادو پاک کے مسند در میں

پریا جت کرداب کی مشور میں

جو طوقان اتیا تب پریشان کا

پریا فکر آکر اس جان کا

بچہ کر گیا تھا ہیرا من نکل

شہر چہرہ ہیبت سون کپریا جنگل

کتنی دن رہیا اس بیان میں

کیا در فراری ہوا جان میں

لگیا شاہ زادی کیرا خم اوسی

جوتا تھا یاد ہر دم اوسی

طل شمع در پردہ

بانی بزم عاشق در دوساز  
 نہ تھا آرام او سکو غیر پردہ  
 ہوا پر سبز طوفان فوج در فوج  
 نظر آئی اسی جو بیک کی موج  
 جس کی طرح سہ گرم فغان تھا  
 بزم نالہ روز و شب ردان تھا  
 ستم کش سے جو اپنی جس بائی  
 قیاس او سکو کیا فضل خدائی

اود ہر تو او سکو تہی ہی انتظار  
 کہ آہنچی پدم کی وہاں سواری  
 اوٹھایا جو ہی پردہ ادنی کیا  
 نگاہی دونوں کی باہم نہیں چار  
 کہوں کیا عشق سے جلوہ دیکھایا  
 ایدہلر سکو اود ہر او سکو غش آیا  
 ایدہلر اود ہر سوئی دونوہ بے ہوش  
 کمال نشہ میر جیسے قوج نوش  
 وہ کہا اسطرح تیری مرہ سے  
 ایدہلر بل یہ او س تیغ نگر سے

پداوت

اود ہر ہوا کئی ہوا کی اوپر  
 مکر کر پیکا کر اپنی نظر

چلیا اور کہ ساقہ دریا گذر  
 تماشے جو دیکھتا ہر یک ٹہار ٹہار  
 بنگالہ میں یک خوش باغ تھا  
 جو جنت کی دل شکسوں داغ تھا  
 اتر دان گیا سیر کرنی کی تیں  
 جو میوی کی چار اپنی پہرانی کی تیں

یکایک نظر تل فقیران دہسی  
 دیکھی کوری نظر ان سیتی ہر کسی  
 چلی ان کی سب پھیر سیتی نکل  
 سو آئی عاشق کئی جو چھیل  
 دیکھی سوڑ پٹھا ہی تابات کا  
 جو روشن کر تہا را پس جان کا  
 ہو بہت خوش حال اسی دیکر  
 جو حسن میں او ہوت نیک کر  
 کہی دل میں لائق ہی میری یو جوان  
 دیوی منجھ کون پر س سوداں

محل شمع و پروانہ

حروف رمز چاہتی پر بنا کی  
چلی القصہ وہ صندل لگا کے  
وہ حلقہ کان میں دیکھ جو اس کے  
ہوئی حلقہ کیوشش اس کی وہ دل سے  
پہن کر دلو جو گی کی جٹا میں  
ہوئی رونق نزا دولت سرا میں  
زبس مضطرب نہایت مثل سیاب  
فغان و نالہ برب چشم پر آب  
طبش سے دگی اندھ ناگوارا  
غرض جو تون وہ گذر روز سارا

پداوت

کہی یا خدا منجہ دنا تون ایسے  
بغیر اس کی منجہ کون ندی بھر کے

و صندل سون چاہتی پر کیگی جواب  
نہ تھا دیکھی ٹھکون تیری میت تاب  
تو کیا واسطہ یہاں ملک آئیا  
میری میں بھی دیکھنی پائیا  
منجی بھی مستیا دیا کی اس قند میں  
پنت میں پڑی عشق کی بند میں

مثنوی پداوت کے دیکھتے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ غلام علی ایک بہترین شاعر تھا اس کو  
اپنے فن میں یہ طوفانی حاصل تھا مثنوی میں جا بجائے اپنی ذاتی رائے اور خیالات ظاہر کئے ہیں  
جس سے اس کی شاعرانہ قابلیت واضح ہوتی ہے اس کا اسلوب بیان بھی سادہ ہے۔  
اس مثنوی کو گوگلنگٹھ کی مثنویوں میں خاص اہمیت دی جا سکتی ہے اور اس کا مصنف اپنے  
زمانہ کا قابل شاعر تصور کیا جا سکتا ہے۔  
اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ جہاں تک میری معلومات میں ہندوستان میں نہیں ہے۔

# جنگ نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے (پدم ہارٹ نمبر ۱۰۸) درق  
(۱۱) سائز ۹ x ۶ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نسخ۔

پدم ہارٹ کی صراحت کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

”محمد مصنف کی جنگوں کا بیان جو علی کے تیسرے فرزند تھے یہ قصہ مسن  
اور حسینؑ کے قتل ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے یہ دکنی مثنوی ہے  
جس کا مصنف سیوک ہے مصنف نے بیان کیا ہے کہ اس کو فارسی  
سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ غالباً محمد عاشق کے قصہ محمد مصنف سے ترجمہ کیا گیا ہے  
تاریخ تصنیف ۱۰۹۰ء ہے“

کسی دوسرے روپین مصنف نے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ نفس  
مثنوی سے مصنف کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا تخلص  
”سیوک“ جیسا کہ پدم ہارٹ نے لکھا ہے صحیح ہے کیونکہ مقدمہ و جگہ صاف طور پر اس کی صراحت  
ہوئی ہے مثلاً

حکایت انکی پھر سیوک بوت	براہیم شتر کا جگ بوت
یوسوک تو ہجری کرے سال تہی	ہزار یک نود و دو کی اپال تہی
اے سیوک بنام رسول عجم	محمد مصنف شتر کا کر جنگ ختم

مے سیوک غلام نبی کا سپا	مشفا کر مشفا کر مشفا کر مشفا
پوگلتا مے سیوک تے اب تھکنے	محمد آسان کر تا دیکھے سہ مہنی

(مضامہ)

یہ شذی قطب شاہی دور کے آخر فراتر کے عہد میں مرتب ہوئی ہے گریہ بادشاہ کی مرج و غیرہ کچھ نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیوک کو دربار شاہی سے کوئی تعلق نہیں تھا مصنف نے اس امر کی بھی مراحت نہیں کی ہے کہ اس نے کس کے فارسی سے اس کو کہانی میں ترجمہ کیا ہے۔

قیاس ہوتا ہے کہ اس حمد کے ایک دوسرے شاعر غلام حنیفاں لطیف سے ان کی چٹک تھی۔ کیونکہ اسی مضمون پر صرف تین سال بعد لطیف کا اپنی شذی لکھنا اور اس میں اپنی فوقیت ظاہر کرنا اپنے شاعری کی تعریف کرنا اور اس کو شاہ نامہ کا جواب قرار دینا واضح کرتا ہے کہ اس جنگ نامہ کو وہ ہیچ تصور کرتا تھا اور اسی مضمون پر صرف تین سال بعد اپنی شذی مرتب کرنی ضروری تصور کرتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے سیوک ضرور ایک مذہبی شخص تھا بلکہ قیاس غالب ہے کہ وہ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ اس سے زیادہ اس کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہو سکتے۔

اس وقت کے رواج کے خلاف حمد و نعت وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ ابتدا ہی سے اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ شذی ناقص ہو مگر کوئی قطعی رائے نہیں دی جا سکتی۔ میرے پاس بھی اس کا ایک نسخہ ہے اس میں ہی ابتدا سے اصل قصہ ہی شروع کر دیا گیا ہے حمد و نعت وغیرہ نہیں ہے۔

میا کہ قبل ازیں ظاہر کیا گیا ہے یہ ایک فرضی داستان ہے اہمیت سے کوئی سروکار نہیں کہتا۔ چنانچہ قصہ کے خلاصہ سے اس کی حالت ظاہر ہو سکتی ہے۔

حضرت علیؑ نے اپنے ایک فرزند علیؑ امیر کو ایک شہر کی طرف روانہ فرمایا تھا جہاں انہوں نے اپنی بادشاہت قائم کر لی آپ کے بھائی محمد حنیفہ تھے۔ امام حسینؑ نے اپنی شہادت کے ات ایک قاصد کے ہاتھ اپنا خط محمد حنیفہ کے پاس روانہ کیا جس میں درج تھا کہ حسینؑ کو ہرگز نہ مارا اور نہ لایا میں انکو (حسین) کو قتل کیا جا رہا ہے۔ تم اس کا بدلہ لو۔ قاصد آیا اور محمد حنیفہ کو ایسا



کر کے خط پیش کیا، انہوں نے حال پڑھ کر افسوس کیا اور خطبہ دیا نوح فرما ہم کی چودہ ہزار  
 لاکھ کے ساتھ یرمیسہ جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ اثنار راہ میں سنا یرمیسہ پر حملہ آور ہوا  
 ہے آپ ادھر روانہ ہوئے اپنے دو بھائیوں طالب علی اور عاقل علی کو اپنی مدد کے لئے طلب  
 کیا وہ آئے۔ بڑی جنگ کے بعد یرمیسہ لشکر کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے بعد یرمیسہ کا  
 لشکر روان کی سسر مدگی میں مقابلہ کے لئے آیا اب کے ہی محمد حنیفہ کو نفع حاصل ہوئی۔ اب  
 یرمیسہ نے ملک روم، زنگبار، قرنگ اور حبش کے بادشاہوں سے امداد طلب کی۔ یہاں سے  
 عظیم لشکر آیا۔ محمد حنیفہ کو ترکوں کے دو بادشاہ طاغان اور یوفان نے مدد دی بڑی جنگ  
 کے بعد محمد حنیفہ زخمی ہو کر گزرتا ہو گئے جس کے باعث آپ کا لشکر منتشر ہو گیا۔ مگر ہر آپ کے  
 سران نوح اور بھائیوں نے باہم مشورہ کیا اور آپ کی رہائی کے لئے روانہ ہوئے۔  
 اور یرمیسہ نوح نے محمد حنیفہ کو گرفتاری کے بعد یرمیسہ کے پاس روانہ کر دیا یرمیسہ آپ  
 کا ہتھ ہوا آخر آپ قید کئے گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کی نوح آئی اور آپ کو رہا کر لے گئی۔ اس  
 کے بعد دونوں بھائیوں کا ہر مقابلہ ہوا ایسی شدید جنگ ہوئی کہ خون کی ندیاں بگئیں۔ اسی اثنار  
 میں محمد حنیفہ نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ کیوں بند گان خدا کو قتل کیا جا رہا ہے۔ اس  
 آواز کے ساتھ آپ گھوڑے سے نیچے آئے خدا کی دیکھا میں تو بہ کی اور ایک غامی چلے گئے  
 غامی کی گری اور وہ غائب ہو گیا۔ آپ کے غائب ہونے پر آپ کے لشکر کو شکست ہو گئی  
 آپ کے بھائی علی اکبر کو آواز کے فور بعد آپ کے غائب ہونے کا حال معلوم ہوا۔ اور آپ  
 کے عزیز اقارب وطن کو واپس ہو گئے۔

نمودہ کلام حسب ذیل ہے

حسین شاہ ابن علی بعد از ان  
 آیا ایک عورت بہائی دو مائی تھا  
 سب کو بن بنیسا سے جھٹکتا

کہن یک جنگ شاہ شیر زمان  
 سواس شاہ کا ایک عرب بہائی تھا  
 سواس نام تھا شاہ محمد حنیفہ

سوا یکٹن بنی نی مئی سون کے	تون شیر ظاہر سون سون رہے
رہے تعلق سون کو خوشحال ہو	سوخوشحال رون رون ہر کی بال ہو
دئی بادشاہی کے سہ فراز	دئی بخش شاہی شہر با نیاز
علی کون ہے ہر یک فردند اٹھی	علی اکبر اسنام تھا کر سیتے
ہو شکات سپاہی کی شدہ نجف	روانا کے اسکی شہر کے طرف
چلے شہر کے باق وین نیت لے	سواس بہا کی کون آپنہ پیت لے
یکتیکہ دکن جانتی قابض کئے	جو اس بہا کے کون وازی دیئے
لکے راج کرنے عدل لوح سون	رویش ریت انصاف کی لوح سون
جو اس شہر سون کر بلا دور تھا	سودو نوئے فاصلہ دور تھا

## مقابلہ دشمن

یکایک کہو کیون دین دب گیا	دنگی دار فاقا او پر جب گیا
مشبب فاقا کیا تہ و وار	مکیا مہانکہ حیدر کا فخرہ پکار
نربک جاہیر بادشاہ دانشمند	دنگی کی کر کا پکر کمر بند
نیا دین و چا ترین میں نی او پار	پہرا سکون کر کر زمین پر پچھار
دنگی کون ضرب سو پھار سی دیا	سیجہ استخوان اسکی سرمان کیا
جوتہا نے دیکھا دنگی کا ضرب	ولد کون لکیا پو چھنے حال تمب

کسی یون اسی ملعون جانا کہہ ہر	بتیجی آج بہا تاہون دوزخ بہتر
سویون بول یکو ارسا را کیا	سو چنے کون اسکی آوار کیا
دیکھا مار کا فر کون استہار کھٹ	دو مری کیا اسکون بکتر سمت

دعمر علی شاہ رداست کہہ پرا | دیکھیا سجدہ میں نہات تا کہا پرا

تو اتنے میں طوفان موحان آئی	تو تھک لاک پردس ہزاران اوچائی
یزید انکی دین پیٹ پر آ پری	یزید پر بالابو سب کڑ پری
پھر نوح کا پھر کہ طوفان تھا	کتیکہ دقت لاک سخت گھسان تھا
یزید پر ابو کے سونالی بچے	دھدان اسنے چون ٹٹانی بچے
ہر یک وار لاجین علی بولتے	زمین کے کو اران نمن کولتے
ہر یک یک طرف یوں شو میدان	یزیدیاں کے رارماں کوں رادیلوہ کے
اہوست ہاتھ کی تنگی ملے	زمین کا بھر یا پیٹ دینے رکار
کھرک سخت اسداست باجن کے	یزدی کہتو ہو کر رعائن کے

پوچھے شاہ ادے کالون آیا ہی توں	کہا شاہ آیا ہون میں روم سون
کھے پادشاہ روم کرتا ہی کیا	ملکہ ہر شکر سود ہر تماشیا
کہا یا پنچ لک ہو چالیس ہزار	کندان شق ہارو میں سوار
روا کیا ہی یزید کی کدن	ای شاہ مظفر میری سون جہو جن

### دو شکر کا مقابلہ

خف شاہ کہری ہند شکر کی صف	کہری بانڈ کر شاہ فرزند نجف
ادھی دین یزیدی آئی کے بار مل	ٹیکے بار مل بہار پر بہار مل
خف شاہ ادقہ ہائی ترنگاں کل	سوہایاں عزیزان برادر کل
سو شکر میں شکر ملائی کیا	بشر میرا شد کہل بلائی کیا

او تہیا ہانکہ ہنکار چور میب تی	او تہیا مشور چور دہرنی جوہ آفتے
لگے اپیٹ داراں کبیل	حنف مشاہ کی مومن سواران سگل
سواتنی میں طوغان موغان آئے	ترک لاک پردس ہزاراں او چائے
بچے آئیدیان کی دین پیٹ پر	لگے مائے سہر سہر بے جگر
سوطوغان و موغان دین ماستے	محمد حنف پاس انہری امشی
حنف مشاہ طوغان کوں دیکھ کر	سود خوشی دل لگے مشاہ حنف مشیر

لگے مارے تیغ او تیغ زن	کچلنے لگے یون یزیدیان کا دہن
یزیدیان کوں سب زریہ لاکے	لئے مار شکر او حال لاکے
یزید دیکھ شکر کے احوال کوں	چھنے کا پنے تن پوہر مال کوں

خاتمہ مشنوی جس میں تاریخ تعزیف اور فارسی سے ترجمہ کرنے کا ذکر موجود ہے۔

یو جنگ عظیم کیا سہر	تھی تاریخ تھان جان خیر البشہ
یو سیوک تو ہجری کیرے سال تھی	ہزار یک تودو کے اپر ال تھی
اے سیوک بنام رسول عجم	مرد حنیف مشہ کا کر جنگ ختم
کریم الشکور و غفور الودود	بہیجا تہا نہی پر ہوار از دودود
ہے سیوک غلام نبی کا سچا	مشفا کر مشفا کر مشفا کر مشفا
یونگتا سیوک نے اب تجھ کئے	مجھ آسان کرنا دیکھے سہر نے
اتن یوقصہ فارسی سون اول	کہا دہنی میں ترجمہ منجے بدل
ختم کرتون سیوک دعا پر کلام	بحق محمد علیہ السلام

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں مگر اسی مضمون کی ایک اور مثنوی (ظفر نامہ) ہے جس کا ذکر صفحات آئندہ میں آئے گا اسی ضمن میں اس کا مقابلہ کیا جائیگا۔

بوم ہارٹ نے اس امر کی صراحت کی ہے۔ یہ جنگ نامہ محمد عاشق کے فارسی مثنوی قصہ محمد حنیف کا ترجمہ ہے۔ مگر نفس مضمون کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے دراصل ایسا نہیں ہے۔ محمد عاشق کے قصہ محمد حنیف میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک بادشاہ تھا جس کی ایک لڑکی نہایت

۱۵ اس مثنوی کا ایک نسخہ آئینہ آفس میں نمبر ۱۵۹۲ پر موجود ہے۔

اس کے متعلق جو وضاحت مصنف کشیلاک ایتھے لکھتے ہیں اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔  
 ”اس کا مصنف محمد عاشق ہے جو عام طور سے شیخ نور الدین محمد عاشق سے مطہر تھا چہرہ  
 عیش طرب جو شہساز میں لکھا گئی ہے اس کا بھائی بھی مصنف ہے کشیلاک اس پر گڑ میں اس کا  
 ذکر ہے ۲۰۱۳۹ اور برلن میں بھی موجود ہے ۲۰۴۲۳ محمد عاشق زین العابدین (جو عام  
 طور سے علامہ نور الدین محمد بن ابی اسماعیل شافعی سے مشہور ہیں) کا مرید تھا ان کا انتقال ۱۰۵۰ھ  
 میں ہوا ہے۔ اس کا ایک کبھی ترجمہ ظفر نامہ یا جنگ نامہ محمد حنیف کے نام سے ہوا ہے جس کا  
 مصنف مفتاح العاشق ہے“ ۱۵۷

بوم ہارٹ نے جو وضاحت کی ہے غالباً اس کا ماخذ یہی ایتھے کا بیان ہے۔ ایتھے کہ جہاں اس امر کا ذکر ہوا ہے  
 کہ مثنوی فارسی سے ترجمہ ہوئی ہے وہاں ایک دوسری سہ پہی ہوئی ہے وہ یہ کہ ظفر نامہ مصنف غلام حنیف (جو عام  
 طور مفتاح العاشق سے موسوم تھا) اور جنگ نامہ محمد حنیف (مصنف سیدک) کو ایک ہی خیال کیا ہے حالانکہ  
 دونوں جدا گانہ ہیں۔

ظفر نامہ کے بیان اور اس کے نفس مضمون کے ملا تھکے بعد اس امر کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں  
 مثنویاں جدا گانہ ہیں۔ اور اسی طرح یہ محمد عاشق کے مثنوی سے بھی جدا گانہ ہے

حسین و جلیل تہی محمد حنیف اس سے مطلع ہو کر گئے اٹار سفر میں دیوڑوں اور پیرایوں سے مقابلہ ہوا  
آخر محمد حنیف کامیاب واپس ہوئے۔

ظاہر ہے سبک کا جنگ نامہ اس مضمون کا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مضمون بالکل جداگانہ

ہے۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ راقم الحروف کے پاس ہے یہ جامع عثمانیہ کے کتب خانہ میں بھی

آج بھی ہے۔

## ”قصہ رضوان شاہ فرح افرا“

پیش میزیم لندن میں اس کا ایک نسخہ ہے۔  
 نمبر ۲۷۱۶ (اورشیل) ورق ۸۱ سا ۱۰ ۱/۲ x ۴ ۱/۲ سطر ۱۵ (خط نستعلیق)  
 یہ نسخہ ۱۲ صفحہ کا لکھا ہوا ہے۔ بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔  
 ”رضوان شاہ شہزادہ چین اور روح افرا پی کا قصہ۔ یہ ایک دکہنی مثنوی  
 ہے مصنف قارئین مصنف کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہیں جیسا خود  
 مصنف نے بیان کیا ہے اس کو ایک قاری نثر سے دکہنی میں منظوم  
 کیا گیا ہے۔ تصنیف کو جو سلسلہ ہے خود مصنف نے بیان کر دیا  
 ہے۔ ۱۸۷۱ء میں یہ مدراس میں طبع ہو چکی ہے۔“  
 اسپرنگر کی کٹیلاگ میں بھی یہ شامل ہے اس کی صراحت یہ ہے کہ  
 ”رضوان شاہ بادشاہ چین کا قصہ فارسی نے دکہنی اشعار میں سلسلہ میں  
 لکھا ہے۔ ۲۸۰ صفحات فی صفحہ ۱۹ شعر“  
 اسٹوارٹ کی فہرست میں بھی یہ شریک ہے اس نے کوئی صراحت نہیں کی صرف ایک  
 فقہیہ دکہنی نظم ہونے کا ذکر کیا ہے۔

پیشوئی جیسا کہ بیان کیا گیا ہے سلسلہ میں مرتب ہوئی ہے چنانچہ مصنف لکھتا ہے۔

اتہا جس وقت سال ہجرت ہزار

اوس اوپر نو داو کے اوپر چہار

ہوا قصہ رضوان شہ تمام

نبی صوہ علی پر ہزاراں سلام

فائر قطب شاہی عہد کے آخر زمانہ کا شاعر ہے امامیہ مذہب کا پیرو تھا۔ دوسرے شعرا کی طرح اس کا پیشہ شاعری نہیں تھا بلکہ اپنے ادبی ذوق کے باعث نظم کہا کرتا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس کو مدت سے کوئی کتاب نظم کہنے کا خیال تھا جب ایک فارسی داستان عنوان شاہ ویکھی تو اسی کو نظم کے لئے انتخاب کیا۔ وہ اپنے اچھے شاعر نہ ہونے کا خود اعتراف کرتا ہے ببعض دوستوں کی قرائشیں پر اس نے مثنوی لکھی ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد و ثنیت ہے تالیف کتاب کی وجہ بیان کی ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ بادشاہ کی تعریف و مدح نہیں ہے قصہ کا خلاصہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ چوہین کے شہزادہ رضوان شاہ نے ایک دن شکاریں ایک ہرنی کو دیکھ کر اس کا تعاقب کیا مگر وہ غائب ہو گئی۔ بادشاہ اس کا دیوانہ ہو گیا اسی چشمہ کے تزیین جہاں وہ غائب ہوئی تھی تعمیر ہو گیا یہاں ایک محل تعمیر کیا ایک دن ہرنی سے جو دراصل روح افزا پری تھی ملاقات ہوئی وصل سے شاد کام ہوا مگر پھر جدائی ہو گئی آخر بڑی مصیبتوں و پریشانیوں کے بعد کامیابی ہوئی یا مراد چوہین کو واپس ہوا۔

کلام کا نمونہ پیش رہے۔

اول نام حق کالی بولوں سخن	بند ہوں او سکی توحید کہوں سخن
ہی اللہ معبود بر حق قدیم	کہ جمل ہی خلق پر ہو رہیم
وہی جملہ مخلوق کوں ہی خدا	تکرید او سکی کیوں کروں ابتدا

حدود مناجات کے چار صفحہ ہیں اور پہلا عنوان ہی منقبت م شروع کی گئی ہے۔

ہماری نبی کا ہی پایا رفیع	مقدم شفیعاں پوسب یوسف رفیع
مشکر اوس خدا کوں جو خلقت کیا	ہمیں کون محمد کی امت کیا



نکتہ بعد بلا عنوان منقبت علی شہرہ کی گئی ہے۔

جنی بہائی کی دین کا تھا وزیر	ہی ہوئی کون ہارون تاج کون امیر
نبوت کی رتبی میں تھا جی ول	ہو ہی میکھان مشاہ مردان علی
امیر عرب مشاہ دلدل سوار	شہ لائقا صاحب ذوالفقار
سبب تالیف کتاب کے متعلق کہتا ہے۔	
شبی میں ہوا ہی کسی دلبری	جنادر ہو ہو ندی ہی کسکون پری
ہر یک بات کا ایک قصہ ہوا	ہر یک نقل بھی یونچ پیدا ہوا
مزد بھوت نقل و روایات میں	وقت بھوت لگتا حکایات میں

بھوت ہی حکایات اسمعات کی	کتیک تو کتابان ہی اسبات کی
کتیک فارسی کون بھی دکھنی کری	دو دو کاں قیامت تلگ نامری
کتیک نثر اوسیں کتیک میں نظم	کئی میں جمع کوئی عرب کوئی عجم

تو کرنی تریا مج کون اس اس سون	نہ تھی نیند مج کون یو دوسو اس سون
کہ مج سون چھاپچ یا دگاری رہی	جو مج بعد کوئی بہشت روزی کہی
نہ کھا اپ کی طبیعت میں تاب	جو کوئی سکون نظم کر کوئی کتاب
نظم میں رسالی کیتا ہوس	سکت ہی جی کا دنا کام بس
کیا سیر اکثر حکایات کون	رکھا دلیں اپنی ہر یک بات کون
پڑا تھا میں جی قصائی کتاب	سوقی میں کیا تھی انتخاب

اتنا فارسی نثر میں یو نقل	اوسے نظم کوئی نہیں کئے تھے دل
---------------------------	-------------------------------

تو میں بندہ فایز ہوس دہر کو تب	پڑھی کون دکھی کیا نظم سب
دسیا فادہ سی مختصر سب نہیں	دیا شلخ و برک اس حکایت کو نہیں
بڑھیا فکر جان طول تھوڑا دیا	بدونیک طبع آزاہی کیا
مجھی شاعری کی کہہ ہی مشق نہیں	کیا ہون بزرگان کی تقلید نہیں

نہ مشہرت مجھی شاعری کی ہوس	دانعام پانی کی دل میں اسس
پہر ان جب مجھ پوری ہوا	میرا فکر مجھ کون مری ہوا
طبیعت کی دریا کو آیا او بال	تو تینا نکل آئی ہر کیب بی ڈھال

### ابتداء داستان

جتنی ہی حکایات کی لویان	یو قصہ اونو یون کہی ہیں بیان
کہ تھا میں میں یک بڑا بادشاہ	دو لہٹی پھری او کی یک سالہ راہ
ایس لڑان میں تھا جسے تخت تاج	اطاعت کریں او سکون دیون خراج
ولایت ملک کچھ تھا او سکون کم	کسی کی طرف سوتھا او سکون غم
دلیوں کہی مجھ کو آئندہ نہیں	کہ جو نسل میں ایک فرزند نہیں
جو مجھ بعد اچھی وارث تخت دو	جہا نہیں نکالی تری سخت دو
میرا تخت کہ او سکون پاوی نظام	کہی مجھ کون عالم سنی نیک نام

### خاتمہ ملاحظہ ہو

یو قصہ سنہار ہی شاہ اچو	جنم سکھ سکون اچو غم نی آزاد اچو
خدا پاس پاوی اپن دعا	مجھی ہی کری مغفرت کی دعا
اچی تول فایز کو کر رستگار	دلا او سکون جنت میں دارالقرار

تق اوسکا چہتر جای جان سون	لما روح کون اپنی رضوان سون
جدہ ملک جہان جب تی معور اچھی	یو قصہ جہان پیچ شہور اچھی
کرون کیون شکر اسکی اتمام پر	ہزارن شکر ہی یو انعام پر
اتہا جسوقت سال ہجرت ہزار	اوس اوپر نو داسکی اوپر چہار

ہوا قصہ رضوان مشہ کا تمام

نبی ہوہ علی پر ہزارن سلام

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اور نہ اصل فارسی قصہ دستیاب ہوا اس لئے مقابلہ اور اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔

اس مخطوطے کے متعلق وہ باتیں اور لکھی جاسکتی ہیں اس مثنوی میں قصہ کے عنوانات اردو نثر میں لکھے ہوئے ہیں ذیل میں چند عنوانات لکھے جاتے ہیں جس سے اس وقت کی نثر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۱) قصہ رضوان شاہ پادشاہ زادہ چین کا جو عاشق ہوا روح افزا پری بادشاہ ہندوی شہر شہش کے اوپر بویا فائدہ مشاعر نے غفر اللہ تعالیٰ۔

(۲) بیان نصیحت و پند و اطوار کلام و بیان اپنا۔

(۳) ابتداء داستان اس قصہ کا اور رضوان شاہ اور روح افزا کا۔

(۴) شاہزادوں و زیردے عرض کئے کہ طہارت جنگل میں تیار ہوئی۔

(۵) روح افزا نے اپنی حقیقت بڑھی پاس بولنے لگی۔

اس مثنوی میں دو مطبوعہ ورق بھی شامل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے میجر ایم ڈبلیو کار نے ۱۸۷۷ء میں اس کے طباعت کا انتظام کیا تھا اس کا خیال تھا کہ دکنی شعرا کے کلام کو ایک سلسلہ میں شائع کیا جائے اس سلسلہ میں گلشن عشق پھول بن اور نصیبی بی مریم کا انتخاب ہوا تھا مگر افسوس ۱۸۷۷ء میں اس کے انتقال پر یہ کام موقوف ہو گیا۔ جو مطبوعہ ورق شامل ہیں

اور اس کی مستحیج بھی لکھی گئی ہے اس سے اس کی جانفشانی اور قابلیت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کام پورا ہو جاتا ہے تو دکنی ادب کے جواہر پارے اس کے پہلے نمایاں ہو چکے ہوتے۔ اس مشنوی پر تنقیدی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قاضی اس دور کا آخری بلند پایہ اور اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا اگرچہ اس نے اپنے تعلق انکسار سے کام لیا ہے مگر کلام کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی معمولی شاعر نہیں تھا۔ دوسری دکنی مشنویوں کے خلاف اس میں عربی اور فارسی کی آمیزش زیادہ ہے جس سے خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس زمانہ میں اس قسم کی نظم کا رواج ہو چلا تھا۔ بجا سے ہندی کے عربی اور فارسی کی زیادہ ترکیبیں استعمال ہوتی تھیں قاضی کا طرز بیان ہی پسندیدہ اور دلچسپ ہے۔ کلام کے دیکھنے سے شبہ ہوتا ہے کہ قطب شاہی دور کی پیداوار نہیں بلکہ زمانہ مابعد سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر تاریخ تصنیف کے باعث کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

اس مشنوی کا ایک نسخہ کتب خانہ تصفیہ عید آباد میں موجود ہے۔ ۱۲۱۱ اقص  
اور ایک نسخہ نواب مالا پور کے کتب خانہ میں بھی ہے۔

## ”ظفر نامہ“

ایڈیا آفس میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔  
 بومارٹ مٹا ۱۹ (۱۵۸) سائز ۹x۵ سطر، خط نسخ سنہ کتابت ۱۲۰۳ جلوس محمد شاہ  
 کٹیلاگ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”محمّد حنیف کے جنگوں کے حالات۔ دکنی مثنوی ہے مصنف لطیف۔  
 جنگ نامہ سیوک بھی اسی بیان میں ہے ہریان کے پہلے سرخی سے  
 فارسی میں عنوان لکھا گیا ہے۔ مصنف کا نام غلام علی خاں اور تخلص لطیف  
 ہے انہوں نے خود کو متوجّح عاشقاں سے ہی موسوم کیا ہے وہ قزلباش  
 قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ظفر نامہ کی تصنیف ۱۰۹۵ھ میں ہوئی ہے۔“  
 اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کٹیلاگوں میں یہ شریک بیچ البتہ ڈمی نامی نے اس کی حراّت  
 کی ہے

مثنوی میں تاریخ تصنیف متعدد جگہ لکھی گئی ہے مثلاً  
 سنہ یکہزار و نوہ پانچ پر | بنا کر مرتب کیا یو پھر

ہزار و نوہ پانچ نا ہو رُمیکہ | نہ رھے لکیان لعن تیرے اوپر

ہزار و نوہ پانچ میں باصواب | سب یو مثنوی ہوئی بخت کتاب

غلام علی خاں لطیف عبداللہ قطب شاہ کے عہد کا قزلباش امیر اسی مذہب کا پیر تھا بلکہ

تغنی الطبع شاعری کرتا۔ وہ اپنی شاعری کے سوا اپنی ادارت اور شرافت پر بھی فخر اور ناز کرتا ہے وہ حیدر آبادی ہوئے پر بھی اظہارِ فخر کرتا ہے بڑا پرگو شاعر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ صرف ایک سال کی قلیل مدت میں پانچ ہزار پانچ سو شعر کی مثنوی لکھ دی۔ ظفر نامہ کے مقابل وہ فردوسی کے شاہ نامہ کو مہیچ خیال کرتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ ”ظفر نامہ شاہنامہ کا تاج ہے کیونکہ اس میں رستم اسفندار، سیرغ کی داستان کے سوا کچھ نہیں ہے۔ برخلاف اس کے ظفر نامہ میں مردوں کی تعریف اور محمد حنیفہ کے حالات ہیں۔ ظفر نامہ میں جو جو باتیں پوشیدہ ہیں وہ روشن دلوں پر ظاہر ہو سکتی ہیں۔“

فثنوی میں سب رواج اول حمد ہے جس کے سات شعر ہیں اس کے بعد نعت میں پانچ شعر کہے ہیں پھر حضرت علی اور حسین کی منقبت میں (۱۸) شعر ہیں۔ اس میں نیریز پر نعت بھی کی گئی ہے اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے ختم قصہ پر چند مرثیے خود کے طبع زاد لکھے ہیں اس کے بعد سبب التالیف کتاب کا عنوان قرار دیکر اپنے متعلق اظہار خیال کیا ہے پھر مناجات کا عنوان آتا ہے اور اس پر مثنوی ختم ہوتی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ظفر نامہ جنگ نامہ کے ہم معیون ہے گرد و نو کے قصوں میں اختلاف بھی ہے چنانچہ قصہ کی صراحت سے اس کی توثیق ہو سکتی ہے۔ ظفر نامہ میں بیان کیا گیا ہے کہ امام حسین نے اپنے بھائی محمد حنیف کو اپنا بدلہ لینے کے لئے لکھا دوا اپنے ملک سے یزید کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے ادل مدینہ پر عتبہ ابن ولید سے مقابلہ ہوا اس کے بعد نیریز سے مختلف معرکہ آرائیاں ہوئیں یزید اپنی مدد کے لئے شاد زرنگ شاہ فرنگ وغیرہ کو طلب کیا محمد حنیف نے اپنے تین بیٹائیوں طالب علی۔ عاقل علی اور عقل علی کو بولایا اس کے سوا تین ترکہ سردار طوغان موغان اور عثمان بھی امداد کے لئے آئے متعدد جنگوں کے بعد جس میں بہادری اور شجاعت کے مختلف نمونے پیش ہوتے ہیں شہر دمشق کا محاصرہ ہوتا ہے اس کو فتح کر کے امام زین العابدین کو یہاں کا بادشاہ بنایا جاتا ہے جو وہاں پہلے سے مقید تھے۔ اس کے بعد محمد حنیف غائب

ہو جاتے ہیں جس پر امام کو سخت بیخ ہوتا ہے وہ دمشق کے تخت پر اپنے بھائی علی اکبر کو حکمران  
کے فوجد سلطنت سے کنارہ کش ہو کر سیاح ہو جاتے ہیں کہ میں ایک روشن دل فقیر  
آپ کا مرید ہوتا ہے اب آپ یدینہ آکر علمات دہہ کرتے اور محرم کی بنا و قائم ہوتی ہے۔  
اس وضاحت سے جگ نامہ اور ظفر نامہ کا اختلاف معلوم ہو سکتا ہے۔  
ظفر نامہ کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

کردن ابتدا جسم اللہ سے	مدد سنگ تے اسم اللہ سے
کہ اول کروں وصف اللہ کا	بجنے جو دیا سوالا اللہ کا
بڑا غنی کل شعی کا دھنی	مساکین حدودیں تس کرم تے غنی

### ارشاد کی بیج

کہنی بھلہ کر بولتا ہوں عیاں	مرتب کیا ہو کہیاں سدا بیان
تہا جب دور سلطان مشہر ہو گسن	شہر حیدر آباد انکا وطن
کیا تب ظفر نامہ کا میں بنا	مرتب کئی لک سدا چپ رہنا
محرم کا جب بدر پورا ہوا	ظفر نامہ کا تب ظہور ہوا
بنا یوں کیا دن کمر باند رات	مرتب سو عاشق کہ چاند رات
ظفر نامہ یک سال میں سب کیا	دہانتی ہر کشتیں سو پر نے دیا
سنہ پھر دندو پا پنج پر	بنا کہ مرتب کیا یو اپھر
تو لباسش قرو نیلوا زاد ہون	دلے زادہ حیدر آباد ہون
ہی تاہنج مولود میرا غنی	سدا میان تیرا ہی مج اسی دہنی
ابن سلطان عبد اللہ کہ دور کا	مشجاع ہو رہی ہوں بری تور کا

لطیف ہون لطیف ہون لطیف ہون لطیف	ضعیف ہون نحیف ہون ظریف ہون حریف
مطلوبہ ذکر اب کیا مختصر	سکھل تباہ تھا سو یو بو کر
ہی پورا یوسف شنوی کا شمار	سراپا سو بلکہ ادک پنچہزار
نہ مانده نیست ہو کو ناکر غائب	کیا غری سات ختم کتاب
ہزاران درود ہو ہزاران سلام	نبی ہو رولی پر اچھو منہ ام
شاجات حرقات تجھی میں بند	کتا ہون سودل کرے سنو دروند
کسافت تے جون دوریتوں صادقان	لطیف ہے کہ مفتاح دون عاشقان

معلوم ہوتا ہے کہ لطیف نے اس کو شاد نامہ کے جواب پر کہا ہے اور اپنے کتاب کو اس پر ترجیح دیتا ہے۔ ذیل کے اشعار اس کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

ظفر نامہ شہنامہ کا شاعر ہے	رعیت سے وہ یو راج سے
کہ شہ نامہ وصف اراحیت ہے	ظفر نامہ مردان کہ تعریف ہے
کہ رستم اتھیک بے سیستان	نوروسی کیا رستم داستان
پند اس کا سچ کہ دہتر اتھا	وے کما کہ سیرغ پرور اتھا
محمد حنیفہ شہی انجمن	تین اول تے کردان کہ روشن کن

ہمیشہ جی تس ویکھی توہور موسیٰ	کہ شاعر زبردست پر زور موسیٰ
ظفر نامہ سالم سے مثل غرور	ہوی تس کنی تے حفظ ادک روزرور
نکو جانو یو او بیج پرواز کہ	بند یا ہون سوس میا نے کے رازدہر
ظفر نامہ مردان کا میدان ہے	کہ شہنامہ کنبہ ہو یو چوکاں ہے
کیا کام ات کنکن کہ تین ارسی	وگ تسین عربی سے ہو فارسی



توں دانا ہی تو دیک دانا ہی تے	کہ بیٹا ہے تو دیک بیٹا ہی تے
ظفر نامہ میں کام کیا کیا صوا	ہے روشن دان کا یور و دشمن دیوا

ابتدا قصہ

خردتی ہیں راویان اسو ضا	ہو اکون امی سو یو قدر و قضا
کتنی کرنا کی سو چکر ہی میان	حسین ایکنا مد میں لک سب بیان
رکا ہار کی رت دی بولی تب	میں اسٹہار پر جو شہد تیوں جب
توں اسوقت نامہ سول رات رات	محمد حنیفہ کی دی جا کو حیات
رکا ہار اسد ہت بعد از حسین	روانہ ہوا کر کو پر اشک نمین
دہنزل سو یک کر کو چلتی لگیا	کہ سیاب تیوں بیک و معنی لگیا

دو شخص کا مقابلہ

اسے پلپیں بد حال نے مار کر	تجی بچہ تیا ہون روغ بہتر
یوسن بات دمال مردار غوار	تو ہفصد منی کرز تیں نا بیکار
اچا کر سٹیا جبکہ دانتا کرور	تب طالب علی چین لیے صحت مدد
دہان تے سونیزہ کہیں راست کر	چلا پو طعون وہ مشاد پر
ونیزہ صد و بست گز تھا دراز	تے لے لے کار کر سٹا ہباز
کہ بعد از غفٹناک ہو کر لعین	کیا تیغ کی کہ تے ضربان دہین
ہر یک ضرب اسکی لگی کر سنے رو	ہنرد ایسا ہو کر سرد
پا ہوا کر انکی پل تن پل تا	نہ ہتا انکہ وہ چپ اپ کہیتا
دیکھنا زنگی اکھ نہ ہتا ہی نیل	نہیں نفع کی ضرب کرتا تو کیل

تربک کیا پتی سکر تا پکار	کھل دیک بازی دہمت کون اور
لنبا ہون پر یا ہدیں پوند نکی کلم	ھنی سکے کئے چار یک سند قلم
نکل جا پر یا دور یک کبیتی	دہک پھرب تے چہلم سر پتی
پکیر کر یا دیک دوال کمر	نیکلی سیس تے اٹا کھلون خر
پکر جلد لپتی کمر کا دوال	تو طالب علی بھی نکمچ کر سوال
دل شیر کے تیں دانیں سکیا	دنگی کا دزوری بہوت کر تھکیا
اچا کر پہرا ری یوس ہیں اپر	یو طالب علی حیدری زورہ کر
پری تیوں ز میں پر پر یا کپر کپرا	کہ جون جلی آدلی سکتے کپر کپرا

### جنگ کاسین

تب اسلام کا تیز تر دار ہوا	جب کفار کا صف نمودار ہوا
خبردار ہو پیکر سار جنگ	ادھرتے فرنگی دوزنگی کہ دھک
بنداسب خواں تیں ستری پاکری	سکل گوبان چین ہوا ستری
بجاتے جون دجال کذات کا	فرنگی سو باجا وکے دامت کا
نفیری سو جون جند کہ مسو زیتون	دامہ سو جون فیل کہ کو زیتون
کمری کھول صف بند ہو کانا اہمال	نفا مان سو جون دہوتران کہ مثال
کئی اتین شیطان کہ ہی پوتری	کیتے نہیں دھستے ہی جون دہوتری
علم دگری کھول کہ حیدری	دک ان تیں سو دوسب صف صفدری
کر کیا ہی طاووس ہنگار تا	تو ہانکا دمی حیدری تار تا
کہ جون شیر میدان میں کپر کری	تب اسوقت کرنا سیرن در پری
لڑنے لکھا صف تے ہاشاہ رنگ	قبل حیدری مسکو تب بید رنگ

جب اس دفع دودھ سوکچ بہا ہوا | تو بہا تان نقیان کا ہنکار ہوا  
کہ کن پہلوان قصہ میدان کر | بکشت طفل دست آپس پہچان کر

قصہ کے خاتمہ پر جیسا کہ بیان کیا گیا کہ امام زین العابدین مدینہ منورہ داخل ہو کر لاگوں کو  
مدیکہ کرتے اور شجرہ دیتے گئے۔ اس کی پوری صراحت یعنی آپ کس طرح مدیکہ کرتے  
دلت نصیحت وغیرہ کرتے تھے اس کا بیان کرنے کے بعد ”نامحرم“ کا عنوان قائم کیا ہے۔  
اس میں بیان کرتے ہیں۔

کنک دن سچی دیک ماہ عشور | کہ رسم عزا جکین کینی ظہور  
شدیان میں کرمی کر علاء اپندا | وہی وہول سنج میا نے نمکا ندا  
لوہی دلتے نقل کرستتید | مقرر سودیس کا کرو عید  
کہیں کہیں چراغا جلائے لکے | شب و روز کنچرا کہہ نے گئے  
کہ ناریزہ تربت بنائے گئے | شب بادل دمن تانے گئے  
کہ ہر شب اپنے روضہ خوانے کریں | سہیل اپنی لے سات علا وہ ہیں  
کہ بعد از شدیان کہ سوا برکت حضور | کریں ہادی ہو مرتبہ کا ظہور  
پرین ذکر ذکر ہو کر جب امام | ردا دیان ہو تب بیکر بولیں تمام  
دہانتی سوعباد شہ نامدار | اٹھی پول رور و ٹیکر زار زار  
ہمارا عزیزان سنو درد و داک | ہو اکھوں سو کا رو میں چوکھو کر  
بنامرثیہ کا سنو امی عزیز | کتا ہوں سو سب کھول کر بائیز

اب ظفر نامہ اور جنگ نامہ کا مقابلہ کیا جاتا ہے اس میں نہ صرف واقعات مشترک ہیں  
بلکہ دونوں ایک ہی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ظفر نامہ

سہراب رنگی اور طالب علی کا مقابلہ

جنگ نامہ

سہراب رنگی اور طالب علی کا مقابلہ

طالب علی محمد حنیف سے اجازت لیکر میدان میں  
آئے اور یوں مبارز طلب ہو گئے۔

کہا یوں زید بان پو نعرہ یلین  
جھنم میں اسی قوم آتش قرن  
چلے آؤ میری اوپر تیس تیس  
کہرک تل او تارون ہر شک کا پس  
اتھانیکہ یذبران میں رنگی کتا  
خمرین مارگو دہنگی سنا  
اتھاقہ او سچا رنگی تیس گز  
اپر یا پیچہ کزل کہ پیچہ تیس گز  
بڑا اوچہ شکر میں رنگی کتے  
او سے ناؤں سہراب رنگی کتے

سو در حال رنگی فی دیں جلد ہوا  
سو طالب علی کا مقابلہ مل ہوا  
کہا یوں امی نادان حیوان خام  
تیری ہو تیری بالیکا کیا ہے نام

کہرے کہ کو جا معرکہ میں تر نہک  
اچھی اسو وضع ہوں کر بید نہک  
ارسی کا زبان عادیان پچہ پاہ  
بیکے آؤنا پھور دانول کھیا  
بنی تیں کر دن مار بٹلا اتال  
اڑ موٹی کو کر کر دشتی تھال  
یوسکر سہراب رنگی پلید  
غضب سات آکر نیز و لید  
کہا آج مج شام کی شہر میں  
نئی ہیں برا پہوان دھر میں  
میرا تیس پر پانچ گز قد اھی  
بری عادیان منج انکی رد اھی

یو پھورے تیرا نام کیا مھی سو بول  
کی بی نام کی چکی کرتا کھول

## ظفر نامہ

تبہنس کر کہی ہی بعین فہم تین  
کتاھوں سوسن دور کرو ہم تین  
کہ شیران کتی منکوں طالب علی  
میرا پاپ ازل ہی رہکا ولی  
یو سون و کیا پوچھا داستان  
اتنا پھرتا ہوں تجھی داستان  
یوسن بات سہراب رنگی بعین  
غضب بات شمشیر وایا سنگین  
کریون جلد اسکا سو کر ضرب راقم  
تبہیاستی حیدری ضرب فرد  
سپر اس بعین کا اتر کر ترنگ  
کہ گردن پری دھرت پر مید رنگ  
دسہراب رنگی سو سو پانول اتار  
لکھا عجز کرنی کی تیں بیشمار  
تبہ سوقت مشہزادہ دیتی امان  
وہ دو جا منکا کر فرس بگیان  
چرا سپروبی ششم پہر آئی کر  
کہ داران لکھا مارنی سہر  
یک ایب پہر ضرب سہر میں دہی  
اسی اسکے کہو رہی تی مل دو سکے

## جنگ نامہ

دو لشکر طرف دو کھری دیکتے  
مسلمان کا نہ جیتی نہی دتے  
کے سن ای دنگی کہوں تج کتیں  
میں طالب علی دلہ مولا ہون میں  
دیکھ وار رنگی کہہ شکی کیا  
سو او وار غازی سہر پر یا  
پکر بات یکہ داران حد کیا  
یوسہراب و داران رو کیا  
بزن بات دونوں میں ہونے لگی  
لگے دھرت کون بہان ہونے لگی  
کہرک کون کہرک کک کہراری ہوئے  
کہرپاری سون ماتن آری ہوئے  
سو طالب علی بات کر باداد  
اس سون نے او سکون سکلا ہی سو  
زنگی پر سواد بات حیدر کیا  
دستے ہو رہا اسکی تکبیر کیا  
کہیا مار رنگی کون دو دھد کیا  
نیزیدیان کے لشکر میں تہر کیا دیا

### جنگ نامہ

اس میں ذکر یہ ہے احمد اور ارتش دو  
بھائی تھے وہ محمد صغیر کمال کو آئے  
اور دشمن کے لشکر کی حالت دیکھ کر ارتش  
طوغان ترک کو جا کر اس حال سے آگاہ  
کرتا ہے۔

چلیا دینچ ارتش فی طوغان کرن  
او طوغان کون ہو ر موغان کرن  
ہوا جا کہ حاضر و طوغان کئے  
اکلیا حال یکہ صرقی سب بولنے  
یہ دونوں اشعار ایک سابقہ عنوان  
کے ختم پر آئے ہیں اس کے بعد نیا عنوان  
اس امر کا شروع ہوا ہے۔  
”طوغان اور موغان مدد کو آئے“

ہزان زور دیکر اوتھی کو لیچکر  
چلے آئی طوغان موغان کر  
قاما پزیدان اپس میں اپس  
شبان بھائی مسو جا کہ سپر کچے

### ظفر نامہ

کہ جتنا لٹتا تھا سو اتنا بطول  
و د حصہ دھو کر پریا بہین تنول  
جب اسو ضعیف سہراب رنگی ہوا  
عقب سات تب ایک آکر نوا

طوغان ترک موغان ترک مدد کو آتے ہیں۔

کنا ہون مسو کہول نقل عجب  
کئی فتح مسو تیرا ہی کو جب  
دو کون فتح کتین ہیں سو بولتاؤں  
چہا رازا ظہار کر کہو لادون  
کئی ہیں کہ یکہ ذر طوغان ترک  
کہ عثمان ترک ہو ر موغان ترک  
یو تینو بر اور مسو اپنی سہرا  
کہ تیرن میں بیٹ مجلس بہرا  
ہو غناک تب یون لکی بولتی  
چہا مدعا اپنا کہول نی  
اسی یاران کہ لی دن جی سنین کا  
نایا خبر مشاہ کی دہنیں کا  
خدا جانے انکا مسو کیا حال سے  
کہ کیا غمزدہ ہیں کہ خوشحال سے

## جنگ نامہ

## ظفر نامہ

جاس یی یون بول رہنے لگی  
یوتینو مک انجوان تی دھونی لگی  
تھارا سوتب ایک فصد شتاب  
محمد حنیفہ کا لا کر جواب  
کہ عوٹاں ترک ہاتھیں آدیا  
لی دو نامہ جب کہو لکر دیکھا  
تو میں سہ سہم جو حسین کا  
حقیقت علی کی سہ دو تین کا  
و نامہ سہ پا سو پر کر تمام  
یو کہ ملکو غم پاسپکل خاص و عام

## حارث بن ابی رہیم شتر کا جنگ

حارث بن ابی رہیم شتر کے جنگ کا ذکر  
بل غلط ہو۔

اتھا ایک شتر کون فرزند بیکہ  
او چودہ برس عمر دلبند بیکہ  
اسے ناؤن حارث اتھا کرکتے  
جو او حارث ابن اشتر کرتے

یو جنگ حارث اشتر سی نوخیز کا  
کتا ہون سنو ایسی خون ریز کا  
کہتی ہیں کہ ابراہیم شتر کی مین  
اتھا چودہ برس کا نہنگ پوتہ مین

## مظفر نامہ

و پولاد ہمارا ہلی چالیس کھوت  
 تو اسی سیکل عادی چونسل بہوت  
 سب آئی ہیں پولاد میں غرق ہو  
 چلی آئی جینی سستی فرق ہو  
 سہیان پاکمران بانگہر یویان کی نہیں  
 جہلم توب بند کہ گلیان سہ پودین  
 غور سے منہ سات تو آئی چل  
 ولی دیک یو ضم ہو اسی چل سیکل  
 منجی ایک نر زند شمشاد می  
 میر سے عادیان میں و آزاد می  
 اسس ہیجا ہون کہ لمحہ منی  
 قس بند کو اب لائی تیوں جانے  
 یوں اسوضع تی ہل شمشاد تین  
 ہولا کر کہا تسکو پولاد دین  
 بکی جا یو کو دک پکر لیا کپوت  
 تون تس حق اپر چون مٹی نسل بہوت  
 کہ بعد از سوشمشاد مغرور نی  
 انگی آئیکر پرنی رن سورتی

## جنگ نامہ

سن اسی بات مروان نواد کون  
 لیا جاے نواد میدان تون  
 کہا ورد کاں پھر کی لودان سون  
 ہر یک یک کالیان مٹی جان تون  
 میرا دیکہ لائق تون پھر سی او پو  
 تو سوعین منہ ہجرتا مے کو  
 منکا تا ہون میں ہیج فرزند کون  
 بکرا سکوں جلتا کس تند سون  
 اتھا پہلوان کس قوی باد کو  
 بکرا یا او سے نر زند شمشاد کو  
 سودر حال شمشاد جا باپ کن  
 کھایا پچا اس بھی کون نرن  
 سودر حال شمشاد میدان مینی  
 کیا وار حارث چو شمشاد نے  
 جو او وار حارث نی رد کو مینی  
 کیا وار حارث نی بد کر اسے  
 اب سے وار میں قتل شمشاد کون  
 متلیا مار دوزخ میں دنیا میں سون  
 مولا دیکہ شمشاد اس حال سون  
 نہ طاقت رہیا دیکہ سیال کون



## ظفر نامہ

جلد دایا تیغ کر دست دراز  
 تو کیا کر سکی شیر کہ تین کر از  
 وہین حارث اشتر سو کر ضرب دو  
 تین اباس تیا حیدری ضرب فرد  
 اسی اسکے کپوری تی مثل خیار  
 کیا جلد فی السور یک دار مار

دوال کر حارث اشتر کا وین  
 دفاقی پکر کر بیا جب لعین  
 کتب حارث اشتر سو پکیج کر  
 اپی اسکے پکریا دوال کمر  
 دودھرتی لکلیا زور جب زور یون  
 کتب شیر زکر کو پر زور وون  
 پرسی یو فرم دہین زین تپی  
 ملق اچالیکو مرد جتی

یو بد حال فراد کا دیک کر  
 دجا زخمش اگر دویجور خر  
 یکا یک ہوا حارث اشتر اپہ  
 و ملعون مرتد مستیا یک کر

## چنگ نامہ

سو سال در حال حارث اپہ  
 کیا دار حارث پو نیز ا پکر  
 جو حارث فی نیز ا پکو کنج کر  
 کیا داہ میرا کیواس اس اد پر  
 رکھیا مار سینے کی پیلا دکر  
 دیا ہج سو سال شمشاد کر

دفرم دحارث کے نزدیک آ  
 یکا یک کمر بند میں ہات پہا  
 جو حارث نے دیکھا کیا دس سو  
 بڑاں زور دہنی ہونی لگیا  
 سو دو نوٹے زور ہونی لگیا  
 اوفرادنی زور کمرنی لگیا  
 کیا زور منے بن دحارث دکیا  
 جو یک زور حارث نے حاکیا  
 سو فراد کون کچ دوزا نو یا  
 امان او چا کر یا سر اد پر  
 بھاریا زمیں پر بھرا سب

## خفنا

یونو خیز و ضرب رو کر کو دیک  
اپنی بی ستیا حیدری ضرب یک

.....  
دیکھتے یونو شاہ سکل قدسیان  
کہ صد آفرین بولی جڑے جو ان  
یو ہوئی تیغ ازی سوس حد تک  
کہ خورشید آیا بہ قطب فلک

محمد حنیف کے غائب ہونے کے بیان  
میں کہتا ہے۔

جکل کہا کہ سب ہوستی بہر کیا  
اچنیا عجب کام شہ کر کیا  
حوا رہ کر جب ہو کے ندی چلی  
کہ پاتال لکت سودہ ہرتے چلے  
ہو میں سو کھورا لکھا تیرے  
چلی کر فرما اچا سیرے  
یکایک تو آسمان پرے صدا  
دیا غیب سیتی سودا تفت لدا

## جنگ نامہ

طویل صراحت ہے کئی لوگ لڑنے آتے

ہیں۔

کیا وار حارث پوڑتا تر ت  
سوس اس وار کون بکتہ آیا بہوت  
کیا وار حارث نے دیچور پر  
سود پچوستے ہات ٹا لیا مکر  
بزان وار پر وار ہونی لکے  
کیس بجک کھار ہی ہونی لگی

.....  
اد حارث کون لشکر جتنا سب کل  
کچھ مر جہا ہی سپاہی اول

لکھا ہو میں تیرنی ترکہ سوار مل  
اد شہدیکہ حیف شاہ سوار مل  
پھر اسکی اپر سخن جلتھل جو ہو  
اد کہ سخن جلتھل جو بی داد ہو  
ترکہ اس بھتے ہو میں پہو پہو کہس  
لکھا کرنی بندی خدا ہنس نہیں  
لکے کافنے سخن بندی خدا  
کہ اذغیب بیتون شاہ کون آیا ترا

ظفر نامہ

ای میری محمد حنیفہ دلیر  
تیا کات ہنوز نگر ہوئی نہیں میں یہ  
یری آخیریدہ پوہیں کر سکیں  
تمن کات کیتی ہیں یوں دن کندل  
یوکر آفریدہ تیری دے  
تو یوں بیکار کات کر کہو دے  
محمد حنیفہ پوہیں کر سکیں  
وہیں ہو کو تازی اپر تے جدا  
کہ ترس خداویں اپن نہیں لا  
یو دینان سیتی ہو میکرو دولا

علی اکبر اپری جب آغاز کن  
یکایک سنی غیب تے یو سخن  
محمد حنیفہ تے ہمنہ ہی کام  
تمن جا کو پیریاں تے اپنو مقام

جنگ نامہ

کہ بندی تیری ہیں یا بندی میری  
سسچو سچو تون تیری ہیں بندی میری  
مکر کیا اون کا توتہ کرتا رہے  
انو کون تون پیدا کر نہا رہے  
مکر تون ان کا خدا ڈوا سجلا  
کہ اس دہات ان تھی کیا مجال  
پریا یون نہا شاہ کے کوشش جا  
کھر کر شہنشاہ ترکہ ہاں پہا  
سنیا جون نہا شانی آسمان کا  
مہر ہی خداوند رحمان کا

علی اکبر اس غار ہی کن آئی کر  
کے قصہ اپنی ہی کہ جانی بہتر  
علی اکبر شاہ نے آوارہ ہی  
ہوا غیب کا انکون آواز ہی  
کہی پھر علی اکبر اندر ہی  
خبر یوں زین العابدین کو لی  
محمد حنیفہ سون منجی کام ہے  
منجی کام اس سوتیہ صبح شام ہے

جنگ نامہ اور طغر نامہ قطب شاہی دور کے درمیثیوں ہیں۔ عادل شاہی عہد کی ذمہ  
مثنوی خاور نامہ ہے اس کے ساتھ ہی مقابلہ نامہ سب نہیں ہے خصوصاً جبکہ بعض حالات  
قریب قریب یکساں ہو جاتے ہیں۔

خاور نامہ

مقابلہ علی دہا س

ادیوں بولکر قصہ جولان کیا  
کمان زد کیا سور میدان یا  
کسی تر باران نہ ہو ملکر سخت  
ہوا کا لاغور شید کا روئی سخت  
بہت تیر بستی انو بر سپر  
تون پولیکا سپر انکو وان آہی پر  
خالی کتی ترکش نہ تر حد تک  
نیری لیکر او کو لی بازو حاک  
کئی نیزی لیکر او چیلن ستیز  
سوئی تیری امانیں زیر زبر  
دہا شہی انولتی کو پال دکر نہ  
دکھائی مردی اپنی بیاری نہ  
موسی کو تنی تھی نرم پا پا  
سنگین کسی ہمت میں کو پا پا

ظفر نامہ

مقابلہ عقیل علی وقیر قیصران

کہ فلجہ ہشتاد تن مومنان  
شہدان کیا قیصر قیصران  
عقیل علی دیک طاقت نہ لا  
دنا رخس کا فر پو قہجی چلا

عقیل علی تب لو اکا رلی  
معلق ہوا کی اپر دال دی  
دکھائی اپنی انکی کھنچ کر  
برہنہ سو خنجر یو کر سفیر نہ  
یون اسدات اری سینہ کی پھر  
جھلکی لکی تبوں انی پیت چر  
کہ تب قیصر قیصران ست نم  
موا شید کی است تی غنم

## خاور نامہ

یا تیغ طہاسس کرنی کون جنگ  
کیا شیریں ہوت کو شش بنگ  
عجب کتنی دیکھ حیدر نامدار  
اجا گئی اپنی سرک اپر ذوالفقار  
کری ایک پس تیغ کون مایہ دار  
تو نہ بولیکا غور مشید کوں سایہ دار  
مواد رہی طہاسس کا کہ جون ہر  
لیا باکہ اپر اوپی زرین سپر  
ادی سپر تیغ احسن گزار  
سپر سپر اس سوا جون خیار  
جو اس شیر کی تیغ کاتی سپر  
چرا یہی طہاسس بخوار  
کہو یہی عنیں کوں پیرا یا اوتیز  
چلیا تازی کوں لیکر راہ کریز

## نظر نامہ

مقار علی اکبر و بیگی

سپر کز کاتب اترا یون طراف  
سنی تو دوصف کہ خلا یق براق  
دلے کز سٹکیں دیکھ کہ تلے  
پوشہ زارہ کہ ہر بند بند ہلی  
ولیکن شجاعت میں کج مشک نہ تھا  
وکیل کے ہی پوشہ مشک اتھا  
قضا را دویم ضرب انالین  
منکیا سٹتے شہ پر سودا کہو دکیں  
علی اکبر اسوقت سے نام رب  
لیکر کز زمین کار بہتق سے تب  
پہرا کہ پہرا کہ سوس سوس پر  
لک تیون سوار ہی دابیس پر  
رشیطان بچ لاک حیلہ منکات  
یوکر کز دو اپنی دال سات  
ننکا کر منکیا تیغ سے بدل  
اسے پے لیکر کار پوشہ نول  
اسے تیغ میں کر کو سید اعلم  
کتے چار لیکر سوس فرس کہ قلم

جنگ مغلوبہ از خاور نامہ

ظفر نامہ

دیا حکم مروان کہ تین تب یزید  
نکالو اتنا بہار لشکر شد یزید  
اسے حکم میں چار دہ لک سوار  
لدا انہیں کنجرتی کے ہزار  
سکل تین لاکھ چار دہ فوج کہ  
پس پیش دیں بھر کا موج کہ  
چلا لوت کہ بہار مردان لعین  
کہرا پر رہیا جا کو تب تردہین  
یونیدیان چار دہ فوج ہو  
کہری باند صف بھر کا موج ہو  
دامی بجائے سالم سپاہ  
نشان کہری کہول کر و سیاہ  
دک ایسا ہنکا کہ تو یوسفیر نہ  
تو کتر تین دہا آ کو حیدر لان پر  
محمد حنیفہ لے صف صفیری  
نشان کہری کہول کر حیدری  
طبل حیدری یون تو سیکنے لکھا  
کہ چون چک پو بادل کر جی لکھا  
یوسفکر مدات حصار عشق  
لڑنے لکھا چور چکر لکھا عشق

یاد ات اس وقت شمشیر  
بہت سوجن ہی انی یا زید  
ہر یک حملہ میں مار یا دلدل سوار  
دہان تین سو مرد پے نام دار  
انی کر لی ات شیر نبرد  
کو تیا بہت اسپتار سہی مرد  
چلی سکی یا مان حیدر زجائے  
پاری مار لشکر کو ن سکل نپائے  
دولت کا لشکر وان الی بہم  
ہوا سب بہر یا تالہ نہیز و ہم

جنگ مغلوبہ ازخا در نامہ

اہی کرد مروان جو کیتی شتاب  
ہوا کا لا اسپتا رکون آفتاب

ہوا دان جیکا چاک تیغ و تبر

جو نہیں ہوشس بھی کا نہیں یکہ کر

نیزی کیاں سنیان کیاں خون بخاک

زرد تن پر مروان سب چاک چاک

نیزی کیاں سنیان سینہ چہ تہان

پہاڈیاں کیاں خان پی کلو کس رہاں

کویں دان سنیان پی بند زردہ

وان پیکان کویان پی بند گرہ

تہا ہوتا ہوتا تھا زمین کے پر

سواراگی پانو تہا ہی نہیں یک دکر

بھی کیطرت ہی لشکر خا دران

ہستی تہی شمشیر کو ز کران

بھی کیطرت ہی کوئی خبر دار نہیں

کہ لشکر کئی جہکرا کرنے دھین

تھی وضع سوتا تہا تاشاہ زنگ

زین کیاں رو میان کی لشکر پر شک

علم شاہ مغرب کیا سنگون

دہا دان اجت جاکر در موج خون

نظر نامہ جنگ مغلوبہ

جب اسوضع آراستہ معین ہوا

یوہشت لے دو فوج سب سین ہوا

.....

یکہلا میں ان سجتے رہتا ہوں جا

یوہکیریاں پوہوشیر پتا ہوں جا

تہیں زردہ اپ تمھارے ناہلو

کرون جب اشارت تو تب آلو

.....

زنگ تیں سسکر کرم کا دی میں یا

سکل تیں سوین بانوی دادی میں کیا

کہ مغرب میں کوفوج مشرق منی

سگن ہارتے تو رہے یا اے

جنوبے میں کوفوج مشرق شمال

اشارت کئے بہائی میں جاکا جال

دیکت دو اشارت سکل میں سنبھال

زنگ کچ کر ہو زنگ تیں اچال

صف اسلام کا لیکو ہشتاد ہزار

سجتے پر کوہ چار دہ لک سوار

مجان لگی سب تو یوں مارنے

کہ دعویٰ حنین تیں مارنے

## خاوند نامہ

فلک کا دامن سب مفتوح خون کیا  
زمین کی تلیں جون فریدوں کیا

## ظفر نامہ

زبان کا تو سحر بلند اُتتی ہو  
لڑنے لکے بھرور چار سو  
کہ چونکہ ہر یون غل اچھا بار مار  
پھر سو زنا سوت کا ٹٹا ہر شکار

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے لطیف پر گو شاعر تھا مگر اس کا پیشہ شاعری نہیں تھا ایک سال کے قلیل عرصہ میں (۵۵۰۰) شعر کہنا کوئی معمولی بات نہیں مگر اس کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا اسلوب بیان درست نہیں ہے زبان کے لحاظ سے اگرچہ فائز کی مثنوی کے بعد کبھی گئی ہے مگر اس طرز کی نہیں ہے بلکہ قطب شاہی عہد کے دیگر مثنویوں کے مقابل کہی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اس میں عربی اور فارسی کی زیادہ آمیزش نہیں ہے۔

لطیف کے مدعوں کا نمونہ بھی دیا گیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے گو وہ کوئی ادبی حیثیت نہ رکھتے ہوں مگر بہر ہی مضمون کے لحاظ سے ضرور قابل قدر ہیں۔ اگرچہ لطیف نے اپنے ہم ہی جذبات کے لحاظ سے اپنی مثنوی کا پایہ نہایت بلند قرار دیا ہے اور اس کے مقابل شاہ نامہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا مگر یہ صرف شاعرانہ خیال ہی خیال ہے۔ شاہ نامہ تو کچھ میرے رائے میں یہ خاوند نامہ کے مقابل بھی نہیں پہنچی۔

تاہم وہ اپنے عہد کا ایک اچھا شاعر تھا۔ اور یوں کہ اس کا پایہ شاعری بلند تھا ہندوستان میں اس مثنوی کے کسی نسخہ کا یہ نہیں مل سکتا ہے۔ انجمن ترقی اردو میں کوئی نسخہ موجود ہو تو ہو۔



## محمی الدین نامہ

اس کے دو مخطوطے یورپ میں ہیں۔

برٹش میوزیم نمبر (۶۵۰۵) اور نیل (ورق (۱۳) سطر (۱۳) سائز ۵ x ۸ خط نسخہ پانچ کتابت

۱۲۰۰

اٹلیا آفس کیریم پوم صاریٹ (۱۲۰۰) ورق ۱۹ سطر (۱۱) سائز ۸ x ۵ خط نسخہ۔  
برٹش میوزیم میں یہ کتاب حال ہی میں داخل ہوئی ہے اس کے متعلق کوئی مفصل کیٹلاگ  
نہیں ہے اٹلیا آفس کی صراحت حسب ذیل ہے۔

”شیخ عبدالقادر جیلانی کی مع میں ایک نظم کہی گئی ہے جس کا مصنف  
افضل ہے جس کی وضاحت صفحہ ۳۲ پر ہوئی ہے۔“

یورپ کے دوسرے مصنفین اسپرنگر۔ اسٹوارٹ وغیرہ کے کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل  
نہیں ہے اس لئے ان لوگوں نے افضل کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

اس نام کے دو شاعر ہوئے ہیں ایک مغلیہ عہد میں جو شمالی ہند میں گزرا ہے۔ دوسرا دکنی  
افضل شمالی ہند کے افضل نے جو نارنولی تھا۔ بارہ ماسہ کی تصنیف کی ہے۔ اور دکنی افضل  
محمی الدین نامہ اور متعدد مرثیوں کا مصنف ہے۔

افضل کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دور کے  
آخری زمانہ سے تعلق رکھتا ہے اور قطب شاہی عہد کے بعد ہی موجود تھا۔ میراں شاہ معروف کا  
زیر ارادان سے خلافت حاصل کی تھی۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ شوالی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے حالات میں لکھی  
گئی ہے جس میں آپ کے کرامات بھی درج ہیں۔

کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ بغیر کسی مدح و ثنیت کے ثانوی شروع ہوئی ہے۔

دو جگ ہیں تیرے ہن تون دنگیر	ہیں قطب عالم محی الدین تیر
تون سلطان روشن اور پے کئے	نہیں چاند تیر نور دو جگ نیسی
علی قاطعہ کے تون دنگا چمن	محمد کے اولاد میں تون رتن
حسن بن مثنیٰ کا فرزند ہے	پیارا حسن کا تون دل بندھی
دیوان میں تو سہرہ سچا نیکام	جینے اماموں میں تو ہے امام

اپنے مرشد کی مدح

کئی دل میرا پاک روشن ضمیر	میران شاہ معروف اور سنگیر
یون تاؤن اس کا تو جائے گنہ	ہے افضل خلیفہ معروف شاہ
سو جدا تھے عبدالقادر ولی	میران شاہ معروف اکمل ولی
محی الدین کے باخ کا پہول ہے	میران شاہ معروف مقبول ہے
سچے شاہ معروف میران سو جان	محی الدین دریا ادمو قی ہے جان
اوشانی محی الدین ہو آئے کا	محی الدین کا لارلا جائی کا

ذیل کے اشعار سے تخلص کی وضاحت ہوتی ہے۔

کیا ختم افضل شناسر	تصدق کیا چو او نہ دوئی پر
گناہ گار عاصی جہودنخ میں جائے	اگر اس شناس میں جگر کی شک یائے

معلوم ہوتا ہے افضل کا نام محمد افضل قادری تھا کیونکہ بعض اشعار سے اس کی ہی صراحت ہوتی ہے۔ مثلاً

کیا مختصر ہو جمع راتہ عام  
محمد کیا تادی باختم

کہ صلوٰۃ سلطان پسب ہیچو تمام  
ہیچو درود سلطان پر دمدم

نفس مضمون کے چند اشعار :-

کہ ایک بیس چلے شاہ بغداد کن  
نہج ہوئی اوی شہر میں تہار تہار  
کے تالکیدی شیخ ثنائی پیر  
بلا ہر لوگان جمع سب کرے  
چلے شیخ ثنائی محی الدین کن

چلے جاکے بہار اپنا وطن  
ایا قطب عالم ہوا یون شکار  
نکو شہر میں دیوانے فقیر  
کہ سلطان کیا ہے دیکھیں بے  
کھرے آجاعت سب سباجن

یو عاجزی دیکھی سو غوث اعظم  
ایا حکم درگاہ تہراے میرے خاص  
کہے شاہین عاشق ہم تجھ ذات کا  
اس شہزادی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

مشققت منی ان پو کئی کرم  
جو کچھ تجھ کوں ہوتا شک میرے پاس  
بہجے کیا ہو پر کسی است کا

## مرثیہ قطب شاہی

دکنی مرثیوں کا ایک مجموعہ ڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے اور ایک دوسری  
بیاض کیمبرج یونیورسٹی میں ہے۔ ان دونوں میں میسوں شعراء کے مرثیے موجود ہیں۔

غالباً اس امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ مرثیوں کی ابتدا دکن سے ہوئی مگر  
زمانہ مابعد میں شاعری کی اس صفت نے جو ترقی ایک فن کی حیثیت سے لکھنؤ میں حاصل  
کی وہ دکنی مرثیوں کو حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو بات مرثیہ پن کی  
دکنی مرثیوں کو حاصل رہی وہ لکھنؤ کے مرثیوں میں نہیں پائی جاتی دکنی مرثیوں کا خاص مقصد  
مجلس عزاکوڑ لانا تھا وہ اپنے کلام میں سوز و گداز بے غم کے مضامین اس طرح بیان کرتے  
تھے کہ اصل شہادتوں کا سماں پیش ہو جاتا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں عام طور پر مرثیہ گوئی کا رواج تھا نہ صرف خاص مرثیہ گو شعراء تھے  
بلکہ اکثر و بیشتر دیگر شعراء بھی ضرور اس صنف میں طبع آزمائی کرتے تھے بلکہ یوں خیال کرنا چاہیے  
کہ جس طرح دکنی شعراء نے کوئی نہ کوئی مثنوی ضرور لکھی اسی طرح مرثیہ بھی کہا کرتے۔

قطب شاہی عہد کے جن شعراء کے مرثیوں کا پتہ چلتا ہے وہ حسب ذیل ہیں سلطان قلی۔  
دہلی۔ غواہی۔ عبداللہ قطب شاہ۔ لطیف۔ افضل۔ شاہی۔ کاظم۔ مرزا۔

مگر یورپ کے کتب خانوں میں صرف غواہی۔ لطیف۔ شاہی افضل۔ کاظم اور مرزا کے مرثیے  
پائے گئے اس لئے ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

جن لوگوں کے متعلق قبل دریں مراحت ہو چکی ہے مثلاً غواہی اور لطیف ان کے مرثیے پاکسی  
مراحت کے اور چھکال حال مذکور نہیں ہوا ہے انکو کسی قدر وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائیگا۔

۱۔ دہلی کے مرثیہ کے متعلق ہمارا خاص مضمون رسالہ مکتبہ حیدرآباد میں شائع ہوا ہے۔

## مرثیہ خواصی

اس کا ایک مرثیہ کنگ کالج کیمبرج یونیورسٹی کے بیاض میں موجود ہے جس کے اس شعر ہیں۔  
مرثیہ حضرت امام حسین

پہرنا ہوں زاریوں میں حیران کر بلا کا	دستاہیں گردن کیا او بیان کر بلا کا
روتا اور پستے لایا فران کر بلا کا	آسمان نے خدایا جبریل اتر کو آیا
کیون ہوں کہ کر بلا میں کہ سلطان کر بلا کا	کہر باند کر بلا میں کہ ستر کر بلا میں
پکریا حسین جب تک میدان کر بلا کا	ہے کہ بڑا پوسب تے نیں کس قرار تے
رو رو دیا کئے ہیں آسمان کر بلا کا	کہ سب لک تے ہیں ماتم زدے ہوئے ہیں
تاریان صدوں روز روتا فران کر بلا کا	چند اسکے سون سوتا اس کہ مسوں عمر کوتا
کان تے چوایا کوئی مہمان کر بلا کا	جلتا ہے سوہ جوتی دنیا کہری ہے روتی
لا گیا ہے رات ہو رن منچ دہیان کر بلا کا	بجسک نیں ہے کہین ہوں میں نابل چہن
سو ہے حسین پیارا ستر چان کر بلا کا	کہ رو کر بار امجد ششاد کر سنے ارا

خواصیا معطر عالم کون سب کیا ہے  
گویا یو مرثیہ ہے ریحان کر بلا کا

یہ مرثیہ اور اس کے علاوہ ایک اور مرثیہ مولوی صفی الزین صاحب مرحوم کے کتب خانہ دہلی بیاض  
میں بھی موجود ہے نیز چند مرثیے مولوی عبدالحق صاحب متذکرانہ ترقی اردو کے پاس بھی پائے  
جاتے ہیں۔

## مرثیہ لطیف

غلام علیچاں لطیف کے چند مرثیے ان کی شہنوی نظر نامہ کے آخر میں موجود ہیں جو بڑیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ایک مرثیہ کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں جو ہم نے نقل کئے ہیں۔

یو آہ و نغان سنکر عباس علی | چلے مسکرتے نیر میں مبلے  
کہتے حسینا کہ اے میرے بہائی | کہہ بگی تیں کرتے ہم تے جدائی

مولوی مفتی الدین صاحب دہلی میاض میں بھی اس کا ایک مرثیہ ہے جس کے پچیس شعر ہیں یہاں ان کا انداز غالباً مناسب نہیں ہے۔

اے اہل درد! شک سون بکھیاں کو ترک کرو	نکلیا ہے پہر یو ماسے محرم نظر کرو
نازل زمیں پر سہرے ہوا غم حسین کا	اتم نہوای کو انیک طوت تے خبر کرو
پہر تن کے عود سوز میں غم کی انگار آج	جیو ان گون عود ہو ردلان کون اگر کرو
سلطان کر بلا کی غریبی کون یاد کرو	نکرے جگر کون ہو ردلان کون خیر کرو
ہے درد اگر تن کون قیامت کی وہو پ کا	سایہ کون اہل بیت کے سر کا چتر کرو
جہاں لگک نوشی دنیا کی ہوسب ناخوشی ہے	حور اس ناخوشی تے باتیری سن حد کرو
حشیر خدا کی بات میں یک رنگ خاک ہو	آسمان ہو زمیں کے اوپر فقر کرو
سینا کے گہرن کون پتا نہیں تباہی یو	تکیہ تم اس گہرن پو نکو یون بسر کرو
خافت میں یو وجود ہے چلا جو خاک کا	پہنڈا از اعتبار تم اس کے اوپر کرو
گر دینا ہے تو دیو دین کون داج	یعنی بشیر ہو خدمت غیر البشیر کرو
لکھے ہے سحر رو تھیں دو جہان میں تہ	امرت نکھون جو زبان کون مشکہ کرو

میری فوج میاں نے کتم تھے نشان  
علمدار تم کے قیامت اپر  
علم من سو عباس دہرت اپر  
علم سٹ چلے سوی اب گکشاں  
ہوئی یا نتیں تحقیق مع خوب تر  
کہ دین کر کو قائم اٹھی بول کر

اُٹ بقیہ صفحہ ۸۰

دل کی نیکی ہونے بلو باندیو باپ  
خلق محمد کرم مرتضیٰ علی  
دل میں بقا کے گہر کا اگر ہے ہوشمن  
بید رہے جگوئی خوشی سس تہہ نہیں  
ایمان جوں چراغ ہے عافیت کے دار کا  
نیک ہے چو کے سار جو سب کل عزیز ہے  
بے دین ہو زید کیا دین میں خلل  
گرمہ علی ہے بات میں ثابت قدم میں  
جگوئی تنکون جو دے پیدا کیا اول  
دولت اور ابد کی نظر ہے تو دل کوں آج  
سیے اور تے کارستہ بعض کا کنگ  
اور نے فلک کے بام پر ہشتیاں تو  
آل جا کے غم سون جنم آج صرف کر  
غواص کے زمانہ اپنے لطیف توں

دورخ میں سب ستم ناپس پھندہ کرو  
انسان ہو دین بواپنا سپر کرو  
نیکی کے دام غریب کر جنت میں گہر کرو  
مرد ہو کلیں درد کے یکدم گذر کرو  
بارنگے دتوں جتن اس لہ بہتر کرو  
امرت کھوں ہو زبان کون شکر کرو  
لعنت دام اسس کے اوپر سب کرو  
آیات ہو حدیث ہم سبیں اثر کرو  
دگر چلو نیت ناپس کون نذر کرو  
گنہگار محبت آشنا عیش کرو  
دل دل بہ کو صاف دل کوں نیم کا چند کرو  
پیدا ہی کے سار سادت کے پر کرو  
عیش کے دس ذوق خوشیاں نین اثر کرو  
اسے عارفان ہو جاؤ نہیں باچہر کرو

## مرثیہ افضل

افضل کے دو مرثیے اڈنبرا کی بیاض میں ہیں ایک مرثیہ کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔

عسین کا دلبر و دلدار قاسم	عسین کا مونس و غم و غوار قاسم
کشیدہ پنج و غم بسیار قاسم	جہاں سداں دیدہ خون بار قاسم
گیا از بدعت کفار قاسم	

زمین اس غم سون ہو در پیش افضل	فلک کردید نیلی پوشش افضل
لما تک سب ہوئی بجوشش افضل	کنیز زین داستان خانوسش افضل
گیا از بدعت کفار قاسم	



## مرثیہ شاہی

یہ کوئی علیحدہ مخطوطہ نہیں ہے بلکہ ادھر اس کے مرثیوں کی بیاض میں اس کے دو مرثیے ہیں جن کے تقریباً تیس شعر ہیں۔

شاہی کا نام شاہ قلی خاں ہے علمی قابلیت مسلمہ تھی تا نا شاہ کی مصاحبت حاصل تھی مرثیہ گوئی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ وہ امامیہ مذہب کا پیرو اور سختی کے ساتھ اپنے مذہب کا پابند تھا۔

حیدرآباد میں اس کے مرثیے عام طور پر مشہور تھے چنانچہ ان کو عالمگیر کے سپاہیوں نے بھی زبانی یاد کر لیا اور اس طرح وہ شمالی ہند میں بھی پہنچ گئے۔  
تایم نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

”شاہ قلی خاں شاہی بہاگ نگر (حیدرآباد) کے رہنے والے تھے رسا اور فکر سخن اچھی کہتے تھے۔ تا نا شاہ کے لوازم تھے ان کے اشعار ہندوستان میں مشہور ہیں۔“

(صفحہ ۱۳۔ مخطوطہ انڈیا آفیس)

علاوہ اس میں نے بھی اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ مرثیہ کا نمونہ پیش ہے۔

اے غریب یتیم تنہا ہے عابد تیری زاری ہے  
اب کا مرنا دکھ کا بھرناس پو بیاد می ہے

تیغ کھڑی لے دشمن سپردا دیلا دیکھ بھاری ست  
وہ عیبت عابد تم پر آج کے دن بسیار می ہے

جہاں کن نیا و مجھ کون نام ہو کیا اس وادی کا  
سنا جب کہ بل ہی مئے قتل حسین صی ہے (ادی کا

کہا بہشت میں پیام لیا یا عابد تیری دادی کا  
کہن کڑی ہو پوت میرے تجھے یہ کیا سنگسار ہے

کھنوم زینب اور سیکینہ بندی ہو تجھ بندے سات

سہرہ کا نیزے اوپر کہاتے جا دین ہکی لات

کریں محل سختے ایسی کہ نہ ناسکیں دل کی بات

چکل بھلی گر بے اہل منہ کے رات اندھاری ہے

ہند سے تپ اور تن برہنا سندھوں سندھ بکڑے ہیں

ننگے پاؤں باکر ٹیری طوق نگلے میں جھڑے ہیں

بے گنہ نبی کے فرزند بن تقصیروں فریادی بکڑے ہیں

بھوکے پیاسے کئی کئی دن کے دستک بیماری ہے

وحدت جمعیت اور ولایت یہ ہیں دمی کے تے تے نسب

دوست دوست اور دشمن دشمن بوجھ ہو کے ہومن سب

یا محمد شہر اندر شاہی جب شہر بخشے رب

تب شفاعت کریو بوجھ پر سب کے وہاں لا چاری ہے

## مرثیہ کاظم

اؤنبر ابو نیو برستی کے کتب خانہ میں اس کے دس مرثیے ہیں کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے۔  
کاظم کے تعلق کوئی معلومات اس کے سوا نہیں ہیں کہ وہ عہد قطب شاہی سے تعلق رکھتا  
تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف مرثیہ گو ہی تھا۔ اس کے مرثیے خاص طور پر اس لئے قابلِ لحاظ ہیں کہ  
ان میں زیادہ تر مرثیہ پن پایا جاتا ہے۔ کاظم کا ذکر میں نے اپنی تالیف دکن ارد میں ہی کیا  
ہے جبکہ مجھے صرف ایک شعر دستیاب ہوا تھا۔

اے نابکارانِ دین کا چہٹ گراتا کہاں ردا

سرد ریشی کی آل کو یو دو کہ میں بنانا کہاں ردا

دس مرثیوں میں یہ بھی شامل ہے۔ ذیل میں ان کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

کہنا امام دین کے تین جنگل سے بی آب ومان

طفلان کون اونکے بے گنہ غم میں رولانا کہاں ردا

جنگو بٹھاتے تھے نبی دوش مار کب پر دام

نیزہ پر اونکے سر کتیں رکھ کر پہرانا کہاں ردا

اے ظالمانِ دل خواب اے گراہانِ ناصواب

اس طرح باقہر و عذاب شاہان پر آنا کہاں ردا

یہ رسمِ دادی کہاں یہ صورتِ شادی کہاں

سہرا بندہ کفنی سگلے جلوہ دلانا کہاں ردا

اے مسید عالی نسب شاہنشہ ملک عرب  
مشہر مدینہ چہر کر جنگل بسا ناکھان روا

کاظم نہیں تابے تو ان یو فہم کا سب کہنا بیان  
سفر کے مہمان کون رولا تا دشمن ہنسنا ناکھان روا

دیگر

کیون رکن تیں چلا ہے وہ عالی جناب آج  
کرتے ہیں اہل بیت نبی اضطراب آج

طوفان فوج برسے زیدیان کے حال پر  
کرتے ہیں غم سون آل نبی آب آب آج

کاظم کیا ہے جسے مستم شاہ دین اوپر  
لازم ہے اوسس پلعت حق بے حساب آج

دیگر

کیون زیدیان نے مستم برسر سلطان کیا  
زنت جمعیت ایمان کون پریشان کیا  
اوس رخ پاک کتین خون سیں گل نشان کیا  
دین کون استسیں دے کفر پرطنیان کیا

دیگر

تم اپنے ولہران کی خبر لو علی دلی  
نیزون اوپرہران کی خبر لو علی دلی  
بے تاج مسدوران کی خبر لو علی دلی  
ظلم دستم گران کی خبر لو علی دلی

<p>             اکھیاں میں اوس کے روءیکہ نوک پکین              غم اسے بے کران کی خبر لو علی دلی              دریائے خون سسیر چلا اون کے جوش کر              اوس ناز پران کی خبر لو علی دلی              دل خون ہوا ہر غم مسوں پشیمان کے روش              اوس پاک جہان کی خبر لو علی دلی              کانٹوں پہ سو گوار ہو بیٹھے ہیں بیدان              بیدل صنوبران کی خبر لو علی دلی           </p>	<p>             آرام دل سکینہ بے تاب کون نہیں              کہیں انتہا بودرد کے اسباب کون نہیں              جن کا سوتا گوہیں رکھتے تھو دوش پر              کیا صبر کر رہے ہیں وہ لب کون نموش کر              ہر سپرد اون کے تیغ کوہستان کے روش              ہر سے انجمنیں میں نیساں کے روش              گلزار احمدی پہ چلی مصرعہ خزان              ہر درد راستی پہ کر میں نوحہ قربان           </p>
--	--

## مرثیہ مرزا

یہ بھی علیحدہ نہیں بلکہ اسی بیاض میں شامل ہیں۔  
اس تخلص کے دکن میں دو شخص گزرے ہیں ایک قطب شاہی دوسرے عادل شاہی یہاں  
ہم کہ قطب شاہی مرزا سے بحث ہے۔

مرزا کے متعلق اس پر نگر نے صراحت کی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔  
”مرزا ابوالقاسم سلطان ابوالحسن قطب شاہ کے درباری تھے۔ جب  
ان کے آقا قید کر لئے گئے تو وہ عبداللہ گنج کے قریب حیدرآباد میں  
فقیرانہ زندگی بسر کرنے لگے“ (بحوالہ مذکورہ قایم ۶۶۸)

ان کے زندگی کے متعلق اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ ان کی کوئی مشنوی  
یا کوئی مستقل تصنیف دستیاب نہیں ہوئی جس سے ان کے متعلق کچھ معلومات ہو سکتے۔ اس میں  
کوئی نمک نہیں وہ مرثیہ گو تھے اور ہمیشہ مرثیہ کہا کرتے۔ انہوں میں ان کے متعدد مرثیے ہیں۔  
اس نے متعدد عنوان کے تحت اپنے مرثیے کہے ہیں اور اکثر طویل مرثیے ہیں۔ مثلاً قصہ  
امام حسینؑ کے عنوان سے ایک مرثیہ ہے جس کے (۱۷۵) شعر ہیں قصہ امام قاسمؑ کے (۲۱۶)  
قصہ خر کے (۱۶۷) شعر ذیل میں ان کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

قصہ حسینؑ والے مرثیے میں اصغرؑ کی شہادت کا حال۔

کہوں دکھ درد اصغرؑ کا اور نور چشمؑ سے دور کا

سفہ غازی کے جوہر کا کردار می سلطان

عزیزان دل ہوا پر خون یوسن اصغرؑ کے ماتم کون

کئے معصوم شہادت مسنون کردار می سلطان

مہین ہفتہ کوں منگائے ان کے تیر تو بھلائے  
 بزان لشکر کئے لائے کروڑا سی مسلمان  
 جتیاں پر ہانک تب مالے کے لئے سکینہ دلاں مار  
 برائی میں نہ تم ہارے کروڑا سی مسلمان

---

رات کا سما۔

محنت قبل کی رات سے حرم پر گھات سے  
 دل چور اس غم ساتھ تیرے فراق یاسین  
 یورات جگ غمناک سے عالم پوب دنیاک ہو  
 پر خون جگر دل چاک ہو ترے فراق یاسین

---

جنگ کی تاریخ فوج کی تعداد۔

شہ پر یوں جس دن گہرا ماتم رہا جنگ میں یوسو  
 تب محرم کی دہم تاریخ تھا ہوہر جمعہ روز  
 شہ کئے چالیس پائے تیس ہوہر دو تھے سوار  
 ظالماں کے دل سے تب تھے سواران حسین ہزار

---

ایک دوسرا مثنوی۔

بہی نہ تھا لباس نیلا ہے سب محبان کے تن میں غم تہیں  
 سیاہ پھیرا ہے پتلیوں نے ازل سوں جگ کے نیں میں غم تہیں

ہنوز داری کا حق نہ ہوتا ادا ہمارے گلے سون بیشک

بسان ندیان ہو لو ہو کی بہن اگرچہ سب کے بدن میں غم تھیں

ملا تھا بلبل سون میں سحر گہ سنا ہوں احوال گلستان کا

نہیں ہے کوئی بغیر زکس لے ہو گران چن میں غم تھیں

خطا کا احوال شک کہتا ہے جب سون پہنچی ہو یہ خبر دیاں

ہوا ہے سودا سون جل کے کالا ہو غزال فتن میں غم تھیں

حسن کا احوال عشق کتنی خفا نہ دکھلائے اس دنوں میں

نیں ڈوبے ہیں لو ہو میں رو در زلف پڑ ہو شکن میں غم تھیں

یہ مرثیہ بو تراب سے قبول پاوے تو کچھ عجب نہیں

کہ روح قادر کی نارودو سے پڑے جو مرزا دکن میں غم تھیں

(راؤنرا)

شہادت امام حسین کا ذکر ہے۔

زخم تن اور جب لگے بے حساب

اٹھیا شور ہر شے سون اس وقت پر

دھوان آہ کا اس گنگس لگ گیا

نہ کلثوم زینب کون طاقت رہیا

جتنی اہل معصوم ہو رہے یتیم

پرے سرور اس رن میں جون آفتاب

گیا ڈھک یو مرش کے تخت پر

سورج غم سون شعلہ ہو سب جل گیا

نہ کچھ مشہر بانو کون راحت رہیا

کہر یا سب اوپر یو جفا ہو رہا عظیم

بعد از او عمر سید سنان رن تے لیا ہو

تب شام کی جانب لے چلا اہل حرم کون

یوں سب دسلاں ہو حرم سات لیا سے

سب سرور سوارانگی جو اسے سو کیا ہو

پنجت یزید پاس کئے ظلم و جفا سون

منزل اور مقامیں کتے اس رہ میں کیا ہو



میں ہمارے تمام اس حق شکر سون ہوا ہے      یک نور عظمت سے دوسوں ہوا ہے

دیگر

ہوئی جب تشنگی غالب امام انس و جان اوپر  
خیر و مشکو پانی نے آپس میں پیچ کہا یا ہے  
شہدان کا لہو میں پریر یا جب کر بلا میا نے  
فلک تعظیم سون اسکو شفق کرنے اچالا ہے  
ہوا بن تے جدا جب سر شہنشاہ دو عالم کا  
گلں سرکات سے بکا شفق کے لہو میں نہایا ہے

بعض دیگر مثنویوں کے چند شعرو۔

دیکھو چاند غم کا بھی آیا خدا یا      خلاق کوں پر کر رولا یا خدا یا  
عزم کے جینے میں ظالم نے کیا      عزا کا بچھونا بچھا یا خدا یا

سب عالم کن مرزا نے دورو کے غم سون  
قصا جو رکا پر سونا یا خدا یا

دیگر

انبیاء کے دلبر حسینا نبی کے پیائے حسینا      ادویا کے سردار حسینا نبی کے پیائے حسینا  
سند غم سون مدنا مرزا انجوان میں کہہ دہنا مرزا      سکھ سون ہرگز نہ سون مرزا نبی کے پیائے حسینا

## دیگر

الوداع اے الوداع شاہ شہیدان الوداع | الوداع ابن علی و وجہ کے سلطان الوداع  
شاہ و دو عالم ہوئے مظلوم حیران الوداع | یوں چلے دنیا کی فانی مسون عزیزان الوداع

ہر محرم میں حسین کے درد کے تازے ہزار  
دل اور مرزا کوں ہوتے ہیں یوں اغان الوداع

مرزا کے سلام کا خون :-  
اے شاہ عالی مقام شاہ سلام علیک | ہر دو جہان کے امام شاہ سلام علیک  
مومن کے من تمام شاہ پہنچو سلام | صدق مسون ہر دم بدام شاہ سلام علیک

اے شہ دین شیر زہر تون کرم کے نظر  
تلف مسون مرزا اور شاہ سلام علیک

مولوی صفی الدین صاحب والی بیاض میں مرزا کے (۳۴) مرتبے ہیں جن میں بعض کافی  
طویل ہیں۔

## عادل شاہی مخطوطات

یوسف عادل شاہ بیجاپور کا صوبہ دار تھا۔ بہمنی سلطنت کے زوال پر دیگر صوبہ داروں کی طرح ۸۹۵ھ میں اس نے بھی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس خاندان کے حسب ذیل افراد نے بعد میں گجراتی حکمرانی پر چڑھوس فرما ہوئے۔

۸۹۵ھ تا ۹۱۶ھ	(۱) یوسف عادل شاہ
۹۱۶ھ تا ۹۴۱ھ	(۲) اسماعیل عادل شاہ
۹۴۱ھ تا ۹۴۱ھ	(۳) ملو عادل شاہ
۹۴۱ھ تا ۹۶۵ھ	(۴) ابراہیم عادل شاہ اول
۹۶۵ھ تا ۹۸۸ھ	(۵) علی عادل شاہ اول
۹۸۸ھ تا ۱۰۳۶ھ	(۶) ابراہیم عادل شاہ ثانی
۱۰۳۶ھ تا ۱۰۶۶ھ	(۷) محمد عادل شاہ
۱۰۶۶ھ تا ۱۰۸۳ھ	(۸) علی عادل شاہ ثانی
۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۶ھ	(۹) سکندر عادل شاہ

یوسف عادل شاہ اپنی قابلیت کے لحاظ سے سرآمد روزگار رہا بادشاہ کی مصاحبت سے ترقی کرتے ہوئے صوبہ دار ہی کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوا اور اس کے بعد اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی جو کچھ سو سال تک شان و شوکت کے ساتھ فرماں روائی کرتی رہی۔ یوسف عادل شاہ فارسی کا بلند پایہ شاعر تھا اور فن موسیقی سے واقف علما و فضلا اور اہل فن کا بڑا قدر دان تھا۔

اور دور سے علما و شعرا کو اپنے دربار آنے کی دعوت دیتا اور بیش بہا تحفوں سے ان کی

ہمت افزائی کرتا تھا۔ موسیقی کے جلسوں میں فی البدیہہ نہیں پڑھتا تھا۔ چونکہ اس نے شیعیت کو حکومت کا مذہب قرار دیا تھا اس لئے تمام سیاسی اختیارات اور حکومت کے شعبے باہر سے آئے ہوئے ایرانی اور عراقی اصحاب کے تفویض تھے جن کی زبان فارسی تھی اس طرح اردو کی ترقی پر ایک حد تک بڑا اثر ہوا۔ اس عہد کا کوئی ایسا سوا نہیں ہے جس سے اردو کی ترقی کا اندازہ لگاسکیں مگر اس میں کوئی شک نہیں عام طور سے اردو بولی جاتی تھی چنانچہ تواریخ سے بعض تاریخی شعروں کے قطعے دستیاب ہوتے ہیں اور ایک مصنف شاہ میراں جی کا پتہ چلتا ہے جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

یوسف عادل شاہ نے مسلمانہ میں وفات پائی اس کا فرزند اسماعیل عادل شاہ تخت و تاج کا مالک بنا۔

یہی اپنے باپ کی طرح ذی علم تھا علم و فضل کی صحبت کا شائق شعر و سخن کا دلدادہ اور خود بھی شاعر تھا وفا کی شخص کرنا تھا۔ موصوفین نے اس کی بڑی تعریف کی ہے۔ چنانچہ بیجا پور کا مشہور مؤرخ فرشتہ لکھتا ہے۔

”اسماعیل عادل شاہ علیم و کریم دینی بود۔ ہر گوش بر زبان جاری نہایت پیوستہ با علم و فضل و شعرا و صحبت داشتہ و مرعات ایشان واجب شانتخت۔ در علم موسیقی و شعر علم مہارت برافراشتہ و فانی مخلص نمود ہے سچ یک از سلاطین دکن بتانت و لطافت او سخن گفتہ“  
اسی طرح مولف بستائین السلاطین کہتا ہے۔

”اسماعیل عادل شاہ طبع موزونی داشت و در سخاوت و سخاوت کہ لازم

۱۵ یعنی خوش نام۔ خوش نعرہ۔ شہادت الحقیقت۔ شرح مرقب۔

۱۶ اس کتاب کے مطبوعہ نسخوں کے علاوہ درج کتب خانہ مکتبہ جدید آباد وغیرہ میں موجود ہیں۔ (لندن میں خطوط

مردم ہلم اند نظیر نداشت۔ و در فن موسیقی ہوشنگانی بسرو و ہند سی  
کتر دل دادے۔ و ترکی و فارسی بفصاحت تمام گفتے و ہرگز زبان خود را  
بدون ضرورت بہ زبان ہندی آشنائی ساختا

(ص ۱۶) بخش میزیم

اس سے یہی واضح ہو گیا اعلیٰ کو یہی اردو سے شغف نہیں تھا اس کی پرورش اس کے

نوٹ گذشتہ سے پتہ چلتا ہے۔ یہی موجود ہیں بخش میزیم میں ۱۲۳۴ھ کا لکھا ہوا نسخہ موجود ہے نمبر ۲۴۲۹۹  
ایشیال بقول ”ربو“ مصنف کیلنگ اس کا مصنف غلام قاضی المعروف صاحب حضرت ہے۔ مگر ایسے  
نے اپنی کیلنگ میں رائیڈ آفس کے فارسی خطوطات (براہیم زبیری) کو اس کا مصنف لکھا ہے یہ آخر الذکر بیان  
ایک ہی ہے۔

مصنف مذکور (زبیری) نے اپنے دیباچہ میں ان تاریخوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جو عادل شاہی عہد  
میں تصنیف ہوئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عادل شاہوں کی پہلی تاریخ محمد بن قاسم بن ہند و شاہ  
استر آبادی المتخلص فرشتہ کی تصنیف ہے جو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں (۱۱۷۱ھ) مرتب ہوئی اس  
کا نام نورس نامہ (جواب تاریخ فرشتہ سے ہوتا ہے) تھا۔ اس کے بعد علاء الدین ولد علاء الدین نے عادل شاہ  
کے عہد میں محمد نامہ کے نام سے نظم میں تاریخ لکھی اس کے بعد علی عادل شاہ کے زمانہ میں مسعود نور اللہ  
ولد قاضی سید علی محمد نے ترقی فارسی میں ایک تاریخ (جو تاریخ عادل شاہیہ کے نام سے مشہور ہے) ترتیب دی  
اور نیز ملک الشعراء میں نصر قی نے فتوحات علی عادل شاہ کو زبان دکنی نظم کر کے علی ہر سے موسوم کیا۔ اس کے  
بعد فضیلت کاتب شیخ ابو الحسن ولد قاضی عبدالعزیز ابن قاضی تاج محمد قاضی بند چہول نے شرح دیبے کے ساتھ  
لکھنؤ عادل شاہ کے وقت تک حالات لکھے جو ”طبقہ عادل شاہیہ“ سے موسوم ہے اور ابو الحسن کی تاریخ محمد نامہ  
سے اخذ تھی۔ جس کے پرانہ کا خدانت سے مولف نے (بساتین السلاطین) نے تاریخ مرتب کی ہے۔ خاتمہ  
کی عبارت ملاحظہ ہو۔

فرعون کا منہ دھو سے اس کے زانہ میں اردو کی ترقی ناممکن تھی اس لئے کسی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔

نوشہ گزشتہ سے ہمیشہ :-

”گر چند ترطاس پا چہائے مسودات نگاشته شیخ ابوالحسن بہت ایں ضعیف افتادہ و متفرقہ  
مقتضیہ غیر مربوطہ..... در ایں ایام بعضی از دوستان باعث شدند ہر سالکہ در وقت  
خاطر عزیز وقت پناہ..... قدر دان اہل علم و ہنر ضابطہ مالک دستخط کراٹ صاحب  
بہادر بجانب دریافت و اطلاع احوال مسلمانین ہجرا پوریش از پیش است اس مسودات متفرقہ را  
فراموش نہ کردہ اہم رابطہ دادہ یک رسالہ مختصر ترتیب دادہ شدہ“

ملو عادل شاہ کے چند ماہی حکومت کے بعد اہل سیم عادل اول بیجا پور کی حکومت پر حکمران ہوا یہ ارباب کمال کا قدر دان اور علم و ہنر کا سر پرست تھا۔ امین الملک۔ نوحہ معین الدین۔ آقا شہاب الدین شیردانی وغیرہم مشہور علما ہیں۔ مذہب اور خیالات کے لحاظ سے یہ اپنے باپ دادا کا ضد تھا شیعیت کو ترک کر کے سنی مذہب اختیار کیا جس کے باعث ایرانی اثر کم ہو گیا۔ اس کے بچائے دکنیوں کو عروج ہوا۔ شاہی دفتر اردو میں آگیا۔ ان وجود سے اس کے زمانہ میں اردو کو فروغ ہوا اور اس کی جڑیں اس قدر مضبوط ہو گئیں کہ اس کے ہاشمین علی کے انتہائی کوششوں کے وجود پر قاری کا رواج نہ ہو سکا۔ مگر یہ اردو کی بد قسمتی ہے کہ ہمیں اس عہد کی کوئی اردو تصنیف یا اردو گو شعرا کا کارنامہ نہیں ملتا۔ البتہ شاہ بہمن الدین جام کے چند تصانیف کا پتہ چلتا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔ وصیت الہادی فی نفعت المایان۔ وغیرہ سب انجمن ترقی اردو میں موجود ہیں۔

۹۵۷ء میں علی عادل شاہ اول بیجا پور میں حکمران ہوا یہ بھی اپنے باپ دادا کی طرح اہل فضل و کمال کا سر پرست اور علم کا معاون و مددگار تھا۔ اس کے علمی ذوق کا پتہ اس سے چل سکتا ہے کہ جب کبھی سفر کرتا تو چار سو صندوق کتابوں سے بھرے ساتھ رہتے تھے علمی شوق کے باعث ایک عظیم الشان کتب خانہ جمع کیا تھا کئی کاتب خوش نویس اور محدث و مجدد و نقاش کتب خانہ میں مامور تھے۔ شیعہ مذہب کا پیرو تھا ایرانی علما و رہبر میں باریاب تھے۔

ملافتح اللہ شیرازی جن کو اہل عراق "عقل ماہی عشرہ" کے لقب سے یاد کرتے ہیں وزیر دیکر طلب کیا۔ سلطان کا وزیر افضل خان شیرازی بھی زبردست عالم تھا۔ ان دونوں کے مکانات پر روزانہ علمی جلسے ہوا کرتے تھے۔ محمد علی استاد کار سید مصطفیٰ خان۔ شاہ عبدالحسن شاہ ابوالقاسم انجو۔ مرتضیٰ خان انجو۔ میرٹس الدین محمد صدر جہاں اصفہانی وغیرہ اس کے درباری ملا تھے۔ ملا محمد رضا مشہد جی رضائی درباری شاعر تھا۔

دربار اکبری سے ایک مرتبہ حکیم علی گیلانی اور دوسری دفعہ امین الملک شیرازی علی عادل شاہ

کے دربار میں ہنر کی حیثیت سے آئے تھے۔

سلطان کی علمی قدر دانی کے متعلق مصنف تاریخ حاکم بن ہند لکھتا ہے :-

”مردم خوب در درگا ہنر جمع شدند در اندک فرجے اتاریان و توران و سائر

اقالیم سبعہ مردم خوب تشریف آورد پس بیجا پور قسک راج مسکون گردید“

اس کے زمانہ میں انڈو کی زیادہ ترقی تو ناممکن تھی مگر ابراہیم کی سرپرستی کے باعث اس

کو کمال بھی نہیں ہوا۔

علی عادل شاہ اول کے بعد ۱۱۹۹ء میں ابراہیم عادل ثانی تخت و تاج کا مالک بنا۔

اس کا دور حکومت ترقی علم و ہنر کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہے سلطان نے علم کی ترویج میں

جو جو کوششیں کیں وہ تاریخ میں ہمیشہ تاباں اور درخشاں رہیں گی۔ علمی ترقی کے لحاظ سے

ہندوستان کے اسلامی بادشاہوں میں اس کا خاص درجہ ہے بیجا پور کے مورخین اس کے

علم و فضل اور علم پروری کے مترقب اور مدح ہیں۔

مصنف ہیاتین السلاطین لکھتا ہے :-

”بادشاہ ہے بود موصوف بہا ل صورت و آناستگی سیرت جامع مگوئی و د

مجموعہ خمیسا عادل و دادگر نہ بہت ..... علماء و بلاغت

شعار و شیوخ کا طین و صلحا کے مشترین و شعرائے نامدار و بلغاسی فصاحت

آخار ..... در عہد امنیت ایشان عالم پاد و در دار السلطنت بیجا پور

تشریف آریافی فرمود ..... ملانہو رہی کہ شعر و نشا تش

و رقت و لطافت و فصاحت و بلاغت مشہور آفاق است از شاعران

پایہ تخت اولو و ..... گلزار ابراہیم نور ستارہ از او ہو یا ست



و دیگر شاعران بلند اقبال و سخنور اند کہ ذکر ہر یک دریں مختصر گنجائش ندارد  
..... در آن وقت ہما یوں در پائے تخت آن شاہ جو ہر شناس  
جمع آمدہ بودند ہمچنین نخست نذریاں سخنکار و تثرین قلم و دیگر اوستادان  
ہر فن و کاملان ہر علم مجتمع گشتہ بودند محمد قاسم فرشتہ استرآبادی کہ تصنیف  
ادبیات فرشتہ مشہور عالم است تصنیف کرد

(ص ۳۷ ب مخطوطہ انڈیا آنس)

ای طرح اس کی قابلیت کے متعلق مصنف لمبھات عادل شاہیہ کہتا ہے :-  
”قابلیت ایں پادشاہ مغفرت و شگاہ باعلیٰ درجہ کمال رسیدہ بود ہنرمندان  
آفاق بردرگاہ اویسیت نمودند قریب بدوسہ ہزار تن ازار باب ساز و غنی کہ  
ہر یک سرآمد روزگار زمان بود و خدمت رسید“

(ص ۲۹۹ لہب)

مصنف تاریخ احوال سلاطین بجا پور بھی اس بیان میں متفق ہے چنانچہ وہ بیان کرتا ہے :-

”ابراہیم عادل شاہ پادشاہ بود دادگر و سخا پرور جمع اہل کمال و مرجع ارباب  
فصل و بلاغت بود اکثر اہل کمال و علماء بلاغت آثار و شیوخ کاملین و  
صلحا و مشترین و سپاہیان نامور بل سائر اہل ہنر و عمدانیت عہد الشان  
عالم شاہ در این خطہ پاک تشریف آرمائی فرمود“

(ص ۸۱ ب)

۱۵۔ اس تاریخ کا ایک مخطوطہ پرنس میوزیم کے (۲۶۲۰۰) ڈیپنشن اپر موجود ہے سلاطین میں اس کی  
تائید ہوئی ہے۔ دیا چ میں ذکر کرتا ہے۔

تاریخ مختصر درسنہ جلوس و وفات و قدر احوال پادشاہان بجا پور میرا براہیم ابن حسن

ظہوری۔ ملک قسیمی، حکیم آتش، مرزا محمد تقسیم، مٹاکنیسی۔ عبدالقادر نورسی وغیرہم۔  
سلطان کے زمانہ میں صدر تصانیف ہوئے جن میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔  
ابوالقاسم فرشتہ نے ۱۵۰۰ھ میں تاریخ فرشتہ مرتب کی۔ نورالدین ظہوری نے اپنے  
تصنیفات کیں۔ ملا ملک قسیمی نے مخزن اسرار نظامی کا جواب لکھا۔ عبدالرشید التتبیگی نے  
علامہ ابیدین محمد بن ذکریہ قزوینی کی عجائب المخلوقات کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ملا رفیع الدین شیرازی  
نے روضہ الصفا کا خلاصہ کیا۔ اس کے علاوہ کئی ایک تصانیف مشہور ہیں۔  
تاریخ فرشتہ مرتب ہونے کی وجہ ابوالقاسم کے الفاظ میں مسنونہ۔

۵۱- این مجله مشتمل بر فتوحات عادل شاهیه.

گذشتہ سے پیوستہ ہے۔ ..... وزیر اسد خان لادی در عهد سلطنت علی عادل شاہ ثانی تالیف نمودند وہاں تواریخ و اشعار و اعیان و ارکان و اعمال و مشغلات کہ ہاں زماں واقع گشتہ یزبان فارسی و ہندی می گفتہ بعد سنہ ۱۰۸۵ کن بان تواریخ ختم کردہ ..... وزیر نعمت کرل و تنکا و شیخ ابوالحسن جعفری و شریعت پناہ ابراہیم صاحب مآتب قاضی شہر کابل و قاضی محمد نعمت اللہ واقعات سلاطین بجاور تحقیق تمام نوشتہ بودند این ہر دو از سال ۱۲۰۳ در مطالعہ این فقرہ آمدہ " (ص ۷۶ ب)

”وہاں آیام دولف ایں کتاب فصاحت انتساب ایک بغلت بضاغت  
معترف است و بجز تحفه اخلاص و دولتخواہی حضرت سلیمان دست آویزے  
نہاد و بعض عنایت و ذرہ پروری مجلس اقدس عالم پناہ بردہ چنداں دوست  
نوازی فرمود کہ حضرت ایں کترین بندگان را بیکارہ شریف نوختہ بجلت  
در یادتی منصب واقطاع نوازش فرمودہ و در ہماں مجلس کتاب  
روضۃ الصفا کہ غایت نفاست دامت بدست خود کولف بخشیدہ فران واد  
کہ چوں واقعات پاوشا ہاں ممالک ہندوستان علیحدہ در یک جلد عبارت  
وافصح مشافی تا ایں زماں سعادت نشان ہیچکس نہوشہ است مگر  
نظام الدین احمد بدخشی دآں نیز در کمال اختصار است و تحقیق حالات و  
کیفیات سلاطین دکن وغیرہ کما حقہ بجائے نیا درودہ است باید کہ تو  
قلم وار کہ خد مت ہر میان جان بستہ در تالیف کتاب موصوف بصفات  
کند و کند اخور امعان ہمداری و سوانح و قضایا ہی ہمدہا یوں مارا برنجی  
کہ از تکلفات نشیان و کذب و بہتان سخنوراں عاری و بری باشد تحریر نیا۔“  
(ترجمہ)

سلطان کو خوشنویسی کا بھی بہت شوق تھا خود بھی بڑا خوشنویس تھا غلیل اللہ خوش نویس  
سب میں ممتاز تھا۔

اس کو موسیقی کا بھی بڑا شوق تھا۔ خاص کر ہندی سرود میں سدا رہ ذکر کرتا تھا۔ کولف  
الادے قدیم نے ”جگت گرو“ کے لقب کی وجہ اسی موسیقی دانی کو قرار دی ہے۔ چنانچہ  
انہوں نے ذکر کیا ہے۔

”ابراہیم عادل شاہ کو موسیقی میں بے حد ہارت حاصل تھی خاص کر  
سرود ہندی میں ایسا کہاں پیدا کیا تھا کہ اس حمد کے تمام گونچے اُسے

(ص ۷۰ و ۷۱)

مگر بقیہ اساطین سے اس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہی پائی جاتی ہے چنانچہ  
 ”درمیان عالم جگت گردہ شہر گردیدہ این لفظ دراصل دکنی است مردم بصورت و  
 سیرت اک بادشاہ حمیدہ فصلا پسندیدہ افعال بجان ماضی و خوش حال بودہ درباب او  
 این لفظ استعمال آوردہ معنی اک شاہ بہاں است (ص ۳۸ ل)

لفظ ”نورس“ سے سلطان کو بڑی محبت تھی مشنہ میں ایک قلعہ بہام نورس تعمیر کیا۔  
 سلطانہ میں نورس پورا ایک شہر آباد کیا۔

اس شہر کی دلکشی کی مصنف فتوحات عادل شاہی نے بڑی تعریف کی ہے اور عظیم المثال  
 قرار دیا ہے۔

”شہرے ترتیب یافتہ کہ یاج ہاں گرد اندیشہ از تصور دلکش و جہان نقش  
 اگر احسن اسجد و دش خواند رواست و اگر شک ارم ذات العادش داند“

(ص ۲۱۴ ل)

استعمال کی ہر شے نورس کے نام سے موسوم تھی شاہی شہر پر ہی نورس کندہ تھا محل کا نام نورس  
 کتاب کا نام نورس عہد القادر شاعر کو نورسی کا خطاب دیا تھا۔

سلطان کو اردو سے خاص پس تھا شاہی دفتر جو علی عادل شاہ اول کے زمانہ میں جاری ہو گیا  
 تھا پہرے اور دو کیا گیا۔ ..... اس سے سردہ ہندی کے قواعد و ضوابط میں ایک  
 کتاب نورس نام لکھی تھی جو نایاب تھی۔ جو شعرا اس عہد میں زبان اردو میں نظم کہا کرتے  
 تھے وہ یہ ہیں: آنشی۔ مقیمی۔ نورسی۔ امین وغیرہ

مقیمی کی مشنوی چند بہن و ہماری اور امین کی مشنوی بہرام حسن بانو یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ نوری مرقیہ گو تھا جس نے اس کی ابتدا کی تھی مگر انیسویں کلاب اس کے مرثیے ناپید ہیں۔  
 ۱۳۰۳ھ میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کو انتقال پر محمد عادل شہاہ سربراہ رائے حکومت ہوا۔  
 اس کو علمی قدر دانی گویا وراثت و بیعت ہوئی تھی۔ علم و فضل کا حامی اور علما کا سرپرست تھا۔ مرزا محمد امین مصطفیٰ خاں۔ ایاز الملک۔ دولت خاں۔ شاہ ابوالحسن۔ ملک سمندر۔ حکیم آتشکی ماں پورہ ملا محمد علی۔ وغیرہم اس کے درباری تھے۔

اس نے ہر مضمون اور ہر زبان کی تعلیم کے لئے کالج قائم کئے طلبہ کے روزیئے مقرر تھے اس کے علاوہ ہر سال محرم میں نہایت فیاضی کے ساتھ ان کو انعامات ملاتے تھے سلطان ہر روز صبح کئی گنہ گاہک عمار اور شہسار کی مجلس منعقد کرتا تھا۔ اور نہایت فیاضی کے ساتھ ان کو تحفے دیا کرتا۔ اس کے زمانہ میں متعدد فارسی تصانیف ہوئے۔ آقائی نے خمسہ نظامی کا جواب لکھا۔ لکھنوی کے فرزند ملا طہور نے محمد تاج کے نام سے نظم میں سلطان کے حالات لکھے تھے۔ خان بابا (ملا محمد حسین) نے رفیع الدین حسین شیرازی کی کتاب احوال سلاطین و کن کا مکمل کیا۔

اس کے دربار کے کئی ایک شعرا مشہور ہیں

ابراہیم خاں قصاید اور غزلیات میں یدِ طولی کہتا تھا۔ حکیم آتشکی مشنوی لکھنے میں مشہور تھا۔ سید نور اللہ۔ مرزا مقیم۔ مرزا دولت شاہ۔ محمد امین۔ مصطفیٰ۔ کمال خاں رستمی ملک خوشنود وغیرہ دوسرے مشہور شعراء تھے۔ ان میں سے ابراہیم خاں۔ نور اللہ صرف فارسی میں شعر کہا کرتے مگر دوسرے شعراء فارسی اور دکنی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ اس عہد میں امین کی مشنوی بہرام حسن بانو کو دولت سے مکمل کیا۔ رستمی نے غزلیات کی تصنیف

کی صنعتی نے قصیدہٴ نصاریٰ لکھا۔ ملک خوشنود نے مثنوی ہشت بہشت مرتب کی۔ ان میں سے سوائے قصیدہٴ نصاریٰ کے دیگر مثنویوں کے خطوط یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ سلطان کی مکر خدیجہ سلطان کا نام بھی اردو کی سرپرستی کے لئے مشہور رہے گا جس کی توجہ سے رستمی کا کام مثنوی خاوند نامہ کا ظہور ہوا۔ محمد عادل شاہ کے بعد اس کا قابل فرزند علی عادل شاہ ثانی بیجا پور کے تخت و تاج کا مالک بنا (۱۰۶۷ھ) اس کی اس خدیجہ سلطان ہی اس لئے بچپن ہی سے علمی ماحول میں اس کی پرورش ہوئی جس کے باعث کم عمری ہی سے علم و ادب کی طرف اس کا میلان تھا شعر و سخن کا کافی مذاق رکھنے کے سوا خوب بھی شاعر تھا۔ شاہی تخلص تھا اکثر اپنے مصاحبین کے نظموں کی اصلاح کیا کرتا جس کے باعث اس کا عالم کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس کا دور حکومت ترقی علم و فن خاں خاں کی سرپرستی کے لئے مشہور ہے اس کا دربار باکالوں کا منبع تھا۔ دور دور سے اہل علم و فضل آکر اس کے پاس دولت سے وابستہ ہو جاتے تھے اس زمانہ میں بیجا پور علم و ہنر کی قدردانی کے لحاظ سے رشک بغداد و قرطبہ بنا ہوا تھا۔ سلطان کی علمی قدردانی اور ریافت و قابلیت کا ذکر ہر ایک مؤرخ نے کیا ہے۔

قاضی نور اللہ لکھتا ہے۔

”ابراہیم بادشاہ ظل اللہ را کہ در دروازہ از استاد و علما من لدنہ علم کسب کلمات کوئی والہی و فضائل ظاہری و باطنی در درجہ خلق الانسان علی البیان کردہ کسی نشین قرب خالق و ذواجلال و صبر کزین جوار قادر متعال بود و گنج ریافت و استمقان بسبب و علمیت ظہور مذکور خداوند علی الاطلاق در ذلت نظیر المہیت رفیع المہیت آن نور۔ اپا سرور و ولایت نہادہ“

(تاریخ علی عادل شاہ ص ۵۷۵ باب ۶۶۷)

مصنف ہی تاریخ احوال سلاطین لکھتا ہے۔

”معلوم بادشاہ سلطان علی عادل شاہ ثانی بادشاہ ہے بودرنگین مزاج طبع اور....“

.... (۹) شعر دوست شاعر پور“ (صفحہ ۲۹ ب)

اسی طرح مصنف فتوحات عادل شاہی لکھتا ہے :-

”بادشاہ ہے بود سلیم نفس کریم طبع صوفی وضع بہ تقدیر بے تکلف رکمال ہر برائی

و شفقت با خلق اللہ دکر کم و بیشش نظیر خود داشت - چو آرازدہ جو دوسخا او

در عرصہ ریح مسکون شہرت کرد از اقطار عالم اہ باب استعداد برو گزند“

(صفحہ ۲۰ ب)

مصنف بائین السلاطین نے بھی اس کی بڑی تعریف کی ہے اس کے علم و فضل جو دوسخا

کی خوب مز سرائی کی ہے حالانکہ یہ کتاب سہان کے زمانہ کی تصنیف نہیں ہے۔ وہ لکھتا ہے :-

”علی عادل شاہ پادشاہ بود با او ہوش پند پذیر نصیحت نبوش سپاہ دوست

رعیت پرورد قدر شناس اہل فضل و ہنر در سخاوت و شجاعت و عدالت

کہ ہر خصائل سنید و شسیم مرضیہ اند و صوف و شہر رنگین مزاج“

(صفحہ ۹۱ ا)

سلطان کی علمی قدر دانی کی وجہ سے بڑے بڑے علماء وقت بھی پور میں جمع ہو گئے تھے جن

میں سے چند یہ ہیں۔

قاضی نور اللہ جہوں نے اس کے در حکومت کی بہترین تاریخ لکھی۔ شاہ کمال الدین۔ علامہ

فتح اللہ مشیر از می۔ میرزا بہیم ابن علامہ حسین۔ سید ابوالحسن ککوٹہ۔ عبد الحمید خاں۔ ارسلان خاں

علامہ۔ فضل خاں۔ میر نعمت اللہ۔ قاضی حنیف اللہ۔ شاہ نور اللہ۔ شاہ ابوالعالی۔ شاہ

میران جی۔ مصطفیٰ خاں سیانی۔ شاہ ابونور علی۔

لے احوال سلاطین بیجا پور (صفحہ ۲۵ تاریخ ہفت کرسی۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے علی عادل شاہ کو شعر و شاعری کا بڑا شوق تھا ہر وقت شعر اراس کے دربار میں موجود رہتے تھے۔ سلطان کی قدروانی اور شوق کا نتیجہ تھا کہ بیجا پور میں گھر گھر شعر و شاعری کا چرچا ہو گیا تھا ہر طرف شعر و سخن کے تذکرے اور شاعرے کی مجلسیں ہوتی تھیں۔ چونکہ سلطان کو خاں صکر اور دوست شاعری سے ذوق تھا اس لئے عام طور پر ہر طرف ہی کا شوق تھا۔

ابراہیم زبیری لکھتا ہے:-

”چوں فاطرِ ہایوں را بطرف طبع آزمائی فردا آوردے  
 انھارے نگین مشخون بر مضامین شیریں از طبعش سرزد سے۔  
 نکتہ گویاں لطیفہ آوردا در بزم رنگینش  
 کہ تمام بود چوں فاطرِ مبارکش بشعرِ ہندی میل پیش داشت  
 برخواے اناس علی دین ملوک ہم بسیا شاعرے ہندی گو از بیجا پور بختا  
 خاں بنجا نہ منگامہ شعر تازہ گوئی گرم داشتند“

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجا پور لکھتا ہے:-

”شعر گوین تازہ خیال باہتمام اس شہنشاہ نکتہ سنج پائے شعر نگین را بدزدہ  
 (۹) اعلیٰ رسانیدند“

(ص ۲۹ مپ)

خانی خاں لکھتا ہے:-

”بادشاہے لود باہوش سپاہ دوست و درخاوت و شجاعت و وسعت خلق مشہور  
 فضل و علما را دوست داشتی و شاعران را حرمت نمودے خصوص در حق  
 شاعران ہندی زیادہ مراعات می فرمود“



اس زمانہ کے شعرا کی فہرست طویل ہے جن میں سے بعض تو وہی ہیں جو محمد عادل شاہ کے زمانہ میں مشہور تھے اور بعض ایسے ہیں جو خاص اس عہد میں شہرت پذیر ہوئے ان میں سے کچھ تو صرف فارسی گوشتھے بعض فارسی اور دکنی دونوں میں طبع آزمائی کرتے اور بعض صرف دکنی میں مشق سخن کرتے۔ چند شعرا کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

ملک الشعراء نصر قی جس کے قصائد اور شریاں مشہور ہیں مورخین ہجرا پور نے اس کے کمال کی بے حد تعریف و توصیف کی ہے جس کی مزید صراحت آگے درج ہوگی۔ دوسرا مشہور شاعر سید نور اللہ ہے جس کے متعلق مصنف احوال السلاطین لکھتا ہے۔

”عمدۃ اکابران دہراستاد سید نور اللہ خلف اتاد العلماء حضرت سید علی محمد کہ باوجود تحقیقات علمی از حقیقت اہل سخن کا حق آگاہی

دارند“ (ص ۲۰۶)

قیصر الحکیم آتش۔ ان کے علاوہ عبد اللطیف، عبدالقادر نوری، عبد الباقی ناری گوشتھے۔  
نصر قی، قیس کے سوا، شاہ ملک، دولت، ہاشمی، ایاضی، مرزا، اردو گوئی میں مشہور ہیں۔  
اس عہد کی کئی ایک اردو کتابوں کا پتہ چلتا ہے جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔  
(۱) نصر قی نے اپنی مشہور شریاں گلشن عشق اور علی نامہ مرتب کیں۔  
(۲) شاہ ملک نے احکام الصلوٰۃ تصنیف کی۔

(۳) شاہ امین الدین نے محبت نامہ گفتار شاہ امین گنج مخفی وغیرہ نظم و نثر میں متعدد کتابیں لکھیں۔

(۴) ہاشمی نے یوسف زلیخا کے علاوہ مرثیے لکھے تھے۔

(۵) ایاضی نے نجات نامہ تصنیف کیا۔



## ”ثنوی چہر بدن و ہیار“

اس ثنوی کے دو نسخے یورپ میں ہیں۔ ایک مخطوطہ اٹلی آفس میں ہے۔ اور دوسرا ڈیبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

(۱) بلوم ہارٹ نمبر (۱۰) ورق (۳۷) سائز ۸  $\frac{1}{2}$  x ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق  
(۲) ڈیبرا نمبر (۸) ورق (۳۷) سطر (۱۰) اقص اول سائز ۶ x ۵ خط نستعلیق  
بلوم ہارٹ کا خیال یہ حسب ذیل ہے۔

”ایک دکنی ثنوی جو ہیار اور شہزادی چہر بدن کی عشقیہ داستان ہے مصنف عزیز مصنف نے اپنے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے صرف فواصی کے دوست ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور اپنے شخص کا اظہار کیا ہے۔ نگار سی۔ ڈمی ٹامسی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے رام چندہ لعل کے کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ ہوتا بیان کیا ہے۔ ایک دوسرا نسخہ خود اس کے پاس ہی تھا۔ ایک اور نسخہ کتب خانہ قویم خانہ لکھنؤ میں تھا جس کا مصنف محمد رفیع تھا۔“

مصنف کیٹلاگ ڈیبرا یونیورسٹی نے کوئی صراحت نہیں کی ہے ان کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔ دیوان ولی کے ساتھ یہ ملی ہوئی ہے۔

اسٹوارٹ کی کٹلاگ میں یہ شامل نہیں ہے اس پر نگار کی صراحت حسب ذیل ہے۔

”قصہ چہر بدن و ہیار تصنیف مقیمی۔ زبان متروک ہے، اور مصنف کی

کم علی کو ظاہر کرتی ہے۔ صفحات (۵۰) بیت فی صفحہ ۶۲۵“

مصنف کے متعلق بلوم ہارٹ کی صراحت غلط ہے یہ عزیز کی تصنیف نہیں ہے جس طرح

”قصہ حسینی“ کے مصنف کے متعلق یہ ہو کہ ہوا ہے اسی طرح اس کی حانت ہے۔ بلوم ہارٹ نے عزیز کا نام جس شعر سے اخذ کیا ہے اور اس کا کپٹلاگ میں حوالہ ہی دیا ہے وہ شعر حسب ذیل ہے۔

ہنا اس قصہ کا کہوا — سے عزیز  
نراکت کے موزوں سخن باتینر  
مگر اقصیہ ہے یہ عزیز کی تصنیف نہیں بلکہ مقیمی کی تصنیف ہے ثنوی میں ایک جگہ  
ہیں بلکہ متعدد جگہ صاف طور پر مقیمی نے اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے چنانچہ کتاب ہے :-  
دنیا تو تنا ہے مقیمی سہی      رھگی بچن کی نشانی سہی

ہر دہر مقیمی بچن پر صفا      زلفت محمد نبی مصطفیٰ

مقیمی بچن کا رنگ سار تون      بس کہ چلیا کان تون ہیار کون

سچ ست مقیمی پرت پیار کا      قصہ کہ تون چوکا ہیار کا

اس ثنوی کی صحیح تاریخ تصنیف معلوم نہ ہو سکی کیونکہ مصنف نے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی ہے مگر بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے اس کی تصنیف ۱۰۳۰ھ اور مشنہ کے درمیان ہوئی ہے۔

مرزا محمد تقی تخلص مقیمی ایران کا باشندہ تھا استرآباد میں تولد ہوا شیراز میں تعلیم پائی باپ کے انتقال پر روزگار کی تلاش ہن۔ دشان لائی۔ بیجا پور کے دربار میں رسائی ہوئی نوجوانی ہی میں مشہرت پیدا کر لی۔ ابراہیم عادل شاہ کے دربار میں شاعر میں منسلک ہو گیا۔

مقامی فارسی کا زبردست شاعر تھا جس کا ثبوت اس کے دیوان سے ملتا ہے اردو شعر گوئی کی حیثیت سے دیگر شعرا کی طرح اس نے شہرت حاصل نہیں کی یہی وجہ ہے کہ اکثر مورخین بیجا پور سے اس کے اردو شاعری کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس نے طویل عمر پائی بیجا پور کے تین بادشاہوں کے عہد میں درباری شاعر کی حیثیت سے ممتاز رہا ہے۔

اس قصہ کی تصنیف یلیٰ محبوں کے قصہ کو مستحکم کی گئی ہے۔

۱۵ مقامی نے اس امر کی صراحت صاف طور پر نہیں کی ہے کہ یلیٰ محبوں کا قصہ جس کو دیکھ کر اس نے اپنی تصنیف کی ہے کس کا طبع زاد تھا۔ میرا خیال ہے وہ غواضی کی تصنیف تھی اگرچہ آج تک غواضی کی یلیٰ محبوں کا کسی نے ذکر نہیں کیا ہے مگر بوجہ ذیل میں غواضی کی ایک تصنیف یلیٰ محبوں ہی خیال کرتا ہوں۔ (الف) مقامی نے یہاں یلیٰ محبوں کے قصہ سے منکر اس شغوی کو لکھنے کا ذکر کیا ہے وہاں غواضی سے بنا کرنے کی ہی صراحت کی ہے چنانچہ لکھا ہے:-

تصہ نجر پرت کا کہا یک اُن	جو بدی بولی محبوں کو سن
ہوا دل پوین کر تفکر قریب	کہوں شعر موزون حکایت عجیب
بچن در دہر دل میں اُبلنے لگیا	نوی طرز خوش تر لکھنے لگیا
دبان کا اتھا اوسچا جو ہری	کردن مت سخن سون گہر شتری
قصہ ایک کہوں میں گہر بار کا	سون چند بدن ہو رہیا رکا
سے کوئی محبوں دعا یاد کر	رہے ہو تعجب سون دل مشا کر
بنا تو غواضی کا باندہ ہون میں	سخن غنچہ طر کے مساندیا ہوں میں
دلے پسکون سہا یا نہیں	مشرک کسی کا پرایا نہیں
سہا پھرتا نہ تھا کام سے	کرے یو عمل او کہ جو خام سے

شنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر سب تالیف اس کے بعد اصل قصہ شروع  
کر دیا گیا ہے۔ قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ملک سندھ پٹن کا راجہ نہایت چرشوکت و عظمت تھا اس کی دختر شہزادی چندر بن حسن  
جہاں میں مسر آمد روزگار تھی۔ سالانہ وہاں ایک میلہ ہوا کرتا۔ جس میں دور و دور سے لاکھوں  
آدمی جمع ہوتے قسم قسم کے اشیاء کی تجارت ہوتی۔ ایک دوسرے شہر میں ایک تاجر کا لڑکا  
ہیاری نام حسن و جہاں کے ساتھ علم و فن فصاحت و بلاغت میں یکساں روزگار تھا۔ یہ  
تجارت کے لئے سندھ پٹن آیا۔ شہزادی کے جلوہ سے بے خود ہو گیا۔ واپس صبر و تحمل سے

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ ہے

شعر کا طراز گہر بار سے      سہرا طبیعت کو ان لاچار سے

بنا اس قصہ کا کہو لے سے عزیز  
نزاکت کے موزوں سخن اتینر

(ب) دجی نے اپنی شنوی میں جہاں غوامی پرچٹ کی ہے وہاں صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ  
غوامی نے کوئی تعریف کر دی تھی اور غالباً وہ کسی اور زبان سے ترجمہ کی گئی تھی۔ قطب شہری کی تعریف  
شائستہ میں ہوئی ہے اور غوامی کے دونوں مقدمہ وثنویاں اپنی حیف الملک اور طوطی نامہ اس کے بعد  
تعریف ہوئی ہیں پس یہ ضروری ہے غوامی کی کوئی تعریف شائستہ سے پہلے ہوئی ہو۔ تو قیاس ہوتا  
ہے کہ ایلی جنوں ہی غوامی کی تعریف ہوگی جو شائستہ سے پہلے ہوئی ہوگی۔ یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ  
بے شک تو اصل شنوی دیکھی گئی اور نہ کسی اور نے، اس کے متعلق صراحت کی۔ یہ اعتراض اس لئے  
صحیح نہیں ہو سکتا کہ آئے دن کئی تصنیفات کا پتہ چلتا جاتا ہے جن کا کسی کو علم تھا اور کسی نے اب  
تاک مں کی صراحت کی ہے مثلاً اب تک غوامی کے مثنویوں کا کسی کو علم نہ تھا اب متحدہ و مرتبہ لے ہیں۔

جاتا رہا۔ مگر گل مقصود حاصل نہ ہوا۔ دیوانگی میں جھگل کا راستہ لیا۔

انجم نگر کا بادشاہ شکار کو نکلا۔ جھگل میں مہیار سے ملاقات ہوئی اس پر دم آیا معشوقہ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ روم۔ شام۔ سنجام۔ عرب و عجم۔ بخارا۔ بلخ۔ مغان۔ لاہور۔ دل۔ بیجا پور۔ احمد نگر۔ ستارا۔ برہان پور۔ گوکٹنڈہ۔ بیجا نگر ہوئے ہوئے منزل مقصود پا پہنچے۔ دیوانگی کو سکون ہوا مسرت سے سرور ہوا۔ اسی عرصہ میں سالانہ میلہ کا دن آیا چند بدن سے ملاقات ہوئی اب اس کے دل میں یہی عشق اثر کر چکا تھا محبت سے پیش آئی۔ بادشاہ انجم نگر نے راجہ کے پاس سفارت روانہ کر کے مہیار کی شادی کی خواہش ظاہر کی۔ راجہ نے انکار کیا۔ بادشاہ متفکر ہو غور کرنے لگا۔ رکان دولت نے واپس چلنے کی مذک اس عرصہ میں سالانہ میلہ کا دن آگیا۔ شہزادی محل سے باہر آئی مہیار سے ملاقات ہوئی اور وہ چند بدن کے قدموں پر سر رکھ کر جان بحق ہوا۔

مہیار کا جنازہ دفن کے لئے روانہ ہوا مگر جب راجہ کے محل کے پاس پہنچا تو وہاں سے اُسکے بڑھ نہ سکا۔ لاکھ کوشش کی گئی مگر نہ ہناتھا نہ ہلا۔ آخر مجبور ہو کر راجہ کو اطلاع دی گئی اور چند بدن سے امداد چاہی گئی۔ اس نے باپ سے اجازت حاصل کی تاکہ کسی غیر سے جنازہ کو روانہ کرے۔ باپ کی اجازت سے چند بدن نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کسی عالم کو روانہ کرے بادشاہ نے ایک فاضل کو روانہ کیا۔ شہزادی نے اسلام کہہ اٹلی چند استفسار کئے۔ پھر اسلام قبول کیا۔ پہلیوں سے وداع ہوئی راجہ کو آخری سلام بھیجا۔ اور خود جنازہ کے پہلو میں لیٹی اور جان شیریں کو وداع کیا۔ اب جنازہ روانہ ہو گیا راجہ اور رانی کو خبر ہوئی وہ اتم کرتے ہوئے آئے دفن کے وقت جب جنازہ کو کہلا گیا تو دونوں ہم پرست تھے۔ لاکھ کوشش کی گئی مگر جدا نہ ہو سکے۔ آخر دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:-

خدا کو ن سزاوار کبر و منی	و قادر ہو قدرت کا صاحب و مہنی
جو یون کیا آدم یک ارجح کون	سایا ہو طوفان تے تو نوح کون
کیا تارنگزار رب الجلیل	کی نمود کے امت بانچیا خلیل

بجے سب وار یا ہے جنت بہتر	محمد کا سایہ ہے امت اپر
محمد کے بعد از علی پاوشاہ	علی اس زمانے ولی بادشاہ

دو جگ کا خلیفہ خدا کا رسول	ہو ادین جس کا بقا پر قبول
سماہور عرض ہی جو پلا اچھو	ز صفت محمد ز مسیدا اچھو

قصہ کی تصنیف کرنے کی وجہ حاشیہ گذشتہ میں ہو چکی ہے قصہ کی ابتدا کرتا ہے۔

سنا ہوں کہ یک شہر سندھ پٹن	اتھا راج دہان ایک ہندو برن
اتھا جوت کبران میں ایک س ہٹا	بوس دس کونٹاں شہر سیریتا
کرے راج پوجا سو اس دیو کا	تماشا عجائب دیکھے سیو کا
کہ راجوں میں اور راج جگ راج تھا	کہ کوہر دہن ہار پہنٹا اتھا

کیا جاو سے اسی دیوانی بشر	کہا سون تون آیا چلیاھی کہ ہر
ادنی جاب پیر کر دیا شاہ کون	تون چپ چل پکر اپنی بات کون
تون عاشق ہوا ہی کس حور کا	ہوا مبتلا کہہ تون کس نور کا
تیرا من لکھا ہے سو کہ تون منجے	جو عشق تیرا میلاؤں سبھی



منجے تجھ طمٹ دیو اند کر می	نزدیک جا کر بویا کہ سن لے پری
اپس تے نکو دور جانے کین	دیوانہ ہوں تیرا دیوانے کین
کہ بن جل بھی کا سو جینا نہیں	سو تجھ بن منجے کوئی ہونا نہیں
توں کو اتنا کچ مری دہری	کتا ہوں تجھے میں کہ لے گن بہری
دہریا سیس سیس کے دم پر ادتے	سوں دیں کہ او سب سون توڑ کر ادتے
سمجھ کچ اپس کون لے بیڈول تون	گلا اس ستا کر اٹھی بول یون
کہان رام سیتا ہو کہ توں کہان	ہند میں کہان اور ترک تو کہان

دھان کیاں ہو جو میان دیکھانی لکھیا	ہر کیشہر میں جون او جانی لکھیا
دیکھا غزنوی ہوہر دکھن و میدم	دیکھا روم ہوہر شام سنجام ہم
کہ مقلان لاہور حبش دہند بدخ	عرب ہوہر عجم پا بخارا بلخ
پرکان دلا ریس پایا اسی	دلی ہوہر بنگلا دیکھا یا اسی
برصان چور کول کندر بیجا نکر	بیجا پور ستارا و احمد نگر
نزاکت مشہر کے چاہا جون سب	دیکھا یا دیوانی کینن پہر کہ سب
اکر جورتی کوئی اچھی خوب تر	نکسوں او بولی نہ کیھی کہ ہر

مسو نیرل کون لے آ دھاری تلی	روانہ ہوا شاہ جنازہ کون لے
مسو نار خوب تربت مسو مہار کی	ٹی لوک ساری مسو یکبار کی
اوٹھیا دفن کر نیکیوں مشہر نیک نام	ہو جون محل قبر کا سب تمام
دفن کر دیناں تی بساروں اوسے	نیکا جون قبر میں اتاروں اوسے
اوہی جفت لکر اوسے نامہ سون	جو دیکھی جنازہ میں مہیار کون

کفن پنج اکراؤ چند بدن	کلی لک سوتی صی سو جون ایک تن
ٹی لوک ساری سو کیا رکی	سنوار خوب تر
کلی ادس کلی لک پرت پایرسون	پرت محبت کی ہمایرسون
جدا ادنکوں ہر چند کرنی منکی	کہ دونوں کوں در تہا رہنے منکی

اپس میں نکتی جد اسی پدر	اتھی عاشق تن میں رودتی نظر
تو جون لک اپسیں اوسوتے آتھی	جدائی کے تو نہوتی اٹھتی
دیکھت مشا حیران ہو اسٹل کولیا	کیا دفن کرنا اسی حال سون
کیا جوں دفن ہر یکسم اوسسم کا نام	مقم کو مرتب سون تم کلام

سو کرنا چلیا یاد سجان کا | عجائب تماشا دیکھ اس جان کا  
 مرتب ہوا یان قصہ کا کلام  
 درود بر محمد علیہ السلام

اس کے نسخہ ہندوستان میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

## مثنوی بہرام حسن بابو

اس مثنوی کے دو نسخے برٹش میوزیم میں ہیں۔

ہوم ہارٹ نمبر ۳۴ ورق (۳۹) سطر (۱۵) خط نستعلیق۔

نمبر ۳۴ (۱۵) کٹنگنگ گجراتی ناقص اول

ہوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے

”اکہنی مثنوی مصنف دولت، حمد و ثنیت، خلفاء راشدین کی منقبت اور

اپنے پیر شاہ عالم کی بیج کی گئی ہے۔ پروں کی اس داستان کا ہیرو

بہرام ہے۔ جو بہرام گور کے لقب سے زیادہ مشہور ہے۔ یقیناً گور خور

کے شکار کے باعث ہوا ہے۔ یہ قصہ فارسی سے اخذ کیا گیا ہے۔ اسی

مضمون میں ایک اردو قصہ مصنف فرخندہ علی ۱۸۶۶ء میں دہلی سے

شائع ہوا ہے۔ دو پنجابی ترجموں کا پتہ چلتا ہے ایک گوبال سنگھ کا دوسرا

این بخش کا۔

ایک اور اکہنی شاعر طبعی نے بھی ۱۸۶۱ء میں اس کو مرتب کیا ہے

جو قصہ بہرام دگل اندام سے موسوم ہے۔ مصنف کے کچھ حالات معلوم

نہیں ہوئے تاریخ تصنیف کو چونکہ ۱۸۶۱ء ہے مصنف نے منظوم کیا ہے“

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں ہے اس لئے انہوں نے کوئی

مراحت نہیں کی ہے۔

ہوم ہارٹ کی تفصیل میں اس کے مصنف کے متعلق کسی قدر غلطی ہوئی ہے اس کا

مصنف تہا دولت نہیں ہے۔ دولت نے صرف اس کو مکمل کیا ہے اصل مصنف آہن ہے۔

اس کی صراحت خود خطوط سے ہو جاتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔  
 ہوئے بیت صد چار اور اک ہزار | بیان اس کا دولت کیا آشکار  
 امین نے ناقص رکھا تھا اوسے | کہ دولت نے پورا کیا اب اوسے

امین کے مصنف ہونے کی وضاحت اشعار ذیل سے بھی ہو سکتی ہے۔  
 امین حمد حق کون نہایت کہاں | ز نعت محمد قلم کر روان

امین کر ثنا سچ آخر کلام | محمد پر ہیچ درود و سلام

امین شاہ عالم ہائے ہیں پیر | ہیں روزِ حشر میں میرے دستگیر

امین آت نہ کا توں خاک ہو | حشر کے گنہ سے توں بے باک ہو

امین داستانہ قصہ اب کہو | خدا کے ثنا سچ دایم رہو

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس کی تاریخ تصنیف ربیع الاول ۱۲۸۷ء ہے۔  
 سنہ ایک ہزار اور پانچواہ میں | جمعہ روز (۹) ربیعِ اول میں  
 بفضلِ الہی کیا میں نظم | بتاریخ چہارم کیتا ختم

امین تخلص کے دکن میں متعدد شخص ہوئے ہیں جن کا زائد مختلف ہے قطب شاہی عہد  
 کے امین کا ذکر ہو چکا جس نے قصہ ابو شحمہ کو منظوم کیا ہے۔ یہ امین عادل غنا ہی زائد سے

تعلق رکھتا ہے۔ یہی پور میں ایک اور امین گزرے ہیں جن کا زمانہ اس سے مابعد ہے۔ وہ امین الدین اعلیٰ کے نام سے موسوم ہیں۔

اس امین کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے شتوی کی تصنیف سے معلوم ہوتا ہے وہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں موجود تھا مگر اس کو دربار شاہی سے کسی قسم کا تعلق نہیں تھا۔ وہ فقیر منش صوفی بزرگ تھا۔ شاعری کا اچھا ملکہ رکھتا تھا۔ بڑش میوزیم میں ایک فارسی قصہ ہی امین کا مصنفہ موجود ہے بہت ممکن ہے یہ دکنی قصہ اسی سے ماخوذ ہو۔

امین جیسا کہ خود صراحت کرتا ہے وہ شاہ عالم کا مرید تھا۔ افسوس ہے ان کے حالات سے ہی امین کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

اس شتوی کا نگینہ کرنے والا دولت شاہ تخلص دولت عادل شاہی عہد کا مشہور شاعر ہے جس کی قابلیت کا مورخوں نے ذکر کیا ہے۔ فارسی کے ساتھ یار د میں ہی طبع آزمائی کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ شتوی کے مطالعہ سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ امین نے کسوں تک مرتب کی تھی اور دولت نے اس کا کتنا نگینہ کیا۔

شتوی میں پہلے حمد ہے پر نعت اس کے بعد خلفائے راشدین کی مدح اس کے بعد اپنے مرشد کی تعریف اس کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے۔

قصہ کی ابتدا ابراہیم کی بیس سال کی عمر سے ہوتی ہے بہرام کے متعلق مختلف قصے بیان کئے گئے ہیں اشارہ داستان میں وہ حسن بانو پری سے شادی کرتا ہے اور ایران کے تخت پر واپس آتا ہے۔

نور کلام ملاحظہ ہو:-

یہی جگہ کا کر نہا۔ تون  
غریبان نبیاں کا ادھارتوں

کیا مدارِ نعت کون مختصر  
یہ ایک میرے دل پر آیا خیال  
زبان پر بچن خوب آتا چلا  
زبان پر ہے جس کے موتی آبدار

قصا میں کیا ہے جو گلِ تام کا  
جو کوئی پڑے سو کرے بھگون یاد  
ایں داستانِ قصہ اب کہو  
قصا فارسی سن کے پائی خبر  
کہ فارس اسی شہر کا نام تھا  
اسم شاہ بہرام اس کا اصل  
نقشب ہوا شاہ بہرام گور  
اتھا خوب صورت دہی بے مثال

سودا بنو حسن شاہ بہرام کا  
تعب سے دل کوں کرے اپنوشاد  
خدا کے ثنا بیچ دا ایم رہو  
خدا کے جو قدرت میں یک تھا شہر  
دہان بادشاہ شاہ بہرام تھا  
اس گور کے صید کا تھا شغل  
تھا اسکے ثانی کوئی جگ میں اور  
زراکت میں تھا وہ نہایت کمال

صبح کا سما وغیرہ ملاحظہ ہو۔

ہوا صبح کا وقت یکا یک تمام  
صبح بنیں پس کہہ سون بچا نقاب  
تہان شاہ نہیں اضطرابی سستی  
طرف یا اسکے مجھ روانہ کرد

لگیان بولنے طوطیان خوش کلام  
ہو مشرق سین نکلا تو آفتاب  
کہا دیو کون یون تابی سستی  
میرے دیوانے کون سیانا کرد

ذلیح کے خواہش میں پور می کیا  
یوسف کے دل میں یں شرف سزا

مراد یا انکو عقیقی بہتر  
ملایا سیف الملک پیار سون

ملاقات سیلی کی مجنون سے کر  
بیع البجال کا کیا کار تون

ذیل میں اس شٹھی کا مقابلہ فارسی شٹھی بہرام وگل اندام سے کیا جاتا ہے۔

دکھنی

دیا شاہ نے دیکھ کون تب یہ جواب  
کہ او اپن مل کے پوین شراب  
گیا شہ کے نزدیک تسلیم کر  
بٹھایا شہنشاہ نے تعظیم کر  
دونوں مل کے بیٹے ہوئے ہم کلام  
گئی شاہ کے دل کی دہشت تمام  
کیا شاہ اور دیو مین مے کشی  
ہوئے آپ میں آپ کو تو خوشی

فارسی

کونش پیش من اے دیو بہتر  
زات دن نشتن او تو بہتر  
چاہتی تو استادہ پیشم  
بیا پیشین بخور ساغر ز دستم  
تو پیش من بخور مے من یہ پیشت  
وگرنہ من ہی ترسم ز نیست  
تشت آن دیو پیش شاہ دے را  
بخور دو گوشتش کر داواز نے را

نہ دیکھا پس رخت کون ٹہار پر  
اوٹھیاں وہ ترست سینہ پر مار کر  
دور وٹے لگیان وہاں نہٹ زار زار  
صبر کر گیان کیتیں پہار پہار  
دہان ڈھونڈیاں بہت بیزار ہو  
اپس میں وہ سب آپ لاچار ہو

ز چشمہ خلیش را بیرون کشیدند  
نظر کر دند و رخت خود ندیدند  
بہر سبجت و جو کر دند بسیار  
ندیدند هیچ کس را خیرے یار  
کہ ہر کس بر رخت ازین جا  
بیاید خود مشتاقان بر در ما

## فارسی

ہر آن کار سے کہ دارد ما بر آرمیم  
برائے خاطر او جان بسیاریم  
بر آورد از کمر قمی و زد شاہ  
بجست و خیز آمد گور ناگاہ  
بسے آسمان پر یہ از جا  
بسان باز گشت او باد پیا

## دکنی

کھڑیاں ہو اسی ٹہار کیتا ادا  
کہ دزد چندی و حیلہ دراز  
تو ہو آدمی یا فرشتہ مگر  
کہ ہے جن پر ہی دیو بیہ ادگر  
تو ہوئے پس کی کئے آ مراد  
قسم ہے خدا کی کرین اس کو شاد

ماری قمی شہ نے اسی آن پر  
اڑا شہ کون لیکر وہ آسمان پر

جہاں تک میرے معلومات ہیں اس کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔



## ثنوی ہشت بہشت

اس ثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔  
 نمبر ۱۰۵۹ - آڈیشن (ورق ۱۰) سطر (۱۳ تا ۱۷) خط نستعلیق  
 بلوم ہارٹ کی صراحت :-

”بہرام کی عشقیدہ داستان ایک نظم ہے جو امیر خسرو کی ہشت بہشت  
 سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اس کا مصنف محمد شاہ ہے اپنے تخلص کا ذکر  
 ثنوی کے آخر پر کیا ہے۔ ثنوی میں تین ہزار دو سو پچاس اشعار ہونے کا  
 ذکر بھی ہے۔ محمد عادل شاہ بیجاپور کی مدح کی گئی ہے جس کا عہد حکومت  
 ۱۰۳۶ھ سے ۱۰۶۶ھ تک ہے“

اسپیگر اور اسٹوارٹ کی کیناگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔  
 بلوم ہارٹ نے اس کے مصنف کے متعلق یہی دہرایا ہے۔ اور کاتب کے نام  
 کو مصنف تصور کر لیا ہے۔ اس کا مصنف بیجاپور کا مشہور شاعر ملک خوشنود ہے اشعار ذیل  
 سے اس کا ثبوت مل سکتا ہے۔

دلا تیج لطف کا دار و بی پاک      بندے خوشنود کا جو ہے دردناک

بندے خوشنود پر شمع کا نظر ہے      مراجعت نگر کے چچ گھر ہے

ملک خوشنود موتی صاف رو لیا      اپس کے نانو کا تاریخ بویا

بندے خوشنود کا نادبچن ہے      مجبوری سمجھو اسے سب ذوق ہے

انگلے جیو کے طوطی کا ہے چارہ      کیا خوشنود نے اتمام سارا

مصنف نے صاف طور پر تاریخ تصنیف کی صراحت نہیں کی ہے مگر شعر نمبر ۱۰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے نام ہی کو اس نے تاریخ قرار دی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے یہ اس نے بھی قرین قیاس ہے کہ یہ زمانہ سلطان محمد عادل شاہ کے عہد حکومت میں شامل ہے۔ اور مصنف نے صاف طور پر اس امر کی صراحت کی ہے کہ اس کی تصنیف سلطان مذکور کے عہد میں ہوئی ہے۔

ملک خوشنود دراصل گولکنڈہ کا مشاہی قلام تھا خدیوہ سلطانہ کے ساتھ (جو مرزا محمد امین ابن قطب شاہ کی دختر اور محمد عادل شاہ کی ملکہ تھی) بیجا پور آیا تھا۔ چونکہ اچھی قابلیت رکھتا تھا اس لئے ترقی کرتے ہوئے اعلیٰ درجے پر فائز ہوا۔ یہاں تک کہ یہی پور کی سفیر کی حیثیت سے ۱۶۲۵ء میں گولکنڈہ گیا جہاں اس کی بڑی آدمیگست ہوئی سلطان عبداللہ قطب شاہ نے خلعت اور انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ اپنے منقوضہ کام کو خوش اسلوبی سے انجام دے کر کامیاب واپس آیا۔

۱۰ خواص خاں محمد عادل شاہ کا وزیر اعظم تھا۔ مگر اپنی چابازی سے تمام امور ملکی و مالی پر قابض ہو گیا تھا۔ بادشاہ کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اس خود سری سے نجات پانے کے لئے عبداللہ قطب شاہ سے مدد طلب کی گئی تھی ملک خوشنود کے ساتھ گولکنڈہ کا مشہور شاعر غواضی بیجا پور آیا تھا۔  
(مدلقہ السلاطین)

ملک خوشنود فارسی اور اردو کا زیر دست شاعر تھا اس نے بیسیوں قصیدے کے  
تھے جو اسوس ہے اب ناپید ہیں۔ دو مثنویوں کا پتہ چلتا ہے (۱) ہشت بہشت (۲) یوسف زلیخا۔  
یوسف زلیخا اس کی پہلی تصنیف تھی جو ناپید ہے۔ ہشت بہشت دوسری تصنیف ہے  
اس میں اپنی پہلی تصنیف کا ذکر کیا ہے۔

مثنوی ہشت بہشت کو سلطان محمد عادل شاہ کے حسب ایما رکھا گیا ہے۔ یا میر خسرو  
کا ہشت بہشت کا ترجمہ ہے جس میں بہرام گور کے حالات درج ہیں۔  
مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پر معراج کا بیان پھر بادشاہ کی مدح  
ہے اس کے بعد اس قصیدہ شروع ہوتا ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد و نعت :-

ہوا سب خلق و عالم تجر مسون موجود  
کیا پیدا عرس کر سہی چارہی  
فلک سب چند سہن کیتون پوند

کھی ساری ہی تون تاج سبکا  
ترہ جب دایرہ او نور پر کار  
جو یو بند اھی او صاحب خداوند

محمد باج ہی کس نہیں ہی معراج  
کئی میں عرش چوں کہیں اپراہ

سرازن محمد تو تون ہے پاک جود  
سہارا کھن او پر تون چاند تارے  
زمین پیدا کیا صحر کوہ الوند  
اس کے بعد نعت :-

محمد مصطفیٰ محبوب رب کا  
نبی کے نور کا نقطہ صی سینا  
کہ احمد احد میں پانڈیا کمر بند  
اس کے بعد معراج کا ذکر ہے۔

محمد سب نبیاں کے سیس کا تاج  
ہاں رات او جس رات میں شاہ  
اس کے بعد حضرت علی کی مدح ہے۔

کہتا ہوں منقبت میں شیراز کا | بھادر شاہ مروان بختور کا  
کہا جس کو خدا منظر عجائب | کیا جکیں جسے کان غرائب  
اس کے بعد محمد عادل شاہ کی بی بی ہے۔

تو ن سلطان محمد شاہ غازی | جہاں کون شاہ ہوں ہی سر فرادی  
سخی عادل بہادر نوجوان سے | قومی طالع سکھیں ترکمان سے  
نبی کے لطف کا دل ہی خزینا | اکوئی نو فلک چندر مکیں  
بکھون ثانی سکندر پاک جم سے | نہیں شام کی جسکے درون نم سے

کھیا یک روز بیچ شاہ جہانگیر | جو انکی کیا کا پاک اسیر  
اموگ تہج دھرتا سے صباقی | قلم می تیز کرتا موشکانی  
صنم زادہ جو کرنا جو کون تازا | سینا سب ملکیں یو کر م آواز

کئے جب حکم عادل شاہ منجکون | اچھے خبر دی کا ماہ منجکون  
خزینا کر کھیا ہوں دھیان میں سب | کہ جوں موی ہی چوکی کان میں سب  
لکے دریا اپنے مشوق کی تو | دہی اکثر جو امر بوق کی تو

کھانی آٹھ بویا سن سخن ور | کہ چون می آٹ جنت آٹ کو تر  
بہشت تون ہر یک کا انکٹام سے | ملک ہو جو کوثر سب شام می  
اس کے بعد آغاز قصہ۔

اتھا یک بادشاہ سنیا ریائے | مسو رگی ہول جوں کلنار میائے  
کیا تھا عدسوں جہانکون | کہ چون روشن کیا ہو سمان کون

اتھا اوغوشھرام مورنیک فرجام	اچھا ناوا سکا شاہ بہرام
کری مجلس شراب ادخوانی	پیوی نندن کرمی زرفشانی
فلاطون بولسی سی تہی حکیمان	چوڑ مشاعر کنی نادر ندیمان
رتن دھن مال شکر نہ کچھ کم تہا	انہیں اس کے شہر میں تھساو غم تہا
پنلی معور اپیں شاہ غازی	رہیت مشا دسا رافلق رازی

چھیلے بیدل نازک گل اندام	عجب نانوں اس دھنکا دلارام
پکر مالی جندر کا چنک چنک میں	حوی تہی غرق هنر کی صاف رنگ میں

اتھا اور زرشنبہ کا نورانی	آپیں مشکین کیا عنبر نشانی
دکھا یا طالع اپنی شاہ گیر وز	کیا اس روز میں بہرام نور وز
کیا مشکین عمارتیں کول شاہ	کہ جون نادر اچھا برج میں اہ
آپیں سوچ کیا کست دین کا	دیا ترتیب سب قی سین کا
یکے معندی نہیں رومی پریکا	کمر چین بال نازک استریکا

شکار پر ہو سکر شاہ بہرام	چھیا کین سواری شاہ بہرام
اتھا او صبح کا پارا نورانی	لیا سوندل چلیا صاحب قرانی
پوں یک کی لکلیا کھوری پھرالی	دھتور توں کر دسب کھن پرانی
مہر یک کھورا اتھا جلدیں خون سو	ھرنگی پانون کرتی سم تی چور
فاتر پر اپنی شاعری کی تعریف بھی کی ہے	
غلامج فام کون ات بل دیا	تلم تو عنبر افشان کیا ہے

بندیا میں یو عمارت بہت وزور  
بہت کچ شادمانی دل میں پائیکا

بقا کاست دیک بنیا دم زور  
جکوئی نادر عمارت کون تجھا کا

ہوا ہے تو کتاب یو آج محبوب  
اچو چون تہون ولی پتھا ہے یو کام  
منجی سکی نمون حجت ہے کفتار

لکھیا ہون عقل ہون نادر بہت خوب  
اگر پختگی انکی ہے کچ یک خام  
پر یکا کر قبول یو بات ہر ٹھار

دھیا دنیاں میں یو چون کھن اپر سو  
محمد شاہ ابن حاجی بابا

کیا میں تو کتاب یو جلیں شہور  
لکھیا کا تب عجب خوش خط زیبا

خاتمہ :-

ہر یک تل مشتکا جلو ادلا تون  
کتاب یو تم کرسجد اکریا ہون  
جو اصر باہکی منجکون دیا ہے  
جو ہے دو پچیس ہور تین شرار یو  
ملک خوشنود کا ہے یاد کاری

یو ہے کلذا اس امرت بلا تون  
پشانی عرض کا کہیں پردہ یا ہون  
کرد میں شکر حق کا کیا سیا ہے  
کیا ہوں بیت کا نادر شمار یو  
بچن نادر ورق سب زر نکاری

چونکہ اس کا اور کوئی نسخہ موجود نہیں ہے اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں البتہ خسرو کی  
ہشت بہشت سے اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے تاکہ مصنف کی قابلیت کا اندازہ ہو سکے۔

## ”آغاز حکایت“

گنج پیماے این خزانہ پر  
از خزانہ چین کشاید در  
کافیاں جہاں بہرامی  
چو شد از نور در جہاں نامی  
پدرش بہشت زندگانی بہشت  
ادبجائے پدر بہشت نشست  
خسروے را نشان کار گرفت  
کار عالم بدو قرار گرفت  
غلصان را از ہربانی خویش  
کو دست در دستگان خویش  
شرق و غرب جہاں نماید کہ  
کز خلاف رضا شش ذہ نفس  
واکہ رود در خلاف رائش کرد  
سر خود را بتار پائش کرد  
برعیت نگسندہ سایہ بود  
گز جہاں کس نماند تا خوشنود

روز مشنہ کہ در شک انگیز

اتھا یک بادشہ سنیا ریائے  
سورن کے بھول چوں گزاریاے  
کیا تھا عدل سوں جہاں کون  
کہ چوں روشن کیا ہو آسمان کون  
اتھا از خوشخرام ہو رتیک فرجام  
اچھا تا نو اس کا شاہ بہرام  
کرے مجلس شد اب غوانی  
پیوی نیدن کرے ز نشانی  
ظالمون بوعلی سے تمھے حکیمان  
چو شاعر کسی نادر مدیمان  
رقن دمن مال شکر نہ چہ کم تھا  
نہن اسکے شہر میں تما سو غم تھا  
پتلی معبود اپن شاہ غامی  
رعیت شاد سا راق حق را ذمی

اتھا روز در مشنہ کا نورانی

## ہشت بہشت خسرو

شد بدمان صبح عالیہ ریز  
 شد بگنبد سداے مشکین شد  
 خانہ زدہم چونانہ چین شد  
 جامہ مراہم بزرگ کیو اسے  
 داد ترتیب عنبر افشائے  
 آہندی نرا دومی چہر  
 خاست راہ خواہنگاہ ناز بہر  
 خدمت خاص را میان بر بست  
 کمر بندگی بجان در بست  
 کرد چوں ساقیاں چنانی  
 نقل ریزی و مجلس آرائی  
 نازنین گشت ہنشین بادشاہ  
 تازہ کردہ قرآن زہر و ماہ  
 تاویل باداد ناگہ شام  
 عشت و عیش بود باد و جام

## لمک خوشنود

آپہن مشکین کیا عنبر فشانی  
 دکھایا طالع اپنی سشاہ یکرود  
 کیا اس روز میں بہرام نوروز  
 کیا مشکین عمارت میں نول سشاہ  
 کہ چون تادرا چنبا برج میں ماہ  
 آپہن سداے کیا کسوت زین کا  
 دیا ترتیب سبائی سب کا  
 سکے ہندی پیش دومی پر لگا  
 کمر چون بال نازک استری کا

جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا گیا ہے اس شہنشی کے (۳۲۵) شعر ہوئے چاہیے مگر اس پر پکے  
 مخطوطے میں تقریباً (۱۰۰۰) شعر ہیں نہیں معلوم باقی شعروں متروک ہوئے اور وہ کہاں تھے۔  
 معلوم ہوتا ہے لمک خوشنود کا خاص کاتب تھا جو اس کے تصانیف کو صاف کیا کرتا۔ اس کا نام  
 محمد شاہ ابن حاجی یا باتا شہنشی کے آخر میں خوشنود نے اس کی تعریف کی ہے چنانچہ کہتا ہے



کیا میں تو کتاب یو جگ میں مشہور	برہا دنیا میں یوں جون کمن اوپر سرد
لکھیا کتاب عجب خوشن خط زیبا	محمد شاہ ابن حاجی بابا
زرگان کے بچن میں کان دھرنا	کسی پر عیب دہر غیبت نہ کرنا

مرتب کینڈاگ کو ان ہی اشعار سے دہوکہ ہوا ہے اور وہ محمد شاہ ہی کو اس شنوی کا مصنف  
یاد کرتا ہے۔

بمیا کہ بیان کیا گیا خوشنود ایک زبردست اور بلند پایہ شاعر تھا۔ اگرچہ اس شنوی کا بیان ضرور  
پچیدہ ہے اور اس زمانہ کی دوسری شنیوں خاور نامہ۔ ہیرام حسن بانو سے دقیق ہے مگر  
پہلی شاعر کی قادر الکلامی اور کہنہ مشق شاعری کی کافی طور پر وضاحت ہوتی ہے۔  
خوشنود کی پرورش گوکنڈہ کے شاہی دربار میں ہوئی اور پہر بچا چور کی سلطنت میں ملکہ و  
سلطان کا مقرب خاص تھا اس وجہ سے ہر وقت اس کو قصائد کی ضرورت ہوتی تھی لہذا اس  
کے قصائد مل جیسے نو واقعی ایک بیش بہا شے ہو گئی۔  
میری معلومات کی حد تک اس شنوی کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔

## خاورنامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر بلوم آرٹ (۳۵) ورق (۵۴۳) سائز (۱۰x۱۴) سطر (۱۹) خط نستعلیق۔  
 بلوم آرٹ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

”ابن حمام کے فارسی کا کہنی ترجمہ جس میں حضرت علی اور آپ کے رفقا  
 ابوالمعین اور مالک کے جنگوں کا بیان ہے۔ مصنف کمال خاں رستی  
 آخر پر ایک فارسی شریک بھی ہوئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کا  
 مصنف اسماعیل خطاط خاں کارا کا ہے جو سلطان بیجاپور کے دربار میں  
 دہی عزت اپہر تھا جس کے ساتھ پشت بیجاپور کے متوسل تھے اور  
 خطاط خاں کا خطاب سرفراز تھا۔ کمال خاں متعدد فارسی اور دہنی قصائد  
 اور غزل لکھ چکا تھا اس کا تخلص رستی تھا۔ خاور نامہ کی تصنیف خدیجہ کے  
 حکم سے ہوئی جو محمد امین قطب شاہ ابن ابیہر قطب شاہ کی دختر اور  
 محمد عادل بیجاپور (۹۶۴ھ تا ۹۷۵ھ) کی ملکہ تھی۔ اس مثنوی  
 کی تصنیف ۹۷۵ھ میں ہوئی ہے جس کو مصنف نے آخر پر مرقوم کیا ہے  
 جہاں اس کو ”نامہ شاہ“ سے بھی موسوم کیا ہے کتاب میں رنگین تصاویر  
 بھی ہیں جن میں بعض پورے صفحہ پر ہیں۔“

اسپینگر اور اسٹوارٹ کی کٹیاگوں میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے۔ ڈی ٹامی نے اس کا ذکر  
 کیا ہے جس میں یہ مصنف کے تخلص کو بجائے رستی کے ”رسمی“ بیان کیا ہے۔  
 ڈی ٹامی کا خیال صحیح نہیں ہے۔ نہ صرف اشعار میں رستی لکھا گیا ہے بلکہ کتاب کے آخر

ہزارہی عبارت ہے اس میں بھی مہافت طور پر رستمی لکھا گیا ہے۔ جن اشعار میں تخلص لایا گیا ہے ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

کیا ترجمہ دکھنی ہو و ہندیر	بولیا معجزہ یو کمال خان دبیر
خلق کہتی مجھے کمال خان دبیر	تخلص سو ہے رستمی بے نظیر

کیا رستمی اس وقت یو کتاب	ہندیا بات کی گوہراں بے حساب
--------------------------	-----------------------------

دے ادے جو رستمی اچھر دھام	کرے رستمی کون ادعالی مقام
---------------------------	---------------------------

اس مثنوی کی تصنیف جیسا کہ بیان کیا گیا ہے برصغیر میں ہوئی ہے اس کی صراحت کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

بنی کی جہیز تھی کیتا خیال	ہزار چھپس اور نو کی تھی سال
کہا رستمی جس وقت یو کتاب	ہندیا بات کے گوہراں بے حساب

کمال خان رستمی اٹھیل خاں کالاکا سے ہیں سات پشت سے اس کا خاندان سلطنت عادل شاہی کے واسن دولت سے وابستہ تھا خوش نویسی کی خدمت سپرد تھی اور خطاط خاں خطاب ماکر تانھا۔

رستمی نامور ادیب اکمل شاعر تھا فارسی اور دکھنی نظم میں یدِ طولیٰ رکھتا۔ غزلیات اور قصائد نظم کے تھے مگر قبضہ نئی سے سب ناپید ہیں صرف ایک مثنوی اس کی یادگار ہے۔ جو اس کے نابلیت کی تین دلیل ہے۔ چھپس ہزار شعر کی طویل مثنوی کا صرف ڈیڑھ سال کے قلیل عمر میں قلمبند کر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

وہ نہ صرف زبردست شاعر تھا بلکہ ایک بہترین نثر نگار بھی تھا۔ اس کی نثر بھی نظم کی طرح غویوں سے ادا مال ہوتی تھی۔ شاہی دربار میں اس کی عزت تھی اسی طرح ملکہ کے پاس بھی بارسوخ تھا۔ غرض کہ ہر قسمی ہجاء پر کا ایک متاثر شاعر تھا۔

نفس مضمون کے لحاظ سے یہ ایک فرضی رزمیہ داستان ہے جس کے ہیرو حضرت علی ہیں اس کا قصہ تقریباً داستان امیر حمزہ کے مثل ہے ممکن ہے ابن حمام نے اپنی تصنیف داستان امیر حمزہ کے دیکھنے کے بعد کی ہو جو سلطان ناصر الدین محمود کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ داستان امیر حمزہ اردو نہیں بلکہ فارسی سے یہاں بحث ہے)

شنوی میں پہلے حمد ہے اس میں سب سے پہلے کا ذکر ہی کیا گیا ہے اس کے بعد آدم اور شیث کی تعلیم کا بیان ہوا ہے۔ پھر شاجات کا عنوان آتا ہے اس کے بعد نصرت پر صفت مدینہ کا عنوان اس کے بعد ”صفت شب“ بیان ہوئی ہے جس میں زردی کی رح کی گئی اور اس کے شاعری کی داد دی گئی ہے۔ اس کے بعد اصل داستان شروع ہو جاتی ہے۔

اس سے واضح ہو گا اگرچہ اس کی تصنیف ملکہ کے حکم سے ہوئی اور شاعر شاہی دربار سے وابستہ تھا مگر بادشاہ اور ملکہ کی رح سعدی نہیں کی گئی۔ لاکھ یہ کہانی شیثوں کا تقریباً عام قاعدہ ہے۔ قصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی مجلس میں صحابہ کے بہادر ہی کا ذکر ہو رہا تھا کوئی کسی کا نام بیٹا تھا کوئی کسی کا کسی نے سعدی قاص کو ترجیح دی جس پر ابوالمعین کو ناگوار ہوا مجلس کے خواست پر دونوں میں بخشش کی صورت پیدا ہو گئی۔ ابوالمعین فوجان تھا اور حضرت علی سے فنون جنگ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ رات کے وقت سعدی قاص نے ابوالمعین سے لڑنے کے لئے جنگل کی راہ لی جہاں ابوالمعین ہی آیا مگر سعدی سے رٹائی کے بجائے بیان کیا وہ ملک مغرب کو جانے کا ارادہ رکھتا ہے اگر وہاں آ جا جائے تو خیر و بد کامیابی کا سہرا رہے گا۔ سعدی نے بھی اس کی تائید کی دونوں راہ ہوئے۔ کچھ سفر کے بعد ایک ملک میں پہنچے

جہاں کے بادشاہ کا نام ہلال بن علقمہ تھا وہ اور اس کے تمام اہل شہر مسلمان تھے بادشاہ نے تین دن دونوں کی ہمتی کی اور شخصیت کے وقت ایک لشکر ساتھ کر کے کا ارادہ کیا مگر انہوں نے انکار کیا اسی طرح تنہا روانہ ہوئے۔ نوروز کی مسافت کے بعد دسویں دن ایک دوسرے شہر میں پہنچے جس کا نام کوٹہ نور تھا یہاں کے بادشاہ کا نام نوادر تھا۔ اوس تو اس نے خاطر تواضع کی اور ان کے ارادہ سے واقف ہو گیا بعد ازیں مخالفت ہو گئی اور ان سے جنگ ہوئی جب نوادر مجبور ہو گیا تو ایک دوسرے بادشاہ قنطار شاہ سے مدد کا طالب ہوا۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلعم کو سعد اور ابوالمعین کا ملک مغرب کو جانا معلوم ہوا۔ حضرت علی فوج کے ساتھ ان دونوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے اثنار راہ میں بادشاہ زنگیان سے آپ کا مقابلہ ہوا وہ مسلمان ہوا۔ اس کے بعد آپ قنطار شاہ کے مقابلہ کو پہنچے یہاں آپ سے سعد کی ملاقات ہوئی مگر ابوالمعین شرم سے دوسری جانب روانہ ہو گیا۔ قنطار شاہ سے جنگ ہوئی وہ گرفتار ہوا۔

ابوالمعین یہاں سے روانہ ہو کر پولاد کو لے گیا جہاں رعد اور عمار سے مقابلہ ہوا قنطار شاہ کے تفسیہ کے بعد حضرت علی ملک خاور کو روانہ ہوئے۔ اثنار راہ میں کئی بادشاہوں سے مقابلہ ہوا کئی جنگیں ہوئیں۔ پولاد کو لے میں حضرت علی اور ابوالمعین میں نادانستہ مقابلہ ہوا مگر کسی کو کامیابی نہیں ہوئی اس عرصہ میں حضرت علی پر غزوہ کی طاری ہوئی اور خواب میں معلوم ہوا وہ ابوالمعین تھا اس کے بعد دونوں ملاقات ہوئی اور اب سعد اور ابوالمعین آپ کی رفاقت میں رہے۔ اسی عرصہ میں آنحضرت نے عمر بن امیہ کو حضرت علی کی مدد کے لئے روانہ کیا جنوں نے اپنی عیاری سے ہر جگہ بڑی مدد دی اور ان کی عیاری سے بڑا کام نکلا۔

ان ہی جنگوں میں کئی دفعہ طلسم کشائی اور دیوؤں پر یوں وغیرہ سے لڑائی ہوتی ہے جن میں حضرت علی کامیاب ہوتے ہیں، اس طرح مختلف جنگوں جو بری اور بحری دونوں ہیں۔ اور مختلف طلسم کشائی کے بعد کئی بادشاہوں کو مسلمان کر کے حضرت علی مدد نقاب فتح و فیروز

دینہ منورہ کو تشریف لاتے ہیں آنحضرتؐ امام حسن و حسینؑ سے ملاقات ہوتی ہے۔  
یہ ہے مختصر سا خلاصہ اس مضمون کا جو بڑی تقطیع کے (۱۰۸۶) صفحوں میں ہے۔  
نمونہ کلام کے پیشتر بعض اندراجات کی صراحت کی جاتی ہے جس سے اس کے نفس  
مضمون کی وسعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اس میں حسب ذیل بزرگوں کا ذکر آیا ہے اور ان کے تصاویر موجود ہیں حضرت آدم علیہ السلام  
ابراہیم۔ موسیٰ۔ سلیمان۔ یونس۔ حضرت آنحضرت صلعہ حضرت علی۔ امام حسن و امام حسینؑ  
جب ریل وغیرہ۔

جن جن بادشاہوں کا ذکر آیا ہے اور جن سے مقابلہ ہوا ہے وہ یہ ہیں۔  
ہلال شاہ۔ نوادر شاہ۔ تظافر شاہ۔ بادشاہ رنگیان۔ قبادشاہ خاورا۔ سلیمان شاہ  
جمشید شاہ۔ بادشاہ نیل کوشاں۔ خارشہ۔ فیروز شاہ۔ تاج شاہ۔ طہاس شاہ۔ قبط شاہ  
شاہ سک۔ صلصال شاہ۔ ہرمز شاہ۔ فیروز شاہ۔ راکش شاہ۔  
ان میں سے نوادر اور راکش کو ابو المعین نے قتل کیا ہے۔ قبط شاہ اور صلصال شاہ کو  
حضرت علیؑ نے قتل کیا ہے۔ جمشید شاہ۔ شاہ سک اور طہاس شاہ مسلمان ہوتے ہیں۔  
ان بادشاہوں کی طرف سے جو سپہ سالار مقرر ہو کر میدان جنگ میں آئے اور مقابلہ کیا ان کے نام  
حسب ذیل ہیں:-

ہلال تظافر شاہ کی جانب سے آیا تھا۔ رعد۔ میر سیاف۔ تباد۔ ایقان ترک (اس کو سعد  
نے قتل کیا) میرزہ قباغوار (یہ مسلمان ہوا) شاہ پور (اکک نے قتل کیا) فرخاد۔ عمار (شاہ خاوران  
کی جانب سے آئے تھے) کشیب۔ ہوما۔ نوشاد جو جمشید کی جانب سے حضرت علیؑ کے  
مقابلہ کو آیا تھا۔ اردشیر یہ بھی جمشید کی جانب سے آیا تھا۔ آدم۔ کو تو ال شہر ریمج۔ اسفندار  
چہن (اکک کے ہاتھ قتل ہوا) شداد۔ کاسوس۔ شیبان۔ مسہپال (جاوگر) گلباد  
(ابو المعین سے مقابلہ ہوا) نفحات۔ قرقاس۔ اس کو ابو المعین نے قتل کیا۔ ہذاتان کو بھی سمرق

پہلے زور۔ اس کو بھی ابوالمعین نے قتل کیا۔ سر مال مصلح شاہ کا سپہ سالار تھا۔ گویا۔ گوزر  
نور داد۔ کیو۔ عاد۔ نور آدین۔ سام۔ یہ سب مصلح شاہ کے لوجی و انسرتھے۔ اور اکثر  
قتل ہوئے۔

دستان میں عورتوں کا ذکر ہونا اور ان کا بحیثیت ہیردین آنا ناگزیر ہے چنانچہ اس شہنوی  
میں جن جن عورتوں نے حصہ لیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

لکی آفرز۔ دختر نواز جس سے سعد نے بیاہ کیا۔ گل چہرہ دختر حبشیہ شاہ پریمی بخ زج حبشیہ۔  
نادر حبشیہ۔ گھنار۔ گل اندام شہامہ۔ مصلح شاہ کی ملکہ جو اس کے قتل کے بعد مسلمان ہوئی  
ہے۔ ترخاس شاہ کے حرم۔ مہاس شاہ کی بہن۔ امید شاہ کی دختر بری کوہ بلور۔

حضرت علی کے جن جن رفقا اور ان کے کارناموں کا ذکر آیا ہے اور جن کا داستان  
میں بڑا حصہ ہے وہ یہ ہیں۔

ابوالمعین۔ سعد۔ مالک۔ حمراہیہ۔ قنبر۔ خالد۔ قناح۔ عمر سعد ہی کرب۔ سلیم حضرت  
علی کی جانب سے عیار ہی میں عمر اور طرف ثانی کی جانب سے ہمایہ اور طرب قبل ذکر ہیں  
گر عیار ہی میں بلکہ داستان میں سب سے بڑا حصہ عمرامیہ کا ہے۔ جیسا کہ داستان امیر حمزو  
میں ہے۔

فروزی میں جن جن شہروں اور مقاموں کا ذکر آیا ہے اور جہاں لڑائیاں ہوئی ہیں ان کی حیرت  
بھی ناممکن ہے۔

کوٹ نور۔ ریاض کوٹ۔ ضاد کوٹ۔ صباح کوٹ۔ پولاد کوٹ۔ بندر گاہ سلیمان۔ شہر ہرم  
شہر خوار۔ قلعه خوار۔ قلعه صور۔ حصن ربیع۔ بیت خانہ آہن باغ۔ حاد کوٹ۔ بیت خانہ دیوار سیہ  
قلعہ آہن۔ شہر سمت۔ کوہ بلور۔ قلعه آذی خوار۔ شہر عرض۔ کوہ طلسمات۔ حصار برنج۔ حصار  
لوت۔ طلسم بلور۔ شہر ہرم صغ۔ دیران حصار۔ شہر فام۔ شہر زر۔ میل گوہر نگار۔ شہر درین  
باطال۔ دوم۔ سوم۔ باغ زرین۔ حصن شیطان۔

صدرالذکر بادشاہوں کے شکروں کے سوا بعض اور شکروں کا ذکر اور ان سے مقابلہ ہوا ہے جن میں سے چند کے نام بیان کئے جاتے ہیں۔  
 لشکر آدمی خوار۔ لشکر دیوان۔ لشکر پریاں۔ لشکر جادوگران۔ لشکر کھادان۔ لشکر نیل کوٹاں۔  
 جیساکہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے یہ فرضی داستان ہے جس میں صدر امیر غنط اور نامکثات سے ہیں۔ دیوں۔ پریوں۔ بہوتوں سے جنگ کرنا خلاف قیاس اژدہوں اور شیروں سے مقابلہ طلسم کشائی وغیرہ۔  
 اس صراحت کے بعد کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد

اول جب کیا یو کتاب ابتدا	بند یا بات میں نقش نام خدا
جو صاحب ہی او قتل ہو جان کا	کیا دین بخشش او ایمان کا
اوی ایک صاحب اپر ہو تلمن	جو ہستی پر کسی کو اہں بہمن

ہر یک نقش تقدیر نی جو کیا	تیری ہمیں سب نقش پیدا کیا
کج سر ہی حق کا سونچیں دسی	دیی تجھیں صوفی تجھیں بسی
دو جب کا سو مقصود کجوں کیس	فرشتی سوچ کو تج سجدہ کرین
صفاموہ دایم ہی اس کی تھے	یو ج عمرہ ہی رسم اسکا سہی
دری شج مستراح شاہتین	سندلہا یسین دطہ تہیں
فلک ہی سونڈب تر ہی قدر کا	زمین تحت صوفی فرشتی صوفی
تری کہر کا پہ دار روح الامین	کیا پس اسیکا جان افرین
توں لو لاک کے تاج کا تاجدار	تری بس ہی خوشنیم بہار



تجہ انا تھا جہان تہی دیا  
دعا کر عطا می تجہ آئین کا  
ضمن امت دامن پر تجہ معتمد

علم تو ترا فتح عجم بر کیا  
تجہ فتح دشمن پر سے دین کا  
تو نہی سر دقامت ترستقم  
صفت شب :-

زمین مہرزدان کون لیا پاتھاپی شک  
پزند سپینیا تھا آفتاب  
سوا کون سپر پردہ تھا شکھام  
کیا تھا پی سپین کا کسوت چمن  
صباحی کا تھا مرغ ہی خواب میں  
انکار جا کر جگس دھوان بہر رھیا  
زمین کوئی دیکھ آسمان بابتاب  
صور کون کی مریو کیا صد فرار

کیا تھا زمیں پر پی جون شاہ زندک  
سفیدی پئی کچی تھی مکہ پر نقاب  
زمین پر عنبر کا منہ پ تھا تمام  
زمین پر تو سبیل تھانیں تھاسمن  
کیا تھا محل کی بہتر شاہ چین  
زمین مہرزدان میں پی کا جل بہر یا  
مٹی مرغ ماہی کون تھا بہوت خواب  
فلک نوطیق کو ہران سون سنوار

اجو حق کی رحمت سون او بہر شاہ  
ہوا شعر تھی ہی انی بہر مند  
کیا از پہو اناں کیا از غمزدان  
دھیا جگس اپس تہج یو یاد کار  
کیا شعر جگس میں او اپس امت سون  
موتی باتگی را پس کر روت  
جو یک بیت ائی تھہ کون پسند  
خدا بخشیا فردوسی پاک کون

جوشا عرتھا فردوسی پاکزاد  
دنیا میں مٹھی بات استی پسند  
ہوا شعر اسی خوب آبی رودان  
کیا نامراد خلق میں تادار  
بلند مرتبہ اپس تھی ہی بات کون  
ہوا ختم اپس مٹھی یون  
بولیا جگس تو حیداد مو پسند  
جو ریا جو کی ادا قالب خاک کون

اپس کی پی جرت سون جنت دیا	جو فردوس میں اس کا جا کا کیا
اوپر ہونان گند یا صی صفت میں سری	جو موقی بند یا صی صفت میں سری
سب ہی نیت ہیں انچہ ہستی توئی	دنیا کون بند ہی و پستی توئی
لک یا نکا اسکون بخشش کیا	اس یک بیت پر ہشت اسکو دیا
کمر میں ہی یک نمکۃ ایسا کہون	صفت بہوت توحید میں اس کروں
بلندی دیو ہی حور رحمت منجی	جو اس نکتی ہی ہوئی دولت منجی

### آغاز داستان خاور نامہ

رسول قریش علیہ السلام	ہو مسجد میں اقصا کی بیت احرام
جو بیٹھی تھی مسجد میں اس وقت مشاد	ہمارے وقت کون جو یک نامہ دار
تہور ابوت ہر یک لگی بو لہنی	زبان کہول یا دان اپس میں اپن
تہو سپی دنیا میں ہی دوسرا سوار	بولیا ایک چون نامک نامہ دار
نہیں کوئی مجلس میں مجھ کا رکا	بولیا سعد و قاص مجھ سا رکا
جو مردی میں اس نالوسب تھا تو تھا	جو ان ایک اولو المعین پس ناو تھا
حضرت ابو حیدر تھی سب کیا اتھا	حضرت کا دوا دلین روشن اتھا
عمر جا بگی لیکر آیا دہان	اونچی حور نیچی با ست ای دمیان
ہوئی دونو جانان ہی بنجیدہ جون	ماریا اولو المعین اور سعد کون
لگی چانگی جوں کی در روز کر	غصی آئی دونو دیکھی کہور کر
دیکھیں کی جتنی سب یواہل نظر	یہن ہی جو مردی میں باتیں کر
کرنیکی تجھ آدارہ اندر جہان	جو حرمت تری نان رکیں کی یہاں
نظر نان کرے کام اس تھا کہی	بولی یونچ مجلس تھی او بہار کہی

غصی ہو کر مجلس تہی دو نو چلے	صور سچندہ خاطر ادو نو نلے
جو یو فتنہ را زمین بالا صوا	جو مالک دیکھا کام ایسا صوا
پکر ہات اس کا کیا لی بدر	مشتبالی سون آکر تزد عمر
لول اوپریشان اٹان جایکاہ	جلی لوک اپنی پی آرام کاہ

خوشی سون بولی اکر یوسر گذشت	پمبر آئے شہر میں چوڑ دشت
بویا معجرہ یو کساں خاں دبیر	کیا تر جہر کہنی صور دلیدیر
تخلص سوھی رستی بی نظیر	خلق کہتی ہیں مجھ کمال خان دبیر
جو دبیرتا ہوں میں بی پلاسی خار	پلا ساقی اومی جوھی خوشگوار
فراق تھی اس آہنگر کھنچا ہوں	خار تھی جو میں درد سہ کھینچتی ہوں
کری رستی کون ادعالی مقام	دی اومی جو رستی اپہا مجھ مدام
ہر می صور ہنسی تھی کرے رستگار	دی اومی جو بوزی مرا سب عمار

خاتمہ ملاحظہ ہو۔

خار تو ردی پیالہ یک بہر کر فحی	خار اسکا پکڑا ہے پوندو پے
معطر تھی سستی رمانغ سخن	کہلا یا سوں پھولان باغ سخن
دکھکا یو پھولان بہستان من	کرے جب گزر پر گلستاں من
جو دکھیکا جنت نمن دکشا می	عضو رہی کی فردوس میانی درانی
جو دھڑاھی فردوس کا بنگ ہوے	بہار تھی جون باغ ارم تازہ روے
بہشت ایسا ہی بردوستان	جون فردوس ایامی در بوستان
رکھوں یا دکا یک میں پی بجایے	موا تہا اندیشہ منہی رہنماے

سوارا پہن نامہ سون خامہ کون	نہایت کون ابنزیا ہون نامہ کون
نہایت سوانامہ نامہ دار	سوانامہ اران اپر یاد کار
اگر ماتی ہو دیکھتے زیر خاک	میرا نا جیتی مجھ کیا صی پاک
نبی کی جو ہجرت تھی کیتا خیال	ہزار پرچا پس اور نوکی تھی سال
کیا رستی اس وقت یو کتاب	بند یا بات کی کوہراں جیسا ب
خاور نامہ و کہنی کیتا میوں نام	ہوا خا دران پر قصہ سب تمام
اپس اوپر بہت گزریکا روز کار	اچھیکا یو دنیا میں ہو رہا دکار
توں اس نامی کون نامہ شاہ جان	دوجی نامیان پر شاہ دلخواہ جان

### جنگ کاسین

چلیا جنگ تھی شاہ دلدل سوار	اُچایا او دلدل نشان غبار
کیا ایک حملہ او لشکر اپر	سواران چلی اسی اپس کر دکر
کہو ریا کی نعل تھی میں چاک موٹی	اسپتی لی لڑی میں سب خاک ہوئی
نفران کی نالی کی آسمان میں	ہتی کر دے لشکر تھی میدان میں
سواران کی پانوں کی او اڑتے تھے	زمین میں کی مردی اسی داز بھی
کرد میں جوں بجلی چکتی تھی تیغ	جون بجلی دیسی ابر میں بجی تیغ
بہت سہر جو بارہی تھی در زیر نعل	سواں تریا بجی ہوئی تھی پل نعل
سوئی ہو ر زخمی پری تھی تھی	جو چلنی کوں دان بات نہیں تھی کتی
علی مار پاری تھی دان سوار	چو اٹلاک اس کر سپکا نہیں شمار
اپس روز باؤ تھی او نامہ دار	اریات مسو ہو رہی یکسر ار
اسن سنگین باقی لکی سب سپاہ	سوان تھی رکھی سب سپاہ کا کلان

زبان سون صفت آکی کرنے لگی	اپس سرکوں زہنا رنگین لگے
علی کی ایران لیا دلو می امان	نیجا کا متن کون تنہا ایمان
اد کو سی سو کا بیج تیغ تہی سپنکار	جوار سی تہی دگی دھوریکا غبار
بون از سی تہن نگوں روشن کری	حکم پر پیمر کی کردن دھورے

شب تاب عروس کے متعلق کس قدر پردے میں بیان ہوا ہے۔

دل افروز عروس سعد کون وان لہا	کئی عقدہ نو کا سب لوک جا
زن و مرد کا کام جون سب ہوا	اتہی رات سہا می محل میں اوجا
ستار ہی اتہی جشی سب راتگوں	پہچھی دیکہ کر ادا جت کالی سون
عروس مجھی چونکہ چلو اکر سی	فلک کی پا جھری تہی بہار آپہری
علی ہی پونا جی دل افروز کون	کی اچھ ٹون پان یونج ہی دون سون

جنگ میں مقابلہ کا سین

ایا رعدا پس پر جانو قیل مست	چمکتی یار عدا سی تیغ دست
دو با کان پری نیکر شمشیر تیز	زمیں پر کئی اپس وقت ستیمز
ماری اس پر ہر طرف تہی پی تیر	سپرون رکھا دانیہ پنا او سپر
پر کی من بجلی دستی تہی تیغ	ر سی بجلی جون ابر میں بید رنغ
عصی سون ماری زخم خوردن لری	چوستہی سپر کری سوکر اتری
جوانان کی بازو تہی شمشیر یون	صوی تہی جو جو کان سپر کند جون
سوار عدا کی اپس تہی میدان میں	صوئی دیکہ حیران دان سب جنین
آنر کون ابو المعین تادار	کیا سوار پر عدا کی تیغ بار
سپر لیا یا سپر پاد بجلی سوار	دو کڑی عدا او سپر جوں غبار

کاتی ترک پولاد سر اکیبار	سپر کاٹ کر تیغ اتڑی مار
هو اترک پولاد سون سرنگون	جلیا رعد کی سسرتی ہی لعل خون
کاتیا زین حور سب تمام کستوان	اریا کرم هو غصی سون پہلوان
اس تیغ زین سون باندیا	اسی سپرتی ہی پانوں تک دو کیا

جانوایا ہی کاروان دان نکل	ہوا اس تہی مہمور سکا جھکل
لبشت ایک خالی کہیں نہیں رہے	زین دان کی مٹھی سپنوا دی کٹی
ہوا پید ایک سار ہی انکی سات	موی جون جھکل نیانی اوچ رات

سجائی کون آیا ہی اس تہا نوتوں	نہیں جانتا ہی میرا نونوں تون
جو مج تیغ تہی چرخ پر لاف ہی	میرا نونو ہی میری سیات ہی
خونماتی ہیں باکان مرادیکہ جنگ	میری تیغ تہی تون نہیں ہیں پٹنگ
دکر نہیں تو تہن کون کرد نکاتال	ترانا نو مج بول کیا سی اتال

صتی کا دہری رات چتر مر پر	اتنی کردن اوران اسکی بستر
دونوں پانوں صور ران ماسد داک	دونوں موت اسکی درخت چنار
او ہفتاد کاوان تہی پرتاد تھا	لب اس کا جانو کردہ کا دتھا
کری جو صتی کون ایک سات میں	لیا جو بستکین ان بات میں
تون بولیکا تھا دیو جون صفت او	کشادہ تہا سینہ اور صفت او

تمام کیلیک افزن خوان ہوئے	تمام مشہر غادر سلماں ہوئے
---------------------------	---------------------------

<p>اوجید رکشیں اسی ہونسی کون بات          رخ ڈلف و مرتی تھی جوں روز و شب          اوخا و زمیں کی اتھی لالہ زار          جو آپس کر تھی خوبان کون غولی تمام          اسیتی ہوئی خوش تمام انجمن</p>	<p>اُنی شہر کی عورت لی عورتیں سنگت          اتھی سین صوڑ او نوش لب          او تھی خوبویان کے دل کا بہار          پری سر و قد تھی پری زاد نام          سلطان ہوئے جیوسن جا کر دن</p>
--	--

<p>پانی میان لعل پد حشال کر دن          جو جگر کی نوبت بھی بان پی باز          بہری دیا اوپر تمام آکر تیر          سنگان پی او دیکھ جگر اور سے          جگر کی ہوسن تھی سیرا پل</p>	<p>ہو سات شمشیر خشان کروں          انوہولی نوبت بجا و آواز          ہی کشتی میں تھی ایرای تیر          دو کشتی پو تیران تھی آپسے          سپہ کون دیا اونچ کو راب دل</p>
---	--

<p>نہیں کوئی رنی تھی اسین پہکے          مئی بہت سستی میں سو رانخ ہو          کج کشتی کون جانی نہیں ابھی راہ          لہو کی جان و دستی تھی سب دریا</p>	<p>ہر کھٹ کشتی سون کشتی لکی          سبزہ سینین سون کشتی خ ہو          ہوا مردیاں تھے دریا سا راسیاد          تن مردیاں سون جاگسا باہریا</p>
--	--

<p>اپس دلی توں دوتی دور ہو          محمدی جکین رسول خدا کے          پیغمبر کی بول پر سے اقرار کر</p>	<p>توں دین نبی سات پر نور ہو          گوہی دی اسی مرد و انش نامی          زبان سات توں دلوں پہی یاد کر</p>
--	--

شاہد ہمسک کے خواب کا سما اور اس کا مسلمان ہونا۔

زمین حبشی و مزار تہا شد زیر پائے	چہ پی مورد آتش ابراہی دجائے
اسپی اک تہی بہار آئی شہر ار	بہی کیا آتش لکی سب حصار
جوان ایک ظاہر ہوا غوش خوام	اتہا کہ اسیکا جوں ماہ تمام
سبیل سون کلی تازہ کون دنیا اب	بندیا سایہ بان شب کا آفتاب
اتہا خم میں حلقہ تاپشت پاسے	صبا زلف تہی پس صودی عطر سائے
پہنم گیا یا مزار ان شک	ایا او نزدیک شاہ سہک
انی پکر یا اس است نرزانہ کون	کیا خویش اس وقت سیکانہ کون
اسپی اک تہی اس کناری کیا	پہر ہو کر اسکون کلی لائیا
جون شاہ سہک دیکھا دیدہ لہراد	موا جو سون اس خریدار او
اسپی بویا امی ماہ مردے	تجی دیکھ حاصل ہوئی خر می
کیا مہی نا نو کہ میں غلامی توام	شکروں بندگی کہ بنام توام
انوبولی میں ہوں رسول خدا کے	ہوتا کرمان کو پنج میں مٹنا سے
مسلمان ہوتوں دین مرا پذیر	کفر چور دی اور اسلام کو
کنان کون تری شفاعت کروں	شفاعت تجی میں ہا پت کروں
پسین مژدہ شاہ سہک عطا ہوا	مسلمان ہو دوزخ تہی آزاد ہوا

شہادہ کا صلہ حال پر قائم کرنا۔

بیرن ردنا بھی پس پر آغاز کے	ہم کا ابی شیوہ بھی باز کے
ادیان بولی امی بادشاہ جہان	دولت سون اتہا تون پناہ جہان
دنیا تجہ پناہ میں اسود دہتی	ترمی دور میں ظلم تو کچھ نہتی



تری داد تہی ظلم کوتاہ تھا	ترا تاج پی افسر ماہ تھا
تون بیدار گرفتہ در خواب تھا	زمین تیغ تل تیری سیراب تھا
اتال آئی خسرا بی بیکار جهان	اپر آیا شب روز کار جهان
اتاس شہا ہی کا تحت بی شہ ہوا	تون روشن جب تھا سوجن مہ ہوا
اہل میں ہو ریو سو وضع کاپی ورد	انکبان تر ہو ٹھان خشک ہو راہ سرد
دیکھ لیا منجے	انجو کی جا کی لہور لایا منجے

## شب کا سماں :-

سپنہاری تہی شب ردی تابندہ ماہ	رو سکین کی سوسات خال سیاہ
غم طرہ چہو ریا تہا نہ فی ردوش	زلف ناگی سوئی تہی عنبر روش
لکھنہا شب کا ظلم کھنچا	ایس دائرہ پر رقم کھنچا
دنیا ہوئی سپی خط تہی عنبر شال	جون خواب کا گد زلف و مرتاد حال
ہو ری رات فی زلف مشکین رسن	جانو عاشقان کی دلمان پر شکن
برین کی سیاہی تہی کیو سی مشام	زرد کون کرہ کیتی بردہ سی بام
کہولی مشک کا او پرند سیاہ	بندی اسین تبدیل ترین ماہ
اُجان ہارایو مستف نیلی طراز	بچا یا یونہ فرمش کلزیر یا ز
برین جہد مشکین رسن یافتہ	عنبر تہی خط بند کی یافتہ
عروس رات کی ہی برین ہفت باغ	کتنی جلوہ او بامر اذان چراغ
زانہ زبان باند کر تہا خوش	زمین پر بٹا کچ پی بانگ خوش
تمام مرغ دما ہی کئی تہی فی خواب	لک لک لک کیا تاب از آفتاب
نہیں خواب تہا مچر نہ دکن قرار	نہ شیار تہی سہیں نہیں تہا خار

پریشانی اندیشی تھی تہا دل کسل | جو کسی دلی خواہش پر اکندہ دل

پری زاد تھی ادنیٰ بر چشمہ سار | خبر نہیں اسرار حیدر زادار  
پر کیا تو جا کا اھی چشمہ سار | جمن میا فی اجنی اھی کلغدار

دھی دیو چو سجدہ کون لی گیا | حوا تھی دھوان حو تلمن آیا  
کر گاہ پکریا انی آئے کر | ییا ہات میں تیغ او شیر زر  
ماریا تیغ او دیو کی سدا پر | کاٹیا سرتھی پادیاں تنکے سبیر  
کیا نعرہ استپار جی یک بلند | ہادیو نعرے تھی سو کر نرنہ

روایت کیا مالک نیک نام | محمد کی انکی علیہ السلام  
دیکھا میں جو صلصال دیالای او | تہا مشتاد گز قد و بالامی او  
جو اس سات میدان میں آئی علی | سراویا دمرتھی سو پردے  
بکج قد دیالا صلصال تھا | علی اسکی قد تھی زیادہ دسیا  
دیکھا قد مہور بالاصصال یار | زیادت دسی استی جوں سرفراز  
انی بویا اہی مرد افسون نمائے | تون جادو کرتیں اب پیرائے  
تون دستا تہا انکھی میری زبون | دوجی وضع دستا تھی تون تو کیون  
میری پس درازی وہنا سنگات | زیادہ دسیا قد و بالاصصال  
ترمی صومری میانی صی و اورے | کیا کرتا تھی جادو و افسوں گری

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ نہیں ہے اس لئے مقابلہ اور اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں

ابتداء فارسی کے ساتھ اس کا مقابلہ ضروری ہے۔

خاور نامہ فارسی ابن حسام کی تصنیف ہے ہجرت ۸۰۰ میں مرتب ہوئی تھی۔ اس کا ایک نسخہ جو تصویر ہے برٹش میوزیم میں اور دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔ برٹش میوزیم کا نسخہ ۹ رمضان ۱۲۹۷ء میں لکھا گیا ہے اس کا ذکر فارسی قلمی نسخوں کے کیٹلگ کے صفحہ ۱۶۴۲ نمبر ۱۹۷۶ء اور اڈیشنل پر درج ہے۔ انڈیا آفس کا ایک نسخہ تصویر ہے جس کا سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ دوسرا نسخہ بلا تصویر ہے یہ چاودی الاول ۹۶۵ء کا لکھا ہوا ہے کاتب محمود بن عبدالرحمن ہے۔

ابن حسام کو بعض اصحاب حسام الدین اور قبول بعض محمد حسام کہا جاتا ہے یہ بہستان کا باشندہ اپنے زمانہ کا نامور باکمال عربی اور فارسی کا شاعر تھا خاور نامہ کے علاوہ اس کی دیگر تصانیف بھی ہیں بعد عمر مرزا ابن تیمور گورکان ۸۷۵ء میں اس کا انتقال ہوا "خوسف میں" مذکور ہے۔

اس نے خاور نامہ کو مشافہ نامہ فردوسی کی تقلید میں لکھا ہے اس لئے اس کو فردوسی ثانی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ابن حسام نے فردوسی کی تعریف بھی کی ہے۔ اس کتاب میں کسی بادشاہ کی مدح نہیں ہے اور مصنف نے ظاہر کیا ہے کہ صرف ایک روٹی پر گزار ہوتی تھی چنانچہ لکھتا ہے۔

تلاعت کنم چو خورشید واد	بیک ترص تا شب از بام گاہ
مکش منت سفره اردشیر	شکم چوں بیک نان توان کرد سیر

تایخ تصنیف ہی مصنف نے نظم کی ہے

شدایں نامہ تازیان پارسی	چو ہر سال ہشتصد میفروسی
بنادم بدانکہ کردم تمام	مرا این نامہ را خاوراں نامہ تام

ہستی نے خدیجہ سلطان کے حکم سے اس کا ترجمہ دکنی میں کیا ہے۔ ترجمہ میں بعض جگہ تو فارسی کا پورا ترجمہ کیا گیا ہے بعض جگہ اختصار کو ہی کام میں لایا گیا ہے۔ کہیں جدید عنوان قائم نہیں کئے گئے ہیں بلکہ ایک ہی عنوان کے تحت مختلف امور کو بیان کر دیا گیا ہے۔ ذیل میں فارسی اور دکنی ترجمہ مقابلہ کے لئے ساتھ ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

فارسی	دکنی
گرد ہے بگفتند جادو گرست	سنگ بولے اس کون کہ جادو گرست
سگر شمشیر او اژدہا پیکرست	جو شمشیر اس اژدہا پیکرست
چنین داد و پاسخ بہاں گاہ شاہ	دیا جواب بھی اس وقت یونہی شاہ
کہ از تاج داران خاورد سپاہ	کہ میں تاج داران منجے با سپاہ
مرا نیز جادو بے لشکرست	منجے بھی تو جادو کا لشکر ہے
کرایدوں کہ ایں مرد جادو گرست	جو او مرد جادو گر کر ہے
ز جادو بدیں کشور آرم سپاہ	میں جادو کر نکا ملک لوگان سپاہ
بجادو ز جادو شوم کینہ خواہ	بھی جادو کون جادو سون ہون کینہ خواہ
بدیں جادو آرم بجادو شکست	میں جادو سون جادو کون دیو نگا شکست
کہ آرمین یا ہن تو اں کر دست	اہوے سون ہوے کون کر دست

اس کے بعد فارسی میں ”نامزوشن حبشیہ“ انجو۔ اور اردو میں ”طلب کردن حبشیہ“ انجو کے عنوان آئے ان کا مضمون بالکل ایک ہے۔ چنانچہ:-

فارسی	دکنی
ہمانکہ یکے نامہ فرمود سشاہ	لکھا اسی وقت یک نامہ شاہ
شہباز جادو بخاورد سپاہ	بھی شہباز جادو کون خاورد سپاہ
نویسنده از عنبر تر بشک	لکھن ہمارے کہ قلم چھریا مشک

## فارسی

قلم داند بر دے کا نور خشک  
 چو خوانید نامہ نامہ بخواند  
 ز جادو کیے نامہ در برستاند  
 بدو گشت ایدر بہ پیا سے راہ  
 نہ صحن پیل از در بار گاہ  
 شدم ہم کنون بر سر داستان  
 بہر دازم ایں نامہ داستان  
 بجئے مغیر بمشک و عنبر  
 نوشتہ چنین یا نستہم بر حریر  
 کہ چون فرمان بر علی گشت راست  
 ازاں پس در اں مرز بدون بچاست  
 بیا راست بر باز کشتن سپاہ  
 سوے مرز خاور بہ پیودہ راہ

یکے کاروان آمد آراستہ  
 بہر دشت ازیشان پراز خواستہ  
 دزدہ ہیبتان پرانہ یارہ  
 مرصع کفل پوشش و افسارہ  
 ہمہ دم پراز گوہر شاہ دارہ  
 ہمہ طوق بازو و خلخال دارہ

## دکنی

جو کاغذ تھا اپس کا جون کا نور خشک  
 پر نہاد اس نامے کون جون پر یا  
 او خاور تھے یک نامور کن دیا  
 اسی بولیا اس بات تھے جاتون راہ  
 حصن پیل کون جا ازین بار گاہ  
 اتال آتا سون بر سر داستان  
 یو بتا سون جون بولے تھی داستان  
 مغیر کے خط سون بمشک و عنبر  
 لکھے تھے سوہن دیکھا بولیا بر حریر  
 علی جون لئے قیروان سب تمام  
 کئے تھے آستیا برادر ام  
 او پر جانے خاطر سپواری سپاہ  
 انوکھے خاور ملک کی راہ

جو آیا ہے یک قافلہ کاروان  
 بھر یا ہے تمام دشت سب ساروان  
 دور پہاڑا تو پان بھری بار سب  
 مرصع کفل ہیں اسی تار سب  
 پردہ ہی ہیں موتی و نسیب کے بالیں  
 جری ہیں چرت سب دو خلخال پنیں

فارسی

اردو

صبا از ہیونان امون نورا  
 زباہوں بگردون ساریندہ کرو  
 زابیشیم دشک و عود و عنبر  
 زدیباے رومی و حبشی حریر  
 زمین را تو گوئی بکنج اندر است  
 زباہیونان برنج اندر است  
 کنوں گر بود شاہ را راے کنج  
 بدست آید شش گر کشد پاے رنج  
 نوادر ز ستاد مردے نزار  
 کہ بتا ند از کاروان رخت و بار  
 ابوالعین کرد با شہ گفت  
 کہ خورشید تا بان نہاید ہفت

زمین ہی اپرا یا جان کج رہے  
 اسی ٹھار تھے سب زمین رنج اہے  
 بھی انپان کی کیونکر دہی شوز تھے  
 زمین شور کرتی تھی در روز پے  
 اگر شاہ کن کنج در کار ہے  
 تو بھیج کسی کنج پر بار ہے  
 سواران دیا بیج کر اکہ ہزار  
 چولیاؤ کاروان کا تہیں رخت و بار  
 ابوالعین کرد شہ سون کہیا  
 جو خورشید کون کوئی رکھے نہیں چہا

دکنی خاور نامہ میں مثنوی کے اختتام پر ایک فارسی شکر بھی ہوئی ہے جس سے مختلف امور پر روشنی پڑتی ہے اس لئے وہ ذیل میں پینے درج کی جاتی ہے۔

”سبب منظوم کردن خاورنامہ دکنی ان بود کہ علیا جناب خورشید تعالیٰ  
 قدر از اسے ہم عفت مستر آرای کشور عصمت۔ زمینت بخش مجاہدے  
 خدراست مجلس آراہجرات طاہرات والامراتب سمو مناقب مدیحہ  
 سلطان شہر با فوالقلب ٹرے صاحب دامت غفہا و عصمتہا کہ بعدق  
 یقین و یقین و صدق خود را کنیزک پنج تن پاک و حضرت بہترین انام

پیشوائے عظام مقتدا ہے اکرام حضرت دوازده امام علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 و حضرت قاطب زہرہ خدیجہ الکبریٰ و چارہ معصوم پاک ..... (۹) و  
 یثرا عظم برج لولا کہ اند خواندہ و صیبه طیبہ شاہ گردون بارگاہ قطب  
 فلک عز و جاہ سلطان محمد امین قطب شاہ ابن قطب شاہ است و جوہر  
 نیکو سیر شاہ گیتی پناہ کسری کلا و سلطان عبداللہ قطب شاہ ایں قطب شاہ  
 است و زوہر شاہ سلیمان بارگاہ جم قدر سکندر سپاہ خاقان فریدون زرقیر  
 والا منظر سلطان دین پناہ ابوالمنصور سلطان محمد غازی عادل شاہ ابن ابراہیم  
 عادل شاہ است و والدہ صاحبہ از شداد جہند کام گاموید منصور بختیار قزو  
 ناصرہ دولت و اقبال عزہ طیبہ شہت و جلال سعادت مند ابدی و ازل  
 شاہ زادہ عالم و عالیشان شاہ علی مد عمرہ راجنیں بنجا طرید کہ خاور نامہ  
 فارسی اگر زبان دکنی منظوم شود بہتر است پس فرمود ہر کہ این کتاب  
 خاور نامہ را بزبان دکنی منظوم کند اور ابراہیم گوناگون شہادت و عواطف  
 بوقلمون خسروانہ ممتاز فرمودہ از ابنا کے زمان و سخنران دوران سر فراز  
 گردانیم بنا بران محرمان سدا پردہ عظمت تفحص بسیار و تردد بشمار این

مستشہر اودہ مرزا محمد امین سلطان ابراہیم قطب شاہ کا فردند اور سلطان محمد قطب شاہ کا آپ ہے  
 ابوالانین انتقال ہوا۔ اس کا چھوٹا گنبد اسی چوتہ پر واقع ہے جس پر ابراہیم قطب شاہ کا گنبد ہے  
 لاین ذی الشعداد اور عہد دست شخص تھا۔ صرف پچیس سال کے سمن میں سترہ دہ ہزار پل  
 طاع میں انتقال ہوا۔ مائے دکن مؤلفہ سید علی اصغر بکراہی  
 لکھتا ہے یہاں سہو کتابت ہوئی ہے محمد امین کی دختر عبداللہ کی بہن نہیں ہو سکتی۔ دراصل خدیجہ سلطان محمد  
 ابوالانین کی دختر تھی۔

مژہ بھیت افزا و بشارت دکشا بہ کمال خاں ابن اسمعیل خطاط خاں، ویر  
 کہ ویر قریم شمش کرسی درگاہ عدالت پناہ است و بزرگانش بخطاسب  
 خطاط خاں نوازش یافتہ اند و طبع نقادش در فن شاعری مہار تھے تمام دارد و  
 در سنگ نظم و نثر در اسفند را سفتہ آورد و در اشعار تخلص خود رستمی کردہ در قصائد  
 و غزلیات فارسی و دکنی بلاغت از حد براہ رسا نیندرد؟ رستمی  
 حسب الفرمودہ بمقیس زمان و صوف اعطاف بکیراں قبول مینوی گشتہ  
 رستمی خوش فصاحت فارسی را پمیدان بلاغت و دکنی جولان دارہ ہر بیت  
 بیت فارسی را بیت میت و دکنی انتظام دادہ نامش خاورنامہ و دکنی کردہ  
 از تائید ربانی و از فیض فضل سجائی است و چار ہزار بیت در یک سال  
 نظم تسوید نمود و ترتیم و ترتیب کتاب نمود از توفیق ارشید با تمام رسید  
 امید و از درگاہ محیب الدعوات اندکہ کار فرائی این کتاب را از نخل نخب  
 و عمر بر غرور دار کرد اسد میراد دل برساند و قولی و نولیند و سامعہ و خوانندہ را

نیز از فضل خویش بے بہرہ نگذارد

رستمی کے کلام کے متعلق صراحت کے پہلے خاورنامہ کی چند اور خصوصیتیں قابل اظہار ہیں مثلاً  
 (الف) یہ اردو زبان کی سب سے پہلی ضخیم مثنوی ہے جو اس سے پہلے اور نہ آج  
 تک ایسی ضخیم مثنوی اردو میں لکھی گئی۔

(ب) یہ سب سے پہلی رزمیہ مثنوی ہے اور پہلی ہی نہیں بلکہ آخری بھی کیونکہ آج  
 تک ایسی ضخیم رزمیہ مثنوی اردو میں نہیں لکھی گئی ہے۔

(ج) ضخیم ہونے کے سوا اس کا تسلسل بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

(د) اس مثنوی سے سلاطین عادل شاہی کے رزم و بزم کا اندازہ ہو سکتا ہے کیونکہ  
 ترجمہ میں ان امور کا داخل ہونا ناگزیر تھا جو اس وقت کی معاشرت اور تمدن کے لوازمات



تھے۔

(۱) زبان کے لحاظ سے نہایت سادہ اور صاف ہے اکثر اشعار نہ معلوم ہوتے ہیں۔

ر کا (کئی سو قصائد میں جن میں سے بعض تو پورے صفحہ پر ہیں بعض نصف اور ربع صفحہ صفحہ پر کل قصائد کی تعداد ۸۳۷) ہے ان میں مختلف رنگوں کا استعمال ہوا ہے۔ رنگوں میں بھی خصوصیت رکھی گئی ہے مثلاً شب خون حملہ کی تصویر میں زمین سیاہ دی گئی ہے۔ دریا سمندر کا سیاہیلا کوہ تنگ میں پیش کیا ہے۔

ان تصویروں سے یہی عادل شاہی تمدن پر روشنی پڑتی ہے مثلاً اس وقت کے سلطان مرد و عورتوں کا لباس کیا تھا۔ ہند و مرد اور مستورات کس قسم کا لباس استعمال کرتے تھے۔ اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اس وقت پہلی بعض ڈاڑھی صاف کراتے تھے کسی کی مونچھ زیادہ لمبی ہوتی تھی ہند و مرد و عورتی کا استعمال کرتے تھے ہند و عورتیں ساڑھی کو پیچے ٹوپ دیا کرتی تھیں میلان مرد و عورتیں آستین کی استعمال کرتے اور بعض اوقات ایک نیم آستین قبائلی اس کے اوپر ہوتی تھی پانچواں کہ پہلی تنگ کبھی گہیر دار ہوتا تھا۔ عام طور پر گٹھی باندھی جاتی تھی اس کو کبھی پہنے ہی ہو کر تے تھے۔ جنگ کے وقت ٹوڈ استعمال ہوتا تھا۔ عورتوں کے لباس میں ہنگامہ دامن اور چولی کا استعمال ہوا کرتا۔ پیٹ صاف طور پر نظر آتا تھا۔ غالباً ہی لباس اس وقت مسلمان عورتوں کا ہو گا۔ کیونکہ آج تک علاقہ مدراس میں مسلمان عورتوں کا یہی لباس ہے عورتیں بعض دفعہ سینہ کے اوپر کا حصہ کھلا رکھتی ہیں۔

مسلمانوں میں عام طور پر عبادت اور نماز کا دستور تھا مذہب کو زندگی کا جزو لازم تھا تصور کرتے تھے رعنائی جاتی تھی اور اس کو اثر پذیر خیال کیا جاتا تھا۔ امر کے کہانے کے وقت ملازم تو ال سے کہی ہوئی یا کرتے مختلف کہانے ایک ساتھ دسترخوان پر چن دینے جاتے عراجی بڑا پیچھے استادہ رکھتے۔ دوست ملاقات کے وقت بغل گیر ہو کر تے۔ بادشاہ عیسیٰ سے بہادر انداز ہوتے۔ نجوم پر اعتقاد نہایت بلانجوم کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ ماتم کرنے کا دستور تھا اور وقت اہم

سر کے بال کھول دیا کرتے تھے۔ موتے وقت اکثر لباس تبدیل نہیں ہوتا تھا۔ بادشاہ کے موتے وقت لٹائیاں پہرہ دیا کرتیں ان کے کسی قسم کا پردہ یا حجاب نہیں ہوتا تھا ان کی موجودگی میں ملکہ پہلو میں سویا کرتی ہیں غرض کہ اسی طرح اس زمانہ کے تمدن کی ہر شے اس میں نظر آتی ہو گو کئی ایک چیزیں اب بھی ہمارے تمدن میں داخل ہیں اس لئے وہ ہمارے لئے نئی نہیں مگر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے اس وقت بھی ان کا رواج تھا۔

جہاں ان تصویروں سے اس وقت کے نرم کے حالات معلوم ہوتے ہیں اسی طرح نرم کے حالات بھی نظر آتے ہیں۔ آلات حرب، طریقہ جنگ وغیرہ پر روشنی پڑتی ہے۔ جنگ کے آلات میں تلوار، نیزہ، نیزہ گرز، ڈھال وغیرہ کا استعمال تھا۔ ”علم مختلف رنگ کے ہوتے تھے جنگی جہاز، بحری جنگ کا سامان نظر آتا ہے۔ زینتوں کو عورتوں کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے دیو کے سر پر سینگ بنائے گئے ہیں۔ جہاں جہاں آنحضرت صلع اور حضرت علی کی تصویر دی گئی ہے وہاں چہرہ کو نقاب سے پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔

یہ ایک مختصر مباحث ہے جس سے اس کی تصویروں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

خاور نامہ کے اقتباسات سے واضح ہو سکتا ہے کہ رستی کا پایہ شاعری کے لحاظ سے کس قدر بلند تھا ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں چوبیس ہزار شعر کا لکھ دینا اس کے قادر الکلامی کا پورا ثبوت ہے۔

زبان کے لحاظ سے خاور نامہ نہایت صاف سادہ اور سلیس ہے بعض مقامات پر نظم نہیں بلکہ شعر معلوم ہوتی ہے۔ اس کا تسلسل اس کا اسلوب بیان بھی پسندیدہ ہے۔ اس خصوص میں وہ زمانہ البعد کی مثالوں میں بڑی ہیقت رکھتی ہے۔ غرض کہ خاور نامہ کے باعث رستی کا نام اردو کی تاریخ میں ہمیشہ درخشاں رہے گا۔

میری معلومات کی حد تک اس کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

# گلشن عشق

اس مثنوی کے سات نسخے انگلستان میں ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔  
 انڈیا آفس میں چار نسخے۔ برٹش میوزیم میں ایک نسخہ۔ آکسفورڈ میں ایک نسخہ اور رائل ایشیاٹک  
 سوسائٹی لندن میں ایک نسخہ۔

الف۔ انڈیا آفس بلوم ہارٹ نمبر (۱۰۴) ورق (۱۵۵) سائز  $9\frac{1}{2} \times 4$  سطر (۱۱) خط نستعلیق  
 کاتب غلام قادر تاریخ کتابت ۱۱۹۹ھ

باء۔ نمبر (۱۰۵) ورق (۱۵۴) سائز  $8\frac{1}{2} \times 4$  سطر (۱۱) خط نستعلیق۔ کاتب غلام صفر  
 تاریخ کتابت ۱۲۱۲ھ

ج۔ نمبر (۱۰۶) ورق (۲۰۱) سائز  $8\frac{1}{2} \times 5$  سطر (۱۲) خط نسخ  
 د۔ نمبر (۱۰۷) ورق (۱۵۴) سائز  $8\frac{1}{2} \times 5$  سطر (۱۱) خط نسخ  
 برٹش میوزیم نمبر (۱۰۵۹)۔ اوٹیل (۱۹۱) ورق (۱۹۱) سائز  $10\frac{1}{2} \times 4\frac{1}{2}$  سطر (۱۱ تا ۱۳)  
 خط نسخ۔

اکسفورڈ نمبر (۴۳) ورق ۸۲ سائز  $9\frac{1}{2} \times 4$  سطر (۱۳) خط نستعلیق۔  
 رائل ایشیاٹک سوسائٹی نمبر (۸) ورق (۲۰۱) سطر (۱۱) خط نسخ۔ تاریخ کتابت ۱۱۶۵ھ  
 بلوم ہارٹ مصنف کیٹلاگ انڈیا آفس برٹش میوزیم کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔  
 ”دکنی مثنوی شہزادے منوہر اور مدالت کی عشقیہ داستان مصنف نصرتی۔

مصنف کے تعلق کوئی معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہو تا  
 ہے کہ وہ ایک بہمن شاعر تھا۔ علی عادل شاہ ثانی کے دربار سے اس کا

تعلق تھا ثنوی کی تصنیف کی تاریخ مصنف نے نظم کی ہے جو سنہ ۱۰۶۸ھ  
(سنہ ۱۶۵۷ء) ہے۔ ثنوی میں طویل دیا چہ ہے جس میں حمد و نعت۔  
منقبت علی۔ علی عادل شاہ کی مدح کی گئی ہے مصنف نے ثنوی  
کلمے کی صراحت بھی کی ہے کہ ایک دن دوستوں نے فارسی نظم  
کو دہنی ثنوی میں ترجمہ کرنے کی ترغیب دی جس طرح خواہی نے  
بدیع الجہاں کو کیا تھا بن عبد الصمد نصری کا دوست تھا جسے چھوڑ دیا ایک فارسی  
ثنوی منوہر اور مدالتی کے حال میں میر عسکری رضا نے ۱۰۶۵ھ میں  
ہرواہ کے نام سے منظوم کیا ہے۔

نصری نے اس مرکی صراحت نہیں کی کہ اس کا ناخذ کون سی کتاب  
ہے ممکن ہے فارسی یا ہندی سے ماخوذ ہو۔ علی نامہ کا بھی مصنف ہے۔  
گلشن عشق اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیتلاگس میں بھی شامل ہے ان کی وضاحت کا  
خلاصہ بھی ضروری ہے۔

اسٹوارٹ لکھتا ہے کہ ”راجنوہر اور شہزادی مدالت کا قصہ دہنی نظم میں بیان کیا گیا ہے۔  
یہ نسخہ با تصویر ہے جس میں مصنف کی تصویر بھی ہے جو لمبی ڈاڑھی کا شخص ہے۔“  
اسپرنگر کا بیان ہے کہ ”دہنی بولی میں ایک ثنوی۔ ہندو عشقیہ کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔  
مولفہ نصری، تاریخ تصنیف ہی بیان کی گئی ہے۔“

مولف کیتلاگ بوٹن لائبریری آکسفورڈ نے کسی قدر تفصیل سے صراحت کی ہے وہ لکھتا ہے۔  
”ایک قدیم عشقیہ داستان دہنی زبان میں ہے میں نصری جو علی عادل شاہ  
ثانی کے عہد میں بیجا پور میں تھا جو علی نامہ کا بھی مصنف ہے اس کو نظم کیا  
ہے یہ پہلے ہندی میں لکھی گئی تھی جس کا مصنف شیخ منجن یا جن تھا۔  
دہنی ترجمہ کے پہلے فارسی میں عاتق خاں رازی نے ہرواہ کے نام

سے مشائخ میں نظم کیا ہے۔“

گکش عشق کی تاریخ تصنیف کے تعلق کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے خود مصنف نے اس کو نظم کر دیا ہے۔

کہا اس کی تاریخ یو ہجرتی مبارک یو ہے ہدیہ نصرتی  
جس سے مشائخ برآمد ہوتا ہے۔

نصرتی کے مذہب اور اس کے اصلی ماخذ کے تعلق تفصیل کی ضرورت ہے۔ اصلی ماخذ کے تعلق آگے چل کر وضاحت کی جائے گی۔ یہاں نصرتی کے حالات کہن میں اس کے مذہب پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔

نصرتی کا نام محمد نصرت تھا۔ اس کے آباؤ اجداد سپاہی پیشہ تھے اس کا باپ شاہی سلج دا تھا خود نصرتی نے اس کی صراحت کر دی ہے۔

کہ تھا محمد پرست شجاعت ماب قدیم یک سلج دا جمع رکاب  
نصرتی کے مذہب کے تعلق بطور ہارٹ نے ڈی ٹاسی کے صراحت کے بموجب اس کو برہمن ظاہر کیا ہے حالانکہ خود اس کی تصنیف سے اس کی تکذیب ہوتی ہے قدیم مورخین نے اس کو برہمن ظاہر نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے بیان سے اس کے آبائی مسلمان ہونے کا پڑھتا ہے۔

خانی خاں اس کو مل نصرتی کے نام سے ذکر کرتا ہے چنانچہ علی عادل سفاہانی کے ذکر میں لکھتا ہے۔

”بادشاہ ہے بود پاش سپاہ دوست در سخاوت و شجاعت و سعادت

خلق مشہور..... در عہد او ترجمہ روضہ الشہداء و قصہ شہرود

و مالیت کہ عاقل خاں خوانی بنظم در آورده مل نصرتی و دیگر مشاعر ان

بیجا پور زبان دکنی تالیف نمود“

مصنف تاریخ احوال سلاطین بجا پور لکھتا ہے۔

”شعرویان تازہ خیال باہتمام آن شاہ حکمتہ سنج پایہ شعر نگین مابدرد و (؟)

اعلیٰ رسائید چنانچہ ازیں زمرہ شریفیہ یکے میان نصرتی است کہ نصرت

طبع و یادری مزاج شمشیر زبان و شکاف ماسر دادہ فتح اعلیم بخوری کردہ

است“ (ص ۲۹ ب)

سلاطین سلاطین میں زیری لکھتا ہے۔

”اذا ان طبقہ یکے میان نصرتی است کہ بہ نصرت طبع و یادری مزاج شمشیر زبان

بارکشیدہ“ (ص ۲۹ ا)

انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں کاتب نے اس کو خواجہ نصرتی سے موسوم کیا ہے۔ ان اصحاب

کا نصرتی کو ملا دیان۔ خواجہ سے مخاطب کرنا اس امر پر دال ہے کہ وہ بہمن نہیں تھا۔ ان

مورخین نے نصرتی کے کلام کی بے حد تعریف کی ہے اگر نصرتی بہمن ہوتا تو اس کی ہی ضرورت

ضروری کی جاتی۔

علاوہ ازیں نصرتی کے کلام سے اس امر کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی نسل سے

تھا۔ چنانچہ خواجہ بندہ نواز سید محمد حسین گیسو دماز کی مدح میں بیان کرتا ہے۔

بجدا شد کسی بکرسی سیدی چسلی آئی ہے بندگی میں تری

جو ہون میں ہی بندہ اسیر ہوا جو آیا ہون تجہ بندگی میں سدا

اس سے صاف ظاہر ہے نصرتی بہمن نہیں تھا۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے نصرتی کا باپ نوجی انسر تھا وہ سلطنت کا خیر خواہ اور جان نثار تھا۔

اعلیٰ سوسائٹی میں اس کی کالی عزت تھی نصرتی کی تعلیم اور تربیت شاہی محل میں ولی عہد

سلطنت سلطان علی عادل شاہ کے ساتھ ہوئی۔

نصرتی عربی اور فارسی میں کافی یاقوت رکھتا تھا سلطان محمد عادل شاہ کے زمانہ سے

اس نے شاعری کی ابتدا کر دی تھی۔ علی عادل شاہ کے حکمران ہونے پر وہ اول تو شاہی صاحبِ پیر ملک اشعر کی حیثیت سے ممتاز ہوا۔ وہ ہر وقت رزمِ نرم میں سلطان کے ہم کاب، ہارکرتا اور قصائد پیش کیا کرتا۔ نصرتی صوفیانہ عقائد کا پیرو اور نہ ہی عقائد کا سختی کے ساتھ پابند تھا اس کے دوست بیچا پور کے مشاہیر علماء اور فضلاء کا قاضی کریم اللہ شاہ ابوالمعالی۔ شاہ نور اللہ۔ ابن عبد الصمد وغیرہم تھے۔

اگرچہ نصرتی صاحبِ دولت اور روزگار سے بنے فکر تھا مگر معلوم ہوتا ہے اس کو خانگی آرام اور راحت نصیب نہیں تھی مکان اور ہمسایہ سے نالاں تھا۔ وہ شاعری کو اپنے شہرت کا ذریعہ قرار نہیں دیتا۔

یہ تمام حقائق اس کی تصانیف گمشدہ عشق اور علی نامہ سے بخوبی واضح ہوتے ہیں ان کا مطالعہ ان امور کو ثابت کر سکتا ہے۔  
بیچا پور کے بورغین نصرتی کے اعلیٰ شاعرانہ قابلیت کے معترف اور مداح ہیں۔ چنانچہ مصنف احوال السلاطین بیچا پور لکھتا ہے۔

”ازین زمرہ شریفہ بچی میان نصرتی است کہ نصرت طبع و یادری مزاج  
شمشیر زبان و شگاف راس و ادہ فتح آفتاب خوری کردہ است و خیالات  
رنگین و اشعار تازہ مضامین او مقبول و مطبوع خاص و عام گشتہ شعرائے  
زمان یک اشعارے دے انگشت قبول برودیدہ رضا گزاشتند  
بل سخن ہمان کامل عیار پایہ شعرش را در ہند مقابل اشعار خسائی  
نسبت بفرس داشتہ اند بریں مدعاے صدق شاہیں عادلین و نتیجہ  
طبع انورش یعنی گلشن عشق و علی نامہ تصنیف نمودہ“

(الذیاب یا انس ص ۲۹)

زیریں مصنف باتیں کی رائے بھی نصرتی کے متعلق ہیں۔ یہی ہے جو مصنف احوال کی۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

”انسان طبقہ یکے میاں نصرتی است کہ بصرت طبع و یادری مزاج شمشیر  
 نہاں بکرشیدہ فتح اقلیم بخوری کردہ اشعار تازہ مضامین و خیالات دقیقہ  
 اوقبول و مطبوع خاص و عام گشتہ بشعرائے زب و سخنوران عصر الملک  
 اشعراے ادا گشت قبول پروردہ رضا گشتند۔ یہ صدق ایں مطلب  
 دقت طبع و دفا و شش یکے قصہ عشق بازی مہر کنور و بدمانتی کہ موسوم بہ  
 گلشن عشق است دوم فتوحات نامہ مدوح خود بادشاہ غازی کہ موسوم  
 علی نامہ است ..... در برج و صفش مبالغہ کردہ اند و پائے  
 شعرا و را در ہندی مدیل پائے شعرا فانی در پادش داشتہ اند .....  
 قصائد عزا و دیوان غزلیات دیگر طبع زادش کہ مملو از تازہ مضامین  
 خیالات رنگین اند مشہور اند“

(اشیاء النسخ ص ۱۰۱)

مندرج بالا بیانات سے نصرتی کی قابلیت کا پورا ثبوت ملتا ہے تاہم انہوں سے نصرتی  
 کے فی البدیہہ کلام کی بھی صراحت ہوتی ہے جو اکثر اوقات اس نے نظم کئے ہیں۔ مثلاً  
 ایک موقع پر صی عادل شاہ باغ میں تشریف فرما تھا۔ حوض میں پانی کا فوارہ چل رہا تھا، شاہ  
 کی زبان سے یہ مصرع نکلا۔

اڑتا سو یو فوارہ پانی بی کیا پنہیں ہے

نصرتی نے فوراً مصرع مزید کیا۔

تو شاہ پر اتنا فی موتیان کا مور چل ہے

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے قدیم مورخین نے نصرتی کے مستقل تصانیف گلشن عشق اور  
 علی نامہ کا ذکر کیا ہے۔ اور جہاں تک ہم نے تحقیقات کی ہے اس سے اسی امر کی تصدیق



ہوئی ہے مگر مولف نکل رہتا ہے نصرتی کی ایک تعریف گلدستہ عشق کا ذکر بھی کیا ہے لیکن تعجب ہے کسی بیجا پوری تو رخ نے اس کا ذکر نہیں کیا ہاں نصرتی کے غزلیات وغیرہ کا پتہ چلتا ہے ممکن ہے اسی کو گلدستہ عشق سے موسوم کیا گیا ہو۔

بقول مولف اردو شہ پارے عشق میں نصرتی نے انتقال کیا۔ گلشن عشق میں الی حد ہے پر نفرت اس کے بعد منقبت پر سید محمد حسین گیسو دراز کی روح پر درجہ العلیف پر بادشاہ کی روح پر اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ خاتمہ پر پر بادشاہ کی تعریف کی گئی ہے۔ قصہ کی صراحت اس طرح ہے۔

قدیم زمانہ میں ایک راجہ بکرم نام تھا۔ اس کا پایہ تخت کنک گیر تھا۔ راجہ چوں بخت جہانمزد بنا۔ اس کی اخ و دست شجاعت مشہور تھی اس کے ملک میں دور دور سے حاجت مند آتے کامیاب اور نہال ہو کر جاتے۔ بڑے بڑے راجہ اس کی فوج کے سردار تھے جو ہر وقت کمر بستہ حاضر رہتے تھے ملک اور خزانہ کی کمی نہ تھی غرض کہ سب کچھ تھا مگر کوئی اولاد نہ تھی اور وہ ہمیشہ اسی فہمیں رہا کرتا۔

راجہ کا معمول تھا کہ صبح اُٹنے کے ساتھ بستر سے بیدار ہوتا۔ ہونہ ہاتھ دھو کر پوچا کرتا اور خاصہ کہا کر باہر آتا۔ ہوتا فوج کا سلام لیتا حاجت مندوں کی حاجت پوری کرتا صاحب فن کی قدر کرتا۔

ایک روز جب وہ خاصہ کہا رہتا ایک فقیر نے مدد دی کہ فقیر کی سدا سکر فوراً کھانے کا تھال فقیر کے پاس لے گیا اور کہا جو دل چاہے لے لے مگر فقیر نے کوئی شے نہیں لے لی وہی واپس ہو گیا۔ راجہ کو اس پر تعجب ہوا کہ اول تو سوال کیا اور پھر کیوں واپس ہو گیا۔ انہوں نے اس کا کیا بھید ہے۔

راجہ نے اس کا تعاقب کیا اور راستہ میں جا لیا وہ دریافت کی۔ فقیر نے جواب دیا مجھے ”بانج“ کے گھر کا کھانا دانا نہیں ہے۔ فقیر سے یہ سن کر راجہ بہت دلیلیہ خرمندہ اور غلج ہو کر

واپس ہوا۔ پنج و غم سے بد حال ہو گیا صبر کیا رات رات آنسو کی دریا آنکھوں میں جوش مارنے لگی۔  
 غم و الم کے سمندر میں غرق ہوا۔ رانی نے اس کی وجہ دریافت کی پند و نصیحت سے دل دہی  
 کی مشورہ دیا کہ اسی فقیر کو تلاش کر کے اس سے درخواست کرے۔ بادشاہ کے غائبانہ میں سلطنت  
 کی حفاظت اور ملک رانی کی ذمہ داری رانی نے اپنے ذمہ لی۔

راجہ اس مشورہ کو قبول اور منظور کیا جوگی کہے ہمیں میں پردیس کی راہ لی۔ بہوٹے پیاس  
 کی مصیبتیں جیتا۔ تکلیفیں برداشت کرتا ہوا سفر کرنے لگا۔ ریاضتیں کیں کبھی ملک طے کئے  
 جنگل و بیابان ڈھونڈے مگر کوہر مقصود حاصل نہیں ہوا۔ خطرات میں اب حیات نہ پایا۔ آخر  
 ایک دن ایک حوض نظر آیا جس کے چاروں طرف چمن بندی تھی گل و گلزار تھا۔ پہلوں کی  
 فہک سے تمام فضا معطر تھی۔ راجہ نے یہاں قیام کیا۔ اس حوض میں پریاں غسل کر رہی تھیں  
 راجہ نے ان کے کپڑے چھپائے۔ جب وہ غسل سے فارغ ہو کر نکلیں اپنے کپڑے نہ پائے  
 متعجب اور پریشان ہوئیں اور کہنے لگیں وہ کون ہے جس نے ہمارے کپڑے پوشیدہ کئے ہیں اگر وہ  
 دنیا کے کسی امر کا متمنی ہے تو ہم اس کے حصول کی کوشش کریں گے راجہ بیٹن کر باہر آیا اور  
 بیان کیا اگرچہ اس وقت فقیر نظر آ رہا ہوں مگر بڑے ملک کا راجہ ہے۔ بے اولاد ہی کا داغ ہے  
 ایک فقیر آیا اور داغ پر داغ دے گیا اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ پریوں نے خیالات  
 کے گہوڑے اور اٹائے اور کہا فلاں مقام پر فقیر رہتا ہے۔ اس سے تیری حاجت پوری ہو سکتی  
 ہے ہم وہاں جاکو پہنچا دیتے ہیں۔ اس کے بعد پریوں نے اپنے چند بال دیئے جب کوئی  
 ضرورت ہو تو اس کو چلائے تاکہ وہ اسے یاد کریں۔ پھر راجہ کو فقیر کے پاس پہنچایا گیا۔ راجہ نے دیکھا  
 جنگل کے تمام چمن پر بے فقیر کے پاس جمع ہیں فقیر اپنی حالت میں مست ہے۔ راجہ یہاں مقیم ہوا  
 فقیر کی خدمت انجام دینے لگا مدت دراز کی خدمت کے بعد فقیر خوش اور مہربان ہوا اور کہا اے  
 مست فقیر تیرے سر پر چھل ہے اس کو لے اور اپنے ملک کو سدھار اور اس پھل کو رانی کے  
 ساتھ لے کر راجہ روانہ ہوا پریوں کے بالوں کو چھایا دیا آئیں اور راجہ کو اس کے ملک

پہنچا دیا۔

وطن پہنچ کر فقیر کا دیا ہوا کپڑا پہن لیا تو ماہ کے بعد اولاد ہوئی، ایک خوبصورت سستہ زادہ  
تولد ہوا۔ بچہ سو سال کے بچہ کی طرح دکھایا، چودہ سال کے بعد وارہ ہو گا اور جوگی بنکر شہر شہر  
ملک ملک پرے گا۔

کنوڑی منو ہر کی تعلیم و تربیت ہوئی جب چودہ سال کا ہوا تو ایک رات بالا خانہ پر  
آرام کر رہا تھا، پریوں نے دیکھ پایا اور سنے اڑیں۔ درمات کے پہلو میں سلاویا وہ بیدار ہوئی  
اور تعجب ہوئی اس کے بعد دونوں کو جدائی نصیب ہوئی منو ہر جوگی بنکر تلاش میں روانہ ہوا اصل  
مصیبتیں برداشت کرتا ہوا آخر منزل مقصود کو پہنچا گوہر مقصود ہاتھ آیا۔ کامیابی کے ساتھ  
واپس آیا۔ اور راج کر سنے لگا۔  
کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتدا

صفت او کے قدرت کی اوں سراوں | دھریا جس نے یو گیش عشق ناز  
نقبت عاظم ہو۔

ابا بکر صدیق اور یارِ خار	دھریا ستف دین رکن جستی اور بار
عرا بن خطاب اور نیک راسے	جوات عدل سوں دین کا گھر پائے
جو عثمان دہنی مشہر ایمان کے	اوجامع اہیں جلد قرآن کے
ومی بنی ذی مشرف است بلی	سوا و شاہ مردان علی دلی

تلف مقامات سے انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

نہے مجلس آمارے فن و لغزب	دیانیہ کی یوں مجالس کوں زیب
نرنگ صدر مجلس داستان کے سوار	کہلایا ہے کرتازگی نو بہار

<p>ہر ایک بیت میں سہیں پہل بن          دلی عارفان کرے طوبی مثال          جمی ہیں معانی کی میو یاں سون بن          دکھا دی تلک دکھاتوں میو ہی چھلکے          خوش اس نعتی نظارہ کر یک نظر</p>	<p>دسین ہر دق پہچ کی خوشش چین          ہر ایک گرم مصرع اچھے یک نہال          نہیں شاخ اپنے گرم ہر ایک بچن          اگر عاشقان کا بچہ شکے من کے          دیکھو یوں نخل بند ہی ہنر</p>
---	--

<p>پرا ہے کہ یا دیو یا ہے بشر          نترے منج آیا ہے کہ بتلا          کہ کار یا ہے جرم گن سوں آفات کا          یوسکہ زندگانی کا شکل اتھا          اپستی اپن آپریا دام میں          کہ تون کون اپن دیکھاتی سوڈر          کہ ہے کو تکب کیر کہ شہر منج          کو آتا ہے راجان کا ستار یاں</p>	<p>چھلکے کون ہے تون سوا اہلہ کر          گیت روپ پیا یا ہے ہی کچھ بلا          میرا پ درکش ہے اس دہات کا          مکر جان جیو محکون قافلہ رہا          تون کہوئے ہں چونا کام میں          کہا بات یوسن کہ منہر کنور          کہنا اس روش کیا ہی اندازہ تیج          میرا باب بکر م کرے راج یاں</p>
--	--

<p>ہو دیوانہ چپ میں گنوا یا اے          اے اس محل میں سو میرا ج ٹھانو          اے نالوں میرا بی مدالتی</p>	<p>کہی بے ہوش کیا توں کہا یا اے          ہمارے مگر اسی مگر کا ہے نانو          دہر راج منج باب اے جگ پتی</p>
--	--

<p>لگے بولنے یوں کہ اے دہن سجات          یوسن منجشش ہے تیرے چن</p>	<p>تب ان پاکے فرصت یو کرتے کی بات          جو بیٹی کا درشن ہوا سوہن</p>
--	---

دکان پر کے پڑتی ہمارے نظر  
جو ہوئی تجھ انکے بات کرنے کی لاج  
کہی عذر غرض ہی تھی کیا سبب  
ابوں بگ ہی دیتی ہے کچھ جواب  
حکایت دیکھنے آتی ہے لاج  
سب بات بنتی ہے کے ہوئے کچی  
تو سوند کھاتی ہوں تیج مسن پر

مڑتا تو تیج بگ تھے یو فیض اگر  
ہم سترایوں سے اپکار آج  
یوسن بات نہ ملتی وہ عجیب  
کہ میرے سوالان کوں بیچے دتا ب  
مگر بات کامنچ میں نہیں کہ سمجھ  
گئی ہر کوئی کون اسے دہن سبھی  
کہتی ہوں جو بات اپنے ہوٹ کر

اوک تبیہ سون برامان تب  
بٹے پن کا تیرے مناسب نہ تھا  
نہیں جو پر کرنے ملکی گہات تون  
ہوہر اسے پرتون پرخالی اسے  
کہ میں پل میں جو دیوانگی لاج تھے  
کہ اسے پاک دامن سجاتی مسودہ من  
نچھل حال میں چاند جوتی ہو تون  
منج اخلاص جو ڈٹا پیچھانی اسے  
کلنک لاج تیج نہ کوں ہوں حب ہیں  
مکوہو سٹون اصل پن کا وفا  
خدا واسطے منج مت ٹوٹ تون  
اوک آکے نہ ملتی پیچ میں  
ولی مون یہ کئی اعتراضی دہری

سنی اس دیکھنی نے یو بات جب  
کہی یوں تو اس دہات وہا جب نہ تھا  
کہ لے حیل منج چیب اس دہات سون  
منج ایسی تیجے جائے بال اسے  
کہ پھر تون ایسی بچن آج تھے  
یوسن بات غلاما کہی پھر بچن  
اوتہم پن میں یک دھال ہوتی ہو تون  
مگر منج دوتن کہ تون جانی اسے  
توں سمجھی شاید منجے یوں یقین  
کہ میں اہل گوہر سون نہا ہوئے خطا  
سچی بات کون چپ نہ کر چوٹ تون  
یو خالانے سب بات کہچ میں  
چھپا اس سون دل گرچہ راضی دہری

شکوہ کی وجہ تصنیف وغیرہ کی صراحت۔

ایک عیش کی بات کہتے سو نقل

لیکن دکھن یو رہیا کھن

بری کچھ خواہی پتی کر خیال

غصہ انکی منج میں چھاتی پہ تھی

تب اس میں ایک مرد صاحب خدمت

جو اولاد نہ ہو سخن سبج تھا

لینے پر ہی کس کے جاگنا پہ عقل

نکوئی خوب قصہ کہا نیک فن

کیا تازہ باغ ہر یلہ اجمال

چتا چوہ دی ہم میں لیا تے پہ تھی

مسلمی جسے ابن عبد الصمد

اگر عقل کی راز کا گنج تھا

سکت کس ہون آسکے مار دم

جو مدالتی کا چہرہ بے بدل

دلی تہج بدل ہو رہیا باغ کنج

جواب فیض فیاض تہج ہو روج

رکھیا توں جس ٹھہرا پر آ قدم

جتنے جگ کے قصیاں میں قصہ نول

کندہ رکھی کہ چہ سب سوس رنج

تو بسم اللہ کہ کر یو قصہ شرمع

تو ہوئے جلوہ پانی میں جب منج تے رہا

جو خوبی میں سب جفت رہی اتھی

اتھی جسکی معشوق مدد مالتی

دہرون نہ معشوق کا اس عیان

کردن تازہ دل جگ کے خوش حرم سون

اوہم کا لیکہ باقی اوٹھی

سو محبوب یو قصہ دلفریب

یکس روپ کے ایک عاشق اتھی

جو ہنو کنور عاشقاں کا پتی

کروں عشق عشاق کا تس بیان

سنو اردن پہر کس پہم کی بزم کون

پہر اس دد میں مست ساتی اوٹھی

کہا ہوں یو قصہ جو خوشن ہاویں سون	علی شاہ عادل گیری نادون سون
تک جگ میں قبول اچھو دمام	بھن محمد علیہ السلام

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ یورپ میں گلشن عشق کے سات نسخے ہیں۔ ان میں بہم اختلافات ہیں بعض میں اشعار کی کمی و بیشی ہے بعض جگہ خود اشعار میں اختلاف ہے۔  
مثلاً لفظی اختلاف ملاحظہ ہو۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی والا نسخہ	پرنس میوزیم والا نسخہ
--------------------------------	-----------------------

ابھی توں ہی جگ کون داتا رہے	ابھی تیں جگ کون داتا رہے
کرم محض تہ پر سزاوار ہے	کرم محض تہ پر سزاوار ہے
عنایت کا تہ جت تے عالم نواز	عنایت کا تہ جت ہے یو عالم نواز
کرین ذرہ خورشید تی سرفراز	کرین ذرہ خورشید تی سرفراز
غریبان پو بخشش میں نیا رسو توچ	غریبان پو بخشش میں پیار توچ
منگی تی بی لئی دینی ہار سو توچ	منگی تی بی لئی دینے ہار توچ

زہی نام در سید المرسلین	زہی نام در سید المرسلین
کہ آخر ہے وہی شافع المذنبین	جو آخر کون اء شافع المذنبین

بعض نسخے ناقص ہیں جن میں آخری اشعار نہیں ہیں مثلاً انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں آخری مداحیہ اشعار نہیں ہیں۔ رائل ایشیاٹک والے نسخہ میں آخری اشعار جن میں تاریخ لکھی

گئی ہے درج نہیں ہیں۔

اسی طرح ہر عنوان میں کمی بیشی پائی جاتی ہے مثلاً

رائل ایشیا ٹک والانسف      اکسفرڈ والانسف

۹۲	حمد	(۹۰) شعر	حمد
۹۳	مناجات	(۹۰) شعر	مناجات
۶۶	نعت	(۵۶) شعر	نعت
۷۸	معراج	(۷۸) شعر	معراج
۴۶	منقبت	(۴۶) شعر	منقبت
۴۱	درج گیسو دراز	(۴۱) شعر	درج گیسو دراز
۱۵۳	درج بادشاہ	(۱۵۹) شعر	درج بادشاہ
۵۱	اپنے متعلق	(۵۲) شعر	اپنے متعلق
۳۵	عقل	(۳۵) شعر	عقل کی تعریف
۹۱	عشق	(۵۴) شعر	عشق
(۳۶۰) قصہ تقریباً	قصہ تقریباً	(۳۶۰)	قصہ تقریباً

میا کہ بیان کیا گیا ہے کہ رائل ایشیا ٹک والے نسخے میں بعض آخری اشعار بھی درج نہیں ہیں مگر اس کے برخلاف حسب ذیل شعر زیادہ ہیں جو یورپ کے کسی اور نسخے میں اور ہندوستان میں بھی دیکھے نہیں گئے۔ معلوم ہوتا ہے یہ کتاب کے الگ نسخے اضافہ کئے ہیں۔

جزم خام تھا سو دکھن کا کلام      ہوا بخت تج ترتیب سون تمام  
تیرے مشاعران شعر نازک بنائے      عفت تسکلی جو بان کی لبیں تپائے  
کہ اس باغ کا باغبان نصرتی      اتھا اس کو بخش عطا قدرتی  
جہان میں جہان ملک ہو سے شعر گو      سخن سنج صاحب ادب نیک گو



ابو ان کون تو دارین میں	عفو کر فرج بخشش کو نین میں
ہے ملک قصہ کا محمد شفیع	توں کو اسکو دو جگ میں گردن یغی
کیا بت کیا ہوں یہ قصہ نول	تو کر لطف مسون یہی شکل کون حل
برہ کی نیت کا دے ہنر	چکورو ہو کو حاصل کروں میں تمر
بنجے عشق کا جگ میں کر یک پتی	ہوسے چونکہ منہر و بد مانتی
نکو در نعرا یو مخلص غریب	تجے وصل کا دن ہوا ہے قریب
اگر آہ تیرا سنے ہو علی	بسہ جائے سب حکمت کا سیل
سنے گرچہ تجھ آتھے آہ سوز	پڑے جا کو ظلمات میں چہر نور

برہ کی نیت کون دے محنت کا آب  
توں پاوے کا خوشننگ کا گل شباب

مندرجہ بالا اشعار اس طرح گلشن عشق کے اصلی مضمون کے ساتھ لکھے گئے ہیں کہ بادی النظر میں دیکھ کر ہوتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ یہ بی دراصل نصرتی کا کلام ہے مگر مطالعہ پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ محمد شفیع کے لکھے ہوئے ہیں جن کا زمانہ ۱۱۶۶ھ کا قرار دینا چاہیے کیونکہ اسی سنہ میں اس کی کتابت ہوئی ہے۔

اس صراحت کے بعد اب میں اس امر کی صراحت کروں گا کہ گلشن عشق دراصل کس کتاب سے ماخوذ ہے۔

اس کے متعلق عالمگیری مؤرخ خانی خاں نے جو صراحت کی ہے وہ سب ذیل :-

”در عهد او (علی عادل شاہ) ترجمہ یوسف زین العابدین ملا جامی و ترجمہ  
روضۃ الشہداء و قصہ منہر و بد مانت کہ عاقل خاں خوانی بنظم در آورده و نصرتی  
دیگر شاعران بیجا و زبان کو کہنی تالیف نموده“

اسی خصوص میں مولف برائین ابرہیم پیری نے جو وضاحت کی ہے ملاحظہ طلب ہے۔

”از آن طبقہ یکے میاں نصرتی است نصرت طبع ویاوری مزاج شمشیر

زباں را بر کشیدہ ..... بر صدق این مطلب و نتیجہ طبع و فاعل

یکے قصہ عشق بازی منہر کنور و دماغی کہ موسوم بگلشن عشق است دوم

فتوحات نامہ مدوح خود بادشاہ غازی کہ موسوم بہ علی نامہ است“

(پیش میوزیم ص ۹۷)

مولف اردو سے قدیم حکیم شمس اللہ قادری نے جو خیال اس کی نسبت ظاہر کیا ہے وہ یہ ہے۔

عادل خاں رازی نے بھی منوہر و دماغی کے فسانہ کو فارسی میں منظوم کیا ہے

اور شمع و پروانہ اس کا نام رکھا ہے۔ خوانی خاں نے گلشن عشق کو عادل خاں

کی شہنشی کا ترجمہ سمجھا ہے لیکن یہ غلط ہے، کیونکہ گلشن عشق شمس اللہ

میں تمام ہوئی ہے اور اس کے ایک سال بعد عادل خاں نے شمع و پروانہ

لکھی چنانچہ شمع و پروانہ کا وہ بیت جس میں تاپنچ و تصنیف کا ذکر آیا ہے یہ

ہے۔

ہست اکونں ز دور نہ طارم | سال ہجرت ہزار و شصت و نہم

(اردو سے قدیم شمع و طبع اول)

مولف اردو سے قدیم خوانی خاں کی رائے سے اس لئے متفق نہیں ہیں کہ وہ شمع و پروانہ کو

گلشن عشق کی اصل قرار دے کر بعد کی تصنیف ظاہر کرتے ہیں مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ خوانی

نے شمع و پروانہ کا نام نہیں لکھا بلکہ قصہ منوہر و دماغی تصنیف عادل خاں بیان کیا ہے۔ مولف

اردو سے قدیم کو اس امر کا دھوکہ ہوا ہے کہ وہ صرف شمع و پروانہ کو رازی کی تصنیف خیال کرتے ہیں

حالانکہ رازی کی دوسری تصنیف مہر و ماہ بھی ہے اور اس کی تصنیف گلشن عشق سے تین سال

پہلے یعنی ۱۰۶۷ء میں ہوئی ہے اس کی تصنیف کا شعر ملاحظہ ہو۔

زہجرت یکہزار و شصت و پنج است کزین غم خانہ علم ہمارہ علم کہ حکمت

(میوزم ص ۹۷ ب)

شیخ اور پروانہ عاقل خاں کی دوسری تصنیف ہے جس میں پداوت کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔  
میں اپنی رائے کے اظہار سے پہلے مناسب خیال کرتا ہوں کہ اس مضمون کی دیگر فارسی  
کتابوں کا ذکر اختصار کے ساتھ بیان کروں۔

کنور منور اور دالت کے قصہ کو اولاً شیخ منجن یا حین نے ہندی میں لکھا تھا اس کے  
متعلق ہمارے کچھ معلومات نہیں ہیں ہم یہ نہیں بیان کر سکتے کہ یہ کون تھے اور انہوں نے کب  
اس کو لکھا تھا۔ اور اس میں قصہ کی صراحت کس طرح تھی۔  
اس کے بعد فارسی میں اس کے متعدد ترجمے ہوئے۔

(۱) سب سے پہلے کسی نامعلوم شخص نے مشنہ میں کنور منور اور دھوات کے نام  
سے اس کو منظوم کیا ہے۔ برٹش میوزیم میں اس کے دو نسخے موجود ہیں۔

اس کتاب کے مصنف کے متعلق یہ مصنف کیلنگا گ برٹش میوزیم نے کوئی صراحت  
نہیں کی ہے۔ ایتھے نے ہی کچھ ذکر نہیں کیا ہے۔ اصل مخطوطے سے ہی کچھ واضح نہیں  
ہوتا۔ البتہ تاریخ تصنیف نظم کی گئی ہے۔

ہزار و پنچ و نہ سال بودہ کہ این نو بادہ نظم و انودہ

مصنف نے ابتدا میں صراحت کی ہے کہ یہ شیخ منجن کا ترجمہ ہے۔

۳۵۲ اور ٹیل اور (۶۶۳۲) اڈیشنل۔

۵۵ ملاحظہ ہو۔

طفیل حضرت اولاد آدم	بین و بہت اصحاب اکرم
چنان اندیشہ ہر گشت رخن	کہ بہ ہالت زبان ہندی و منجن
بگویم فارسی در شعر ایاست	در غم و راست نو دانہ تر ایاست
ہزاراں اکریں بر شیخ منجن	نہ شعر ہندی بودا دست پر فن

(۲) اس مضمون کی دوسری کتاب عاقل خاں رازی کی مہر واد ہے جس کی تصنیف ۱۰۶۵ء میں ہوئی ہے۔ انڈیا آف انس اور برٹش میوزیم میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بوڈلین لائبریری اسکسٹرڈ اور پیارس میں بھی اس کے نسخے ہیں۔ اس کتاب کے متعلق ایچے کانوٹ حسب ذیل ہے۔

”مہر واد یعنی سورج چاند ہندوستانی عشقیہ داستان کنوینوہر اور رانی مدہومات۔ ۱۰۶۵ء میں مرتب ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے یہ قدیم ہندی داستان سے اخذ کی گئی ہے جس کو شیخ جن یا جنہن نے سب سے پہلے ہندی میں لکھا تھا اور جس کا ترجمہ فارسی میں ہوا اس کے دوسرے نسخے (جس کو عاقل خاں رازی نے کیا تھا) کے بعد نصرانی نے ۱۰۶۵ء میں دکنی نظم میں منتقل کیا“

(۳) اس مضمون کی تیسری فارسی کتاب میکا و منوہر ہے اس کا ایک نسخہ انڈیا آف انس میں موجود ہے اس کا مصنف مادہ واداس گجراتی ہے اس کی تصنیف ۱۰۹۸ء میں ہوئی ہو (۴) انڈیا آف انس میں ایک اور کتاب قصہ مدہالت کے نام سے موجود ہے۔ اس کے متعلق ایچے نے صراحت کی ہے یہ مہر واد یا منوہر و مدہومات (۱۰۵۹ء میں تصنیف ہوئی ہے) سے اخذ کی گئی ہے۔ یہ نثر فارسی میں ہے مصنف وغیرہ کی کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

برٹش میوزیم میں ایک اور فارسی قصہ مہر واد کے نام سے موجود ہے مگر چونکہ اس میں منوہر و

۱۶۳۲ء ۳۴۷ء انڈیل ۱۲۴۱ء ۱۵۰۹ء ۵۵۰ء

۸۲۳ء ۸۰۳ء ۱۵۰۹ء

مات کا افسانہ نہیں ہے اس لئے اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔  
ان کتابوں کے منجملہ میں گلشن عشق کے بعد تصنیف ہوئی ہے اور اس کا غیر معروف ہے  
اب صرف اس کا ذکر ہیٹھ ہوتا ہے۔

خوانی خاں اس کو رازی کی تصنیف (مہر و ماہ) کا ترجمہ بتاتا ہے اور زیری صرف منہر اور  
دراستی کا قصہ بیان کرتا ہے رازی یا اور کسی کا نام نہیں لیتا۔ اس کے گلشن عشق کو مہر و ماہ پر  
بنی خیال کرتا ہے مگر کوئی قطعی رائے نہیں دے سکتا۔

زیری رائے میں گلشن عشق صدر الذکر دونوں فارسی کتابوں میں سے کسی کا بھی واقعی ترجمہ  
نہیں ہے، بلکہ ممکن ہے نصرتی کے صرف پیش نظریہ کتابیں رہی ہوں اور اسی کے ساتھ  
شیخ متین کی ہندی بھی۔ میں اپنی رائے کے ثبوت میں امور ذیل کو پیش کرتا ہوں۔

(۱) اگر ہم نصرتی کے قصہ کو مہر و ماہ اور مہالت سے دائیں تو ابتدائی حالت ہر ایک  
کے جدا گانہ ہیں۔ گو آخر پر نتیجہ ایک ہی برآمد ہوتا ہے مگر ابتدائی قصہ کے منظر یہ ہرگز نہیں کہا  
جاسکتا کہ گلشن عشق ان کا ترجمہ ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے بالکل عین افسانہ ہے چنانچہ مہر و ماہ  
کے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ہندوستان کا ایک راجہ دہرس نام عدل و انصاف میں مشہور تھا اس کے زمانہ میں ہر شخص  
خوش و خرم تھا سو اسے عاشق و عاشقہ کے کسی کا دل ترجید نہیں تھا۔ راجہ کا ایک لڑکا منوہر  
نام اپنی خوبیوں کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر تھا۔ چونکہ یہ راجہ کا اکلوتا لڑکا تھا اس لئے اس کو  
بہی جدا کرتے ماسا باپ دونوں فدا تھے۔ دور دور سے خوبوں کو طلب کر کے لائے دیکھا گیا  
ان لوگوں نے سعد و غم دونوں علامتیں دیکھ کر کہنے لگے یہ راجہ نہایت نامور اقبال مند بلند  
درجہ کا لڑکا ہے جب چودہ سال کا ہوگا تو شہریدگی پیدا ہوگی جو کی بکھر بکھر کی راہ لے گا ایک  
حصہ کے بعد یہ حالت ختم ہوگی۔ پانچ سال کی عمر میں اس کی تعلیم شروع ہوئی ہر ایک فن  
کے جدا گانہ تار کھے ہر فن کی تعلیم ہوتی تھی جب اس کی عمر دس سال کی ہوئی تو خوبصورتی

میں اور اضافہ ہوا اس کا چہرہ چاند کی طرح منور تھا۔ آنکھ غمرہ کے گہر میں ساڑسٹس کرنے والی  
 تھیں ہونٹ یا قوت کو شراستے تھے غرض کہ وہ خوبصورتی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اس طرح  
 چودہ سال کی عمر کو پہنچا۔ دن رات عیش و کامرانی میں بسر ہوتی تھی دن عیدرات شب بارت  
 تھی ایک رات وہ اپنے ملاقات پر سرور ہاتھ قضا ہا چند پریاں سیر و تفریح کے لئے نکلی تھیں اور ہر  
 دیکش و ہر فضا مقام پر قیام کرتی دنیا کے عجائبات دیکھتی تھیں انہوں نے دیکھا تمام اسباب  
 ثناء و مدح جمع ہے، اور ایک حسین و خوبصورت جوان محو خواب ہے۔ ہر ایک متحیر ہو کر دیکھنے  
 لگی مادہ ہر ایک نے اپنی دانش کے موافق اس کے حسن و جمال کی تعریف کی۔ مگر کسی نے  
 ”مدالت“ کے حسن کو ترجیح دی۔ آخر تصفیہ ہوا ان دونوں کو مقابل کر کے فیصلہ کیا جائے۔ پریاں  
 منور ہو سوتے ہیں لے اڑیں اور مدالت کے پہلو میں سلا دیا۔ پیرا دونوں نے ان دونوں کو اٹھا کر  
 تناسٹ دیکھا چاہا ”او“ ”مدالت“ کو اول سیدار کیا گیا وہ اپنے پہلو میں جوان کو پا کر متحیر ہوئی  
 اس کے محل میں داخل ہونے پر جہاں پرندہ بھی سبے اجازت پر نہیں مار سکتا تھا تعجب کرتے  
 لگی اپنے ننگ و ناموس کا خیال ہوا غیرت سے غصہ کیا۔ چہرہ پر نقاب ڈالی اوپر یوں نے  
 سلا دیا۔ اس کے بعد منور ہو کر سیدار کیا گیا وہ بھی متحیر ہوا۔ (اس کے متعلق طویل تفصیل ہے )  
 پہرا وہ بھی سیدار ہوئی۔ دونوں کا آپس میں سوال و جواب ہوا اپنے اپنے حالات بیان کئے  
 لطف محبت سے سرور ہوئے اسی حال میں سحر کی سپیدی ظاہر ہوئی دونوں محو خواب ہو گئے  
 پریوں نے منور کو اس کے محل میں واپس لایا۔ صبح منور سیدار ہوا معشوق کو نہ پایا۔ حالت دگرگوں  
 ہوئی۔ عشق نے مجنوں بنایا۔ راجہ کا وزیر سولج بہان آیا نصیحت اور پند کی کچھ اثر نہ ہوا۔ اور ادھر  
 مدالت کی بھی حالت ہوئی۔ کینزوں نے جب مجنوں کی اسی حالت دیکھی تو اس کی ماں کو خبر کی  
 منور کا جوش جنوں زیادہ ہوا آوارگی اختیار کی رشتہ زور دی شرع ہوئی اسی حالت میں ایک  
 مدت کے بعد مدالت سے ملاقات ہوئی شاہ منصود نے ہم کنار ہوا کل مقصود حاصل ہوا کامیابی  
 سے وطن آیا۔

یہ ہے مختصر خلاصہ مہر و ماہ کا اس کے برخلاف مہر و مالت کے قصہ کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔  
 شہر ککر کا راجہ سوچ بہان نام بڑا شہرور راج تھا۔ اس کی رانی کو تمام صورت تھی  
 ان کو لڑکے کی تمنا تھی مگر کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی۔ آخر کار مدت دراز کے بعد لڑکا تولد ہوا۔  
 جو سن و حال میں بیکتا کے زمانہ تھا بچہ میوں نے لڑکچہ دیکھا کنور منوہر نام تجویز ہوا اور حکم لگایا  
 گیا کہ جب پندرہ سال کا ہوگا تو جوگی بکر شہرہ شہر گردش کرے گا ایک سال میں یہ زمانہ ختم  
 ہوگا اس کے بعد واپس آکر کامیابی سے راج کرے گا۔

اس باب نے ناز و نعمت سے منوہر کی پرورش کی پانچ سال کی عمر میں تعلیم شروع ہوئی  
 کچھ عرصہ کے بعد جب اس نے اپنی تعلیم ختم کر لی تو راجہ نے رانی کے مشورہ سے منوہر کو راج  
 سپرد کر دیا تا جہاں سرپر رہا گیا۔ تین سال تک اس نے راج کیا جب پندرہ سال کی عمر ہوئی  
 ایک رات مجلس طرب قائم کی منوہر کا باپ سوچ بہان اور تمام ارکان دولت حاضر تھے۔  
 قریم کے موسیقی کا سامان فراہم تھا۔ اسی رات کو مجلس برخواست ہوئی منوہر اپنے محل کو واپس  
 آیا بالا خانہ پر استراحت کیا۔ یوں کا تخت آیا۔ اس کے بعد یہ داستان مہر و ماہ کے ہم مضمون  
 ہو گئی ہے۔

ان دونوں کے قصوں کو گلشن عشق کے قصہ سے ملایا جائے جس کی قبل ازیں طرحت  
 ہو چکی ہے تو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ داستان اپنے مضمون کے لحاظ سے ایک حد تک  
 جداگانہ ہے۔

دہانصرتی نے اپنے کلام میں کہیں یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ اس نے کسی خاص فارسی  
 نغمہ سے اس کو ترجمہ کیا ہے اس خصوص میں جو اشعار گلشن عشق میں آئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

میری طبع کی تیز تازی کی تین	یوں ہوں کمر ہار بازی کی تین
ہر اک داستان بوستان	ہر یک بیت ہر یک محل جانشین
منا کی صورت کی ہے آرمسی	کہا شعر و کہن کون جو ناز سی

دہرے فخر ہندی بچن پر مدام	فصلتیں کر فارسی خوش کلام
تسکتیں ہیں یہ فارسی میں سنو	دگر شعر ہندی کی بازی ہنر
کہا مشعراپا دو نو فن ملا	میں اس دہنر کے خلاصہ کوں پا
جو ہندی سنی بے کہیں مل سون تان	دیون داوسن فارسی شعر دان
رکھی بول اتنا جو دکھنی کتاب	آویکھ اگر جو حمد سون کباب

(ص ۱۵۲ ط از انڈیا آفس)

اگرچہ شعر نمبر اول سے فردریشہ ہوتا ہے کہ نصر قی نے فارسی سے ترجمہ کیا ہے مگر شعر نمبر ۵۰ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہندی اور فارسی دونوں کتابوں کو پیش نظر رکھ کر تصنیف کی گئی ہے خصوصاً شعر ۵۰ سے صاف طور پر واضح ہے کہ دوہنر (فارسی اور ہندی) کے خلاصہ سے اس کو مرتب کیا گیا ہے۔

(رجہ نصر قی کے ہم عصر تہل اور بعد جن شعرا نے اپنی تصنیف فارسی سے ترجمہ کی ہیں ان کو اصل فارسی سے مقابلہ کیا جائے تو صاف معلوم ہو گا کہ یہ اسی فارسی کا ترجمہ ہے شاعرانہ طوئی نامہ بیفت الملک و بدیع الجمال منطق الطیر - رؤفۃ الشہداء وغیرہ وغیرہ اگرچہ ان میں بھی بہت کچھ کمی بیشی ہوتی ہے بریں ہم اگر فارسی سے ان کا مقابلہ کریں تو ضرور کہنا پڑے گا کہ یہ اسی کا ترجمہ ہے۔ اس کے برخلاف گلشن عشق کی یہ حالت نہیں ہے۔ میری رائے کی تائید مولانا باقر آگاہ کے خیال سے بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کو مراد کا ترجمہ خیال نہیں کرتے بلکہ مستقل تصنیف تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی مثنوی گلزار عشق کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

”تقصیب کو ایک طرف رکھ کر سب کلیات مسودہ کو بغور ملاحظہ کر کے انتخاب کرے اور ان سبھوں کو یک داستان گلشن عشق یا علی نامہ سے مقابلہ دیوے تا اندازے اس کی اور اس کی بواقعی رائے ہوئے۔“



سہو کو چھوڑ دے جس شاعر فارسی گو سے چاہے خواہ قصائد میں خواہ  
 شونہی میں اسے موازنہ میں لاوے بالفعل ہی ہر وہاد کی تائیں فن  
 طراز ہی عاقل خاں رازی کے تین قصہ منہرودہ مالتی کا گلشن عشق  
 سے مواجہ کر دیکھئے تا معنی مثل و کہنی کے ہات کنگن کو آرسی کیا  
 کا خوب سمجھے۔

یہاں اب خود فارسی کتابوں سے گلشن عشق کا مقابلہ پیش کیا جاتا ہے جس سے ہمارے  
 بیان کی مزید توثیق ہو سکتی ہے۔

گلشن عشق	منہرودہ مالت	منہرودہ مالت
سہو سی سادات بہری وقت پر	چو کینا دید در خوی و جوہر	حکیم دہم نیم گشت حاضر
تولد ہوا شاہ کے گھر کنور	پدر نہاد نام او منور	شدند ہر یک بر غور شید خاطر
سجے نیم کمری عوسوس	بلغت بندوی کو بتی منور	بیدند طالع مسعود بودش
سہیلان جو بیتا تہان ہر جس	بود در فارسی معشش دلبر	برآمد اختر دولت ز نورش
بجایان جس جلد اسی وقت جب	بجائش سپان ناز میں بود	نہاد نام او کنور منور
نیک نیم دمی پلکوں تب	بی سہایہ عرش سین بود	مشو و اندر بہان از شمش نظر
سکین دیکتے اس نول سور کن	نیکروی ز جو بدکم جدانش	غیر داؤد کارشش راز انجام
انہیں سبب بیان مچی کین کو	پدر چون مادران بودند انش	چہ دولت چہ نیکت چہ از نام
کاؤر تک میں ایسا جہلک	بہر جا بود از باب نخبہم	شد چون بازوہ سالہ منور
ہیا کو غلات چوتھا فلک	فرامہم امد از اطراف التیم	خمشش شخصی بود در سینہ نظر
کے وقت کون جب بچیمان ہوش	ہمہ عشق و نظر جو نہ کردند	مشو و جگی بہر جانب بگرد
نہان کر کہ چو کی رتن رخصنا	نظر بر طالع فرزند کردند	تو نیک سال بہرہ بگرد
	یکی کردہ نظر بر اختراد	چو بعد از سیرا پسوی ناز

منوہر وراثت بیت آرومان مطلب زمانہ	نہر واد	گلشن عشق
	نکردن تاجہ آید بر سر او	پچھیں بشاد پہر کہ مجلس عرف
	یکی در طالع او دور بین بود	بلایا انکے سب نجومیان کے صف
	کہ باطل در اس وقت قریں بود	جو تفس میں تھا: نون بس کن
	یکی برفتنہ از آسمش حسابے	بسے حل اتہا پنج پشتک پران
	یکی در فال کیشودہ کتابے	کہا خوب تر و صریح مشکون ٹھانوں
	یکی نشہ اصطراب در دست	کھون مشاہد کوں یک نیک نام
	کی تا ساعت مولود و پوست	پچھیں خوب تقویم پر دھر نظر
	پچشم دور بین و ذہن چالاک	کھنڈا کچھ دھر جنم کا پتر
	نظر کردہ بکرو مشہابی افلاک	و میں باسن شہکی اوں ندان
	علا تہامی سعد و خمس دیدند	کہاں پر یاں اپنی تنگے آن
	رقم بر صفحہ طالع کشیدند	اوک پستہ عرفانکے دھر نظر
	ہمہ پیش آمد سس معلوم کردند	کہ کیا نون اس کا سو نہر کور
	باسمش زانچہ مرقوم کردند	پچھیں اسکے طالع دیکھا کر خیال
	کاین فرزند کرد و راسی رایان	حوافش سچ بخت میں بیثال
	بود در طالعش شاہی نمایان	قوی بخت کا تس تارا دیا
	بود در عرصہ گیتی بسا سال	مشہی پتر کا مہون عارادیا
	بخت خوشین با بخت و اقبال	بسے ان نوکند کی راج سب
	ولی چون باہند در چارہ سال	دیونکی رعیت من راج سب
	کہ مشوریدگی پیدا در احوال	کر کیا جہان زیر شمشیر سون
		پہرادی فلک تین جو کچھ پہر سون

نوش اسکے عدالت گیری دور میں  
 او بری نہ حال یک رتی جو میں  
 بتایں ہم از ماہ مسطور  
 شود جو کی و خاکستر ہالہ  
 ہشت محنت و عربت کی حالہ  
 و لیکن ختم کارش خسپر کرد  
 چو سیر از محنت و از سیر کرد  
 چو طالع نامہ اورا بدر خواند  
 غبار راہ او از کرنہ پیشا نہ  
 چلے از کہیو با غمش ہی تہی چوں  
 ہر یکا سوچان سون کئی ملک پر  
 ہو لیکہ خوش اس روپ کرئی بنو  
 ہی کی پت کی کھنیر ہی و وال  
 ہر او کی اس کل کون کما کہ حال  
 سدا مٹ لی سیکے حاتم تہی چہ  
 ہر آدی ملو پروردہ اس بچکے دھیر  
 لیکن سوچی لا دوا یو بلا  
 کر کی سوہر حال ایسے مبتلا

سختو بچن بھر کا دید بان  
 کہن بیان ایس دیر بلا غیر  
 کر بیان نکایت کی گشتی روان  
 چہ شہ فسانہ روا فسون تیر  
 چہ شنید این نصیحت را منوہر  
 بجاگ آلودہ روی تن منوہر

نکوشن عشق	همه نامه	منوچهر و دولت
هوا شاه فرزند تپی جب تراست	بصورت دانش در کوس عالم	لوازم جوگیان از چوب کبیر
تردو چنین حل کی بقیاس	زند ریگونه دم زین قصه غم	گرفته شد روان چو مهر افروز
کدر نکل کهر تی نب بهارا آ	که چون سوز مشهور شعله زن شد	.....
کهایون پس پیشوا کون بلا	دشمن سوار حیا و از وطن شد	اگر بر تو جنونی گشت غالب
که بشکر محسن یا نهی منور کنور	بکفا چاره جز بیچارگی نیست	و بهر حق مخفی مطالب
منکیا چه سمند پر خون جانش	علاج من بجز اوار کی نیست	بگیر این لشکر و کتیبه همراه
اول ستعد که جهازان اچار	غم این شهر و اینجا پر نشاند	زده هالت شدوی تحقیق آگاه
شهبانچ مسلمان بهر تس منچار	بجز صحرا و دریا رستاید	چو بشنید این سخن کنور منور
کمر کیم سبب کاج پر کم نهی	.....	مدان شد در طلب ان مهر افروز
نمیس من میں پر دیش کیم نهی	پدر رازین مصیبت چون خبر شد	بدو دادند لشکر هم خزان
و همین پیشداشته کون تسلیم کر	جنونش از پس هم بشته شد	با و کردند هر یک را مدانه
کها حکم جراحی منوچهر او پر	دشمن خون گشت از ان در جگر زده	بگردند ز اینجا چشم گریان
.....	قدم زد و سوزی فرزند دل افروز	باده دانه و جان گریان
مسپاسی بی نامی دلاور جوان	.....	روان گشتند کنور با هم کس
سخن ان صاحب حق و رشاد	رضا ناچار ناسوا نقصا داد	بر پسران جانب شهر مبارکس
کهنری سوادح مورثا خدا	سرا انجام پیش کرد در شهاد	چو بعد از مدتی بر ساحل یم
نگالی چو لاکه نسون بک یک جا	سپه شد همه او فوج در فوج	رسیدند همه با محنت و غم
جهان دید سوداگران اٹ کنهیر	علم رشت فیلان اوج در اوج	بکشی اوسواری می نمودند
سپه پر جوان رای زن بی نظیر	زاکولات و لبوسات مشاهیر	دریا اندرون کشتی برانند
.....	انکاف ساها دادس کماهی	.....

گلشن عشق	مرداہ	منوہر و دالت
منی و رقاص کن کیان کی	کهن راوی چنین کرده روایت	درین آسنا قفای آسانی
اہیں روح پرور خوش احسان کے	کہ چون در سہ ہر زواعت رایت	مخالفت بادی شد ناگہانی
	کشتہائے معمورار و خیرہ	
	شدہ دریا جریہ در جریہ	
طوفان کشتی کا عرق ہونا	ایضاً	ایضاً
سرخ دان صبا خود باستان	چنین رفت تقدیر الہی	ہمہ کشتی میان موج افتاد
کے کھول یون غم بہری داتان	کہ کرد کشتی عاشق تباہی	ہمہ شکر دران گرداب افتاد
جو عاشق لکے تنگ و جہازان کا صفت	تقدیر در محیط آسنا بنے	فرد رفتہ در گرداب ان موج
چلیا تباہی کی محسوس یک طرف	خورد مد موج خون از طوقاے	منوہر ہم سلطان رفت در موج
تقتا شد یک ناکہ ان کین سون آا	کہی در آب خرت یسہ و غرق	عنا یا یاد میکرد ہی رفت
جہازان کون سب مار پیچی بنا	کہی غیرت ابر کشش برق	بجز نام خدا دیگر نمی گفت
سند گیری انت ہی تا اکاس	دریا جاش در کام تنگ است	کہ ناگہ در میان موج انجا
بند باندی کیا اسپاس	بصر ابر کشش قبل بپنگ است	منوہر بابت چوبی حکم انجا
کدلیں جکچرا کے پانی اوج		یا خچند مدت در کنارہ
دیا سونین جاسکیا کیلے برج	برسوی جہازی شد تباہی	رسیدہ بادل جان پارہ پارہ
بندی سیکے چار طرف ہی نظر	تقتا راعق شد کسی تباہی	نہ انجا دید یا رو آسنا کی
وہا میں بجز کو کھتا تل او پر	بہر جا موج طوفان عشق است	نہ مردم دید نہ آباد جای
	ستر او بجا ثنائان عشق است	

منوہر و دہالت

گلشن عشق

مہر و ماہ

دیکھت دیکھ ہو پوئی کہ یواڑ سا  
 گمن کیا چو پیر پیر پا کوٹ سا

منوہر ماندر یک تختہ تنہا  
 صدف شد تختہ اولو لوی لالا

باخر کرد عشق دلبندش  
 دران بحر حوادث بختہ بندش

چار صفحہ اشعار آئے کے بعد

یو پسی میں لٹ پٹ ہو تختہ پکر

چند شعر کے بعد

بہتا چپ چلیا ہرج سون تسپچر

ترن کال میں کین دو بتا نیز تا

زمج آن تختہ چن آدب اعل

کعبن نبٹ چتا کھیں پیر تا

بعل کرد منزل مہر بدل

کتے دن تک ہو پوئی پنج سوس

بعد گشتگی ہر جان تاب

سکوڑنا پس بخت پر آب روس

بوقت شام آد زلب آب

سلامت سون دیا کناری لگیا

بہر سرور و نہاد ہی مست و شیدا

پہر امید کی رہ منچاری لگیا

بکشتی لکھی دوست پیدا

ہوا جون دو دیا کی آفت تہی پار

مہراں کیا مشکہ پروردگار

بعد کامیابی داپی کا ذکر

”

” بلا عنوان

پاکندہ خوبیاں کی درخوشاب  
 ملائی کی کئی مسو سب انتخاب

حدیث آغاز ابن افسانہ راز  
 چنیں کرد در انجاشس سخن ساز  
 چو چند ہی بعد شادی در گذشتہ  
 وطن در خاطر ہر دو گندہ شستہ

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مالت
دلوشت ہزار دی دو نو ماہ رو	کہ مہر و ماہ چون کشتند ہموش	پیش را ہی چتر میں رفتند
خوشی حسن فضا لی چلی ملک تو	نہر و شتری ہمید ہم خوش	وطن قین یاد اظہار کردند
مرتب کنخار مالا رتن	ہم محمد چون عیش کرد	چو دل خصمت یافتند انہر و کنور
کیا ہے دیون نظم نیری بکھن	دین انکہ یاد کث جنس کرد	روان کشتند ملک خوش بافر
جو نہر کنور عاشق بختور	ار آنجا ہم مست نود ہمیش	
چندیں مباد فنا خوش سیر	ولی ہا ل وطن امرت و کش	پہان عنوان ختم ہوتا ہے
دلوشت ہر لویا کی دل دہر و چاٹ	اجازت داد و یکرم برائے ہم را	
دیکھ رس مایہ پھول چاٹ	کہ تاسا ز سوز (ہ) کست دور (ہ)	
چو کچن نگرین دہر و راج ز	نمودہ ہر کی تو دل دااد	منوہم با استقبال رفتہ
کیا تھا چند رسیں کا کاج کر	کہ تاسا زند ملک خوش آباد	قدم ہسی پدر مادر گرفتہ
جو نہر کنور صاحب اشتیاق	سہ انجام سفر شاہانہ کردہ	پیر مادر پیش بر گرفتہ
اول سوہل سات کراتفاق	مقیما ز غم دیوانہ کردہ	بصد ہر شش کنارہ در گرفتہ
رضا ملک دہر اپنی جانی سکے	منوہر بعد از چند ماہ ہے	
بنیان کون سنگاتی بجان سکے	بلک خوش پس در ماہ ہے	بجوالہ مر او شش گشت حاصل
اتہالاج کو می دن خوش باغ داغ		نما در دہر گر دیدہ اصل
پس بات ہو کر نیت داغ داغ	پہر شد مال ہالی دموالے	
قیلے سون کی دیس دنگیر ہو	باستقبال ان اتہال عالی	
پہر کس بات پر راج تہ بیز ہو	رسیدہ آہ مر عالم افروز	
	بنائے والدین اتہال از سوز	

جہازان کراستعدیہ شمار  
دیر اس ازوسان دریا کنار  
بچشم دل رخ دکھواد دیدند  
رخ مدہم منور ماہ دیدند

تلک راج رانی بری شوق سون  
گلوہ سات لئے چلے شوق ہون

محبت سون چھاتی نکاتیں چکل  
بچرئیں کی جہاں دسوں آوکل

اس اقتباس وغیرہ کے مد نظر میری رائے ہے کہ گلشن عشق نہ تو مہر و ماہ کا کامل ترجمہ ہے اور نہ مدت کا مان یہ ترین قیاس ہو کہ یہ دونوں نصرتی کے پیش نظر ہی ہوں۔  
گلشن عشق کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد، کتب خانہ سالار جنگ، انجمن ترقی اردو، کتب خانہ آقا حیدر حسن صاحب وغیرہ میں موجود ہے۔ ایک باتصویر نسخہ بمبئی میوزیم میں بھی ہے۔



## علی نامہ

یورپ میں اس کے دو نسخے ہیں۔

(۱) اٹلیا آفس (مکتبہ) ورق (۲۱۹) سطر (۱۳) سائز ۱۰x۷ ۱/۲ خط نسخ  
(۲) برٹش میوزیم (مکتبہ) ورق (۲۲۰) سطر ۱۴ سائز ۹x۵ ۱/۲ خط نسخ  
ہجوم ہارٹ کی توضیح کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”یہ ایک شہنوی ہے جس کے درمیان قصائد بھی مذکور ہیں اس شہنوی  
میں علی عادل شاہ ثانی بجاپور کی سوانح بیان کی گئی ہے۔ اسٹوارٹ  
نے غلطی سے علی عادل شاہ اول لکھا ہے۔ اس کی تصنیف سلسلہ میں  
ہوئی ہے۔ اس کا مصنف نصری ہے جن کی ایک دوسری تصنیف  
گلشن عشق ہے۔“

جیسا کہ مذکور ہوا ہے یہ اسٹوارٹ کی کینڈاگ میں موجود ہے اس کی مراحمت کا خلاصہ حسب  
ذیل ہے۔

”علی عادل شاہ بجاپور کے جنگی اور تاریخی حالات جو تقریباً ۱۵۵۶ء میں  
تحت بجاپور پر مبنی تھا۔ اس کا مصنف نصری ہے جو ایک کہنی شاعر تھا۔“  
اسپرنگر کی کینڈاگ میں علی نامہ شہر یک نہیں ہے اس لئے اس نے کوئی وضاحت  
نہیں کی ہے۔

اس کی سلسلہ تصنیف کے متعلق ہجوم ہارٹ نے غلطی کی ہے کیونکہ اس کی تصنیف سلسلہ  
میں نہیں ہوئی ہے بلکہ سلسلہ میں ہوئی ہے۔ اس کے ثبوت میں دو امر قابل ذکر ہیں۔  
(الف) اس میں لٹاکر کی فتح کا قصیدہ شامل ہے یہ فتح سلسلہ میں ہوئی ہے اس

سے واضح ہو سکتا ہے اس کی تصنیف ملائکہ میں نہیں قرار دی جاسکتی۔  
 (ب) برٹش میوزیم کے نسخے سے جو علی نامہ کے موجودہ مخطوطات سے صحیح تر کہا جاسکتا  
 ہے سند تصنیف ملائکہ واضح ہوتا ہے۔

لکھا مشہ کا میں بس جو یکرادس	ہزار یک ہو ستر پہ تھے چھ برس
	(مطالعہ ب)

علی نامہ سے ہی نصر قی کے حالات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے ۲۱ کے دوست و احباب  
 کا پتہ چلتا ہے جو سب کے سب بجا پور کے مشاہیر علماء و فضلا تھے۔  
 علی نامہ ہی ایک شہنوی ہے مگر درمیان میں قصائد بھی آگئے ہیں۔ اس میں حسب رواج  
 اول حمد ہے اس کے بعد مناجات پیر نعت پیر معراج کا ذکر اس کے بعد تقبیل پیر بادشاہ  
 کی مدح۔ اس کے بعد دوبہ تالیف اس کے بعد بادشاہ کی تخت نشینی سے اس کے حالات  
 شروع ہوتے ہیں۔

اس شہنوی کے عنوانات بھی شعر میں ہیں حمد کی سرخی۔	
حمد اول ہے خدا کا جسے روز اول	دیا ہے بہت مروان کون جو توفیق سبیل
رکھا اس نامہ نامی کا علی نامہ نانوں	تا جہم جگ یوزمانی کی گلی ہوے ہیکل

حمد و نعت کے ابتدائی اور آخری :-

سہانا سہری اکس کت دار کون	کہ آدہ ہی ان نرم دلمہ کون
---------------------------	---------------------------

تیری لک صفت تے ہو کیرتی	کرے تون مناجات انا نصر قی
-------------------------	---------------------------

تہیں اسے شہنشاہ دنیا و دین	سب حاجت کی بھی صفت کا کر نشیں
----------------------------	-------------------------------

کہوں کہول گفتار اوس راج کی | اتھی رات ایک جو معراج کی

بادشاہ کی مدح کا اول اور آخر شعر  
دیکھا توں ۳۱ مدح شاہ زمان  
سنو نہیں پڑیا لک یو نامہ عجیب  
کہانی سکندر سے صاحبقران  
سخنی نظم کرنے کا اول سبب

شہنوی علی نامہ سے جنگ کے حالات مدح کئے جاتے ہیں :-

چلیا وہم پہ دم ات معرکہ ہو چشم  
گلیا آب و سنی کہنسی جا زمین  
بڑی تول رگس تسکی ہوئی فوج پس  
سپہار نیزاد میں گز کون کہاں  
مقابل میں پیلیم یون مار کوٹ  
جدر تکی نکلیں ساندہ آنی تمام  
زین ہوئی جگڑیاں تی سیلاب ہوئی  
دی خوش یون ہو کی کتیاں پہ بہوز  
کہرک کی جسی آب و تاب آ لکی  
کیا تھا جو جس سہر بس تیغ آب  
ہوئی آسمان ہو زمین پیش دم  
ہو اکون ہو جسم پیدا نشیں  
اکب لست میں ہون ہوئی خار و جس  
کہا تسکی لشکر پر چون ہر تی مال  
سٹی پارہن کی اعضا میں پھوٹ  
اڑو اپنج جاکو گرین قتل عام  
اگت بہر زبیاں بحر غونا ہوئی  
گلیان کی نکل آئی کنگریا تی موٹہ  
گلی اک بانی دیکھت تیکسکی  
ڈوبی غوط جیو دیکھت سہ آب

اوک دہنکران وہم سون چاندی چلے  
سرخ غول کیجی وہ ہالا ہتیار  
لی داری پادی چلی دل بہچن  
کشان دیکھ کر کی دہانڈنی چلی  
شہرک رنگ کج کہا و لوڈر کی تار  
بکشرات گردی سوتا زمی و دن

تفنگی فرنگی ہوہر انگریز یاں	کتنی ارمی کئی دلدنہ زبان
ستاری کرمان کی کیتی دل چلی	بلم ہات لیلیکہ اندل چلے
چلی ہیل کٹھیاں کی دہر دہر کمان	چلی کوتا کو دیتے ہمتیاں کون تان

ہر یک فوج کون اپنی بازو قوی	دلی ہر بندی پر بلا یک فوی
دست کون تو کئی یارل یک وسین	یکبک قن جہ صفت پہ پشک وسین
برستی ہی یو فوج یک جس پروار	ہر یک کجی متی ہی تازی ہزار
جوانا کی تن پر چھوٹا جھوم میں	کلی زخم کاری روم روم میں
سلچوش تس دل کا کالا ابھال	برسنی کلیا لہو کا برسات لال
انیشی تی انکیز اوک سخت کام	دیا تھا اپس خوب چہر قی تمام

قیامت عثمان پہ قائم دے	علامت قیامت کے سالم دے
تہی ہٹ پکڑ مشور کا سلسلہ	اوجھا سب دل میں یک زلزلہ
اندوسون چلیا فوج کرتا تلف	سینتان سون بہانے کیا صف نصف
چشم اپول تل کچ کی تہاقل کے اس	ستپرنی ہی ہر ٹوک میں اتقیاس

خندق بجد ویر جان مازے دسیں	سکندر کے تپلی پہاڑی وسین
مخالف کے کشتی جو برگشتہ بخت	پہی اس طرف آتا ہی ہو سخت
دسی ہر چارازا جیتیکا سہاوت	کہاویج ہو بہان تو ہی جویہ کہات
کھی دیکہ رینوی کون جس برج ہی	جو پونچر سی سدا جوج ہی

نشان دچترمان شکھی سون اپار  
شہنشاہ نظر میں پولیا سب چشم  
ایو میں بی تجویز سون چہانت چہانت  
دسی پائی دل بہر کہ چہانت یون  
لڑائی دڑائی اکی ہو کہ بد  
کئی کوچ کون قطعہ نو نہار  
لڑائی کی جاکی سبج پشش کم  
کہی کوت دینوئی بہانجاں بیانش  
خوی ہت میں چہانتا دیتیاں بھی جون  
پادیاں کون دیتی دزبران مدد

نقاری ہر ایک ہمار بخنی کے  
نی آئی لڑائی پہر ہر ہنگ کون  
پیادی دبی مار ساندن کے  
کئی کوت دارو سون موت آگ کی  
جو ہی ہنیت اوس کوت کے ہنیت میں  
سرافراز خان اتہا سو ہوا ستوار  
ہی ہم کہتری آپشانان کھری  
تیرا ناز سون سنگ ایان کا ہم  
مشر بن دہنیال دی ہون پہ آن  
تک یک غللا ہوشہری کی فوج  
دیکھیں تک دو نو دل میانی کہن  
ادھیات مشہر کنز بانن تی مشور  
جیاسخت پہر مارتی یون دہوان  
ہتی یک کی ہو فرمکیان ہزار  
سون کرم ہوے یکہ کنجی کا روپ  
جی بہیر و کرنی گر جی کی  
ترائی نفیری ورن سنگ کون  
سوان پیری دل کی ہاندن کے  
کہی مار جا کا پکڑ لاک کے  
جو ٹیلاک گب کوت ہو ر پست میں  
کہن انیت اکی آپس ریکہ بہار  
جوری راج سون پہر پوت ہو کہتری  
نہ دیون سانک تیران تی کم  
جی یانکی تیر دور ام بات  
غینان پہر دین مارنی آئی فوج  
سکھنی پہر ہوئی یک بلا کے اکن  
چرین ہوئیں پہر یکا یک سون زور  
کونانا کیا کوئی کہتری آسمان  
کیان کوئی کون فلک کی انکار  
ڈہل ڈلڈ لارس کے جا کا بہر ہوپ

لٹکا لٹک چلی یون غلول کہیں	کہ باری میں پیسی کئی سب اکن
دھوان کڑو جون اوس کا ہوا ہوت	ہوئی ہونہ شبنم کی کو بیان سکت
کئی یک پر یک تیروں جلدہ ریز	سختی نوک سونوار پیکان تیز

علی نامہ میں شمنہی کے ساتھ نصرتی کے ساتھ تصدیق ہے ہی ہیں ان میں پہلا تصدیق ہوتا ہے  
کی فتح کا یہ ہے جو ۱۰۶۹ء میں ہوئی تھی۔

پہلا ایک پہاڑی قلعہ کا نام ہے۔ جو پونہ اور بیجا پور کی سرحد پر واقع تھا۔ بیجا پور کے سپہ سالار  
افضل خاں کو جب سیوا جی نے سکاری اور دھوکہ سے قتل کر دیا تو علی عادل شاہ نے اس کے  
قلعہ قمع کے لئے ایک زبردست لشکر کی روانگی ضروری تصور کی اور اس کی سرکردگی جوہر  
کے سپرد ہوئی۔ یہ حال میں اپنی بغاوت سے باز آکر غفور قلعہ کا ملحق تھا۔ علی عادل شاہ  
نے اپنے ہم سے اس کی خطا کو معاف کر کے صلابت خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور سیوا جی سے  
لڑنے کے لئے روانہ کیا۔

سیوا جی ایسے بڑے لشکر سے مقابلہ کی تاب نہ لا کر ایک مستحکم پہاڑی قلعہ میں جو پہاڑ سے موسوم  
تھا محصور ہو گیا۔ مگر صلابت خاں کو اپنی چکنی چڑی باتوں سے نرم کر کے ملایا اس طرح دونوں شیر  
شکر ہو گئے۔

بادشاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ سخت برا فروختہ ہوا خود بہ نفس نفیس اس ہم کے لئے روانہ  
ہوا جب سیوا جی خود بادشاہ کے آنے کی خبر سنی تو قلعہ پناہ کو چھوڑ کر بہاگ گیا اس طرح علی عادل شاہ  
کا ہا کسی ذرا محنت کے قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔

سیوا جی کسی طرف پہاڑوں میں چلا گیا چونکہ فوج کو اس کا کچھ سامان نہ چلا اس لئے بادشاہ  
بیجا پور کو واپس ہوا۔

پہاڑ کا قلعہ نہایت مستحکم تھا اس پر قبضہ ہونا ایک بڑی بہاڑی فتح تھی۔ اگرچہ جنگ کی نوبت

نہیں آئی مگر پہر ہی ایک دشوار گزار اور سنگناخ قلعہ کا دشمن کے قبضہ سے نکل جانا اور  
پہر دشمن کا روپوش ہو جانا فسخ سے کم نہیں تھا۔  
نصرتی کا پہلا قصیدہ اسی فتح کی مبارک باد اور اس کے پورے حالات تاریخی پر مشتمل ہو  
اس کے (۱۵۵) شعر ہیں۔

قصیدہ کو وہ بادشاہ کی مدح سے شروع کرتا ہے۔ پہر سیوا جی کے تالافتی کا اظہار کر کے  
اس کے حکم کرنے اور سلطان کے متوجہ ہونے کا بیان ہے۔ صلابت خاں کے جنگ کے  
حالات بیان کرتا۔ فوج کی بہادری اور جان بازی کی داد دیتا ہے اس کے بعد خود یہ نفس نفیس  
بادشاہ کا روانہ ہوتا۔ سیوا جی کا فرار ہو جانا مذکور ہے۔ پہر وہ بادشاہ کو مبارک باد دیتا ہے  
آخر مدح سرائی کے بعد دعا پر اپنے قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔  
قصیدے میں دو مطلع ہیں۔ تمہیں ملاحظہ ہو۔

جب تے جہلک دیکھا اوک سو بج تیری تروار کا	تب تے لگیا تہر کا منی ہو پر عرق کیا بار کا
کوئی بند جو تیری کھرک کی پانی تے دریا میرے	کہا جو شش اوک یک نہر ہے تھو اکھڑیک بار کا
کس میں تو طالع کے قوی جہ تے اوک جم جم دے	جس میں تو عالم گیر ہوا یا سکندر سار کا
نوشتر کے بعد دوسرا مطلع آتا ہے۔	
لے شاد عادل توں علی صاحب سینا کا	کفار بچن جگ تہس نے سوار کوئی تاج سار کا

اسی کے ساتھ گریز کر کے سیوا جی کے تعلق اظہار خیال کرتا ہے۔

یک سال اوباغی سیوا جگ میں شطت پیدا کیا	ھے طفل مکتب کر میں شیطان جس مکار کا
پپ ہو پوے شیطان کون ننکی مشکا آپن کرو	ابلیس کون تس حکم میں ہون پیل ترکی کا۔ کا
کوئی کہیں اس کجا بنے کھیلیا بیچ بازی کے بن	کوئی فلک کچھول ہے ساویا اسی عیار کا
دوئی کہیں شیر رکھاویں دھاتس کمر میں	دنکا نو کیدر تے کچ پن نس سے کفار کا
قلعہ کی کے تعلق درماحت۔	

تھنی دہرت نگر ہے ہونا نیکون تہا تب دھار کا  
سٹا ہے تیری محل جان چندر سبک نثار کا  
برج سون اوس ادھنی دھولی دہرے عقدار کا  
چندر ہلالی جون سدا ہنس ہے تس دربار کا  
جس کا انگنت دہری نہر ہا سون ناتا یار کا

کیئے صلابت خان خطاب اوس نامور صفدار کا  
ہر ایک دیر آتس لیا نامی جو تہا تر دار کا

تھا یکہ جو جگ میں سب اوگر چالی کا بلند  
دوری کی پس پیڑی میں ہوئی شکل نکل کر نہنگ  
بیتا شد سون سدر کی دہرنا حرکت ہیا کی  
کتر تیر کی تس محل منگتا ہے روشن تائی کے  
جس کے شہم کا شلوپیس اکثر عطار کا سگنا  
صلابت خاں کا سپر سالار مقرر کیا جانا۔

دج عقیدت کا اوک شہ پاک جو ہر جان او سے  
جون شہ بے رنقا سون کیئے عطا شکر ہی

نوح کا لڑنے کے لئے جانا اور سیاہی سے رطائی کا ہونا۔

دیں تس صلابت تے قدم کتا چلیا موار کا  
لشکر ملین سنگر پڑیا چین لوگ بے پر کار کا  
سائے وزیران مہر جلال شکر سپہ لار کا  
سنپڑی تو جگ میانی اصل پلوی سبب آزار کا  
بہاری ملخ کے بہارتے تہا زیر پیران بار کا  
مارا نگیاں تیں ہو اگر یان کے جب سنگار کا  
دارو کی ات بہارتے جون مہتون برسیا نار کا  
کینتی تیں کی نوح رو میں جان تے دھم لٹار کا

گوپن کا چون کتیں بہتر ہٹا ہو حقہ نار کا  
جکلی کہی تے کم نہ تھا دہر کا گزر کی مار کا

جب مل علی کالے چلیا دھسون سپہ لار او  
موانکی میدان پر تو اونے رہ سکیا باغی ولی  
میدان خالی جان تلک دیکھی سو وہاں گن ہم کئے  
رگڑے میں جگر بے بیج تپ چوندھرتی آون کر پاپا  
گوبین نفعگان آوین پھریان ہر بار میں  
ہوئی زمیں پاتال لگ بر جان فلک کی دندنی  
پاتال تے پانی ابل نکلیا زمیں سب گرم ہو  
چوندھری وزیران سے الیک جون گرا پر کوندھی اسی

گزان سون ہرے بیان یوں کیئے پانگندہ بوسن  
لاگے تبر کا ضرب و تفرار خ اجل کے ات کی



ہو کے جہان پر چہان اسے بسکون سنا تھا دار کا

سنگ رلاق کون سسے تیران سون تیران مبارک

جیتان پونٹ پڑتی لگیا ڈنگر پو ڈو نگر ہمار کا  
ہر دم نکمن پڑی پرکرتا چکھا اوزار کا  
تہا کل کی ڈوری کے سنن تاگا سو ہر نہ مار کا  
پیچہ چڑھا سو ڈھتا ہر س ڈند لکے مار کا  
سنگ بیہوی ہو دلاں دامن بہر یا کس مار کا

دیتان کے لہو کی بھرنے دہرتے پوجب بہرتی دہریا  
پہر فوج اس طوفان میں چڑھتا تو کشتی موج او  
وٹا نیکے جھلیان پر ترہ جالے دسین ہر دوہ میں  
چکینان سران کیان تیرتے ہستیان کوں پہل سنا  
دیری بکھرے جا جگل ہرے سلیمانی دہریا

سیوا جی جب عاجز ہو گیا تو قلعہ پنالہ میں قلعہ بند ہو گیا اور اپنے مشہور مکر سے صلابت خاں کو بھی  
ٹالیاں اور دونوں شمشیر ڈسکر ہو گئے۔ بادشاہ کو جب اطلاع ہوئی تو خود لشکر لے کر روانہ ہوتا ہے۔

آصف کی صفت ہے ادک حملہ ہر ایک سردار کا  
دلا پستی بان ہے جم جم ادک کردار کا  
بولے کی عالم گیر موٹی بیشک یو ہیا۔ اتیار کا  
ناجائک سکے ہم جہان حوی مشہ دہنی ہنگار کا  
زیر و زبر جگ کون کیا آواز مشن ہنگار کا

لشکر کی جم تے کم نہیں مشہ کے وزیران کا کنگ  
نہیں پوشہ کی فوج کی جس کی ملاک پیشہ  
اس فوج طالع دار کون دیکھے فلک جب تک  
نکلے جہر مشہ کی پیشہ رے عقل کی بی ڈورتی  
اڑدہ پوشہ عادل علی حجب مرتضی آباد کون

مشہور میں دل جا پڑیا ہر یا یہ اسٹار کا  
ہر گرتھنبا کے نکوی بل ہمت کی ادی آدھار کا  
عاجز ہو کاڑی کپکپ دہنزالہ دل افکار کا  
سیوا جی پہاڑوں میں چلا گیا قلعہ پر عادل مشاہ کا قبضہ ہو گیا فتح کے بعد بادشاہ واپس

مشہ کی غصہ بلی لگے نے کشتی پر آلی لگ  
تھتھن سب جانے کہ اب آخر تھی برا آسمان  
ہن الامان کی صائبک سب چونہ دہرتی گڑ پڑتے انکو  
سیوا جی پہاڑوں میں چلا گیا قلعہ پر عادل مشاہ کا قبضہ ہو گیا فتح کے بعد بادشاہ واپس

دار الخلافہ کو روانہ ہوا۔

دار الخلافہ کی طرف کیتی ہو س رقرار کا

جہاں علی کی صحت تے آئی فتح خیر می

جان جان مٹی مٹی پاؤں لا جانے جو پیار کا  
جس ٹہانوں کوں سحر گلاب شہر کی سینوار کا

مشہ کوچ پاپی اپنی ثابت قدم رکھتے چلے  
آتی چلے بدن کتب ہے مشہ کی اس منزل نما

بہیں پرچا یا تھا اپن اجلا نکٹ جہکار کا  
چارچا تھا سپہ دل اس سوز چوسا رکا  
اب تازہ کی تری سون نہ کیا گال تھا دلدار کا

ہر قدم چلتا گیس چندرہوشہ کی پاؤں تل  
چندرہ کوں چندرہ جوت دہان نشہ ریف دیوی نور کی  
غوبی سون چند کی نلی کی دی ہی اکھیاں کوں کشک  
بادشاہ کی تعریف اور آخری دعا۔

عالم برسی ناکہ میں یو شکر تیج اب کار کا  
تھا کی تیج ہر دم مدد ہی حیدر سارا کا  
مردود عالم ہے رکھیا جن تیج سون رخ انکار کا  
بخت دجانی کا دل دی بل اپسکے پیار کا  
مزید دس شعر کے بعد آخری دعائیہ دو شعر جن پر قصیدہ ختم ہوتا ہے۔

ابھی کہ حق میں جگ کی جوتی تیج تی آئی ہو  
تیرے قوی حلال کی اب سو گند ہوئی عالم سنی  
تیج حکم مانیا سوا ہی مقبول ہو جو دارین میں  
فہم دشجاعت ثقل دل مشتی خدا بخشش کیا

کافی ہو دو جگ میں تیج تل فیض تس آثار کا  
ناگہ تک یو چتر چہو عالم کی پالن ہمار کا

اے نصرتی مشغول ہوشہ کی دعا کی درد میں  
ہے آسمان یارب جگ ہر تے کے سپر سایہ میں

دوسرا تیسرا جو تھا اور پانچواں قصیدہ صلابت خاں کے واقعات سے متعلق ہے جو اس  
کی بغاوت اور ناکامی اور پھر اس کے مرنے پر ختم ہوتے ہیں۔

سہی جو ہر ایک غلام تھا جس کی دربار عادل شاہی۔ نے پرورش کی اور ترقی دیتے ہوئے  
اعلیٰ درجہ پر فائز کیا تھا۔ مگر ملک حرامی پر کراندہی باغی ہو کر محمد نگر عرفہ کوں میں جا بیٹھا لیکن  
پھر عاجزی سے اپنے جرموں کی معافی چاہی۔ بادشاہ نے اس کے جرموں کو معاف کر کے  
صلابت خاں کے خطاب سے سر بلند کیا اور سیوا جی کی مہم پر مدد کیا۔ یہاں جا کر اول تو اکثر

فلہ سیوا جی سے فتح کئے مگر آخر پر خود اس سے مل گیا۔ جب عادل شاہ خود بنفس نفیس سیوا جی کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا تو یہاں سے راہ فرار اختیار کی۔

جس وقت ابراہیم خاں اور ملا احمد بیجا پور کو واپس ہو رہے تھے تو راستہ میں صلابت خاں نے پانچ ہزار سوار کے ساتھ ان کو گھیرنا چاہا تھا۔ ابراہیم خاں مقابلہ کر کے کامیاب ہو جاتا مگر چونکہ بادشاہ کی اجازت نہ تھی اس لئے ایک دوسرے راستے وہ دونوں بیجا پور آ گئے اور سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع دی اگرچہ سلطان اس وقت اس کے قلعہ قح کے لئے تیار تھا مگر ابراہیم خاں ملا احمد اور شاہ ابوالحسن نے بادشاہ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا اور کوشش کی کہ صلابت خاں دوبارہ عفو و تقصیر چاہے چنانچہ سعود خاں اور شہزادہ خاں کو اس کے حسب استدعا صلابت خاں کی جان بخشی کا پروانہ عطا کیا گیا۔ اب پہنچہ دوزک صلابت خاں حضور سلطانی میں حاضر ہوا چند روز کے بعد جب عبدالرحیم خاں ہلہول کرناٹک کی مہم پر روانہ کیا گیا تو صلابت خاں کو بھی اس کے ساتھ جانے کی اجازت دی گئی۔

اس کے بعد سلطان قلعہ تورکل کی جانب متوجہ ہوا۔ صلابت خاں یہاں کے قلعہ دار کو بادشاہ کے خلاف مدد دینے لگا۔

علی عادل شاہ اس مہم سے فارغ ہو کر صلابت خاں کی طرف متوجہ ہوا (تیسرے) جو قلعہ بھون میں قیام پذیر تھا۔

ایک بڑی فوج بادشاہ کے ساتھ تھی ہلہول خاں سپہ سالار میں مقرر کیا گیا تھا مینہ ملا احمد اور شریف خاں میرہ پر محمد اخلاص خاں اور خواص خاں متعین تھے قلب لشکر میں نور بادشاہ اور ساقہ عزیز خاں کے سپرد تھا۔ بڑی بہادری جنگ ہوئی ہزاروں آدمی مارے گئے خون کی ندیاں بہہ گئیں سپاہیوں نے جاننازی کے جوہر دکھائے بہادرانوں نے بہادری کے کارنامے پیش کئے۔ آخر بادشاہ کی فتح ہوئی اور صلابت خاں جان بچا کر ہار گیا۔

اسی پر مقام رانچور سے ۲۶ میل جنوب مغرب واقع ہے اور انوی سے موسوم ہے۔

جنور کے بعد رانچور فتح ہوا اس کے بعد دریائے تنگ بہدر پر جوہر کے داماد سدی سعود نے مقابلہ کیا مگر ناکام رہا۔ اسی عرصہ میں صلابت خاں فوت ہو گیا عبدالحید خاں اور بہلول خاں کی سفارش سے جوہر کے بیٹے عبدالعزیز خاں اور اس کے داماد سعود خاں کی تقصیر معاف کی گئی دو تو دربار سلطان میں حاضر ہوئے اور جوہر کی جاگیر اور منصب سے سرفراز کئے گئے۔

دوسرا قصیدہ اسی صلابت خاں کی شکست اور عادل شاہ کی فتح پر لکھا گیا ہے تیسرا قصیدہ اس جنگ کے بعد بیجا پور واپس آنے کے متعلق ہے اور چوتھا قصیدہ جو گویا تیسرے کا خمیہ ہے جو موسم سرما کی تعریف میں ہے اور پانچواں قصیدہ بیجا پور کو اگر حشمت شاہ نے پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے قصیدے کے (۵۵) شعر ہیں اس میں اول بادشاہ کی تعریف سے ابتدا کرتا ہے اس کے بعد صلابت خاں کی گستاخی اور تک حواشی کا بیان کر کے اس کے باغی ہونے کا ذکر کرتا ہے پھر سلطان اس بغاوت کو فروغ کرنے کے لئے روانہ ہوتا ہے جنگ کا حال بیان کر کے صلابت خاں کی شکست پر ختم کرتا ہے آخر پر فتح کی تاریخ بھی لکھائی ہے۔

### تہید

علی عادل شاہ غازی شہنشاہ بولشہر کون	دیہ جس خدا ایسا کہ تہا جیسا کہ نہ رکون
لجاکوئی داوگر اپنا سکیا نے سر کی مہری تین	بنڈیا جس صفت کے تختے پر جو بدربار شہر رکون
نہی بولفتح غازی یو صحابون جسکے نازی سر	زشتے جسکے چڑی ہیں مٹا کر اپنی شہر رکون

### گزیر اور نفس مضمون کا اظہار

عجب بے حوصلہ تھا اوکیا اظہار پرستی	پکر ہمت لیا اپن جوٹیا بڑی دولت کی فسر کون
او بے دولت کون دولت جو تسانی لگے ہوئی آخر	کہ چڑی کون نکلے پر دیکھی اوز در بدتر کون
ہوا مسرور در آخر رکھیا بنیا وفتہ یون	بھیانے بلج فتوتی کوئی مل نہر کسی گہر کون

جنگ کے حالات اور جوہر کی شکست۔

سب اسل سون حراہ چ کچر اتھا نو پید کو  
 دو دیا آتشین ابلے ہر اسے ہو کی سہر کو  
 چڑیں جلنے آگیں جا انکا نیں سو کچر ڈر کو  
 گر شگشت کا نو سو چلیا ہوش نی گھر کو  
 ہو ہی تھی بان سو ہر یک ہوئی تس دلاور کو

گیا کا جل کی ڈو گر سادھوان نور شید انور کو  
 ٹرنا کی من کہاے سو ہر یک سینہ خنجر کو  
 بنی نیرنگ سندان چرکنی رنگ لشکر کو  
 دیا پوئی قلکاری سوچ کی پر مشجر کو  
 دیکھائی لالہ دار انور انس گلزار اختر کو  
 بچر تھت اشری لک جاگلیا یا یا کری تہر کو  
 اکت تک بقم نہی کیا بیچون ہر یک پسہ کو  
 شکست یکبارگی انیہ یا سبلس باغی کھا لشکر کو

خالف او کہ جس کن تھا ترنگ صورا پدا کن  
 میان یون ایک میدان میں دو نو دہر کیاں صفان ہاری  
 لکر کا آبایا ہو جو نابیا تاب جس آنگی  
 دینا سوند لین یون دسی رگر تاشاوا باجیان کو  
 رن مشور تے دارین سو ہر یک گولی کون سجھا تھا

لکر کی شمع روشن یون ہوئی چربان کی رونق تے  
 کیا تہا سس سس کس کس تیزی کون توانا  
 ہوئی حاتیان کی مستک سب کنڈالی ہو کی سپتان کو  
 گڑی یک ہو کی چھکلیاتی ہوا ہوئی چہینٹ کے مٹی  
 گولی پول آسمان تہا سو حوا چرکی گل حیا  
 حلا ہا ہوسون سدر بہر کن کن کون بر پڑی نعتی  
 سیاوشا کی جہکری تیں پر یاران نمون ان اکھا  
 لپکار پرنی میں کیا چون مشہ ملک آپن

تاریخ اور عا اور قصیدہ کا خاتمہ۔

بجایا لکر کا جل سٹ بوشہ نعت کی انگور کو  
 کیا دل سون کھنڈل ماری علی ایک پل میں چوہر کو  
 ملک جہ فتح و نصرت دی یوشا و بالظفر کو

سکتی تھی جو گر گہر سب ٹہنڈی ہوئی آگ فتنہ کی  
 گھانا تاریخ گہنی میں تو تب نصرتی حاتف نے  
 اہو سو یونٹ انکو عالم گیر ہے جگ میں

تیسرا قصیدہ اسی واقعہ کی ایک کڑی ہے یعنی جب بادشاہ صلابت خاں کی شکست کے بعد

یہاں واپس ہوتا ہے تو اس وقت پیش کیا جاتا ہے اس قصیدہ کے (۴۴) شعر ہیں یہ بھی بادشاہ کی مدح سے شروع ہوتا ہے۔ صلابت کی گت غنی جنگ کی حالت اور فتح کے بعد دارالخلافہ کو واپسی کا اظہار ہے۔

لے مشہ تون ہنام علی شاہن پونیری سدوری	دل دل فلک کا رام تیج کرتا زمانہ قنبری
سب دہرت کی تختی تو لون چیشش بہت کو بند کیا	زندہ مطلق چو پٹیا یکیک ہو ہر اسبشتہ دی
نہیں شعر کے بعد گریز کرتا ہے۔	
جوہر کہ جس لے شاد تون دہر سرفرازی کی نظر	کہکھ صلابت خان اپن کتیا عطا سہ لشکری
بخون کے محی کات اثر بے مغز کی جب سہ چڑیا	کشتیں ہو دکھلائے گیا مستی میں یاد گوہری
یونک دانی کا کتاب اس بے سبج کی عات پر	دیکھی کہ شہ ہونے پوہی یکیک درت کی ابتری

جنگ میں شاہی فوج نے خون کی ندیاں بہا دیں۔

رہا کھرک کی ابرقی یوں تسپ پانی تہر کا	خشکی ہوساری بھڑیل چوند ہر چلے لوک تری
دیا ہوسون جوشن کہا لکا کون کتیا عرق جب	عوجان تے پانی سیت کا دھل جاڑ لی رامیری
کہا ہشت گشت یون سیت ہوا اس کمی تی فوج سون	تاریا ہوسون ہوی جونی سس ہوا دیک گاتاب غاوری

جنگ کے بعد بادشاہ دارالخلافہ کو واپس جوتے ہیں۔

جب شہ مکرک کے آب سون جون آگ فتنے کی بچا	دارالخلافہ کی طرف چلنے کیا عزم آوردی
جون اوچے کیا رگی باجیا دمان کوچ کا	جنگ کی خوشی کی حاکم نے گوش فلک کون کر کرھی
خاتمہ۔	

یون دھرت گنگ سون عالم چپا یا برمنی	خوشیدین کہن ایک آنکارا کثر ندیکیا آزوری
اوس ٹہنڈ کی تعریف میں یونیک قصیدہ میں کہا	یوشراک کردں پری پڑتا ہون جویں نیوں سبوری

جو تھا قصیدہ محکم ہرما کی تعریف میں ہے اس کے (۲۳) شعر ہیں۔  
اس میں ٹہنڈ کے واقعات جاڑے کی تعریف شبنم کی حالت باغوں کی کیفیت گل و  
گلشن کی پرمردگی کے سین کو پیش کیا ہے۔

ابتدا

دی ہے زستان نوکری دو لگا اچا دہکار آج  
پٹیاں کافوج یوں شبنم کی گویاں چہان ٹنا  
مسردار ہوا بخزان ٹہنڈ کا چچا ہو بہار آج  
ڈرسون اگن موج چھتیلے درہی ہو ٹہا ہی ٹہار آج

شبنم جو اجلا پہاچ سا آشیری جگ میں پڑیا  
چلتیج ہر یک جا بجا بلور کا درپن دیسے  
ہر یک کون باراماتیں پیلے ہوئے ہیں پاش سب  
ہاں زماں سی پاسکے دولت تی ٹہنڈ کی کوسیلی  
گلشن کے آئین پر بڑتا چلیا مسردی سونگ  
بستہ جم ہو کر کلی ہر شاخ گل کپڑی چور  
دیکھئے نہون جون ٹہنڈ تی کس یک کلی کون خندہ  
ہرماکین ہوئی ہوئی ہنڈی تم ہر سب کیا آج  
اے چاندگی دیکھ لی تس بیچاپس دیدار آج  
ہر یک گرباغ چہان ہے ٹہنڈ تی بیمار آج  
ناہل اپنی گودنے لیتا کرے ہٹ بہار آج  
ہر جا خوش شبنم سے ہوتا ہو جو ہر دار آج  
کہا بانج کاٹا باغ سب لپا ناسکی پہلدار آج  
نعلیہ سدا بلبان ہرن میں ہیں بیکار آج

آخری خاتمہ کے اشعار۔

شبنم ہوئی مشہ بدل دستے مرصع صدمین  
نرس زخمان کے ہت تی نہ پڑ ہیں نظر کی گودیون  
مسو جیم کا تن نگا مشہ ہٹ تی خلعت پاو تو  
میں اس قصیدے میں صفت کہتا ہوا کی کئی ولی  
لے نصرتی بہتر ہے تج پیلج دل گرمی سبن  
چلنے گلشن کی بات تس کے ہو موی چہار آج  
پاتن سون پیلے باغ کا دہن ہو جون زردار آج  
کاٹا نہ آتش تن اپکا پنچا پسر کیا آج  
تس ٹہنڈ سون مک میں تی بٹ ٹکلی ٹک گھٹا آج  
کہ مطلع تازہ سون پر دہی شعر شکر بار آج

پنچواں قصیدہ اس واقع کی تیسری اور آخری کڑی ہے مصلحت غاں کے شکست کے بعد جب یہی پور کو واپس ہوتی ہے اور اس کے بعد اس فتح کا جشن ترتیب دیا جاتا ہے تو نصرتی بھلاکپ ایسے موقع سے خاموش رہ سکتا تھا اس لئے ہی اس جشن میں قصیدہ پیش کیا ہے۔ اس قصیدہ کے ۵۶ شعر ہیں۔

اس قصیدہ میں مشہر کی اراکلی آئینہ بندی کا ذکر ہے بادشاہ کے گہڑے کی تعریف کی گئی ہے۔ دوکانوں کی آراکلی کا بیان ہے۔ گہر گہر خوشی کے جلسہ ہوئے دن عید اور رات شب برات تھی چراغوں کی کثرت سے رات شب مہتاب بن گئی تھی۔

بادشاہ کی آمد کی خوشی ہر طرف پہلی ہوئی تھی ہزاروں آدمی بادشاہ کے منظر تھے جہر دیکھو آدمیوں کا سندہ تھا ان میں حسینان جہاں ہی جلوہ گر تھے ہر طرف خوشی اور سرست کا اظہار ہو رہا تھا۔

آخر پر اپنا تحفہ (قصیدہ) پیش کرنے کا ذکر ہے۔ بادشاہ کی مدح سرائی کے بعد اپنی بے سرو سامانی کا ذکر اپنے گہر اور ہمایہ کی تکلیف کا بیان ہے اور دعا پر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔  
تمتہ :-

اے تڑپتی ہوگی سکھتے ہو دینا ہو استری	پہل سنواری تیج اکین ہر دم دکھائے دلیری
بیتا لٹ کے پاس جب گے سونہ آتی تین	رونی سون گلشن ہو رہی یکدم تنگ ہو دہری
چند تو لگ لگتا کہ اس جیت کون مر یا	ناریاں سون نہ منظر کون تس آئینہ بندی سب کے
اول سوچ کی آگ پوجنہ راند ہاراجل کیا	طیلہ ہوا کا نور کا بعد از فلک سٹ مچری
چند فی تی بہن سب صاف ہو یونگیس ناریاں دی	چونی میرا جون ابرک کلا پس میں ساری دہری
پانی کیاں سب صد رانہ پوں ہو اکتیا اب جنگ	یعنی ہوا ہو معتدل دکھلائے سیوت دلیری
تس خوش ہو کون دیک کر سنہ گشت کی دنا	ٹکلیا جھلکتا سو پس رات میں چند فی بہری
مشہر تیج چانی چاند اپس چنہر کھلے کا بہا سکے	چرک گلگس کی اوج پر کرنے لگیا بازی گری



سورج جو لعبت باز سب پتلی مستاریان کی نیچا  
دین یو مبارک وقت پاکسوت مشوانی مشہ بنا  
یک عمر اکو جب جگن گنگر گھر گھر سورج کانت کینچن  
ہمارا گوہر دی بیچ تی تشہیف پایا زہر زری  
ایسا چریا تازی رنگا جس ابرصن کی زہر دی  
جوری جو تازن کی زین دسی نہ ہوئی صفت گری

گوڑے کی تعریف لما حفظ ہو۔

ہے مشہ کا زہری تیز پر کیا تاؤ کی تیزی بہر یا  
خوش رنگ کس ایک پہول کا ہرگز تفاوت ناکرے  
کراٹھ پھرتی باؤ کی ہیا فلک تشس پانون میں  
بازار دوکانوں کی آراستہ گی۔

جون کہکشان انور سپیں رستہ صفا بازار کا  
دکان ہر ایک خوش نور کرنگ رنگی صفا نکلیں  
خوش باس کا جہکارادک ہفتہ فلک میں جا پریا

مشہ آئے سواند قیون پائی آتش مل  
مشہ کے قدم کا جگ ہوئی عید گھر گھر جگنے  
سلطان محمد کا چراغ انور مشہ عادل علی  
اس رہنشی کا بہر خوش دمی جیاس آرائی کیا  
سب شہر میں کی لکٹ یوی یون پل میں لکٹ لگنے لگے  
غذایا کے من قندیل کی جہلی دس

پرتو قی جس نہایت دھریا سقفت فلک نہ منظری  
کلزار سا رنگیں ہوا عالم سوہر یک کشوری  
مشاہی کے گہرتی جب ہر جس نور قی روشن  
کیا شہا کوں جہان اپن یک بزم کوں ای زیوری  
طلے رن کے کہول جویشہ دین کی جوہری  
صو کہکشان میں تابا دک ہر پرجانی کی دہری

اپنے تعلق انظار حال۔

خفا کہ ظاہر یوں کروں سحر حال سب بات میں	جو بیخ فکرم کا ڈوہا بس اے سحر سامری
پت کیا کروں اے شاہ میں کل بات سیماں ہوں	اول تو گہرا ایسا نہیں جان ٹہا ہوسنی راحت بہری
گہری تھا سادھے ل داہم ہے بوجھت اسے	پکا ہوسون ہمایہ بدو بسج بہنگی بدتری
مطلق ارازل قوم ہیں تس کر دیسی لے چلیا	سمجھیں ادا کل کہانوں کوں سپہیں ملک ہو سخری
جنگی زبان کی لام و کاف آتا ہے شیعہ طاق سبکی	سانچے پنی سون جب کرین تعلیم جنگ نہ گری

خاتمہ۔

فرمان سون عالی حکم کی بخشش بیخ ایسا گہر دلا	جو صانتر بیخ طبع کی ہوے جان میفان بہتری
اے نصرتی مشغول ہوشہ کی دھالی دور میں	۳ سن کر بیگ آہیں کہیں خوش ہو ملا یک اتہری

یارب ملک مشہ چتر کا سا چکیت مسرہم اچھو  
خوشید کی پرتوئی نت چھپ چولی نہ پروری

پہلا قصیدہ عاشورہ کے بیان میں ہے گویا اس کو مرثیہ کہا جاسکتا ہے اس کے (۱۴۸) شعر ہیں اس میں پہلے حمد ہے خدا کی تعریف اس کے موقوفات پر انظار خیال ہوا ہے اس کے بعد نعمت ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے حضرت فاطمہؑ کی مدح ہے سنین کی تعریف ہے۔ اس کے بعد گزیر کر کے نوح شروع کرتا ہے اور بیان کیا ہے کہ ہر سال علی عادل شاہ مجلس عزایا کو کے اہم مظلومان تازہ کرتا ہے۔

اس کے بعد دوسرا مطلع شروع ہوتا ہے۔ تمہید میں اپنی نااہلی کا اظہار ہے بادشاہ کی مدح ہے (۶۶) شعر کے بعد گزیر کرنا ہے جنگ کے حالات اور واقعات بیان نہیں کئے بلکہ بادشاہ کی مجلس عزات نام کرنے اور ہر سال مرثیہ خوانی ہونے وغیرہ کا اظہار کرتا ہے۔

کتاہون اول حمد میں عالم کی سب جن ہار کا | افلاک کا اونچا بندیا ہر محل کس بستار کا  
نیالی کسی بام لاجور یا ہر تار کی خیر | کیتا ہو کامل ہر کون تا بدن انوار کا

سین کی سرخ کا آخری شعرو۔

کئے ہیں نبی پایا ادیب جن جیبا دل نون ہر کی | برا جو پایا مے سداو پایا ہر کتار کا  
اسکے بعد گزر کر کے نوہ خوانی مشرق کر دی گئی ہے۔

ملے واسے ظالم کیوں دکھا ایسے جگر گوشیاں لوشیں | جگ جگ جوانی پر غضب واجب کہا قہار کا

بعض فرید اشعار ملاحظہ ہوں۔

پوسدہ بالا کاٹ کر سب خاندان کے باغ میں | بھوائی ہو کیاں ندیاں طوفان اچھا اجار کا  
تب خاطر زاری میں آوے جب کوئی بان نہوے | لے لئے کن اکرم کرے اس مسرور خوش قرار کا  
اتنیں جبریل امین بھی آئنی کے پاس یوں | بولے کہ کچھ غم دہو اس ساعت و شوار کا  
اگر وہ غلامان کی چترانہ ہو کرتا ہر برس | ہوئی جون عنایت غشہ بکٹل جل کو سب بار کا  
خاکہ آرایش سون اب ہر سال کزنا عرس یو | پاتا ہو توفیق آج دل خسرو و نیندار کا  
سدا دسوائی زرتی صاحبقران عادل علی | اول محبت پاکو دل ہو حیدر کردار کا  
اس شاہ کی عالی وصف میں مطلع نول کیوں لکھو | خوشید تے روشن دی ہر کتہ جس طوار کا

دوسرا مطلع۔

دیکھا ایندا جب صبا تسک جو آ پار کا | تسکے منے میں کل جبریا یعنی سداو جلاکار کا  
شہر کی شگفتہ طبع کا گلشن پو جس پایہ پر ہی | ہر یک کلی کی ٹہارا بوجھ ہوئی کل کھلیا مہکار کا

اس مطلع میں بادشاہ کی تعریف و توصیف کے بعد قصر شاہی اور باغ سلطانی کی مدح کرتا ہے۔  
اس کے بعض شعر ملاحظہ ہوں۔

ایک کمان اس دیک ہوئے توس قزح پیلی ہری	ہے طاق کسری پاہری طاق انکی سوار کا
جس فرش بوریں جھانک ہوا ہے چاند کون	سوچ کیا ہو آئینہ جہری کی کچھ ہوا کا
چمکس تاربان کا دسی سب صحن جون نیک میرا	غور شید کی پر قوتی ہو جو صدر ہے زمار کا
چو کر تس نگر س ہر یا ہے باغ ایسا جلوہ گر	کرتے میں ہوئی رنگیں نظر نظارہ جس گلزار کا
ہرگز کس کی پول پر سو بچ کی لاک سکتی نظر	ہے چہر ایسا سب ہر برگ سایہ دار کا
کہتے ہیں کا لوی نیر کی یوں کا لوی گلشن منی	جولنا کس کبہری جا دوسی رخ دہا لقی دلدار کا
خوشبیل پولان کی چمن پائی تہی یوں پردہ کی	مستہ جس پس بانڈی کرک بھانسی اغیار کا
مزید چند شعر کے بعد گریز کرنا ہے	کینی مشدی کرتے کمری رونق کینی بستار کا
ویسی عاشور آئی سو ایسے محل میں نامور	

اس قصیدہ کے بعض مزید اشعار ملاحظہ ہوں :-

جب صبح باری کا قلم نے خط زنجیری لکھے	خوش چچانے سطر ہو ہر یک نشان تس بہار کا
دوق سون اتکت و محل جگ میں ہشت آئیں ہوا	فراے اذن عام شہ پانی کون فیض انظار کا
دیکھن کون چپ ہر کو تے یوں زیر عالم کا ہوا	یوسف کی کارن وقت تھا جو مصر کی بازار کا
ہر ہر شہی کی تن پر تھے کسوت ایسے نور کی	سوچ کون جسکے سائے طاقت تہا چک چکا
اسحری ثوابت کی کہن ہو کہکشان ہی نوسری	عقد ثریا کی اوک تھا ہر الاقہ مار کا
دودھ فرشتہ جمتی ہرین پس پر کی پٹکی	جوان کی چپک کی ہٹ چور تھا طرہ طراد کا
بحر کی ہکامان مستی دن کا گریبان مشک بو	واہن دیکھا عطر مسون نامہ ہوا تاتار کا

بہنیں کمری بازی بچک اڑا کو بجلی ہمیں پری  
کہتا چکرناں بہت سو سنکے پہلان کا گرا  
تہاب کی جبت تاب اکس ہو داغ صہ چند کل کیا  
بادل کی سب ل بربری صحت نال سن بہار کا  
تہا چت کی کھریز کی چینی کلی کی صا ر کا  
پوسن سوج ہو زرد و بہا نا لیا بیار کا

خاکسوں غم کی کلی نم عالم گریباں چاک تھا  
دنی کش کا کون کون یک چاند کر یا پیدیا کھلا  
تہا عذ لیباں تے اک مشہ مشہ تالہ زار کا  
رستہ ہوا تہا مکش ان سجدہ ملک دربار کا

خاکسہ :-

بس بات میں بی لکتے یکسری جیش کی صفت  
جنا کی خرم کاہ پر جب تک سوج ڈمائی کنین  
کر در داب اے نصرتی دعوات کی نگرار کا  
یارب تک مشرت اچھا سن داریک دادار کا

ساتواں قصیدہ طیار کی فتح کا ہے اس کے (۲۲۰) شعر ہیں۔ صلابت خاں کے تصنیف  
کے بعد طیار کے زمیندار راجہ بہدر پانا یک کے مطلع کرنے کے لئے شرزہ خاں کے تحت  
فرج روانہ کی گئی۔ بہلول خان۔ مشاہ جی۔ عبدالمجید خاں۔ ملا احمد۔ شرزہ خاں کے ساتھ روانہ  
کئے گئے تھے۔ اسکے بعد مسئلہ اس میں خود بادشاہ روانہ ہوا۔

شرزہ خان راستے میں قلعوں کو فتح کرتا ہوا قلعہ سٹڈا تک جا پہنچا۔ اس کے بعد  
”ہنور“ پر کوہل درگ وغیرہ مقامات فتح ہوئے آخر راجہ نے خراج ادا کیا اور اپنے قصور کی  
حالی چاہی اس طرح علی عادل شاہ مسئلہ اس میں منصور و مظفر بیجا پور کو واپس ہوا۔

قصیدہ کی تہید میں بادشاہ کی مدح کی گئی ہے اس کے بعد گریز کے طیار کا ذکر شروع  
کرتا ہے۔ فرج روانہ ہوتی ہے پہر قصیدہ کا دوسرا مطلع شروع ہوتا ہے۔ اس کی تہید میں  
ایمان کی تعریف کی گئی ہے پہل پہل کا ذکر ہے۔ آئیں شعر کے بعد گریز کرتا ہے۔ بادشاہ کی

دع سرائی کے بعد فوج کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔ آلات حرب فوج کا لڑائی کے لئے روانہ ہوتا اور فوجی سرداروں کا ذکر ان کی تعریف لڑائی کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد بادشاہ کی فتح اور اپنے قصیدہ لکھنے کا ذکر ہے۔ دعا پر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

قصیدہ :-

سچا توں ناہوں کا رہی سے دمی شاہ رس کا  
پر پائی ہو جس جس دن ہرک کی تیج سچنچل کا

دسے ہر حرف شکر دنی دہرے نامی مقل کا  
کہ ہر یک مختصر مضمون دہری معنی مطول کا  
کیا تھا کششی جا کا کل اس دہات کا بل کا  
پے ابیس بند اس میں نے حاجت موکل کا  
بدعلائی دیکھ کر تل ہیانا کفر ازل کا  
دستارین فتنہ انگیزی فن اس گمراہ اتکل کا

حواسے کون عالم کے شہان میں شہ تیہ بل کا  
سنوئے فتح آدیکھی اچون دان آپنی صورت  
گر ذکر کے لمبار کا حال لکھتا ہے۔

علی کا بزرگ لکھ قلم ہوئی سیف دو جہی  
سنو یک فتح شہ کی قصیدہ بے بدل یاران  
جوش کے ملک نیری دہنی لمبار کا کشش  
بلا کا بلکہ پنچر اتھا ازل کی ہات کا ایسا  
چراغ اسلام کا کوئی دہان دلایا تھا جو پچا ہو  
نوازیاتہ کے گہر کا ہوا تھا شہ سون پہر باغی

دوسرا مطلع اور باغ کی تعریف :-

بہر یامے حج نمونی سون الکرعنی تیری کل کا  
بتادل چل سکے استی انکین تک پہرے چل کا  
لے آیا گہر سا کٹر آج کہانہ ہی سٹ چند کل کا

کہ چون مجھ کو کچے کڑڈ دھک زلف سلسل کا  
سو بک کی جام سون پہر ہے نہ ان مشک بار کا

عجب جگ میں تماشا ہو بہشت فرد اول کا  
نظر کی دور ہے جان لکٹ ان لکٹ لکٹیں بیتا  
تیا کچر خوش ڈونگاہے فلک جان تیرے سکنے

چلیں باد صفاقی خوش صفا پانی یو یو جان یون  
فلک سفاے خضری ہو پلا فی نیر سو جگ کون

اس آئے باغ کے آگین صفائی فوض کی اسی | سنواری دھن کی ہے جون آگین آئینہ صفیل کا

جنگ کے لئے فوج تیار ہوتی ہے۔

کیا جون سورنوبت کرو ہیں چند سی جکون  
صوبہ ہی تیغ لے نکلیا صبا کا بوزہ تیل چر

لیکر آفوج کا زبان کی کیا پارہ جو ہل چل کا  
مقابل رہ نہک بہا کیا چندر اسوار ار چل کا

ہوا پر رنگ پر رنگ دہلان دکھایاں دہلان گن  
چلے آئے مشہ کی ہماراں یو ایسے سرحد اکی آئے

جہت بکے نئے پہل ہر یک ہے مقبل کا  
جو تھا بکھا تک عالم میں صفت جس ہٹا دو کل کا

عادل شاہی فوجی انیسویں کے نام۔

اتہا بکول ادھید احمد خان شہر ایسوں  
ہوانو جو جان طالع مظفر خان تو ہی جب تہی  
اتھا سید محمد مور علی جس تانوں میں یکھے  
لکھنؤم اصل دانائی زمانہ مولوی احمد  
مشجاعت کیش ہی خان اوغوانی تہی وزیران

صوبہ کی داغ دہتر ہے صبا جس تیغ کی چل کا  
اٹل صف لے قوی بار و اتھا اس فتح منزل کا  
دیری جکے گہر کی کو قرار اس مرد عقل کا  
اسیکی فوج کی نامی دہتر اس کک پہل کا  
ہوا کی رنگ دھالان سون گکستان مہن ہندل کا

حکمہ کا ذکر لڑائی کی حالت ہے۔

کئے اوجا پر کہ اسی بلند یک کوہ پر حملہ  
لگائے وار لک ڈہریہ ہو سی اوسن کی ٹکری  
دایان کی کر جٹے نے زمین کا دل ہدرتا تھا  
سل پوستان میں دودہر کی لکی دہسکایا ایسے

گنگن پر پانچ بن لڑیا کلچا ڈرسون شکل کا  
پریا جا عکس تن پرنگی ٹاٹان کی جہل جہل کا  
پھٹیا کرنے کی غنی سون دروناکوہ مورتل کا  
فلک کی پیٹ کی طالع نیہالی سپیل تکل پہل کا

دیمان کون داغ جا دایہ سب جان پاسے نکل کا  
دیکھت ضرب فرنگ کردہ کتی عسور سیف نرل کا

جوتھی سنک مسو انکون تو کندہ تی لی چلے سیدی  
بیلے ترو کمان اینی کناری ہو رہم کھپو سی

چریان سی کی پیادی پاڑا چاکلکان کل کل کا

سواران ہو کچے کچو اپہرادی ہو ریان منی

دسی رنگیں کھلا لی جیب زمیں کون شکل منہل کا  
تہران کار جوں کسل شمس کفنا کسل کا

دیاگر دین مشفق کی لب پیاس کس کفران کا ہو  
اہل ہر تیغ کی جل میں کئی بار تک دہو دہو کھی

آخر پر بادشاہ کی مدح شروع کر دی گئی ہے اور فتح کی مبارک باد دی گئی ہے۔

کیا منج نصر قی لکھنے ثنا ہر فتح اکمل کا  
سوچ کی بہار انیر چ میں کریں سیکل پس کل کا

تجھے تحقیق توفیق ایسی حق دے تو پلین تے  
لکھوں جے فتح عالم میں فلک طور مار کون تے

دسی دمی آج کچ کا نہ تما کچ مل جسی کل کا  
نظر تری و طالع منج غرض کیا خرض اطول کا  
تو میری طبع پر دھو کی سہادی نت بنجیل کا  
ملک صاحب تران ہو کر اچو شہ سیر سدل کا

تیری حالی نظر سے ہوئی تریاتی اسکے طالع کی  
میری بخت آدمائی شہ یو شراب کہا ہوں میں  
دعا تیج تانوں لے سنگتا صفائی بخش ہزل کون  
جاک ہے سورت یارب پوہفت اقلیم گرد و کی

کلام پر دیو | نصر قی کی ثنویاں اور تصائد دیکھنے کے بعد اس کی قادر الکلامی کا ثبوت ملتا ہے۔

اور اس کے زبردست شاعر ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔

گلشن عشق میں انسانی جذبات اور خیالات کی جس عمدگی سے ترجمانی کی گئی ہے اس کی  
نظیر نہیں ملتی۔ علی نامہ ایک رزمیہ ثنوی ہے۔ اگرچہ رزمیہ حالات کے لحاظ سے یہ غادرانہ کو نہیں  
پہنچتی مگر اسلوب بیان کی (صلیت) (اچھی) کے لحاظ سے اس کو ضرور توقیت دی جا سکتی ہے۔



تاریخی حالات کے لحاظ سے یہ نہایت مستند ہے اور ادب میں سب سے پہلی موانع عمری ہے۔ شہر سجا پور کے حالات اہل شہر کی طرز معاشرت پر نصرتی نے نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

زمانہ ابعد میں قصائد میں عموماً جو امور بیان کئے گئے ہیں وہ اکثر و بیشتر حسبِ قیل مہتے ہیں۔ تمہیدِ راس میں یا تو موسم بہار کی تعریف۔ صبح کی تعریف۔ یارات کی حالت بیان کی جاتی ہے اس کے بعد گریہ کر کے مدوح کی تعریف اس کے گہڑے کی تعریف اور تلمار کی تعریف۔ خاتمہ میں مدوح کے لئے دعا ہوتی ہے۔

ان قصائد میں خیالات کی مینہ پر وازہ سی تخیلی کی جدت تشبیہ اور ہتھوڑہ کی نزاکتیں قابلِ داد ہوتی ہیں مگر ان میں سے اکثر امور مبالغہ اور غلات واقعہ ہونے کے باعث قابلِ تعریف نہیں قرار دیئے جاسکتے اور اس قصیدہ کی وقعت اس دروغ گوئی کے باعث ایک حد تک گھٹ جاتی ہے۔

ادھر ان قصیدہ میں مثنوی کی طرح تسلسل بیان نہیں ہوتا اور واقعہ نگاری کی جہر ظاہر نہیں ہوتے۔

مگر نصرتی کے قصائد کی خوبی اور عمدگی ان ہی امور پر وابستہ ہے اس کے قصائد میں پورا تسلسل ہوتا ہے کسی واقعہ کو شروع کرنے کے بعد اس کا پورا حال بیان کرتا ہے اور پھر شروع سے آخر تک سلسلہ مربوط ہوتا ہے۔

اسی طرح اس کی واقعہ نگاری ہے اس کے قصائد میں نہایت تفصیل کے ساتھ حالات بیان کئے گئے ہیں۔ جنگ کے حالات۔ مقابلہ کی کیفیت۔ بہادرانِ فوج کا ذکر۔ قلعہ کے حالات۔ فوج کی مدد انگی۔ محاصرہ کی کیفیت۔ غرض کہ واقعہ نگاری کا بہتر سے بہتر نمونہ نصرتی کے قصائد میں ملتا ہے اور اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا بہرہ مست واقعہ نگار تھا۔

ان کے سوا اس کے قصائد میں خیالات کی جدت اور تشبیہیں اور اشعارات کی ندرت

یہی موجود ہے۔

قصائد کے لحاظ سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے بریں محم بطور مثال چند نمونے پیش  
کئے جاتے ہیں۔

پھر فوج اس طوفان میں جڑتا تو کشتی موج او | ہر دم تنگ پر غوی پر کرنا پنکھا اوزار کا

ویدی بکھرے جا بکھل تہری سیلانی دھریا | سنگ بودی ہودلان دہن پیرا کہار کا

ابوین رنگی جاسب کنکر مافوت ریزے ہوئے | جون اکیان دستی لگے نگیں ہو چورا گار کا

کنول پہول آسمان تہا سو ہوا چو لگی کل صیا | دیکھائی ملا زار آخر اونس گزار اختر کون

دریا اوسون چوش کہا نکا کون کیتا غرق جب | موجان تی پانی سیٹ کا وصل جاؤ لی راہی سری

سویج کی چشمی کا روان آب تشیں یوحیم صیا | کیون سینکے بس اکیگا انیان کون کیا نگا آج

سویج جولعت باز سب پتلے ستارین کے نچا | بہار گودی بیچ تی تشویف پایا نذر زری

خوشبو عطرب کی یون سب جہان میں بھر ہے | جو صبح کی صمت تی فلک طہد ہوا عطار کا

جہاب کی جیب تاب اکین ہوا غصہ چند کل کیا | یوسن سویج ہون زردو بہا تا دیا بیار کا

سویچ اندر منہ دیکھتا کہ کت کیا ہیئت سون ہون پلا | فلک کے سہ لگی بھیری کت سودیکہ قتل کا

دیگر دن شفق کی لب پیا اس کا فران کا ہو | دی ٹمیں کہلائی جب زین کوں شکل نہل کا

صبح یون خمیر انکی جہر یا شمع کا جون کل | تون بک گنار سے ہوا وچا پھول بادل کا

یوے رگس کی دیپی کون نظر تیرچ بنائی | سکی سون کی جیبان میں سکت ہر تزل کا

اس طرح جو امور زمانہ مابعد میں قصائد کی جان تصور کئے گئے ہیں ان سے ہی نصرتی کا کلام  
غالی نہیں ہے۔ اور ان کے ساتھ دیگر امور کی آئینہ نشیون کا اظہار قبل ازیں کیا گیا ہے (کے باعث اس  
کے قصائد خاص وقعت کے قابل ہو جاتے ہیں۔

اگرچہ نصرتی کے قصائد کو زبان کی صفائی کے لحاظ سے زمانہ مابعد کے قصائد سے مقابلہ  
نہیں کیا جاسکتا مگر اس زمانہ کے نظر کرتے ان کو صاف اور سلیس کہا جاسکتا ہے اور ہر نصف  
زنج زبان کی صفائی کے لحاظ سے ان کی وقعت کو کم نہیں کر سکتا۔

میں نام کے نسخے کیا ب ہیں انجن ترقی اردو اور آقا حیدر جن صاحب کے پاس اس کے نسخے  
ہو رہے ہیں اور دفتر دیوانی و مال میں ایک ناقص لکھا نسخہ موجود ہے۔

## تشریعت نامہ

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔  
 بلوم ہارٹ ۵۲ ورق (۴۸) مسازہ ۸ ۱/۲ x ۵ ۱/۲ سطر ۲۶ خط نسخ  
 مصنف کیڈاگ کی صراحت کا خلاصہ۔

”دکنی اشعار میں اسلامی شریعت کے احکام بیان کئے گئے ہیں مصنف  
 شاہ ملک، اشعار کے در بیان مرغی سے تشریح کی گئی ہے، آخر پر سنہ  
 تصنیف سنہ ۱۰۰۰ ہجری قمریٰ ہے“

اپنے بزرگ اسٹوارٹ کی کیڈاگ میں یہ شریک نہیں ہے۔ سنہ تصنیف ذیل کے اشعار  
 سے واضح ہوتا ہے۔

سیدوشین الفی ہے و میم لام کاف	فرض کون سود کھتی میں بویا جو صاف
سن یک ہزار ہور ستر پوسات	کیا صون اسی سال میں یو حکات

شاہ ملک کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے۔ دکنی شعراء کے حالات کا بڑا حصہ خود ان کی  
 تصانیف سے معلوم ہوتا ہے مگر شریعت نامہ سے مصنف کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں  
 ہوئے۔

مولف اردو سے قدیم نے شاہ ملک کا ذکر کیا ہے اور ثمنوی کا نام احکام الصلوٰۃ لکھا ہے۔  
 اس کے آخری اشعار اور شریعت نامہ کے آخری اشعار دو ذوالکلی ایک ہی ہیں۔ اس سے  
 واضح ہو کہ دو نو نام ایک ہی ثمنوی کے ہیں۔

بقول مولف موصوف شاہ ملک علی عادل مشاہد ثانی کے عہد کا شاعر ہے۔

شاہ ملک نے یہی شخص پابندی شریعت۔ حنفی مذہب کا پیرو تھا دربار شاہی سے اس کو غالباً تقرب نہیں تھا۔ ورنہ اس کی صراحت کچھ نہ کچھ ہوتی۔

اس مخطوطے کے سرورق پر درج ہے: ”رسالہ در فقہ در زبان ہندی دکن تصنیف شاہ ملک“  
مضمون کے لحاظ سے یہ حنفی فقہ ہے۔ اول سب قاعدہ حمد ہے پھر بیان شریعت کا عنوان قائم کیا گیا ہے اس کے بعد نعت کا عنوان سے اسی میں منقبت معجزہ ہی آگئی ہے کسی بادشاہ کی مع نہیں ہے۔ اس کے بعد سب تالیف کتاب کا عنوان آتا ہے اور پھر اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس کے تیس (۳۲) عنوان ہیں۔ بعض عنوانات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔  
(۱) ایمان کے احکام (۲) ایمان کے شرط (۳) ایمان کے واجبات (۴) شریعت کے فرض (۵) شریعت کے واجبات (۶) شریعت کے سنت (۷) شریعت کے احکام (۸) دھوکے فرض (۹) دھوکے سنت۔ اس کے بعد غسل۔ مسح۔ حیض۔ نماز۔ قیام۔ ذکر۔ سجود کا ذکر ہے آخری عنوان سجدہ مسہو کا ہے اسی پر کتاب ختم ہوئی ہے۔  
کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد :-

الہی دے توفیق انسان کو	جو بندگی کرین تیری دل جان سون
توں پیدا کیا محض بندگی کے تیں	مسوا و چوڑ کپڑے ہیں گند کی کین

بیان شریعت :-

شریعت تی طاسج جو اسمان پر	اُپر کیا تو تون جان مشیطان کر
شریعت سپر غیر ان کا ہے کام	شریعت پو بھے مرسل چلی ہیں تمام
نعت :-	
محمد کی صدق سون اسی کردگار	توں جستی کیا دو جہان برقرار

چٹنگ ہوئی مسلمانوں کو دفع سے

نہم کو دلیں کریم یا دسب

مسلمان شریعت پر قائم اچھی

.....

کیا ہوں یوسلیا کون دکھنی سے

پہی سے حکم جو کچ سہ ایمان پر

خدا نچ رکھی دو جہان میان مشاد

ولی عین ایمان سو یوا عین

بھی تصدیق دلیں سو یو مگر دھری

مھی ہمیش اس کے صفت نے کے

مسدا حکام و ارکان کی میں فرض

جنب مہور حد شہر سے دیا احلام

جو پنی تو تکر اچھی یا

کتا ہوں مصلے کون یوسب عرص

غیر ظہر مہور عصر و مغرب و شب

بھی آخر کون جس کی شفاعت سنی

سبب تالیف :-

یوسلیا کون دکھنی کیا اس سبب

فرض ہے نازی فی پرنا اسے

.....

سکت تی کندی تو اتنا تے

ضرورت مھی مازم مسلمان پر

مسدا پختہ دہنی کر توں یوا

نمود :-

یو ارکان ایمان گلی دھریں

جو اقرار اول زبان سون کری

خدا ایک دوجا شہر بیٹے اسے

فرض احکام :-

اگر یو یوا ہوں چو دا فرض

اول آپ کون پاک رکھنا مدام

مھی مسدا فرض پاک کپری مسدا

اچھی پاک جا کا مسدا فرض

بھی چ تھا فرض و قتل کون بوج سب

جو ہوتیاں ہیں ثابت مسلمان پر

و یا دین کیا ہے مسدا اسلام کیا

بھی سب طاعتان میں سو ایمان پر

حقیقت یو ایمان کا ہے سو کیا

وایک مسلمان ہے سو توں بول	اسی جواب دی یون کتاھون سو کہوں
خدا کی سو فرمان کوں کر قبول	بہی کرتا ہے بولی خدا کی رسول
منفصل ہے ایمان اکون توں سیک	بہی بھل ہے ایمان توں دلیس لیک

خاتمہ۔

سو یوشین الف ویم لام کاف	فرض کون سو کہنی میں بولیا ہر صاف
اپری سو پو بیتان زیادہ ہیں چار	توں کو شش تیل بہا کو کر یاد کار
سن یکہزاد ہور ستر پوستات	کہا ہوں اسی سال میں پو حکات

اڈیا آنس کے اس نسخہ میں ہر شعر کے نیچے اس کا دہنی نشیں ترجمہ بھی موجود ہے اور یہ اصل شمنوی کے ستر سال بعد لکھا گیا ہے (۱۰۷۷ء = ۱۱۴۷ھ) انوس ہے اس کے مترجم کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ اس کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ایمان واجب ہونے کی دو شرط ہیں۔ اول عاقل ہونا دیوانی پر نہیں ہے۔ دوسرا بالغ ہونا بالغ پر واجب ہے تمام عبادت جیسا نماز ہور روزہ وغیرہ واجب ہونے کا شرط سو ایمان ہے۔ اگر مسلمان فی ہوا تو کچ عبادت اسپر واجب نئے ہے اگر کوئی پوچی کا کہ ایمان کیا ہے۔ ہور اسلام ہے ہور مسلمان کے کہتے ہیں اسی یون جواب دی کہ خدا کی حکم کون قبول کرنی بولتی ہیں ہور ایمان ہور اسلام لفظ کی اعتبار فرق ہی ہور معنی میں یکساں ہیں۔

اس شمنوی کا ایک نسخہ جامع عثمانیہ کے تہ خانہ میں ہے۔ نمبر ستہ وری

## مرثیہ بجا پور

### مرثیہ مرزا

دیگر دہشتی مرثیوں کی طرح اس کے مرثیے بھی علیحدہ نہیں ہیں بلکہ انہر کی بیاض میں شامل ہیں۔ یہ علی عادل شاہ ثانی کے عہد کا نامور مرثیہ گو تھا جس نے سوائے مرثیے کے کسی اور صفت میں طبع آزمائی نہیں کی مرثیہ نویسی کا ایسا شوق تھا کہ انتقال کے وقت ہی ایک مرثیہ کا عنوان لکھ رہا تھا۔ بادشاہ کا تقرب حاصل تھا مگر کبھی کوئی قصیدہ لکھا اور نہ مدح گوئی کی بادشاہ نے خود اس سے خواہش کی مگر اس نے مدح کے بجائے ایک مرثیہ میں بجائے اپنے تخلص کے بادشاہ کا نام لکھ دیا۔

مرزا اپنی مرثیہ گوئی کو ایک مذہبی فرض تصور کرتا تھا اسی انہاک کا نتیجہ تھا کہ اس کو خواب میں بھی اس کی تائید ہوتی تھی چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا اپنا مرثیہ سنار ہاتھ میں لے کر شہر کے

دخان پاکستان انار ان کر کہو سیبہ طبع حیا نے

مصرع ثانی کے لئے مضمون نازل رہا تھا اس پر دہوشی طاری ہوئی دیکھا کہ آنحضرت صلعم تشریف فرما ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ

نبی رو بنے محشر کون یوں تحفہ کر لے جا رہے

مرزا نے اس کو کہہ کر مرثیہ پورا کیا۔

(۹۲) (باعتین السلاطین طرش میوزیم)

مرزا کی شہادت یوم عاشورہ ہوئی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرثیہ لکھ رہا تھا کسی ظالم نے خنجر سے ہلاک کر دیا۔ شاہ مرتضیٰ قادری کی درگاہ میں دفن کیا گیا۔ افسوس سندھ و نوات معلوم نہیں ہو سکتا۔ مگر یقین کیا جاسکتا ہے کہ شہادت کے قبل اس نے شہادت پائی۔



مولف با تین اسلاطین نے مرزا کی بڑی تعریف کی ہے وہ لکھتا ہے۔  
 ”یکے از شعراے مقبولین آں زماں مرزا مرثیہ خوانست کہ زبان خود وقت  
 حمد و نعت سید المرسلین و نقبت آئید طاہرین نمود ہرگز برائے احد سے از  
 شاہ و گدا شعر نگفت مرثیہ لم بے شمار کہ در اتم مشہدا کر بلا گفت نہاں زد  
 خاص مردم و کن و دیگر مبادگر دیدیم (ص ۹۷)

یہ سب کچھ ہے گرافسوس تنقید کے ساتھ اس کے مرثیے پیش نہیں کئے جاسکتے مرزا  
 شخص کے سولہ مرثیے اڈنبرا میں ہیں۔ ان میں سے نہیں معلوم گو کتنے کے مرزا کے کتنے مرثیے  
 ہیں اور بیجا پوری کے کتنے چونکہ دونوں کا زمانہ قریب قریب ایک ہے اس لئے ان کے تمیز  
 کرنے میں بڑی دشواری ہے۔ بریں ہم ایک مرثیے کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔ جو بعض  
 اندرونی شہادتوں کے لحاظ سے بیجا پور کے مرزا کا مرثیہ کہا جاسکتا ہے۔

شہریت اساسی پہ ایتا ستم	حقیقت شناسی پہ ایتا ستم
نبی کے نواسے پہ ایتا ستم	سبابت کے آسے پہ ایتا ستم
دیازہر پانی میں با ظالمان	سوداگا کیجیے کون جا کر تمدان
جگر گوئے حسن کا پڑا بے گمان	مدینہ کے باسی پہ ایتا ستم
حسین ابن حیدر خدا کا ولی	جگر گوشہ فاطمہ اور علی
بروج وہ دود کا بد جلی	شہ کہ گہرا سی پہ ایتا ستم
مبارک بدن سون ہوا سر جدا	اسی غم سون کہتا ہے مرزا سدا
کیا کیا وہ بد بخت نے اے خدا	مشہد ہستہ پاسے پہ ایتا ستم

## مرثیہ ہاشمی

ہاشمی کا ایک مرثیہ ڈیڑھ سو سہاسی کی میاض میں ہے۔  
 ہاشمی ہی علی عادل شہانہ ثانی کا ہمعصر ہے یہ میراں نام اور ہاشمی تخلص تھا جس کو اپنے  
 مرثیہ سید شاہ ہاشم کی مناسبت سے دکھاتا تھا، کہا جاتا ہے کہ یہ مادر زاد اندہ تھا، شہسوی، دیوان  
 اور مرثیہ اپنے یادگار چھوڑے ہیں شہسوی جو یوسف زلیخا سے موسوم ہے سلسلہ میں مرتب ہوئی  
 جس کا نمونہ ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں دیا ہے۔ یہ نئی نظم کا ہی یہی موجود ہے، کیونکہ  
 اس کے پہلے کسی نے اس قسم کی نظم نہیں کہی ہے۔ مگر یہ امر مزید تحقیق طلب ہے کہ اس قسم  
 کی نظم کا کوئی خاص نام اس وقت تھا یا نہیں جو میرا خیال ہے چونکہ اس قسم کی یہ ابتدائی  
 کوشش تھی اس لئے اس کا کوئی خاص نام نہیں تھا ورنہ بعد میں اس کو نیکیتی سے موسوم  
 کیا گیا ہے۔

مصنف بائین السلاطین نے تعریف کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

”دیز از جملہ ہند می گوین ان زمانہ میاں ہاشمی است کہ بفیض لعاب دہن

مبارک حضرت پیر دستگیر شاہ ہاشم قدس سرہ زبان شیریں بیان کشادہ

در میان سخنوران گوی سبقت بودہ۔ ترجمہ یوسف زلیخا را بجا درہ آن وقت

نظم آرد وہودیوان غزل شتمل برضامین بنجیدہ و ملازمت شعر یہ ہم داد کہ

مقبول طباع افتادہ در اشعار طرازی تا در روش عریب در زیدہ است

کہ ہر کس برآوردان سیافت زرادہ۔ باوجود سے کہ بصیر مادر زاد بود

(مصلوب انڈیا آفس)

غرض کہ ہاشمی کی قابلیت مسلمہ تھی سلسلہ میں اس نے انتقال کیا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا اس کا ایک مرثیہ ادبِ رامیں ہے مگر انوس ہم نے اس کو مکمل نوٹ  
نہیں کیا چند اشعار جو نوٹ کئے گئے پیش کئے جاتے ہیں:-

الہند مصطفیٰ کا تابوت لے چلے ہیں	فرزندِ مرثیٰ کا تابوت لے چلے ہیں
سلطانِ دو جہاں سمد ارادیا کا	مظلومِ کربلا کا تابوت لے چلے ہیں
حضرتِ حسینؑ کا شافینِ مین کا	حضرتِ نبیؐ کا تابوت لے چلے ہیں
حضرت کے تھے نواسے حید کے تھے خلا	ہوئے شہدِ پیا سے تابوت لے چلے ہیں

اے عاشقِ شہان کا سلطانِ دو جہاں کا

مقبول اس جو ان کا تابوت لے چلے ہیں

یہ مرثیہ زبان کی صفائی کے لحاظ سے ممکن ہے مثنوی بیجا پوری کا شمار کیا جائے مگر ہاشمی کے  
دوسرے کلام کی صفائی کو دیکھا جائے تو پھر اس مرثیہ کو ہاشمی کا تصور کرنے سے کوئی امر مانع  
نہیں ہو سکتا۔

## دور مغلیہ کے مخطوطات

دکن کی پہلی سلطنت محمد تغلق (۱۴۹۲ء تا ۱۵۱۸ء) کے عہد میں قائم ہوئی اس کے بعد دہلی کے تخت پر متعدد دھاندان حکمران ہوئے مگر کسی نے ہی دکن کی جانب توجہ نہیں کی شہنشاہ اکبر (۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء) پہلا شخص ہے جس نے ۱۵۹۹ء میں دکن پر حملہ کیا۔ اس کے بعد شاہجہاں نے پے درپے یوشیں کیں اور آخر ۱۶۵۸ء میں احمد نگر پر قبضہ کر لیا اس طرح اب مستقل طور پر سلاطین مغلیہ کا تعلق دکن سے ہو گیا۔ اورنگ زیب کی شہزادگی کا زمانہ بڑھی مدت تک دکن میں بسر ہوا اور تخت دہلی پر قدم رکھنے کے بعد تو دکن کی فتح کا ارادہ مستحکم ہو گیا ۱۶۵۹ء میں بیجاپور اور اس کے ایک سال بعد ۱۶۵۹ء میں گولکنڈہ منہج ہو گیا اس طرح تقریباً پانچ سو سال کے بعد پھر دکن شمالی ہند کی اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا۔

گولکنڈہ اور بیجاپور کے درباروں سے شعراء اردو کے ساتھ ہی مراعات کئے جاتے تھے انہیں ان کی تعینفات کا معقول صلہ دیا جاتا تھا نہ صرف سلاطین بلکہ امراء دکن بھی اردو کی سرپرستی کرتے تھے۔ ان قدر دانشوں کے باعث عام طور سے شعرو شاعری کا رواج ہو چلا تھا قابل افراد بلا کسی امید صلہ یا قدر دانی کے اب ادو میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ اس لئے اب ان سلطنتوں کی شکست سے اردو کی ترقی پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ ۱۶۵۹ء میں پورا دکن سلطنت مغلیہ میں شامل ہوا تھا اور ۱۷۰۵ء میں آصف جاہ اول نے اپنی حکومت قائم کی اس ۷۳ سال مدت میں ہی اردو کو خاصی ترقی ہوئی۔ شعراء نے مثنویاں اور دیوان لکھے۔ مرثیہ نویسوں نے مرثیے لکھے جو آج تک یادگار ہیں۔

قطب شاہی و عادل شاہی زمانہ میں گولکنڈہ اور بیجاپور علم و فن کے خرم و شاعرانہ

کے منبع اور شعر کے مرکز تھے۔ مگر مغلیہ دور میں اورنگ آباد نے اس کی جگہ لے لی تھی۔ اورنگ آباد کا نام ابتدا میں کھڑکی تھا جس کو ملک عنبر (نظام شاہی سپہ سالار) نے اپنا صدر مقام بنایا تھا اسی وقت (سلسلہ) سے اس کی رونق اور چل چل پڑ رہی گئی۔ اگرچہ ملک عنبر کے بعد اس کی طرف کم توجہ ہوئی مگر مغلیہ تسلط سلسلہ کے بعد سے اس کی قسمت بہتر ہو گئی۔ شاہجہاں کے صوبہ دار اورنگ زیب نے سلسلہ میں اس کو اورنگ آباد عجمہ بنیادے موسوم کر کے اپنا صدر مقام اور مستقر بنایا۔

اورنگ زیب نے (سلسلہ تاسع) تخت دہلی پر جلوہ گرہن سنے کے بعد ہی گوکنڈہ اور بیجاپور کے فتح کے خیال سے زیادہ حصہ اورنگ آباد ہی میں بسر کیا اور پھر ان کی فتح کے بعد ہی اس کی عمر یہاں ہی گزری اور پھر مرنے کے بعد ہی اورنگ آباد کے جواریں سپر و خاک ہو گئیں اورنگ آباد شہنشاہ ہند کا مستقر ہو چکا تھا۔ تو ظاہر ہے اس کی ترقی اور رونق کا کیا حال ہو گا۔

یہاں گہر گہر مشیریں پانی کی نہریں جاری تھیں۔ گلاب، انگور، ستروہ کے باغ تروتازہ تھے۔ صنعت و حرفت کے سہ ماہ سے ہی ترقی ہو رہی تھی۔ آج تک اس کے باقیات کا پتہ چلتا ہے۔ دولت آباد کا غذاسازی کا مرکز تھا۔ کاغذ بنانے والوں کے میوں خاندان یہاں آباد تھے۔ سرکاری جانب سے ان کو مراعاتیں حاصل تھیں۔ انعام اور پوریہ مقرر تھے۔

سلطنت ہند کے مستقر کے باعث شمالی ہند علیٰ انخصوص دہلی کے امراء، روساء، علماء و شعراء کثرت سے اورنگ آباد میں آباد ہو گئے اور پھر گوکنڈہ اور بیجاپور کے باشندے بھی جو قیامت اگر یہاں منعم ہو گئے۔ اس طرح اورنگ آباد نہ صرف سلطنت مغلیہ کے حکومت و سیاست کا مرکز بنا بلکہ نظام شاہی، حوال شاہی اور قطب شاہی تہذیب و تمدن کا سنگم بن گیا۔ اورنگ آباد کے دار الحکومت، تمدن و تہذیب کا گہوارہ، علم و فن کا مرکز، علماء و فضلا کا مسکن بن جانے کے باعث اردو شاعری کو جو گوکنڈہ اور بیجاپور کی تباہی کے بعد یتیم و سیر کی

سی کی حالت ہو گئی تھی) یہاں قدم جم گئے۔ اور بہترین تصانیف ہونے لگے۔  
اس زمانہ کے اردو شعراء کی طویل فہرست ہے۔ جنہوں نے ملک سخن سے دادلی اور  
اپنے کارنامے یادگار چھوڑ گئے۔

دلی اورنگ آبادی بھی اسی عہد کے یادگار ہیں اگرچہ ان کا انتقال ایسے زمانہ میں ہوا جبکہ  
آصفیاء نے سلطنت آصفیہ کی بنیاد ڈالی تھی۔

اب ہم تفصیل کے ساتھ اس زمانہ کے مخطوطات کا حال درج کرتے ہیں جنہیں یورپ  
کے علمی گمشدوں میں محفوظ ہیں۔ بعضی نسخے یکل مخطوطات صرف اورنگ آباد کے نہیں ہیں۔  
بلکہ یورپ کے دکن سے تعلق ہیں۔

نشان سلسلہ	نام مخطوط	نام مصنف	سنہ
(۱)	قصہ ملکہ مصر	سید محمد عاجز	۱۱۰۰ھ
(۲)	قصہ بیوساس	؟	۱۱۰۰ھ
(۳)	عشق صادق ؟	ضعیفی	۱۱۰۰ھ
(۴)	یوسف زلیخا	امین	۱۱۰۹ھ
(۵)	جنگ نامہ حمید	اشرف	۱۱۲۵ھ
(۶)	روضہ الشہداء	ولی دیپوری	۱۱۳۰ھ
(۷)	منطق الطیر	وجدی	۱۱۳۱ھ
(۸)	غزل ہائے شرقی	عشرتی	۱۱۳۱ھ
(۹)	غوث نامہ	ذوقی	۱۱۳۱ھ
(۱۰)	دعائے قاطعہ	ولی دیپوری	؟
(۱۱)	ثریہ	اشرف	؟
(۱۲)	مرثیہ	ذوقی	؟
(۱۳)	مرثیہ	یتیم احمد	؟

## قصہ ملکہ مصر

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر ۳۲۴ ورق (۱۲) سطر (۱۴) سائز ۸ x ۵ ۱/۲ خط تعلیق مصنف کیٹلاگ  
کراخت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”ملکہ مصر کی کہانی مصنف عاجز تاریخ تصنیف پختہ ۱۱ صفر سنہ ۱۰۰۰  
ہے۔ گامیسی ڈی ماسی نے اپنے نوٹ میں اس کو قصہ فیروز شاہ  
سے موسوم کیا ہے مگر یہ نام نہ تو کتاب سے واضح ہوتا ہے اور نہ  
اس کو اس نام سے موسوم کرنے کی کوئی وجہ ہے یہ فارسی کے اس  
قصہ سے بالکل جدا گانہ ہے جس کا ذکر دکن نے اپنے کیٹلاگ کے  
صفحہ (۳۳۶) پر کیا ہے جو قصہ فیروز شاہ سے موسوم ہے“

اسپیزگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے ڈی ماسی نے مصنف  
کے متعلق کوئی تفصیلی صراحت نہیں کی ہے۔ بوم ہارٹ نے ایک دوسری جگہ (جس کا ذکر  
لعل گوہر میں آئیگا) اس مثنوی کے مصنف کو ایک دوسرے عاجز سے ملا دیا ہے مگر یہ  
صحیح نہیں ہے۔

دکن میں عاجز تخلص کے دو شاعر ہوئے ہیں۔ ایک مغلیہ عہد میں جن کا نام سید محمد تھا  
دوسرے عارف الدین خاں عاجز جن کے باپ عالمگیر کے عہد میں ایران سے دکن آئے  
تھے۔ عارف الدین عاجز عہد آصفیہ کے شاعر ہیں جنہوں نے مثنوی لال گوہر لکھی ہے۔  
عارف الدین کے معصرت ذکرہ نویس شفیق نے ان کا حال درج کرتے ہوئے لال گوہر کو  
ان کی تصنیف ظاہر کیا ہے ملکہ مصر کی وضاحت نہیں کی ایک ہمعصر ذکرہ نویس سے ایسی

غلطی نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ ”ملکہ مصر“ کی شہنشاہی میں خود تاریخ تصنیف موجود ہے جس سے سنہ ۱۱۰۰ میں مرتب ہونے کی خوبی تصدیق ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں عارف الدین کا وجود بھی نہیں تھا۔ اس کے بعد پہر کسی مزید تحقیقات کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

جن اشعار سے تاریخ تصنیف واضح ہوتی ہے وہ حسبِ ذیل ہیں۔

مرتب ہوا یا ان تھے قصہ تمام	کہوں اب سون کس سون پانچواں
ایکرا تھے تاریخ ماہی صفر	سپہنشینہ کا روزہ خوب تر
نبی کی جو ہجرت برس ایک ہزار	ہو ریک سو پلو پلو یا ہون یو یا دگوار
لے محمد داب پیر کا ناوں لے	ختم کردناری سو پلو پلو رے

آخری شعر سے شاعر کا نام بھی ظاہر ہوتا ہے اگرچہ مولف اردو سے قدیم نے اس کا نام محمد علی لکھا ہے۔ نہیں معلوم ان کا یہ خیال کس بنا پر ہے کیونکہ مولف صاحب نے اپنے مآخذ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

افسوس ہے کہ مصنف کے حالات پر کوئی روشنی اس کی شہنشاہی سے نہیں پڑتی مگر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا۔ سید اخوند میر شاہ سے بیعت تھی غالباً ان سے خلافت بھی حاصل تھی۔ بیان کرتا ہے جب اس نے فارسی قصہ پڑا تو اپنے مرشد سے اجازت چاہی کہ اس کا ترجمہ کرے ان کا اعتقاد تھا کہ سوائے ان کی روحانی امداد کے یہ کام ان سے ختم ہو گا۔ شہنشاہی میں حسبِ قاعدہ پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر اپنے پیرو مرشد میاں سید اخوند میر شاہ کی مدح کی گئی ہے۔

اس کے بعد قصہ کا آغاز ہے اس کی مختصر صراحت منو:-

بادشاہ ملک مصر کا انتقال ہوا اس کی جانشین اس کی ملکہ قرار دی گئی ملکہ نے گیارہ سال کے حکومت کے بعد وزیر اعظم کو طلب کر کے حکم دیا جو شخص اس کے سہو الووں کا جواب



جواب دے گا تو اس سے شادی کروں گی اور بادشاہت سوئپ دوں گی۔ عد اکرمی آئے  
مگر کوئی کامیاب نہ ہو کسی نے ہی سوالات کے جواب نہیں دئے۔ آخر کار ایک عقلمند شخص  
عبدالعلیم نام ہندوستان سے مصر آیا۔ ملکہ کے سوالات کے جوابات دیتے یہ سوالات عقائد  
اسلام تصوف وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد ملکہ مسلمان ہوئی اور اس سے شادی ہوئی۔  
کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:-

حمد میں کہتا ہے:-

کہوں میں شاہ صفت اس کا اول	بتایا ہے جن یو جگت بے بدل
رکھیا جن معلق یو سناؤ ہر سامان	چھانا ہے جو نیت زمین و زمان

نعت :-

دو جانعت حضرت نبی مصطفیٰ	انل تا ابد اسکوں ہو بادشاہ
نبی سے جو یک لاک چوبیس ہزار	اونٹوں اسے شاہ کا ہو ادھار
اپنے پیر کی طرح کہتا ہے:-	
کہوں اب میرے پیر کا نام تین	دنیاں دین میں جس جی بس پاد نہیں
حضرت میان سید خوند میر شاہ	کہ جس فیض ہی خلق نت پاسے شاہ
ناؤس سارا کوئی حکمت میں دسی	اگر دور اچوں ہی دلیں بسی

ابستہ قصہ :-

مسئلہ عزیزان کتابوں سہ بات	بسیج کے بعض حکایت کی دات
کہوں اب قصہ سب کون اظہار کر	کیتی ہیں کہ تھا شاہ یک بخت در
دہرے نام سلطان فیروز شاہ	اتھا مصر کا شہر سہ تخت گاہ

تہی چہی تہا اسکوں فرزند سو | ایچہ شاہ ایسے سادہ دل بند ہو  
لیکا اچھو ناؤں اس نار کا | اتہا جکین مشہور اس اوار کا

اس کے بعد میں شعر میں بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہ مصر کا انتقال ہوا اور ملکہ اس کی جانشین ہوئی اور اس نے وزیر کو بلا کر کہا جو شخص میرے سو سوالوں کا جواب دے میں اس سے شادی کروں گی اور بادشاہ مصر بتاؤں گی وزیر نے اس تدبیر کو بہت پسند کر کے منادی کی کرا دی بہت لوگ آئے مگر سوالوں کا جواب نہ دے سکے۔

اس کے بعد بیان کرتا ہے۔

کتو تھا ایک عالم ہندوستان میں | کتیک دن پچیس یو خبر سن ادنی  
ادک اسکوں اس بات میں فام تھا | سو عبد العظیم اس کی نام تھا  
بچا ریا ادول پچ جاؤ وہاں | کروں شاہ زاد کی خاطر نشان  
کی یون ولین اس بات کا غم ہر | جو پسند اس وقت پکریا سفر  
نہ کم یک کھری کیں ادک اداس | چل دیوں پونچ جو اس شہر پاس

اس کے بعد ملکہ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور اس کو طلب کر کے سوالات دریافت کرنے لگتی ہے ان سوالات میں عقائد تصوف وغیرہ سب ہی داخل ہیں ان سوالات کی ابتداء اس طرح ہے۔

کہو سب تہو اول یو رب الرحیم | جو پید کیا کیا سو کہ اے عظیم  
کہیا کاف ہو رتوں سب سے اول | پنایا جو امی پروری پے بدل  
کہی تب کے اس کاف ہو رتوں سون | ہوئی کیا او حاصل سو مجر بول تون  
کہیا کاف تون سون یو میدان سب | ہوا ہونہارا جو تھا یو سبب

کچھ کون آیت قرآن میں اول	ہو نطفہ نازل سو کہ بول عاق بول
کہا تب او عالم سن او سندھ	سینا نازل اول سو اقرار گھر
کہ حضرت نبی جو عمر میں تمام	کہتی میں علوقہ جو کہائے طعام
کہا سب عمر میں او صاحب میرا	جو کھائے اتنی طعام دو من کیرا

یو سب بات مستکر او ناری نہیں	کہو کون جنت میں جا دین اکل
ٹایک بوہن مرد یا عورتان	کہو مجھ سون دو حرف کیرا بیان
کہا جانیکی سو اول ہشت میں	کردہ ایک محمد کر۔ مست میں
فرشتی نہیں مرد عورت کے ساء	دیکھن نہیں او جو قدرت مسون بہار

اس سو سوالوں کے بعد شادی ہو جاتی ہے۔ کہتا ہے۔

رضالی کیا میزبانی برے | بند کے عقد ایک سدا مرت گہری

ثمنی کے آغاز میں بیان کیا گیا کہ اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے چنانچہ کہتا ہے۔

بزن ایک دن دو تھکے جال میں	دیکھا اس قصہ کون سو خوش حال میں
اتھا یو قصہ فارسی نظم سب	کہنا ترجمہ کردہ ہر یا دل میں تب
بچیں مانگ توفین اپن پیر پاس	کیا فارسی کون دکھن لکھن اس
دل ایک عرض سے مستو ہی میرا	جو کوئی درس دیکھے یو قصہ کیرا
تو کچھ تا کہو او سکی خامی پوجا	بہر حال عاجز کون دیو سے دعا

فارسی کے اصل قصہ کی تلاش کی گئی مگر انفسوس یورپ میں کوئی قصہ دستیاب نہیں

اسی طرح اس ثنوی کا کوئی اور نسخہ بھی دستیاب نہیں ہوا اس لئے اختلاف ظاہر کرنے کا بھی موقع نہیں ہے۔  
اس ثنوی کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں موجود ہے ۵۷۷۔ سروری۔

۵۔ یہ قصہ ملک مصر سے بالکل نہیں ملتا۔ چنانچہ ابتدا اور آخر کی عبارت نقل کی جااتی ہے۔

”در شہر پشیمان بادشاہ بود نخستہ الطوار و سیاک کردار کہ در عصر تہائی خود نہادت و بغیر از دل  
انظام امورات پادشاهی میدارد و آخر نوجاہش تمام عوسان اہل جمال را در عقد خود آورده روزگار  
را بخوشی و خرمی میکند تا زمانہ تقار از سن پسر زندی تولد شد تا مس فیروز شاہ نہاد چو فیروز شاہ بعمر  
دو سال رسید از سن دیگر سپران متواتر پیدا کردیدند یکی را نام نوروز کرد و دیگرے را نام بہروز شاہ  
گفتند چون برسید بحد بلوغت رسیدند روزی از روزگار با شاد و بہادر فیروز شاہ بغضب شد  
شرع سے آخر تک اس میں تصدیق فرما دے کہ اس کا ہیرو ہے مگر مصراں کتاب کے اس کو کچھ  
بہی تعلق نہیں ہے۔

خاتمه ملا حظہ ہو۔

تمام اختیار کار، باو شاهی برست فیروز شاه گذارند و ملک مملکت کردانیده خود عبادت حق  
سمیحه که تعالی در گوشه نصرت - فیروز شاه و چو تخت باو شاه بنیشت، و دست عبادت بجهر را نام کشاد  
و در اختیار اوست چاو . . . . . تمامی ضامن بحسن و خلق او شاه شدند .

## قصہ ہوساس (۹)

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر بوم ہارٹ (۳۳) ورق ۹) سائز ۸ ۱/۲ x ۵ ۱/۲ سطر ۱۱ خط تعلق۔

مصنف کشیدگ کی وضاحت: "میاں بی بی اور ساس کے سولہ لاکھ بیچ ہیں۔

گیا دھویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے"

کشیدگ سے جس طرح مثنوی کا نام اور مصنف کا نام ظاہر نہیں ہوتا اسی طرح اصل مثنوی سے بھی کوئی مدد نہیں ملتی مضمون کے لحاظ سے اس مثنوی کا نام حسب مندرجہ مذکور کہا جاسکتا ہے۔ افسوس ہے کہ باوجود تلاش اس کے مصنف کے تعلق کوئی معلومات فراہم نہیں ہو سکے۔

نسخہ میں مثنوی کے مرتب ہونے کی وضاحت حسب ذیل شعر سے ہوتی ہے۔

زمانہ اسے یو اگیارا صدی

گئی نیک نیکی رہی ہے بدی

مثنوی میں حمد و نعت کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔ اول ساس جھگڑا پیش کرتی ہے۔ بہو اس کا جواب دیتی ہے مرد دریاں میں آتا اور ماں کی جانب داری کرتا ہے بی بی لڑ کر اپنے نیکے چلی جاتی شوہر سے قطع تعلق ہو جاتا اور وہ آوارہ ہو جاتی ہے۔

ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے۔

کہوں میں اول صفت سبحان کا	و یا دنت دے دان ایمان کا
نہیں بسمن ایمان سے بے حیا	نجانو دنیا بیچ اوس کا حیا
کھوں میں یو قصہ ہوساس کا	کلیا دو میں جھگڑا سوس کا
کراتا جو ساس حکمیں کو سی	سدا ہوا اپنی سوچرتے بھری

اتھا کہ میں ایک منجہ سو بیٹا برا	مسا اس آج خاطر میں چوندا چرا
حلائی چلائی ملائی سو میں	بلا میں اپنی مستم ملائی میں
کھی دیکھ دلیں کہ کرتی می یو	درا آج منجکون ندرتے می یو

سکھ بات سن بھوکھری اوٹکھ	سینا سیر اپنا لیتی کوت کر
بور اکھول اپلی شان تور کر	کنکن باہ جگر یان ستم پھور کر
مستم سداقی اپس کھال لی	لکی تور فی صت شان بال لی

کھانا کون چادر پکڑاؤں یون	نکون تھی یو تیں ناؤ یون
ھوی میں تیں ہی ہوی ھور ہی	سبب کیا جو چھوری کی خیالوں پر ہی

### آخری شعر۔

میری باہ ہرگز تون آج تھی سجا	نیری پو تون توں اپس کھر سجا
------------------------------	-----------------------------

سینا کار کھری رہ کہ تینو کھو لا	کنکر مار کیتا نکون فینی بولا
نکوئی اس رنگون تو کھنا سکی	اک اپلی اوسکون کوئی کیا رکھی
جتنی قیہ کرتی اوٹکھوں تنھکی	سورنک بھید کر آج اسکون تنھکی
دانا اھی یو ایکارا ضد می	کنٹی نیک نیچے رہی مھے ہی

## مثنوی عشق صادق (۹)

اس مثنوی کا ہی ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

جوم ہارٹ (۳۱) ورق (۲۹) سائز ۸ x ۵ ۱/۲ سطر (۲) خط نستعلیق۔  
جوم ہارٹ کی وضاحت :-

ایک عورت کا قصہ ہے جس نے اپنے آپ کو پیغمبر اسلام کے  
عشق میں جلا کر خاک کر دیا۔ فارسی سے ترجمہ ہوا ہے۔ مصنف  
ضعیفی ہے۔

اسپینگر اور اسٹوارٹ کسی کی نمرت میں یہ کتاب شامل نہیں جس کے باعث ان لوگوں  
نے کوئی صراحت اس کے متعلق نہیں کی ہے۔

مثنوی میں تاریخ کی کوئی صراحت نہیں ہے مگر دیگر مشہادوں سے پایا جاتا ہے  
اس کی تصنیف سنہ ۱۰۰۰ یا اس کے قریب ہوئی ہے۔

ضعیفی کا نام شیخ داؤد تھا قطب شاہی دور کے آخر عہد میں ان کی پرورش ہوئی ان  
کے دوال کے بعد ہی ان کی مثنویاں لکھی گئیں۔

ضعیفی عالم اور صوفی شخص تھا اس کی تصنیف ہدایت نامہ سے اس کے بہت بڑے عالم  
ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ ان کے ہندی سے بھی واقف ہونے کی  
تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ زیر بحث مثنوی میں ہندی الفاظ کا استعمال بکثرت ہوا ہے۔

اب تک ان کی دو تصانیف کا پتہ چلتا ہے (۱) مثنوی عشق صادق (۹) اور (۲)  
ہدایت نامہ۔

ہدایت نامہ میری نظر سے نہیں گذری اس لئے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کیا جاسکتی

دوسری مثنوی میں رواج مروجہ کے خلاف حمد و نعت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے بلکہ اسم اللہ کے ساتھ ہی اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ نسخہ ناقص ہو۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔ ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ یہ بی بی سچے دل سے رسول خدا پر فدا اور فریفتہ تھیں۔ اور ہر روز آپ کے دیکھنے کے لئے جایا کرتی رہتھیں ہر صبح سویرے جانے کی وجہ دریافت کی جب بی بی نے واقعہ بیان کیا تو شوہر نے اجازت دی کہ صرف رسول اللہ کو دیکھا کر اگر کسی اور کو چہرہ بتائے تو اس کو طلاق ہو جائے گی۔ ایک دن راستہ میں ایک یہودی نے راستہ روک کر دریافت کیا کہاں جا رہی ہے اس نے بیان کیا رسول اللہ کے پاس۔ یہودی نے کہا اگر تجھ کو رسول اللہ کا سچا عشق ہے تو اپنا چہرہ بتا اور رسول اللہ کی قسم دی۔ اب اس بی بی کے لئے نہایت سخت آزمائش کا وقت تھا تفکر ہوئی اس کے بعد اس نے خیال کیا کہ جب رسول اللہ کا واسطہ دیا جا رہا ہے اور آپ کی قسم دی گئی ہے اب اگر میں اس کو قبول نہ کروں تو میرا عشق جھوٹا ہو گا۔ گو چہرہ بتانے سے اس کو طلاق ہو جائے گی مگر طلاق منظور کیا مگر اپنے عشق کا جھوٹا ہونا پسند نہ کیا یہودی کو چہرہ بتا دیا وہ اس کو دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔ اب وہ عورت آنحضرت کے پاس آئی اور بعد زیارت واپس ہوئی اور کھل حالات اپنے شوہر سے بیان کئے۔ شوہر نے اس کو کسی اور بات پر مچھول کیا، درکھا۔ تیرے عشق کا امتحان لیتا ہوں اس کے بعد اس نے لکڑیاں جمع کیں تین دن تک تنور کو آگ سے روشن کیا۔ تنور آتش کے شعلوں سے سرخ ہو گیا اب اس نے عورت سے کہا اگر تو رسول اللہ سے عشق رکھتی ہے تو اس تنور میں چلی جا۔ اس نے نماز پڑھنے کی اجازت چاہی اور بعد ادا کے نماز تنور میں چسلی گئی اور وہ وہیں کے باعث نظر سے پوشیدہ ہو گئی اب شوہر کو اس کی صداقت کا یقین ہو گیا اور اپنے امتحان لینے پر افسوس کرتے لگا۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا حالات بیان کئے۔ آنحضرت خود تشریف فرما ہوئے۔ تنور میں دیکھا تو نظر آدہ عورت نماز میں مشغول ہے اور اس کے اطراف باغ لگا ہے۔ اس



عرصہ میں جبریلؑ آئے اور خبر دی جو مرد اور عورت آپ سے سچی محبت رکھے اس کو بہشت دی جائے گی اور اس عورت کو اس صلہ میں بہشت عطا کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس عورت کو باز نکالا گیا وہ جان بچت ہو چکی تھی آنحضرتؐ نے خود اس کو دفن کیا۔

یہ ہے ثنوی کے قصہ کا خلاصہ اگرچہ یہ قصہ صرف قصہ ہی ہے صداقت سے اس کو کوئی سروکار نہیں۔ مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا مقصد اپنے ہم نہ ہوں کے دل میں آنحضرتؐ کی محبت پیدا کرنا تھا۔ کلام کا نمونہ

اتنا سن کہوں نقل اس نار کا	جو ثابت قوم نار اوتار کا
منیا ہوں بنی زمانے میں ایک	اتھا جو مسلمان کوئی مرد بیک
نوا انبی کی سو اسلام میں	اتھانیک نیکی گیری کام میں
بوجہاں سوں صوی دیک یاری اسی	فی ایک عجب نیک ناری اسی
نچل پاک سیکر پی سار کی	پری بلکہ اچھی نہ اسار کی

بنی کی محبت کا سو کند تجھی	دیکھا کار بقی متی مون منجی
تجھی سوں نبی کی سو دیدار کا	دیکھا دیدیرا منج یگبار کا
اکر توں بنی کا جو دھرتی مہی چار	تو دکھلا تیری مونکوں بقی تی کار
دکھائی تو سبجو نکاتج کون تھری	محبت سچا توں بنی پر دھری

مسوولی کہ اسی خاص خیر البشر	مسلم حق تی بویا تھری اوپر
بھی یوں بول بکھا بھی تمنگوں آج	کہ اسی مشاہد نیل اسی امت کی حاج
تھری جوامت متی کوئی اکر	کہ جس میں محبت کا ہودی اثر
مردھور یا کوئی عورت اچھی	کہ جس میں تابا محبت اچھی

تمن مسوں محبت جکوی لایکا | انی پی ہی مرتیہ پای کا

جوین لعل مشعلہ هو او تنور	زبان تار کوں دین بلا یا حضور
بولا او تنور دیکھلا کہ اس	کھیا جا بھتر اس تنور کی تون کھوس
تجی سون بنی کی سوھی پیار کا	تجی سون بنی کی سو دیا ر کا
.. ..	.. ..
تو کوئی تیرا محبت مسچا	وکر نہیں تو تیرا عقیدہ کچا

دم اس نار کا جب کیا پھر تن	سو دیتی غسل کر اسکی تن کوں کفن
سو کر دین ناز اس جنازی اپر	بھا کر اتاری قبر کی بھتر
بری مرتبہ ساء اس نار کون	دفن کو بنی اپنی پیار سون

مثنوی کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف نے بڑی محنت سے اس کا کہنی ترجمہ کیا ہے۔ مگر افسوس اصل قصہ جو غالباً فارسی میں ہو گا دستیاب نہیں ہوا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اسی طرح اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ بھی یورپ میں نہیں ہے لہذا اختلاف ظاہر کرنے کا بھی موقع نہیں ہے۔

مثنوی اگرچہ مذہبی موضوع پر لکھی گئی ہے مگر ادبی خوبیوں سے خالی نہیں ہے قصہ کی کوئی اصلیت نہیں مگر مصنف نے چوٹی چوٹی باتوں کا اس طرح ذکر کیا ہے اس سے اصلیت پر شبہ ہوتا اور آنحضرت کا حقیقی واقعہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ ہیرین کی زبان سے ہندی الفاظ اور محاورات کہلواے گئے ہیں۔ اس سے نہ صرف مصنف کے ہندی دانی کا پتہ چلتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے اس زمانہ میں عورتوں

کی زبان مردوں سے جدا تھی۔ بہر حال اس شنوی سے ضیعفی کے بلند پایہ شاعر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ یہ شنوی کیا ہے۔

ضیعفی کی دوسری شنوی ہدایت نامہ ہے جو حسب بیان مولف اردو مشہور ہے  
ایک ضخیم کتاب ہے اس کی تصنیف ۱۰۹۹ء میں ہوئی ہے اس میں فرقہ خفیہ کے  
مذہبی عقائد اور قوانین درج ہیں۔ خاتمہ پر اپن حال بیان کیا ہے اور عالمگیر کی دل کھول کر  
تعریف کی ہے۔

## یوسف زلیخا

اس مثنوی کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر (۸۵۶) ورق (۱۴۹) سائز ۸ لم ۵ x ۵ ۱/۲ سطر (۱۴) خط نستعلیق  
 تاریخ کتابت جمادی الاول ۱۲۴۲ھ کاتب احمد علی گویا بومی۔  
 مصنف کٹلاگ (A. CARDATA M.) نے صرف مثنوی کے نام اور مصنف کے تخلص اتیز  
 کی صراحت پر اکتفا کیا ہے۔  
 اسٹوارٹ کی کٹلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے اس پر نگر کی صراحت حسبِ ل ہے۔  
 ”یوسف اور زلیخا کے عشق کی کہانی۔ کہنی نظم میں مصنف شیخ محمد امین  
 اورنگ زیب کے عہد ۱۱۹۹ھ میں لکھی گئی ہے۔“  
 اس کی تصنیف جیسا کہ ذکر ہوا ہے ۱۱۹۹ھ میں ہوئی ہو اس کے تعلق مصنف نے خود  
 صراحت کر دی ہے کہتا ہے۔

اگیا رہ سو اوپر جب نو گزرے	برس ہجرت محمد مصطفیٰ کے
بنان چالیس سو پھر چوہ اور سو	میں لکھا گو دہری کے بیچ سن یو
جمادی الاول میں اتوار کے روز	اتہی تاریخ دوجی دے دل افزو
مجھے کے وقت لکھ رہیا امین ہے	الہی توں محبت سب کے تیں دے

اس سے ظاہر ہے کہ دوسری جمادی الاول ۱۱۹۹ھ یوم یکشنبہ کو اس کی تصنیف ہوئی  
 ہے اور اس کے اشعار کی تعداد (۴۱۴) ہے۔ اور یہ گو دہری (گجراتی) زبان میں لکھی  
 گئی ہے۔ مگر چونکہ امین کو دکن سے ہی تعلق رہا ہے اس لئے اس مخطوطے کی صراحت  
 نامناسب نہیں ہو سکتی۔

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے آئین تخلص کے متعدد شعراء دکن میں ہوئے ہیں جن میں سے بعض کا تعلق بیجا پور سے رہا ہے، بعض کا گوگڑہ سے، ان کے سوا عالمگیری عہد کے یہ دوسرے امین ہیں جن کا نام شیخ محمد امین تھا۔

جہاں تک میری تحقیقات ہے ان کا تعلق گجرات سے تھا عالمگیری کے عہد میں دکن کا راج کیا۔ صوفی شریک تھے۔ قادر یہ طریقہ میں بیعت کی تھی۔ شعر و شاعری ان کو پیشہ نہیں تھا۔ بلکہ وہ مذہبی آدمی پابند شریعت تھے۔ شتوی کے مطالعہ سے اس کی بخوبی تائید ہوتی ہے۔ شتوی میں حسب رواج، دل حمد ہے جس کے (۱۳۶) شعر ہیں اس کے بعد نعت میں (۱۶۹) اسی میں معراج کے تعلق ہی صراحت ہے۔ پھر خلفائے راشدین کی نقبت کا عنوان قائم کرتے ہیں اسی سلسلہ میں امام حسین فاطمہ زہرا، امام ابوحنیفہ و اکبر و امام شافعی شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح کی ہے اس کے بعد عشق کی توصیف کرتے ہوئے قصہ کی ابتدا کی ہے قصہ کو بھی عنوانات کے تحت لکھا ہے۔ آخر چاند سے پہلے عالمگیری کی مدح کی ہے اس کی عدالت کا ذکر کرتے ہوئے دعا غیر کی ہے۔ چونکہ پوسٹ دینچا کا قصہ مشہور ہے اس لئے اس کی صراحت موجب طوالت ہے کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

ابتداء ۱۱۔

اول تعریف سن خالق کی لے یار	کہ وہ دلاؤ جگ کا ہر کرن دلاؤ
وہی نابود سون سب کو کرے بود	کہے سب کوں عیا تین دی کے خوشنود

محمد کی سنو معراج کی بات	امین بخشے نبی کون رب نے درجاست
نبی کی سچے صفات خوش کردل	مشغاعت و ذکر نیلے روز شکل

داستان کی ابتدا:۔

ارے ساتی پیالا بھر ستابی	امین کے ہاتھ دے رزاشتربی
بلورین جام کی بہتر سے نعل	تون پر کر کر امیں کو بخش در حال
مستو مطلب رمی اب یون امین کا	لکھے کو جرے میں یوسف زلیخا
ہر یک جاکھ قصا ہوندر سی میں	امین اسکون آمارے گوجری میں

اول آدم جگت میں سب دن ایسے	عبادت میں انوں سب دن گوائے
ہوے جب خیش خروندان مسون پیدا	چلے آدم سوتب دنیاں مسون عقیا

چکھون تمبوس نے کیتی فکر یون	مصر کے بیچ ایک قاعد کو بھچوں
لکھی تمبوس نے تب یک کتابت	عزیز مصر کو با کس نذاکت
لکھایون کر کہ یک بڑی مے میری	اسے آتی اہیں انگے گھتری
نزد دم دشام اور دوہے ملک سون	ولے آتا ہین کوئی میرے من ہون
میرادل یونکہ ہیو بیا ہون مصر میں	تو کچھ ہوئے ٹھنڈک میری جگر میں

دیکھی صورت عزیز مصر کی جب	پڑی دھرتی اور پچھڑاے کرتب
کہ داویلا کہ داویلا کہ دانی	بخت رب نے میرے اونڈھے لکھائی
دیتو کچھ اور تھا اتو ہی کچھ اور	ایتو دشمن ہی اس دوست کے ٹہرے
ہمیں دے کہ ملیگا عجیب درس	ارے ہیات اور فسوس فسوس
ہمیں کیونکر ملیگا عجیب شہ	نہرا فسوس اور صداہ صداہ

گیا وہ گنج اور یہ رہ گیا سانپ  
صورت دیکھ کر مٹی مجھ دھو ج اور گناہ  
اس کے بعد خواب میں بشارت ہوتی ہے۔

زلیخا کی حقیقت اب سنائے	زلیخا پھر رتی رتی تھی
زلیخا پھر کے یوسف کون پائے	کدھوں گھر میں کدھوں گل میں جاتی
عشق کا گھاؤں اور پرستی تھی	گئی تھی ایک دن جنگل کے بہتر
بے رحمت کے دنوں کو یوں گناتی	آیا جب راہ میں یوسف کا بازار
چلی تھی اس جگہ سون اپنے گھر	لگی پوچھیں کہ اسے کیا مشور ہوئے
زلیخا نے سنا تب مشور بسیار	
کہو منجھ کیا اسے دور اور ہر سے	

لوگ داعیان کرتے ہیں کہ ایک خوبصورت غلام آیا ہے مگر اس کی قیمت نہیں ٹھیرتی  
اس پر زلیخا پردہ اٹھا کر دیکھتی ہے۔

صورت یوسف کی نظروں بیچ پیا کر	زلیخا نے سوتا پر دا اٹھا کر
کہ جس کارن ہوں پھرتی تھی دیوانی	پھچان ہو وہی دل یار جانی
پڑی ہو یہ پھر کر کے زاری	یوسف دیکھ کر رومی پکار سی
زلیخا کوں لے آئے گھر کے آگے	سہاری کون مشتابی سیکہ بھاکی
پوچھی تب دائمی سے یوں اسکو گفتار	اتارے گھر میں تب ہوئی خردار
ایسی توں بے خبر کون ہو رہی تھی	تیری پھر قتل اور سدھ کان گئی تھی

کہا تب دے غلام ہو یار میرا

اسی اوپر ہو دل کا پیار میرا

خاتمہ۔

ترانے شاہ اورنگ زیب کے میں | لکھی یوسف زلیخا کون امین

رکھیں جب تک رہی قائم ہر ماہ	الہی توں ایسا عادل شہنشاہ
کہ اپن تین رہے دنیاں کے بہتر	میں نہیں گوجری کیں سو یون کر
نہیں پاوے سودھوندا جیوں پاک	دھو دی ہو سو ہو جائیگا خاک
جو کچھ بولا امین میٹھی سخن رہے	نشانی تب رہیگی اے سخن رہے
پڑوسو فاتحہ سون نان بسا رو	امین کون ہو امید اتنی ای یارو
پچھوں لہجو قصا اپنے ہاتھ بہتر	اول فاتحہ امین اوپر ادا کر
امین کون یاد کر فاتحہ پڑو رہے	اسنے کرکے جو جب پورا کر دے
کچھ پاوے امین بیچارہ عامی	برکت تو تارسی منہ سون غلامی
برس ہجرت محمد مصطفیٰ کے	آگیا رہ سو اوپر جب تو گزرے
ہیں لکھان گودھری کیچ سس بو	بتیا چالیس سو چودہ اور سو
اتنی تاریخ دوجی دے دل افروز	جاوے الاول میں اتوار کے روز
الہی توں محبت سب کی تیں دے	صبح کے وقت لکھ رہیا امین رہے

کہ سب کو بھی کرے اسکے اوپر بیچارہ

پڑے دل جان سنیں ہو کے ہشیار

اس کے بعد گیارہ شعر میں مناجات کی گئی ہے آخری شعر میں پر کتاب فتم ہوتی ہے یہ ہیں۔

ہیں بس کہ ہیں بس کہ ہیں بس کہاں ہوئے اے پورا عشق کا برس

امین بس کہ سخن کون آس جگے بان

ہمیشہ بر محمد پڑ درود ان

چونکہ امین نے یہ صراحت نہیں کی ہے کہ کس کی فارسی یوسف زلیخا سے اس کا ترجمہ کیا گیا ہے اس لئے مقابلہ دشوار ہے۔



اس کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس لئے اختلاف ہی ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔

پیارے کا یہ نسخہ ایک انگریز کپٹن ٹراڈ (ج) کے لئے ۱۸۳۷ء میں تیار ہوا تھا۔ گارسان ڈی ٹاسی کے مرنے پر قومی کتب میں داخل ہوا ہے۔

امین کا یہ ترجمہ فارسی سے ہوا ہے مگر فارسی اثر سے بالکل آزاد ہے اس سے اصلیت (روپچی) ظاہر ہوتی ہے۔ طرز بیان بالکل صاف ہے مگر جہاں تصوف کا بیان ہوتا ہے وہاں اسلوب بیان پیچیدہ ہو جاتا ہے۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں غالباً انجمن ترقی اردو وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

## غوث نامہ

اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔  
نمبر (۶۵۰۵) ورق (۱۶) سائز ۸ ۱/۲ x ۵ ۱/۲ سطر (۱۳ تا ۱۹) خط نسخہ - پانچ کتابت  
۸ صفحہ ۱۲۷۔

یہ مخطوطہ یوم ہارٹ کی کٹیٹاگ کے مرتب ہونے کے بعد میوزیم میں داخل ہوا ہے۔  
اس لئے کوئی صراحت نہیں کی جاسکتی۔

یورپ کے کسی دوسری کٹیٹاگ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس ثنوی کا مصنف  
ذوقی ہے اور مشائخہ میں تصنیف ہوئی جس کی صراحت مصنف نے ہی کر دی ہے۔  
اتھے سو گیا راہی اسس پو نو صوا ختم یو نسخہ نغز بو (۹)

ذوقی کا نام سید شاہ حسین تھا ان کے مرشد شاہ خاں محمد نے ان کو بحر العرفان کا خطاب  
دیا تھا۔ ایک مذہبی آدمی تھے مگر شعرو سخن میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ وہ اس امر کا ذکر  
کرتے ہیں کہ اورنگ زیب جیسے ولی صفت اور مذہبی پادشاہ کے عہد سے وہ تعلق رکھتے ہیں۔  
ان کو اپنی شاعری پر دوسرے شعرا کی طرح فخر نا رہی ہے خود کو نصرتی سے بند مرتبہ  
اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے سبحان اور احسان ہند تصور کرتے ہیں۔

ان کی مختلف ثنویاں مشہور ہیں جن میں وصال لعا شقین زیادہ مشہور ہے کہتی ہے  
ذوقی کی غزلیں اور مرثیے بھی مشہور ہیں جن میں سے چند کا ذکر آگے آئے گا۔

اس ثنوی میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح کی گئی ہے۔ ثنوی میں حمد و نعت  
نہیں ہے بسم اللہ کے بعد ہی مدح شیخ سے ابتدا ہوئی ہے اس کے بعد مختلف عنوان  
اور حکایت کے تحت بیان ہوا ہے جس میں شیخ کے حالات اور کرامات بیان کئے گئے ہیں۔

<p>محی الدین کا یاد جس میں مجھے میرا پستان اوچھ می در جہان پکاروں اوسی اوس پیل پر پیر غم و غم میں مجھ کو مددگار اد نغم سون مجھ پر غم ہے ناممسون نہ غم</p>	<p>محی الدین کا نام بس میں مجھے جہان میں ہر ایک ہر ایک پستان وہی پیر امیرا وہی دستگیر میری جان و دل کا سدا یا راو میری جان و دل میں بسی اوچھ غم</p>
---	---

<p>تھی منبر لو اس سدرہ تک روز عوی اوس تجلی میں خود سون جدا لگی جہین پو کرنی نہ لاتا تب رکھی ثابت اوس وقت میں پو پوین زہی اوس شب نشہ میں ملائی بو اکہ چہ مراتب میں پاوی کمال چرکی من شاہ لاغر ہوا جال تجلی کیا بعد ازان کہ عوی حول دیکھیں سون اوسکی سدا دسیا لین مجھ کچھ تماشہ دیکر</p>	<p>بقا بن بطور کھی ایک روز تجلی کیا انکی دل پر خدا کریں اونکو بے بخود تجلی رب رسول خدا صحت پکڑان کے تین تجلی مناسب بیان کی تھی او میں نہیں کسویکون یو حال بزان حق جللی تجلی کی کھٹیا جسم شہ کا عوی ناتوان پریشہ کا جسم اوستی تینا مجی اوس کچھ نہ آیا نظر</p>
--	--

<p>دودن بیچ پایا می وصف کمال اشارات اسکی سرت نزا نکوئی اسابوینا نہ بولی کہی</p>	<p>بھلا شہ این نامہ بی مثال عبارات اسکی شکل دلکشا می مطلوب و مرغوب جائنکاسی</p>
---	---

نہ پونجی یہ دکھنی کشتین فارسی	کرمی دنگون اسکا جھلک آرسی
ہوا مٹھوی سون میری زرد	اتھا نصرتی گرچہ دکھنی میں زرد
یتی کان مٹی اس میں فصاحت بری	اگرچہ او صنعت سخن میں کرے
رہی اس سخن سامنی سلبہ	اگر نصرتی ہوئی اس وقت پر
فصاحت یافت میں آستان ہند	میں علم دہن میں ہون سب جان ہند
بیان مٹی میرا سب معانی سون دیور	نہیں شعر میرا بدایع سون دور
مشکل شاعران کا اچھی مشاہد	شہ ادب کا جو مٹی مدح گو
ہوا ختم ہو نسخہ فقر بو	اتھی سو گیارہ ہی اس پو نو
سو تائید حق تس مرتب کری	مشب جہ شعلہ کی دوسری
ہوئی چار سو آٹھ ای نیک نام	اگر اسکی بیان گئی توں نام
کیا خونت نامہ پو نامہ کا نام	یہ مٹی خوش کی فضل سون جب نام
اس کے بعد (۲۶) شعر ہیں جس میں مناجات کی گئی ہے جس میں یہ شعر بھی ہیں :-	
تصدیق سون اسکی دی اپنی امان	مجی نام کر شاہ کا حرز جان
جتنی مشکلاں اسکی آستان کر	یہ عاصی کی اوپر تو احسان کر
بھکاری مٹی دایم او مٹی شاہ کا	مٹی تو قی غلام او سکی درگاہ کا

اس مٹھوی کے کسی اور نسخہ کا مجھے پتہ نہیں چلا ممکن ہے ہندوستان میں کوئی نسخہ ہو۔ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں ایک کتاب اس نام کی موجود ہے مگر وہ دوسرے شخص کا مصنف ہے اور زمانہ ابجد کی تصنیف ہے۔

## جنگ نامہ حیدر

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

تمیز (۱۵۹۹ء) ورق (۲۶) سطر (۱۷) ساکنہ  $\frac{1}{4}$  x  $\frac{1}{4}$  خط نستعلیق  
مصنف کٹیلاگ بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ ہے۔

مہتمم آنحضرت کے داماد حضرت علی کے جنگوں کا حال و گہنی نظم میں  
مصنف سید اشرف مثنوی کے آخر مصنف نے اپنے نام تعداد

اشعار (۸۰۶) اور ستہ تصنیف ۱۲۵۵ھ کا بھی اظہار کیا ہے۔

اسٹوارٹ کی کٹیلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔ البتہ اسپرنگر نے ان کو ولی کا معاصر  
بتایا ہے۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا اس کی تصنیف ۱۲۵۵ھ میں ہوئی چنانچہ اس کے متعلق مصنف کی

صراحت بھی موجود ہے:-

کیا ہوں بڑے شرف کی بھر جان

اگھیا اس پچیس سن بھری جان

کیا جنگ یو مختصر بات میں

کیا اٹھ سو پر چہ ابیات میں

کیا جنگ یو سید اشرف تمام

بحق محمد علیہ السلام

مثنوی سے مصنف کے حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے۔ جو حالات واضح ہوتے ہیں

اس سے معلوم ہوتا ہے ان کا نام یہ اشرف تھا نہ مہب کے لحاظ سے شعبہ تھے۔ عالمگیر کا زمانہ دیکھا تھا۔ غربت میں بسر ہوتی تھی دہلی بھی گئے تھے۔ شتوی غزل کے ساتھ مرثیہ بھی کہا کرتے تھے خوش قسمتی سے اڈنبرا کے مجروح میں ان کے مرثیے موجود ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔ شفیق حمید۔ میر حسن اور میر نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر کیا ہے۔ مگر کسی نے بھی کچھ حال نہیں لکھا اس لیے بعض صرف ول کے ہمعصر ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔

شتوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد حضرت علی کی منقبت پھر مناجات اس کے بعد کتاب کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔ فارسی سے ترجمہ کرنے کا بیان ہے اس کے بعد قصہ شروع کیا گیا ہے۔ بوم ارٹ کی وضاحت سے شبہ ہوتا ہے کہ اس شتوی میں حضرت علیؑ کے حالات ہوں گے مگر ایسا نہیں ہے بلکہ ایک فرضی قصہ لکھا گیا ہے جس کی مختصر صراحت حسب ذیل ہے۔

ملک روم کا ایک بادشاہ فضل نام تھا اس کی دختر سعل نہایت حسین  
جمیل تھی سانسہ ہی شجاعت و مردانگی میں شہرہ آفاق۔ حضرت علی  
آنحضرت کے حکم سے اس ملک کو فتح کرتے اور تبلیغ اسلام کے لئے  
روانہ ہوئے۔ بڑی جنگ ہوئی حضرت علیؑ نے فتح پائی فضل اسلام  
سے مشرف ہوا اپنی دختر آپ کی کنیزگی میں دینے پر آمادہ ہوا آپ  
نے قبول کیا۔ اس تقریب میں فضل نے بڑی ضیافت دی۔ اس  
کے بعد لشکر اسلام کامیابی کے ساتھ واپس ہوا مدینہ کے گھر گھر  
میں اس کی خوشی ہوئی۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

خداوند اکبر ہے صاحب کریم	کہ جس کا محمد ہے نائب مقیم
نہاں پر اس کوں ناناں ہے	وہ جکا او پیدا کر بخار ہے

عجب کھیل ادب کا محی قدرت اول | کرمی بوند بانیسوں صورت شکل

بزان احد سون ایک احمد کیا | محمد ازل تا ابد کر دیا  
عجب نام حیدر علی مرتضیٰ | کہ جس سردی تہی نبی مصطفیٰ

توں اشرف انما جز می بانکر | لکر پیت حکم مناجات کر

بہت جنگ حیدر کہنے میں حرب | ولی یک شہر کا سنیا جنگ عجب  
ہوں دلمین اپا کروں ترجمان | کروں فارسی کا پو دکہنی بیان  
بزان چاکو دیکھا ادھی یون پھیل | بہت جنگ میں آتہا بو اول  
بزان فارسی کون دکہن سالمین | بہر ایاہوں اسکو ہر یک حل میں

ایتا چل توں اشرف تجی کام ہے | انکی جنگ سحر کا سب انجام ہے

ایتا جنگ سحر کا قتابے کہوں | علی شیر کے فتح یا بی کلہوں

دینے تے مغرب طرف یک شہر | کہتے دورھی بہت اسکا سفر  
برس ایک پرچہ ہنسی کی راہ | اتہا روم کی ملک میں بادشاہ  
پڑا شہر کہتے کہستان میں | نایا کہیں ملک آسمان میں  
عجب نام اسکا حصار اسپکتے | اوکا فر ملک مہر نگار اسپکتے  
کہی نام اس بادشاہ کا فضل | اتہی ایک دختر سے خوش شکل

اتہا نام اوسکا سحل دختر می	اوسیری خدا کی اتہی استری
عجب خوب صورت اتہی رو خوش نگار	جو قربان اتہی اسپو پریاں ہزار

کھاتم کند ہیں چالیس ہزار	کرو ہر طرف سوار دس دس ہزار
کندان سدا سپو چالیس ہزار	کچر لاو منج پاس چلتا سوار
کندی چلی فوج پر فوج آر	جوں سداور کی موج پر موج آر
فی ہر طرف اکو دس دس ہزار	اتہی تنھا اپی شاہ حیدر کرار
۔۔۔۔۔	۔۔۔۔۔
رہے دیکھتے ہیں کند انیس پر	کلی کھچنی کافران زور کر
کتک زور کرنی لگی شاہ ادھر	سو کرنی لگی کافران زور ادھر
۔۔۔۔۔	۔۔۔۔۔
موی کافران کی ہزاران بہوت	عظیم صواشا و شادان بہوت
کندان کیا تو ت سب ایک بار	لکت پھر کندان ستی دسری بار

دیکھی شاہ نے پوچی تیر کیا ہی نام	فضل نے کہا میں ہوں کافر غلام
سنیا ہوں تمہارا جو آکر خدا	برائے خدا بخش میرا خطا
غلام میں عاجز کو ثابت کرو	ہزان و لکھن میری ہدایت کرو
مشرف کرو منج نبی دنیوں	ستون تور دل کفر پید نیوں

اسی بادشاہی ہی بخشی تمام	فضل نے کیا عرض مے یا امام
سحل نام مے یک مجی دختر می	عجب پاک صورت اتہی جوں شہ پری



تصدق کردن مرفعی کے اوپر	مری دلمین آیا مے یو خوبتر
سحل کون نکاح سچ مائے علی	حکم تھا خدا کا قبولے نبی
کنک دن خیانت خچ و دھوم کر	فضل سون تعظم تکریم کر
سوار سپادی جلو دار کون	تزنک ایک خلعت ہر یک سوار کون
سرخانوں جنت فی تعظیم کر	جود اعلیٰ صوی شاہ او شیراز
بہوت خوش ہوئی شاہ حیدر گوار	اچھر کر ہی مھانسون ذوا سفار
مدینی میں گھر گھر ذکر خاص عام	بدولت حرم میں ہو شادی تمام

## خاتمہ:-

سواں حکیم اشرفی عاقر غریب	سواں قدم ہے سب حکمت کا طیب
ولیکن ہے امید علیکی صفات	ابھی کیا ہوں میں یو مہلات
یقین جان اشرفی ہے سکا غلام	جو کوئی صفت انکی سبکی تمام
سورخ سیر کی کیا دور میں	کیا شعر غریب کری طور میں
اکھاں اسپچیس بن بھری جان	کیا ہوں بری شرف کی بھر جان
کیا ات سپر چہر بیات میں	کیا جنک بو مختصر بات میں
بخت محمد علیہ السلام	کیا جنک یوسید اشرف تمام

اگرچہ شہنوی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے مگر چونکہ اصل فارسی کا کوئی نسخہ نہیں ملا اس لئے  
مقابلہ کا موقع نہیں ہے اور اس کا اور کوئی نسخہ بھی نہیں ملا اس لئے اختلافات بھی ظاہر نہیں کئے جاسکتے۔

## روضۃ الشہداء

اس کے تین نسخے یورپ میں ہیں دو انڈیا آفس میں اور ایک رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں ہے۔

یوم ہارٹ نمبر ۱۱۲ ورق (۱۸۶) سائز ۸ ۱/۲ x ۵ ۱/۲ سطر ۱۵ خط تعلق تاریخ کتابت ۲۵ شعبان ۱۲۱۱ کاتب سید جعفر عرف میاں صاحب درپال گھاٹ۔

یوم ہارٹ نمبر ۱۱۲ ورق (۱۸۶) سائز ۸ ۱/۲ x ۵ ۱/۲ سطر ۱۵ خط تعلق تاریخ کتابت ۱۱۵۸

رائل ایشیاٹک سوسائٹی نمبر ۱۱۲ ورق (۱۹۲) سطر ۱۵ سائز ۸ ۱/۲ x ۵ ۱/۲ خط تعلق کتابت ۱۲ جمادی الاول ۱۲۸۸

یوم ہارٹ نے ولی اورنگ آبادی اور ولی دیوری میں کوئی تفریق نہیں کی ہے وہ دونوں کو ایک ہی تصور کر کے ملا دیا ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

نفس مخطوطے کے متعلق جو وضاحت اس نے کی ہے اس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ ولی کے حالات کے متعلق جو نوٹ لکھا گیا ہے اس کو دیوان ولی کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ روضۃ الشہداء سے بالکل غیر متعلق ہے۔

”حضرت علی اور ان کے خاندان کے حالات خصوصاً حسن اور حسین کے واقعات و کہنئی نظم میں بیان کئے گئے ہیں۔ جو حسن بن علی کاشفی کی تصنیف کا ترجمہ ہے۔ ایچہ اور ریو کی کٹیلاگ میں یہ کتاب شریک ہے اس کا مصنف ولی ہے اس نے اپنے آپ کو ولی شاہ سے ہی موسوم کیا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں یہ کہن کے مشہور شاعر ولی اللہ ہیں۔“

روضۃ الشہداء اس مجلس میں منقسم ہے مجلس اول میں آنحضرت کی وفات کا بیان ہے۔ دوسری میں فاطمہ زہرا کی وفات تیسری میں شہادت حضرت علی چوتھی مجلس میں شہادت امام حسنؑ پانچویں میں ذکر امام حسینؑ و شہادت مسلم بن عقیل وغیرہ چھٹی مجلس میں فرزند ان مسلم کی شہادت ساتویں مجلس میں حضرت حسینؑ کی روانگی مکہ سے کربلا کو اور شہادت حرؑ آٹھویں مجلس میں شہادت احباب اور اقربا حسین علیہ السلام۔ نویں مجلس میں شہادت امام حسینؑ و صاحب زادگان امام کا ذکر ہے دسویں مجلس میں شہادت کے بعد واقعات کا بیان ہوا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۸۷۹ء میں ہوئی ہے۔ یہ بیسیں میں دو مرتبہ ۱۸۷۹ء و ۱۸۸۰ء میں طبع ہو چکی ہے۔

اسٹوارٹ کی کٹیڈاگ میں بھی یہ کتاب شریک ہے اس نے مصنف کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے بلکہ کربلا کے حالات اور امام حسینؑ کی شہادت وغیرہ کے متعلق صراحت کی ہے نفس کتاب کے متعلق جو نوٹ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”روضۃ الشہداء یعنی شہیدوں کا باغ ایک دکھنی نظم ہے جو امام حسینؑ کی شہادت کے مہینوں اور کربلا کے حالات پر لکھی گئی ہے ایک اور مصنف ”سیوا“ نے بھی ان کو لکھا ہے یہ عشرہ محرم میں امام باپ میں پڑھے جاتے ہیں۔“

اسپرنگر کی کٹیڈاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔

مولف اردو سے قدیم سے تاریخ تصنیف کا شعر حسب ذیل درج کیا ہے جو مطبوعہ نسخہ سے ماخوذ ہے۔

کیا ہوں جب ختم یو درد کا حال      اگیارہ سو پو تھا انیسواں سال  
مگر یورپ کے تینوں نسخوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ وہاں کے نسخوں سے  
مسئلہ کا ظاہر ہوتا ہے۔

کیا ہوں ختم جب یو درد کا حال  
اگیارہ سو پو تھا انیسواں سال

میرے پاس جو نسخہ ہے اس سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے اگرچہ وزن کے لحاظ  
سے یہ شعر موزوں نہیں ہوتا مگر ایک سے زیادہ نسخوں میں اسی سہ کا کہا جانا خالی از  
تعب نہیں۔ مولفہ اردو مشہرہ پائر نے سہ تصنیف کے متعلق کوئی قطعی رائے نہیں  
دی ہے۔

دلی شخص کے دکن میں ایک ہی زمانہ میں دو شخص گزرے ہیں۔ ایک اورنگ آباد کا باشندہ  
تھا جو بقول آزاد اردو شاعری کے بار آ آدم سے لقب کیا گیا ہے۔ دوسرے دلی دیواری  
(علاقہ مدراس) جو اس وقت ہمارے زیر بحث ہے۔

دلی دیواری کو مولفہ اردو نے قدیم سید محمد فیاض کے نام سے لقب کیا ہے۔ مگر  
میری تحقیقات کے لحاظ سے ان کا نام میر دلی فیاض تھا۔ اس کی تائید صرف رائے  
ایشیا نامک سوسائٹی کے خطوط سے ہوتی ہے بلکہ اس نے بھی قرین تیس ہے اکثر شعرا  
اپنا تخلص اپنے نام کے جز ہی کو قرار دیتے تھے اس لئے بھی بجائے محمد فیاض کے دلی فیاض  
صحیح تر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے ان کے ایک رشتہ دار کا نسب نامہ دیکھا ہے  
جس سے میر دلی فیاض ہی کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ شیعہ مذہب کا پیرو تھا۔

شاعری ان کا پیشہ نہیں تھا۔ ابتدا میں وہ فوجی ملازم تھا۔ اس کی پیدائش دیواری  
علاقہ مدراس میں ہوئی اول ملازمت خاں صوبہ دار سٹات گڑھ کی ملازمت اختیار کی اس کے

سات گڑھ ہی صوبہ دار سس میں واقع ہے۔ آج کل ایک دھک ہے۔

بعد وہ قلعہ داران سے ہوٹ کا ملازم ہو کر کڑیہ آیا جہاں اس وقت قواب عبد المجید خاص قلعہ دار تھا چیت پٹہ ان کی جاگیر تھی اور کاٹ کے محلہ اسد پور میں ان کا مزار ہے۔

ان کے مختلف تصانیف کا پتہ چلتا ہے جن میں سے دو زیادہ مشہور اور غلط فہم ہیں (الف) روضۃ الشہداء (ب) رتن ویدیم۔ اس کے علاوہ بعض اور مثنویاں بھی ان کی تصنیف خیال کی گئی ہے جن میں ایک مثنوی دعار فاطمہ (ج) قرار دی جاسکتی ہے۔

مثنوی رتن ویدیم کے چار ہزار شعر تھے جو کہ یہ ہیں تصنیف ہوئی تھی اس میں چتور کے رابع رتن حسین اور سرنیپ کی رانی پداوت کی عشقیہ داستان منظوم کی گئی تھی اس کا کوئی نسخہ یورپ میں نہیں ہے۔ اس لئے اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی جاسکتی یہ مثنوی بقول اسپرنگر شاہان اودہ کے کتب خانہ میں موجود تھی۔

روضۃ الشہداء ولی کی غائباً ہی تصنیف ہے مثنوی کے مطالعہ سے اس امر کی صراحت نہیں ہوتی کہ وہ کہاں مرتب ہوئی ہے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس کی تصنیف ان کی سد ہوٹ کی ملازمت کے پہلے ہوئی ہوگی۔ ورنہ مثنوی رتن ویدیم کی طرح اس میں بھی اپنی ملازمت کا حال ضرور نظم کرتے۔ تیسری مثنوی دعار فاطمہ کے متعلق علیحدہ صراحت کی گئی ہے جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

زیر بحث مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت اس کے بعد بطور تہنید بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن امام حسین علیہ السلام نے کپڑے پہن کر آنحضرت صلعم کے پاس تشریف لائے آپ نے ان کے شہادت کی خبر دی اس کے بعد پہلی مجلس شروع ہوتی ہے ان کے اندراج کی صراحت قبل ازیں ہو چکی ہے۔ اس لئے اب کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا

قلعہ داران سد ہوٹ نے بھی اردو کی بڑی خدمت کی ہے ان کے لکھنے کے خطوط یورپ میں موجود ہیں ان کا ذکر آگے دیج ہوگا۔

ہے۔

ایستاد۔

کرون نامیکون بسم اللہ سون آغاز  
سراون کیا دسے جن یک سخن میں  
مختلف جگہ سے نونہ کلام ملاحظہ ہو۔

مجلس دوم وفات فاطمہ :-

کر میں مجلس دوم پر ختم  
تولدہ بونا لازم اول  
خدیجہ سون جو اولاد پیمر  
نہنی تھے فاطمہ سب دشمنان میں  
مشکم میں مانگی تھی جون انکون آرام  
نبوت سون پنے کے پانچویں سال  
خدیجہ نے بشارت یون سنائے  
قیلہ تھا اونو کا سب تو شکر  
مرد کرنے کون اتنا سونہ ایائے

وفات فاطمہ کر کر مر قم  
مناقب تس دکا کرنا سلسل  
تھے سب دوسرے ہو چار د ختم  
واچنا چاندیون سب اختر انہیں  
رکھے حضرت نے انکون فاطمہ نام  
ولادت کا مھوانیز دیکھ تو حال  
قیسی کے دنا کون سب بولائے  
خدیجہ کون سمجھتے تھے عقراہ  
سعادت دین دنیا کی کنوائے

اتابیان سون کہون حر کا حکایت  
جو حرنے شاد کا احوال سب دیکھ  
سوہدی من شیا سون مھو سونراہ  
ازل پر آکیا مشہ کا دلا یاد  
تزنک کون تہل کر تو جا عمر باس

سداوس شیر بہادر کا حکایت  
کہر یا چو شاہ پر مجال سب دیکھ  
دیکھ کیون راہ عشقی کا کیا ساز  
یلا کون دیکھ کر فاقو بلا یاد  
کہا اسی لعنتی مردود خناس

کمر دنیا کا دل میں دہر کو سورات | لڑکیا توں پس این علی سات

کھڑے تھے چڑنا چہو ساری	چرندے سب جنگل کے ہووہ کھاری
کھڑے تھے سسوں کرکے لک پند	پھاڑاں مشور سون چوڑے تھے سینہ
لکے خشکے پو آ پھلیاں سپتینے	دریا میں گے گھران سب چہو اپنے
کیسے پر مشہکے تھا عرنیکا ماتم	کیسے پر شاہ کی تھا پیاس کا غم
ہوا تھا درو و غم ہر شے پونیا را	دنیا میں گھر دھیا تھا مشور سارا
بو جہانی کیوں چراغ مصطفیٰ کون	کھیا کی کیوں امام بادشاہ کون
بلک حضرت سون ل تھا جان عالم	گیا کیوں آج اوس سلطان عالم
ہوا کیوں آج عالم پر تباہی	پریا کیوں آج آوندھا تخت شاہی
لگے بوجان سون کھلیاں سون سہو	جہان میں سب تیا تھا بجا مسور
جگت پر چا گیا تھا سب اندہا را	غبار سدرخ ہو کر آتشکارا
نگلیا ہونکیوں سب قدرت پو بجال	زمین سب لال تھے ہو ہر سامان لال
کھڑے تھے ہونے نہ کون کتا کہیں	فرشتے ہاتھیں لے گزر آہن

### حالات جنگ :-

جد کیے لون میں خوسا بیخبر تھا	بزان طارق کا بیٹا ایک عمر تھا
جہنم میں پردہ کون جا میلایا	اونے اکبر کا آتین وار کھایا
اتھا ملعون حالتے ساتو مند	دو جا تھا طلحہ کر طارق کا فرزند
حزرت شہزادی پردہ دایا منم کون	جل اپنے باپ ہور بھاٹکے غم سون
منکیا تھا کھینچ کر سینے زمین پر	مسو اکبر کا کیریاں حات سون دھر

ستے طعنوں کے گردن اوپر حیات  
جو گردن کی رکاوٹ صوفیہ تھوڑی  
اوچا کر زور سون بھون پر بھانڈی  
یعینا نکے پر یا سب دلیئے مشور

تک اکبر نے ہی شمشیر جاری  
کتیا کافر کمر لکھو گیا دوق

کیئے اکبر بوجھلہ کر کے ہتھکار  
کو تیان پر جیوں کے مشیر نے حملہ

سو پھر خوشوقت ہو میدان پر دھانی  
گئی تھی علی اکبر اوپر جل  
لگی بھیلے سنان ہو کر زور شمشیر  
ہوئی شہکی نظر سون خیم اکبر

تک اکبر نے جلالی کر حضرات  
پکڑ فوت سے ایسا مروڑی  
پچھیں اون زین سون نے کھم کاڑی  
دیکھت اکبر کے مردی صوفیہ زور

تک اکبر نے تو شمشیر جاری  
کفر کاداد کے سر میں جا لکھا سو

ادب یو دو ہزار ان سار بیکار  
ایہ مہر کون بھے کئے اکبر نے حملہ

جب اکبر بشارت باپ سون پائی  
تک بی حم موزان کا سب دل  
سکان اوکس شیر کون درمیان میں  
دندہ جو دھون چپ جہان او نو پر

کھڑی شیر خدا کی شیر کون گھر  
کئی چوگر دجیون سو سون کون حلال  
جلالت سون بجاتے تب چلے سیف  
اما ابن رسول اللہ ہر بار  
کریں معلوم اپنا کورے دل

سو حلقہ کر کہ سب کفار جو پھیر  
دندہ سب جوڑ کر بجائے سون بھالا  
چھڑیا شمشیر کون خدا وصل کا کیت  
کھیں پھر پھر بجائے وقت تر وار  
کہ شاہد اس صدا سون قوم جاہل



او لعلرا کھیلدا عرشش برین کون	صلواتا تھا سب ارکان زمین کون
سودھلے کر تنگ چودھرسون کفار	گلے کرتے بدن پر شاہ کے وار
نگی تب شہ کون زخاں تن پوساری	او چنے کون گئی طہو کے فواری
دیکھی تین ہاتھس ملنے کون قوت	نکچ تیر تیر ہی چلنے کون قوت

اچھے اوبس مرد پرست رحمت اللہ  
اچھے قاتل پواد کے لعنت اللہ

یہ آخر الذکر شعر بہان اشعار کے بعد آتا گیا ہے جس میں آل حسین اور اصحاب حسین  
کی مشابہت کا حال مذکور ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے۔ روضۃ الشہد کے یورپ میں تین نسخے ہیں ان کے مقابلہ  
سے واضح ہے ان میں چنداں اختلاف نہیں۔ اشعار کی تعداد و نعت اور ہر مجلس میں  
تقریباً برابر ہے۔ البتہ بعض جزئی اختلاف ہو کتابت کے پائے گئے جن کو نظر انداز کیا  
جاتا ہے کیونکہ یہ چنداں اہم نہیں تھے۔

یہ دہنی روضۃ الشہد فارسی کے اسی نام کی کتاب کا ترجمہ ہے جو ملا حسین الکاشفی  
متوفی ۱۰۹۵ھ کی تصنیف تھی۔ ملا حسین کی تصنیف فارسی نثر میں لکھی گئی ہے ذیل میں اس  
کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ برٹش میوزیم میں اس کے متعدد نسخے ہیں مثلاً ۱۲۸۵ میں یہ کتاب لاہور میں طبع ہوئی ہے اس

کا ترجمہ ترکی زبان میں بھی ہوا ہے۔ (۷۸۵) ریویو

فارسی روضۃ الشہداء  
جنگ ہشتم بن عتبہ و قاص

کہانی روضۃ الشہداء  
ایضاً

درین محل ناگاہ از دست راست  
امام حسین بیابان سوارے بیرون  
آمد بر جنگی تازی نژاد نشسته و برستان  
با جلال ازین و سیمنی بر رو کشیده نزدیکی  
در جہادی معرکہ چون قطرات عمام فرد  
ویدی و برصاعد معرکہ چون دستان  
بانگ زبان بدامن آسمان و نظم  
برق روانکہ بر تار خوشش  
شام بود سے پیش کردی و در تن  
مژکی بدین نیابے بچلان در آورده در  
اکیش نضات بغل جان چہرہ میخ در نشان  
پوشیده د خودی عادی چوں افسر  
کیوان بر سر نہادہ نیزہ چوں مارا رتم  
در دست گرفته و کمان بلند و بانوے  
ارجمند انگندہ جعبہ پراز خنک بر میان  
بسته و شیرمانی بر ہر آب دادہ حائل  
کرده و سپر یکے و از پشت در ایقہ چون  
شیر زبان بچوشش و چوں ہر بیابان

مسلم ہشتم بن عتبہ ابن اوقاص  
کہ اپنی کوه سین تاز کیون ر قاص  
یکایک جلد ہو کہ چون کے بالا  
بیابان میں سودا یا کو پالا  
سدا پر خود عادی تن میں بکتر  
سپر جو پست پر بدر منور  
حائل کر کو شمشیر یانی  
کتف اپراں بی قوس اوکیانی  
ہر ہا تہا تیروں سون ترکش بہالی  
بھی نیزہ است میں جیوں اردو ملی  
سیدے باز و سون شد کے کو لکھا  
و ندیان کی آکو اوسے کون چکلیا  
سنی سواس کا آدازی جلاصل  
دلیران کی لرزے کون لگے دل

-----

کہا یہ ہون شہنشاہ کے طرف کر  
سلام آتا ہے چاکر کا تم ادھر  
عمر بن سعد میرا سو پسہ علم  
اگر دشمنان کا ہے مقدم  
دل میں دل سوں تیرا ہون ہوا دار  
تیرے دنیاں لرنیکوں وفادار  
۔ ۔ ۔ ۔ ۔  
جستیا یوت سمن مقابل  
ہو کہوین چاکر ہاشم سوں مقابل  
سوا سوار تہا فوج طلب کا  
اتہا مغرور دنیاں کی طلب کا  
چیا ہاشم نے نیزہ اید ہر سوں  
کھر انبرا اسل سمن او ہر سوں  
کیس پر چلائے قول نیزے  
ہوی مدو پس کولا کول نیزے  
کئی پس منالی تور دونو  
کھرے نیزے سون نیزہ جور دونو

فایسی روضۃ الشہداء  
بقرش در آمد و سرو پا سے میدان بکرو دیدہ

پس روئے بشکر امام حسین نهادہ گفت  
اسلام علیک یا ابن رسول اللہ اگر پسر  
عمر بن سعد یا دشمنان ما ست من از جان  
و دل دوستان شما اہو اوار دوستی شما  
را بغایت وفادار است.....  
..... سمعان حمله کرد و نیزہ بر نیزہ کیدگر  
انگندہ دہ آخر سمعان نیزہ راست کردہ  
بود بمشتم پشت شمشیر بر نیزہ او زد و نیزہ  
از دستش نہاد و خواست کہ شمشیر  
بر کشید بمشتم اما نش تدا و شمشیر برق آتار  
برق او زد تا تجاتہ زین بدو تیم شدہ آواز  
تکبیر از سپاہ امام حسین علیہ السلام برآمد

## فارسی روختہ الشہدا

## دکنی روختہ الشہدا

دونو تھے تیرہ بازی میں ہنرمند  
دونو ہی ہات کرتے مسوں رہی بند  
کسی پر کوئی کچھ سسر پر نہ ہوئے  
کسی کا ہات کس پر نہ ہوئے  
تک شمشیر نے علم کر  
سیا سمان کی نیزے کون قلم کر  
ادنی ہی ہات دایا تیغ پر دان  
دل ہاشم نے کچھ فرصت دیا نہیں  
کیا ہی وار اس پر ہاتک کر کر  
سیا دین زین لک دو چھان کہ کر کر  
جب اس غواہی سون او سمان ہوا  
بڑا حسوس موزیان کون ہوا ہے

ادھیہ سمان کا نعمان برادر  
ہزار سوار لے اپنے برابر  
ہزار سوار ل نعمان سون یکہ بارہ  
پرے ہاشم پوکر نے مشور ہنکار  
ولی ہاشم منی ایسا اس تھا  
جس را دل نظر میں اسکی نہ تھا

اچوں سمان پلان خواہی کشتہ شدہ  
برادرش نعمان بن مقاتل باہر آمد کہ ملازم  
سمان بودند یکبار بر ہاشم حملہ کردند  
ہاشم ذرہ نہ اندیشید و پیش حملہ ایشان  
یاز شد و دست باز و لکار در آورده دست  
بروے سے تو دہ اگر مستم دستاں بولے

## فارسی روئے الشہدا

پیشم انصاف مشاہدہ کر دے و سمند اورا  
توتیا سے دیدہ ساختی اگر سام نریان  
بودے وان جنگ را بیدی رشتہ  
خدمت اورا بکاسے طوق مرصع در گردن  
انگھختے۔ ترک خجروار کردن ہر دم از  
چرخ برین۔ جسے میدید گفت افرین  
بر آفرین۔

## دکنی روئے الشہدا

سودہ ششم دل میں اس کہا کہا کو کر کے  
گلیا شمشیر کے دینے کون پر کے  
ادک شمشیر کے پھر کبان سون اوچہر  
دہران پر دہر کر تا تھا دہرا دھر  
کے حضرت نے ہاشم سے کیلا  
ہزار سوار کا ہو اس سپہ رپلا

## ولیکن مشاہدہ کا او دبدبہ دیک

صلابت ہو رہی عالی مرتبہ دیک  
قدم مشوخی سون آگے تار کچے کوئی  
نہ انگہان کہول کر کہہ پر دیکھے کوئی  
سودہ ہونا چار سب تابکاران  
لگے کرے کون شہ پر تیر باران  
ترنگ اوچر سون اوٹے مشاہد شیر  
کہ تائیزے کون نالحق نا لگے تیر  
او تھا جد و پدر کے یاد گاری  
کھر کے کے کردوں چپ او سکے غواری  
دیکھے جب کا فران نے مشاہد  
ترنگ کون سٹ ہوا ہے یک پیادا

ماوی گوید کہ ازین چند تن سوارو  
پیادہ کہ بر حضرت مشاہدہ حرب میکردند  
نزدیک اور رسید کیے قدم پیش نہادہ برگرد  
امام حسین نمی توانستند آمد و از ہیبت امام  
حسین پیشم نمی توانستند شاد آخو فرم تیر  
باران کردند۔ امام حسین از مرکب فرو د آمد  
تا زخمی یا سب زرسد کہ یادگار جد و پدر او  
بود۔ لشکریان کہ اورا پیادہ دیدند دلیر شدید  
آہنگ وے کردند مردے تیری پیشانی  
آنحضرت زد۔ امام حسین آن تیر را بیرون  
کشید از موضع جہاںست خون مانند جوئے  
آب روان شد۔ آن سرور دست مبارک

## فارسی روضۃ الشہداء

بران زخم می نہاد و چون دست پرفون شدے  
بر سر روئے می بالید و می فرمود کہ  
باجہ خود بدین ہیات ملاقات خواہم کرد۔

## دکنی روضۃ الشہداء

ولاد ہو گئے بہانے کوں تیران  
لگے مشہ چپ کرے کھانے کون تیران  
پشانی پر لگیا یک تیرکاری  
او کہاڑی سوہو الودان سے جاری  
بہرا دیں ہوئے اس ہات سمر  
ملین اس لہو کون لی کر سات سمر  
رکت میں چہرہ پر نور پیشانی  
ہوا تھا جیون شفق میں سور پنیانی  
کچھ تھے یونچ میں اس لال کمر سات  
کون گاہ بوسن اپنے جا ملاقات

مولف کینڈاگ نے جس شعر سے ”دلی شاہ“ اخذ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے دلی تخلص کے بعد شاہ کی اضافت ولایت کی طرف ہے چنانچہ شعر حسب ذیل ہے۔

دلی شاہ ولایت سون درنگ آنا کر مجلس ششم میں انگ

دلی کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک کہنہ مشق شاعر تھا جس پر مذہبیت اور تصوف کا رنگ غالب تھا یہ تصنیف شاعرانہ خصوصیات اور نکات سے خالی نہیں ہے جس سے تجویزی اندازہ ہو سکتا ہے کہ شاعر کا پایہ اس فن میں کس قدر بلند تھا۔ واقعہ نگاری، جنگ کے حالات، حملہ کا سا وغیرہ جس خوبی سے بیان کئے گئے ہیں وہ شاعر کی اعلیٰ قابلیت کے شاہد ہیں۔ اس شاعری کے متعدد نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں انھیں ترقی اردو کتب خانہ آصفیہ کے سوامیہ پے پاس ہی اس کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔

## منطق الطیر (پنجی باجر)

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ ہے۔

بوم ہارٹ نمبر (۱۲۱) ورق (۱۲۴) سائز ۹ پلیم x ۷ پلیم (۱۱) خط نسخہ۔  
یہ وجدی کی مشہور تصنیف ہے جو پنجی باجر اور پنجی نامہ سے موسوم ہے چونکہ انڈیا آفس  
کے اس نسخہ میں ”منطق الطیر“ لکھا ہوا ہے اس لئے کیٹلاگ میں یہ اس نام سے درج ہے۔ اس  
کی تاریخ کتابت ۲۶ ذیحجہ ۱۲۹۱ھ ہے۔

بوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ۔

”شیخ فرید الدین عطار کی مثنوی کا دکنی منظوم ترجمہ ہے جس میں خدا کی  
تمثیلی طور پر حمد کی گئی ہے۔ اس کا مصنف ضعیف ہے منطق الطیر کا  
ذکر ریو پور اور اتھے نے کیا ہے۔ اس کا دکنی نام پنجی باجاہی دیا گیا ہے۔  
۱۱۳۱ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔ کاتب محمد حسین ہے۔“  
یہ کتاب نہ تو اسپرنگر کی کیٹلاگ میں شریک ہے اور نہ استوارٹ کی ان اصحاب نے  
اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

مصنف کے متعلق بوم ہارٹ کو دہو کر ہوا ہے وہ ذیل کے شعر کے لحاظ سے اس کے  
مصنف کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

حیوانی فہم اپنے کی ضعیف | اس کتاب خاص کا نظم مشریف  
مگر یہ کتاب عام طور سے مشہور ہے اس کا مصنف وجدی ہے۔ ذیل کے اشعار سے  
اس کا تصدیق ہوتی ہے۔

یون دماناگی ہے گرچہ شیخ اپس | بخشش رجبی کون پھی لے فریاد رس  
(ص ۱۱۸)

جی خاصی ہنگون ہی دوزخ کی ہوئی آسمان و جدی کون ہیں تجر باج کوئی  
(مسلمہ ۱)

اس طرح بیسوں مقامات پر دجہ ہی نے اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے۔  
اس کی تاریخ تصنیف کے متعلق ہی اختلاف ہے مولف اردو کے قدیم نے ذیل کے شعر  
کے لحاظ سے ۱۲۴۱ھ قرار دیا ہے۔  
جب کیا تاریخ کا دل میں حساب تب ہوا میزان میں کیا خاصا کتاب

چنانچہ مولف موصوف کی رائے حسب ذیل ہے۔  
”پروفیسر ماسی نے کہا ہے کہ یہ کتاب ۱۲۴۱ھ میں اختتام کو پہنچی ہے  
بلیو تھیک ڈرائنگن بیاڈ شش گیل شانٹ میں اس کا جو نسخہ ہے  
اس سے ۱۲۴۱ھ میں تصنیف ہونا ظاہر ہوتا ہے لیکن ہم نے جس قدر  
قلبی نسخے دیکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۲۴۱ھ میں تصنیف  
ہوئی ہے“ (مسلمہ ۹)

کتب خانہ آصفیہ کے قلمی نسخے سے اس کا مسند تصنیف ۱۲۵۱ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں  
شعر اس طرح درج ہے۔

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب تب ہوا میزان میں کیا خاصا کتاب  
بلوم وارٹ نے ۱۲۴۱ھ اسی شعر سے نکالے ہیں جس سے مولف اردو کے قدیم نے  
۱۲۴۱ھ اخذ کیا ہے

ہم نے ہی اس شعر کے موافق حساب کر کے دیکھا جس سے بلوم وارٹ کی رائے صحیح  
معلوم ہوتی ہے جو نسخہ کتب خانہ نواب صاحب کلیانی کے کتب خانہ میں ہے اس سے  
بھی ۱۲۴۱ھ کی تصدیق ہوتی ہے۔



وجہی کا نام وجہ الدین ہے بقول مولف اردو سے قدیم کراؤل کے باشندے تھے۔ صوفیانہ  
مشرّب تھا۔ عطار کے تصنیفات سے خاص ذوق رکھتے تھے عالمگیر کے آغزو میں موجود تھے۔  
ان کی تین شویاں مشہور ہیں تھہ عاشقان جس کی تصنیف ۱۱۱۵ھ میں ہوئی ہے دوسری  
ذکر بخت شنوی چچی؛ چتیسری شنوی جو باغ بانقرا سے موسوم ہے اس کی تصنیف ۱۱۲۵ھ  
میں ہوئی ہے۔

شنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد مناجات پر نعت اس کے بعد نقبت اس کے بعد  
نفس مضمون شروع ہو جاتا ہے۔

نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

ای چچی پیاری سخن آغاز کر	حمد سون عقلی بند آواز کر
شوق سون ایسا اوچا یا نک پہچا	جسی ہی ترک کا عالم ہو پہا
گمش وحدت ہی تیرا آشیان	احدیت کار از سب تجیر عیان

ای میری پیاری چچی جو کی سچن	بول ہٹی لب سون کچھ ہٹی بچن
ای مشکر گفتار را دین بات کر	بات ہر یک جون مٹی نا بات کر
نعت سون احمد کی کہول اپنی زبان	جی ہی دو سیر مرغ فاقد لا مکان

تہا ولی جو فارسی میں اد کلام	کم سمجھ سکتے ہیں اس کو خلق عام
بلکہ بعض فارسی خواہتے کہیں	نعت مشکل کون سمجھ سکتے نہیں
کہہ چہ میں کو کچھ نہیں معنی شناس	کان منہ اس کو سمجھنے تیا س
لیکن اس کو دیکھ کر دل چپ نہ بول	مک بیک یون دل من آیا کلول
جی موافق فہم اپنے کے ضعیف	اس کتاب خاصہ کا نظم شریف

تصد کردہ کنی زبان میں نیکہ آون	تارھے دنیا میں میرا ہی ناون
پس بد متک شیع کی ادواج سون	التجا کر عجر ہووہ الحانج سون
میں قلم جاری کیا اور راق پر	جب ہوا پورا یون نظم مختصر
ناون اسکا میں سچنی با چا کیا	یادگاری خلق عالم پر رکھیا

## خاتمہ شنوی

اسمیں یارب میرا ہوتا ہی کام	شکر ہے جو ہوئی پنچپی با چا تمام
جب کیا تاریخ کا دل میں حساب	تب ہوا مبراں میں یو خاصا کتاب
بد آونق یارب گنج مارا	
جزاک اللہ فی دلدارین جزا	

اس شنوی کا کوئی اور نسخہ انگلستان میں نہیں ہے اس لئے اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔ البتہ شیخ عطار کی اصل فارسی منطق الطیر سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ ابتدا احمد و نعت وغیرہ کو وجدی نے متروک کر دیا ہے۔ قصہ جہاں سے شروع ہوتا ہے وہاں سے ترجمہ منظوم ہوا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

## عطار

مجمعی کردند مرغان جہان	وجدی
انچہ دیدند آشکارا و نہان	ایک دن سب جگ کی پنچپی جانور
جملہ گفتند این زمان دور و زکار	ملک پہنچ جمع ہو یک ٹہار پر
نیست خالی هیچ شہر از شہر یاد	شوق سون دل کی لگی مرغول فی
	یک کسینی راز دل کا بول تے

## عطار

چوں بود کاقلیم مارا شاہ نیست  
پیش ازین بی شاہ بودن نیست

چو در آشفته دل در انتظار

در میان جمع آمد بقیار

علہ بود از حقیقت در پرش

افسردی بود از حقیقت بر پرش

تیز فہمی بود او در رہہ شدہ

از بدو نیک جہاں آگاہ شدہ

گفت ای درغاں منم بی ہیج ریب

ہم مرید حضرت وہم بیک غیب

منم ز حضرت من خبر دار آدم

منم ز قدرت صاحب اسماء آدم

## جسدی

ناکہان باتاں میں نکلی بات یون  
جی پکھان میں بادشاہ کوئی ہین ان کو  
ہی ہر یک فرقہ میں ہر یک بادشاہ  
نہیں ہنی کون بادشاہ ہون کیا گناہ

اسد خاں بھی لکی کرنی سچا

بول اوٹھہ دسین ہر ہر نامدار

ای عزیزان بات یو کرتی تھی کیا

دلیں چپ وہاں یون دھرتی کیا

کی پری اسد خا غفلت منی

کفر بھی یو ملک ہو رہت منی

کفر سون تو پیکر تو یہ کرد

بادشاہ کی ذات میں شک ناوہو

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ میں ایک  
نسخہ موجود ہے نمبر (۱۲۸۲) اور ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں بھی ہے نمبر ۱۶ سروری

## دُعائے فاطمہ (۹)

اس شہنوی کا ایک نسخہ انڈیا آئنس کے کتب خانہ میں ہے۔  
 بلوم ہارٹ نمبر ۷ ورق (۲۲) سطر (۸) خط نسخ حاشیہ پر درج ہے۔ شہنوی کا کوئی نام  
 درج نہیں ہے اور نہ مصنف کا پتہ چلتا ہے میرے خیال میں اس کو ولی دلیوری کی تصنیف قرار  
 دے سکتے ہیں اور نفس مضمون کے لحاظ سے دعائے فاطمہ سے ملاہوم کیا جاسکتا ہے۔  
 بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ:—

”ایک نامعلوم قصہ حضرت محمد کے متعلق ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے  
 کہ آنحضرت ایک رات خدا کا عذاب دیکھ کر جنگل میں چلے گئے آپ  
 کے خلفائے علیؑ۔ ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور بی بی عائشہؓ اور فاطمہؓ وہاں  
 گئے اور بڑی کوشش کے بعد واپس دینہ کو لوٹے۔“

جن وجوہ سے اس شہنوی کو ولی کی تصنیف قرار دی جاسکتی وہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) بعض اشعار میں ولی تخلص لایا گیا ہے مثلاً

وکی کوئی سعادت کے گہریا رہیں خرابات میں روز و شب غوار ہیں

(ص ۲۲۷)

وکی غم امت کا مشکل تمام | جس غم میں رہتا عقل چو شرف نام

(ص ۱۹۱)

اگرچہ بعض وجوہ سے اس کو ”لے“ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(ب) زبان کے لحاظ سے یہ اسی عہد کی تصنیف ہے۔

(ج) اسلوب بیان کے لحاظ سے، روشنۃ الشہداء سے بہت مماثل ہے۔

ممکن ہے اس کے بعد مزید تحقیقات سے اس شنوی کا اصل نام اور مصنف کا پتہ چل جائے۔  
 شنوی میں حمد و ثناء کے بعد اصل نعت شروع کیا گیا ہے جس کی صراحت اس طرح ہے۔  
 ایک رات آنحضرت صلعم بی بی عائشہ صدیقہ کے مکان میں ستراحت فرما رہے تھے۔  
 جبریل نے وحی لائی کہ امت کو بخشنا جائے گا۔ یہ سنکر آنحضرت کو سخت بیخ ہوا اور اسی غم  
 میں آپ مکان سے باہر نکل کر جنگل کی جانب روانہ ہو گئے۔ بی بی عائشہ نے آپ کے احباب  
 کو اس سے آگاہ کیا تاہم صحابہ آپ کی تلاش میں روانہ ہوئے، تین دن تک آپ کا کوئی پتہ  
 نہ چلا چو تھے روز ایک بوڑھے سے آپ کا حلیہ بیان کر کے دریافت کیا گیا اس نے کہا میں نے  
 کوئی ایسا شخص دیکھا تو نہیں، مگر چار دن سے جنگل کی حالت بدلی ہوئی ہے تمام درخت کے  
 پتے خشک ہو گئے ہیں اور جنگل کے جانور نہ تو گھانسنس کھاتے ہیں اور نہ پانی پیتے ہیں ایک  
 شخص امتی امتی کی صدا لگا رہا ہے یہ معلوم ہوئے پھر صحابہ جنگل کی جانب روانہ ہوئے اور ایک  
 غار میں آنحضرت کو پایا آپ سجدہ میں ہیں اور خدا کی حضور میں التجا کرتے ہیں۔ اے خدا میری  
 امت کو بخش دے؟ اس کے بعد ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان، اور علی رضی اللہ عنہم  
 نے مختلف طریق سے آپ سے درخواست کی کہ واپس مدینہ کو تشریف لے چلیں مگر آپ  
 رضامند نہ ہوئے آخر صحابہ نے مشورہ کر کے حضرت فاطمہ زہرا، امام حسن اور امام حسین کو آپ  
 کی خدمت میں روانہ کیا وہ آئے اور آپ کا نشانہ معلوم کیا حضرت فاطمہ نے خدا کی درگاہ میں  
 دعا کی اس کے ساتھ ہی آنحضرت پر وحی آئی۔ خدا نے ارشاد فرمایا امت کو بخش دیا گیا آنحضرت  
 کو تعجب ہوا اور وجہ دریافت کی جبریل نے کہا خدا نے فاطمہ کی دعا قبول کی خدا ان سے شرمندہ  
 ہے اس لئے ان کی ہر دعا کو قبول کرتا ہے کیونکہ ان کے دونوں فرزند سخت مصیبت سے شہید ہوں  
 گئے اس کے بعد آنحضرت مدینہ کو واپس ہوئے۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حکایت عجب یک سنو در مند	سین تو کھیلے کے فضلان کے بند
سنداس کے تیں کان و نل سون	کتے ہیں محمد رسول عرب

کئی عاشقہ کے محل ایک رات	مستو تھے ہے خواب آرام سات
کئی تھی بند مٹیمی تمام	سوتی تھی فراغت توں خبر الامام
نستی اسو ضامو کہ جب دل کشاد	ہوئی دوپہر رات سون کچھ زیاد
سوسپہی نہیں حیرتیل پونچھی شتاب	لی آئی خلا سون پیام عتاب
او تھائی نبی کون ادب سون تمام	ہزاران نیازان سون کینی سلام
کھی اسی رسول خدا	ہوئی آج کیون تم نے فراغت مشعار

عبادت کو کیون نہیں اٹھیا رات کون	منا کیون زیادہ صبی رات کون
----------------------------------	----------------------------

سب تیری عقلت کے ایکامیاب	کروں تیری امت کون نہیں خراب
دھرون تیرا امت پر عذابان کٹھنی	جلاؤ نکا دوسرخ مین رات دن

کئی مشورۃ جب صحابہ کرام	گئی فاطمہ کن کھر سب تمام
سنی فاطمہ حب ہوئی بقرار	چلی سادہ یاران کی حضرت کی ٹہار
نئی سادہ اپس قرۃ العین کون	حسن حبیبین ہر دو سعیدین کون

کئی عرض اسی شاہ کامل دیود	کہا رب نے تجھ سلام و درود
---------------------------	---------------------------

کرم سون حکم یوں کیا امی رسول	قبولی صین اب دعائی بتول
خامی دئی تیری امت کون مہم	رکھیں تیری امت کون بہت مہم

خاتمہ۔

الہی نوازندہ تون یا عقودر	دے بہت منجے تون ہزاران سون
جو کوئی اس کون پر کر ملگے نچو دعا	خدا دیو لگا اس کون نامہ جزا

اس شہنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

## غزلہائے عشقی

عشقی کی تین غزل انڈیا آفس میں موجود ہیں۔

نمبر (۱۷) بلوم ہارٹ

ثمنوی ابو شحمہ کے آخر پر تین فارسی ادیبین اردو غزلیں آنحضرت صلعم اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح میں لکھی گئی ہیں ان کا مصنف عشقی ہے۔

عشقی کے متعلق تمام قدیم اور جدید تذکرے ساکت ہیں البتہ عبدالجبار ملکا پوری نے اپنے تذکرہ شعرا میں اس کا ذکر کیا ہے مگر بہت کچھ صحت طلب ہے وہ مسئلہ امر کو ان کے انتقال کا سبب بتاتا ہے۔ جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ مولف اردو شہ پارے نے تفصیل کے ساتھ ان کا حال لکھا ہے اور عالمگیر کے عہد میں ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ان کی ثمنویاں دیکھ چنگ۔ چت لگن۔ نید درین وغیرہ ہیں۔

سید محمد خاں ان کا نام تھا عالمگیر نے نجات و یاقوت کے مد نظر سرپرستی فرمائی جاگیر سے سرفراز فرمایا۔ آصفی دور میں ان کی لونا دیا عزت عہدوں پر سرفراز تھی۔ ان کا فرزند شاہ راہو حسین کے گنبد (حیدر آباد) میں واقع ہے۔ حال میں مولوی عبدالحق صاحب مستند الحسن ترقی اردو نے ان کے متعلق تفصیل سے مضمون لکھا ہے۔ جو رسالہ اردو بابائے جولائی ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا ہے۔

انڈیا آفس کے غزلوں کے مطلع اور مقطع یہاں درج کئے جاتے ہیں جن کو ہم نے نقل کیا تھا۔  
پہل میں جو جان سون فرماں تم پر یا نبی      باصدق ہو ایمان سون فرماں تم پر یا نبی

تجہ کار ہے دنیا ہے تیراں سبے تہاں مسچے | آنت سے دنیا تھے فرماں تم پر یا نبی



سکھس نام کے میران محی الدین قطب بانی | کہوں ہر دم توئی میران محی الدین قطب بانی

کیدہ عشرتی پوئے نیاں اس پری جولی | جتی مشکل تی کہوئے محی الدین قطب بانی

قیامت کا کہیں دن ہی نہی نچو اسرا دنیا	گنہ نچو سر پو سنگیں ہے نہی نچو اسرا دنیا
رکھیا غفا سر آکر مبارک اس قدم اوپر	دو دنیان سون رنچوان بہر نہی نچو اسرا دنیا

## مشرقی

ذوقی کے مرثئے اڈنبرائے مجبور میں موجود ہیں۔ ان کی شہنوی موت نامہ کا حال گزر چکا ہے ذیل  
میں ان کے مرثیوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان کے مرثئے اکثر غزل نما ہیں ان کی زبان تو  
صاف ہے گراٹر کم پایا جاتا ہے۔

اے شمع بزم مرتضیٰ گھر آج آئے کیوں نہیں  
تار یک ہے تمہیں جان جلوہ دکھاتے کیوں نہیں

وہ جاہل دونخ وطن آئے ہیں بادل کے نم  
جو برق تیغ صفت شکن شہ جگہ کاتے کیوں نہیں

وہ شمع بزم مصطفیٰ یاد اہل سون گل ہوا  
سب سوز دل سون تن ہوا سدا یاد نکلانے کیوں نہیں

چوڑو سگل دنیا کے کام دس دن تک اے خاموش غلام  
تہم کے آتش میں دامن کو جلاتے کیوں نہیں

سینے ہو تم اے حوٹاں شہ کی شہادت کا بیان  
سب خاک خون کے درمیان تن کو ملاتے کیوں نہیں

ذوقی تمارا ہی غلام فضل و کرم سے یا امام  
اپنی زیارت کو درام اس کون بلاتے کیوں نہیں

دیگر

شاہ تہم تخت گردوں پر دسا ماہ سخن | فوج غم نے ملک دل ویران کئے ہیں چو کوہن

مجبور کس کس کون سونپ کر جاتے ہو اے سردار	تب ہزاران درد و غم سون شہر بانو نے کہا
تم بنان کس کس کون کہوں میں یہ آپس کا دکھ کبھی	تم بنان اے جان جانا کیوں کروں میں زندگی
تم بنان ہر رات غم سون مجھ کو پر یک قرن	تم بنان ہر روز مجھ سینے جیلے یک سال ہے
۔۔۔۔۔	۔۔۔۔۔
شکر اللہ ہیں شفیع روز محشر نہ چھوٹتے	مگر میرے ذوقی ترے بے حد گناہان ہیں دے لے

کریکا تیغ غم سون چاک سینا	بعض دیگر شریں کے چند شعراء۔
پیمبر کے انگوٹھی کا نگینا	محرم کا پہلا آپ ہے ہینا
۔۔۔۔۔	در بھرا امت ہر شہ دین
۔۔۔۔۔	۔۔۔۔۔
منور روخسہ بدر ہینا	نگاہ مہر سون ذوقی کو دیکھناؤ

دیگر

ہوئی اوس وقت غم کس قدسیان عرش علاؤ پر	گرے جس وقت وہ سہ روز میں کر بلا اوپر
۔۔۔۔۔	۔۔۔۔۔

تو ہے گریہ سون ذوقی غلام آل پیمبر  
دروان بیچ بہرام مشاہد دشت کر بلا اوپر

دیگر

شہ پکیا احمد ملام آہ درینا درین	ملکر سب انواع شام آہ درینا درین
۔۔۔۔۔	۔۔۔۔۔

مشہ کے الم میں دام رکھتوں تارہی سوس کام  
بول تون ذوقی دوام او درینا درین

دیگر

اصغر کے جب گلو میں لگا تیر ہے درین تھا بقرار طفل وہ شیر ہے درین

سلام کا نمونہ۔

شمس الضحیٰ پر سلام بولو	برالد جا پر سلام بولو
شیر خدا پر سلام بولو	آل عیا پر سلام بولو
.. ..	.. ..

ذوقی کہتا ہے صبح و سائیں

اس رہتا ہے پر سلام بولو

## ”مرثیہ اشرف“

یہ کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے بلکہ ڈبیراویہ تویر سٹی کے مجموعہ میں شامل ہیں یہ تیرہ مرثیے ہیں  
بجلی کے (۱۴۰) شعر ہیں۔

ان کے بھی اکثر مرثیے غزل نما ہیں۔ بعض مرثیے نہایت ماز جواب ہیں۔  
ہاؤ کٹیں اسٹریٹس اب میں جہولائوں کس کے تئیں  
سوتا ہوا ہے پالتا اب میں سولائوں کس کتیں

نہلا کے میں کپڑے پہنا اس کوں بتاتی گل نمیں  
وہ بھول کھانبر میں اب میں بتاؤں کس کتیں

سوتا تھا وہ جب تیند بھر پیتے اڑھاتی دوڑ کون  
بیدم ہے دیکھو آج وہ اب میں جگاؤں کس کتیں

جب مسکراتا وہ بچا میں بشتاد ہوتی دل منے  
بے جان پڑا ہے گود میں اب میں ہٹاؤں کس کتیں

جب شہ کو ننگیں دیکھتی لیجا کے دیتی گود میں  
سوتا وہ کفن اوڑھ کر اب میں لیجاؤں کس کتیں

جاتے تھے شہ جب ان نے اصف کو میں چپاتی لگا  
دکھ میں بھولاتی اس کھلا اب میں کھلاؤں کس کتیں

کہان ہے وہ ولی والی حیدر حسن میرا      کہان ہے وہ حسین ابن علی منفرد شکن میرا  
اگر سون تلمشہ کے جلا ہے بدن میرا      جنگ برق خرمین سوز دل ہے ہر سخن میرا

مشہد کر بلا مئے غم ہوا مئے جگ میں من میرا	لگا ہے بکھیرا تم مشہد دل سے کار سی
محبت کی گلی میں شاہ دین کے مئے طن میرا	ہوس گنگشت رضوان کی کر کے کون عزیز دلیا
- - - - -	- - - - -
ہوا مشتاق ہر ایک شاعر ملک و کہن میرا	کیا ہون بے بل یو مرنیہ حبیب سون امامون کا
جو کوئی مئے صدق دل سون دوستدار آل پیغمبر	
اے اشرف اس کے پاک کی خاک ہو گل میں میرا	

## دیگر

سلطان کر بلا پر بولو درو دیاران	اس شاہ دوسرا پر بولو درو دیاران
نہر کے دلیریا پر بولو درو دیاران	اوس جان مصطفیٰ پر فرزند تفضی پر
- - - - -	- - - - -
اس حاجی خطا پر ہر دروہ کے دوا پر	
اشرف کے دعا پر بولو درو دیاران	

## مرثیہ ملتیم احمد

ملتیم احمد کے مرثیے بھی اڈتیر میں ہیں۔ احمد تخلص کے کون میں متعدد شعر ہوئے ہیں۔ قطب شاہی دور میں ایک احمد تھا جو جہی کا ہم عصر تھا۔ دوز مغلہ کا یہ دوسرا احمد۔ جو برہان پور کا باشندہ تھا۔ شمالی ہند کے تذکرے نویسین میر جن اور قایم احمد کو گجراتی بتاتے ہیں۔ عمدۃ منتخبہ اور عیار الشعراء میں اس کو غلام احمد علی کے نام سے برہان پور کا باشندہ بتایا گیا ہے۔ اسپرنگر نے بھی اسی احمد کا ذکر کیا ہے مگر یہ ہے ان دونوں احمدوں کا وجود ہو مگر ملتیم جس احمد کا ذکر کرتے اور اس کے مرثیے پیش کرتے ہیں وہ ان دونوں سے جدا گانہ ہے اس کا نام ملتیم احمد تھا اور یہی تخلص کرتا تھا۔

اڈتیر میں اس کے رأت مرثیے ہیں جن کے (۱۶۰) شعر ہیں۔ ان میں سے دو مرثیے گویا امام حسین کی مدح میں قصیدے ہیں دو میں آپ کے خاندان کی تکلیف بے سرو سامانی حیرانی پریشانی کا نقشہ کشی گئی ہے۔

مرثیوں کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

جسم پر خون ہے پیرھن تیرا	حیف گہا اہل حسین تن تیرا
کیون بسیرا ہوا سے دن تیرا	تو کہاں ہو رکبہ ہر تن تیرا
ہمین ملتا بوند کس کشتیں پانی	
سخت طفلان کی سہ پو حیرانی	

جگ مسون پیاسا گیا تن تیرا	حیف اصغر نے تجھ کوں روہا نی
دامصبت میں بال چن تیرا	تیر لگ کہ مسوں ہو جو ہے ہے
آج روٹا نہین توں ہست کہ	اے تون دلبر حسین کے اصغر

تیرگ حق سب ہوسون بہر  
کیوں چو پی لے رہا دھن تیرا

بعض دیگر مرثیے:-

کیوں ظالمان شش کون ارہے ہو | یوں ظلم کر بیشمار ہے ہے

دیگر

اے تون سرورے روان سلام علیک | گل باغ جان سلام علیک  
شاہجہاں شہنشاہ سلام علیک | قافل گزر ہاں سلام علیک

اے شفیع الامم امام ہدا  
یو یمیم احمد اکا درد سرا



## سردھوٹ کے مخطوطات

جب سلطنت مغلیہ کا شیرازہ حکومت برہم ہو گیا تو پھر دکن میں متعدد سلطنتیں قائم ہو گئیں ان میں سب سے مقدم الذکر سلطنت آصفیہ ہے مگر چونکہ اس عہد منیت مہد کے پہلے چند اور سلطنتیں قائم اور معدوم بھی ہو چکی ہیں اس لئے ان کے کارناموں کا ذکر اولاً کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ان میں سب سے پہلے قلعہ داران سردھوٹ کے کارنامے پیش کئے جاتے ہیں ان کی مختصر تاریخ ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

بہلول خاں ساکن نوری عادل شاہی امیر تھا اس کی اولاد سے بنی خاں عرفان مست خاں میانہ بیجا پور کے دربار کا آخری ذوی عزت امیر تھا اس کے بعد علی عادل شاہ ثانی (۱۰۷۵ھ تا ۱۰۸۳ھ) کے عہد میں اس کے تین لڑکے اعظم خاں، رحیم خاں اور کریم خاں (جو عبدالکریم خاں اور عبدالکریم خاں سے بھی موسوم ہیں) بیجا پور سے کنار کشی کر کے اورنگ زیب کے ساتھ مل گئے۔ خان جهان خان کی وساطت سے دربار عالمگیری میں بار باب ہو کر منصب اور جاگیر سے سرفراز ہوئے۔ اعظم خاں اپنے حسن کارگزاری سے اعلیٰ منصب پر فائز ہوا اور اپنے بھائی کریم خاں کو میر سامان مقرر کیا۔ رحیم خاں نے قطب شاہی سلطنت کی راہ لی میر جلیل کے توسط سے سلطان عبداللطیف شاہ (۱۰۸۵ھ تا ۱۰۹۵ھ) کے دربار میں بار باب ہو کر منصب سر ہزار سے سرفراز ہوا۔ بعض معرکوں میں داؤد شجاعت و کیر نام آور سی حاصل کی مگر زندگی نے وفاندگی اس کی جگہ اس کا فرزند تیک نام خاں مامور ہوا۔ بالا گھاٹ کے معرکہ میں میر جلیل کے ساتھ ہوا واپسی میں قلعہ سردھوٹ کا محاصرہ ہوا مگر ناکر یا لیکار نے صلح کر لی۔ اس کے بعد جب میر جلیل پایاں گھاٹ کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا تو تیک نام خاں کو محمد خدمات کے صلہ میں نہ صرف پرگنہ چٹور جاگیر میں دیا گیا بلکہ علم و نوبت اور تقارہ سے بھی سرفراز کیا گیا۔

میر محلہ کی روانگی کے بعد نیک نام خاں نے قریب وجوار کے دیگر مقامات مثلاً کچی کوٹہ بدویل جبل برک وغیرہ فتح کئے اور آخر شش ان کا صدر مقام قلعہ سدھوٹ بھی تسخیر کر لیا۔ اس کامیابی کے صلہ میں دربار قطب شاہی سے مفتوحہ مالک سے پچاس لاکھ کی جاگیر مرحمت ہوئی اس نے قلعہ سدھوٹ کو اپنا صدر مقام قرار دیا۔ قلعہ کے باہر جہاں ایام حصرہ میں میر محلہ کا کیمپ قائم ہوا تھا اپنے نام سے ایک شہر آباد کیا۔

اس عرصہ میں بیجا پور اور گوگڑہ مغلیہ قلمرو میں شامل ہو چکے تھے اور دربار عالمگیری سے داؤد خاں بنی فرزند خضر خاں بنی ذوالفقار خاں کی نیابت میں کربلا تک کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ داؤد خاں اپنے مستقر کربلا تک کو جاتے ہوئے نیک نام آباد میں قیام کیا کیونکہ اس وقت نیک نام خاں سباز تھا، خورشیدی زمانہ میں اس کا انتقال ہو گیا داؤد خاں نے اس کے بھانجے نعل خاں کو اس کا جانشین نامزد کیا۔

عالمگیری کے بعد محمد معظم اور محمد اعظم کی خانہ جنگیوں میں اعظم خاں اور کریم خاں نے خاصی ترقی کی اور محمد معظم بہادر شاہ کی رفاقت میں مردانہ وار لڑنے اور مارے گئے چونکہ اعظم خاں کی کوئی اولاد نہ تھی اس لئے عبدالنبی خاں فرزند کریم خاں کو نانا صاحب قدیم سے سرفراز کیا گیا اس کے بعد سدھوٹ بھی اس کی جاگیر میں شامل ہو گیا اور یہاں یہ اور اس کی اولاد کے چیمہ شخصوں نے تقریباً خود مختارانہ سلطنت سے ۱۱۵۰ھ تک حکمرانی کی اور تاریخ میں قلعہ داران سدھوٹ سے موسوم ہوئے۔

عبدالنبی خاں ابن کریم خاں جو کریم خاں کا داماد بھی تھا مغلیہ سلطنت کی جانب سے سدھوٹ

اس کے بہادری اور شجاعت کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہیں وقت عبدالنبی خاں کو اس کے آبائی جاگیر کے لئے طلب کیا گیا تو جزیرہ خاں (جو نیک نام خاں کا خواص زادہ تھا) بھی دعویٰ دار بنانے کے لئے دو دن کو مشیر کے سامنے پہنچا کر فرمایا کہ تو میر کا لہجہ نہ کر عبدالباقی خاں نے اس کو ہانک کر دیا۔

کا قلعہ دار بنایا گیا اپنے لداحقین اور ماتحتین کو، انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ خاصی فوج جمع کر لی  
 قرب و جوار کے زمینداروں (جو اس وقت پارلیگار سے ہوسوم تھے) پر فوج کشی کر کے اپنے  
 علاقہ کو وسیع کر لیا تو آباد شہر کو بجائے جدید نام (نیک نام آباد) کے اس کے قدیم نام کرپہ  
 سے موسوم کیا یہاں جدید محل تعمیر کئے دل کشا باغ لگائے، علم و مہر کی ترویج کی محمد بن رضا اس  
 کے دربار کا شاعر تھا جس نے قصیدہ بردہ کا کہنی نظم میں ترجمہ کیا۔ اپنے یادگار چار لڑکے  
 چھوٹے بیٹے انتقال کیا۔

۱ تذکرۃ الملک و الملک کے جو تین نسخے ایک دفتر دیوانی و ماں کے کتب خانہ کا اور دوسرا میرا ذاتی  
 اور تیسرا میرے ایک عزیز کے کتب خانہ کا (میری نظر سے گزے ہیں ان میں عید النبی خاں کا سنہ  
 انتقال ۱۱۸۰ لکھا ہے مگر کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ خاکت مذکور کی عبارت سے ظاہر ہے  
 کہ عالمگیر کے انتقال کے بعد مشہر زادہ اعظم و منظم کی لڑائیوں میں اعظم خاں اور کریم خاں مارے گئے  
 اور اس کے بعد عبدالنبی خاں کو عالمگیر سے سرفراز کیا گیا چنانچہ اس شخص کی حیات حسب ذیل ہے۔

عالمگیر بعد اسیر شدن اور امن قطب شاہ عرف تاجاں و حیدر آبادی از راہ  
 اورنگ آباد سمت احمد نگر تخت و بہو بنجا انتقال فرمود بعد از درسیان پادشاهان  
 یعنی محمد معظم بہادر شاہ و سلطان محمد اعظم بنائے عالمگیر و سواد سوار و سوار  
 جنگ واقع گردید۔ اعظم خاں میانہ و کریم خاں پیش ازین ذکر شان پر سبیل  
 اجمال رفت در آن وقت امرائے ذوی القسام شدہ بودند پیش قبل اردو سے  
 خاص بہادر شاہ با سپاہ فشمش و راجہ پنہ گام روئے شاکش بر پا ساختہ در آن  
 واکشہ شدند و نسیم فتح نصرت پرچم ایاات بہادر شاہی دزدین گرفت و  
 محمد اعظم سلطان بہترم و اسیر گردید تا شاہ ظفر مند جان بازی و دلاوری خوانین  
 مقتول پنہ بدہ فرمود کہ کسی را از دانا نگان اعظم خاں حاضر سازید کہ اولاد و لدہ بد

اس نے چار لڑکے پہوڑے یعنی عبدالحمید خان، عبدالحمید خاں، محسن خاں، حسینی خاں  
ان کے بعد اولاد کرتیوں نے کیے بعد دیگرے یہاں حکومت کی۔

عبدالحمید اگرچہ نابینا تھا مگر باپ کے بعد جانشین ہوا یہاں توں نے اطاعت کی۔  
چونکہ عقل و دانش میں دید بصیرت رکھتا تھا خویش و بیگانہ کو تالیف قلوب سے گرویدہ کر لیا۔  
اسی زمانہ میں جب کہ داؤد خاں برہان پور میں قتل ہو گیا تو خان جہان خاں نے مسید  
عرب خاں کو کرناٹک کی طرف انتظام کے لئے روانہ کیا۔ عبدالحمید خان نے اول تو دوستی  
ظاہر کی مگر جب کہ یہ کے قریب پہنچ گیا تو اپنے بہائی عبدالحمید خاں کے تحت ایک لشکر لڑائی  
کے لئے روانہ کیا مگر کامیابی کی صورت نہ دیکھی تو خود ایک ہزار آٹھ سو پشش سواروں کے  
ساتھ مقابلہ کے لئے آیا اور عرب خاں پر فستح پائی اس کو قتل کر دیا اس طرح مغلیہ لشکر پر  
فتح یاب ہو کر کامیاب ہوا اس کے بعد چیل درک کے زمینداروں پر فوج کشی کی اور کامیاب  
ہوا۔

جب نظام الملک آصفیہ صوبہ دار کن جوکر اورنگ آباد آئے تو آپ کے صوبہ العظمیٰ

گذشتہ سہ سو پستہ، علی مردان خان سپہ سالار عبدالعزیز خاں بن کریم خاں را کہ  
برادرزادہ بود حاضر کردہ از عمدہ سفار ششم ہیرا شد شاہ موصوف عبدالعزیز خاں را  
اول خلعت باقم بعد از ان خلعت جاگیر و شمشیر و تسلی ظاہر و باطن عطا فرمودہ  
دروہست پر گنہ جنور و سلمبر و غیرہ جاگیر دادہ و خلعت فرمود کہ  
اس عہدت کے بخوبی واضح ہے کہ عبدالعزیز خاں کو جاگیر و غیرہ عطا کیے کے بعد یعنی ۱۱۱۵ھ کے بعد  
مرحمت ہوئی اس لئے کہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کہ عبدالعزیز خاں کا انتقال ۱۱۱۵ھ میں ہوا۔ میرے  
خیال میں صحیح سنہ ۱۱۲۵ھ ہے۔

دربار آصفی میں حاضر ہوا۔ شکر کھرہ کی رٹائی میں آپ کی جانب سے شریک مہر بہادری  
 دکھائی مسیح رہا کھرہ، وغایت آصفی ہوا۔ آپ کے حیدر آباد روانہ ہونے پر اپنے مستقر  
 کی جانب روانہ ہوا اور اس کے بعد مرہٹوں کی جنگ میں بھی ساتھ رہا۔ ۱۱۳۱ھ میں انتقال کیا۔  
 عبدالحمید خاں کی جگہ اس کا بیٹا عبدالحمید خاں مستثنیٰ ہوا۔ آصفیہ کی اطاعت اختیار  
 کی چند روز تک شریک رزم بزم ہوا جس وقت آصف جاہ اور آپ کے فرزند ناصر جنگ میں  
 جنگ ہوئی تو عبدالحمید خاں نے ناصر جنگ کا ساتھ دیا جنگ ختم ہونے پر آصف جاہ نے چشم پوشی

۱۱ شکر کھرہ کی رٹائی محرم ۱۱۳۱ھ میں آصف جاہ اول اور مبارز خان میں ہوئی تھی اور ذکر انتخاب  
 ہو کر دکن کے خود مختار حکمران ہوئے۔ (تذکرہ آصفیہ مشرق حدیقہ العالم ص ۱۱۳) تاریخ رشیدیہ لدینی  
 صفحہ ۳۴۱)

۱۲ عبدالحمید خاں کے سنہ انتقال کی طرح عبدالحمید خاں کے سنہ انتقال کو بھی تذکرہ البلاد  
 میں ۱۱۳۱ھ غلط لکھا گیا ہے۔ تاریخ مذکور سے اس امر کی پوری مراحت ہوتی ہے کہ عبدالحمید خاں آصفیہ  
 کے رفاقت میں جنگ شکر کھرہ میں شریک تھا چنانچہ راجہ

”چون نظام الملک آصفیہ بتظامت مشش صوبہ دکن حضور مشہدہ

اورنگ آباد رسید خاں اسطور حضور طبیب شد و چند سے ہمارش بود

جنگ شکر کھرہ کو مشش نمایاں بعل اور دخصم اور ازیر کردہ مورد الطاف

اعطاف ماعلم دکن گشت“

اور تاریخوں سے یہ امر ملتا ہے کہ جنگ شکر کھرہ ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے عبدالحمید خان  
 کا انتقال ۱۱۳۱ھ میں فرض کرنا چاہیے نہ کہ ۱۱۳۲ھ میں۔

اسی طرح کتاب مذکور کا بیان اس کے اٹھائیس سادہ حکومت کے متعلق صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ  
 دس سال صحیح ہو سکتا ہے۔

کی بلکہ ۱۱۵۷ء میں جب پائین گھاٹ کے بندوبست کے لئے روانہ ہوئے تو اس کو عنایات خسروانہ اور عطایا بیش قیمت سے سرفراز فرمایا۔ ہنٹر نگر (ارکاٹ) کے واپسی پر عبدالحمید خاں نے رخصت چاہی اور اپنے مستقر کو واپس ہوا یہاں چند روزہ قیام کے بعد ۱۱۵۹ء میں انتقال کیا۔

اس کے عہد میں شہر سدھوٹ کو خاصی ترقی ہوئی نئی نئی عمارتیں بنیں باغات لگے علم و ہنر کی سرپرستی کی گئی نہ صرف قلعہ دار بلکہ اُمراء کو بھی اس کا شوق تھا خاندان قلعہ دار بھی اس کا شائق تھا۔ محمد حیدر ابن جعفر اسی عہد کا مشہور شاعر ہے جس نے ابن نشاطی کی پھول بن کا اضافہ کیا۔

عبدالحمید خاں کے انتقال پر اس کا بھائی محسن خاں منڈیشین ہوا۔ فرانسیسیوں سے جو پہلی چڑھی میں تھے وہ دیکر زمیندارانِ جرلہ وغیرہ پر فوج کشی کی کامیاب ہوا۔ پہرہ نگین پٹی کا راج کیا مگر وہاں کے قلعہ دار میر غلام علی خاں عرف کھوئے شکست دہی دوبارہ اپنے بہانے عبدالحمید خاں کے سرکردگی میں پیش قدمی کی فریج فوج بھی ہمراہ تھی نگین پٹی فتح ہوا قلعہ دار نے پٹیکش اور زمانہ قبول کیا۔

۱۱۶۱ء میں جب آصفیہ کا انتقال ہوا اور ناصر جنگ دکن کے حکمراں ہوئے تو ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ ناموں کے مقابلہ میں سلطنت کے دعویٰ دار بنے چند صاحب دعویٰ دار سلطنت ارکاٹ اور فرانسیسیوں نے ان کا ساتھ دیا محسن خاں اول تو ناظر فوارہ ہاگراس کے بعد ناصر جنگ کی حمایت میں مجید خاں اور اپنے لڑکے کریم خاں کے تحت ایک زبردست فوج روانہ کی۔ مگر شاہراہ میں لگاڑ ہو گئی ناصر جنگ شہید ہو گئے۔ ہدایت محی الدین خاں فرانسیسیوں کی مدد سے سربراہانے سلطنت ہو کر حیدر آباد کی جانب روانہ ہوئے مگر رانچوٹی کے مقام پر فرانسیسیوں اور افغانوں میں پہرہ نگاڑ ہو گئی گویا خانہ جنگی برپا ہوئی۔ ہدایت محی الدین خاں مارے گئے محسن خاں اونٹ پر سوار ہو کر فرار ہو گیا صلابت جنگ دکن کے

حکراں بنے۔ اور محسن خاں اپنے مستقر میں عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔  
 چونکہ محسن خاں ملازمین کی تنخواہیں کم کر دی تھیں اس لئے امرایہ دل ہو کر اس کو تنقید کر دیئے  
 اور عبد الحمید کے فرزند عبد المجیب خاں کو منہ نشین کیا۔ مجید خاں نے اول تو قہر و آصفی پر ہی  
 سخت کاراواہ کیا مگر پھر مطیع ہو گیا آصفیہ نے اس کو عبد العینی خاں کے خطاب سے  
 سربلند کیا اور جاگیر بھی عنایت فرمائی۔ اس نے پالیکاران بالا گھاٹ سے لڑ کر کھٹ کمیز۔  
 پنکھور۔ دن پٹی وغیرہ مقامات فتح کئے اس کے بعد بلونت راؤ مرہٹہ نے سدھوٹ پڑھکشی  
 کی۔ ایک موقع پر مرہٹوں نے مجید خاں کے ہمشیرہ کے بدرتہ پر چاپ مارا۔ اس واقع سے مطلع  
 ہو کر مجید خاں برا فروختہ ہوا اور ایک ہزار جانناز سواروں کے ساتھ روانہ ہوا نکلنے کے پہلے  
 اس نے اس امر کا اعلان کر دیا تھا جو شخص مرنے کے لئے تیار ہے وہی ساتھ ہو اور جس کو  
 جان پیار ہی ہے وہ ساتھ نہ آئے۔ مرہٹوں کے متقابل مجید خاں کی فوج کوئی حقیقت نہیں  
 رکھتی تھی۔ بریں ہم بڑے معرکہ کارن پڑا۔ صد با آدمی طرفین کے قتل ہوئے آخر غزوہ علی الجبجیاں  
 بھی بڑی جواخردی اور بہادری کے بعد قتل ہو گیا۔ اسٹن سدھوٹ لائی گئی اور باپ کے  
 پہلو میں دفن کی گئی۔

اس کے زمانہ میں بھی دکنی شعر و شاعری کا رواج تھا۔  
 ولی ولیوری اسی کے دربار کا شاعر تھا جس نے اس کے عہد میں اپنی شہور مثنوی  
 رتن ویدم تصنیف کی۔ غالباً ولی کا یہ زمانہ اس کی ضعیفی کا ہو گا کیونکہ اس کی پہلی مثنوی  
 روضۃ الشہداء سنہ ۱۱۱۱ میں مرتب ہوئی ہے اگر اس وقت اس کی عمر تیس سال تصور کی جائے  
 تو اس عہد میں وہ ساٹھ سال کا بوڑھا تھا۔

عبد المجید خاں کے بعد محسن خاں دوبارہ قلعہ دارینا اس عرصہ میں پالیکاران رائے درک  
 وغیرہ مقامات پر قابض ہو گئے تھے فرانسیسی فوج کی مامور کئی ماہ سے ادا نہیں ہوئی تھی  
 جس کے باعث وہ جنگ پر آمادہ ہو گئے سرور خاں ابن عبد العینی خاں نے ان کا ساتھ دیا۔

گر جنگ کی نوبت نہیں آئی تنخواہ ادا کر دی گئی۔ تین فروع ہوا۔ چند سال بعد پالیگاروں سے ومولی پٹیکش کے لئے روانہ ہوا اگر اشترا راہ میں یہاں تک عمر بڑھ گیا۔ ماش سدھوٹ میں سپرد خاک کی گئی۔

محسن خاں کی کوئی اور ذمہ دہ نہیں تھی عبدالمجید خاں کا بڑا لڑکا عبدالحکیم خاں چاشین ہوا۔ سلطنت آصفیہ کی جانب سے نوجوہاری بااگھاٹ اور قلعہ داری سدھوٹ وغیرہ کی مسند مرحمت ہوئی جاگیر بھی ملی۔ سردار خاں دعوی دار بنانگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد پالیگاروں سے مقابلہ ہوئے۔ پیر حیدر علی والی سیوڑ نے حملے شروع کئے آخر ۱۱۹۱ھ میں قلعہ سدھوٹ فتح کر لیا عبدالحکیم خاں کو متعلقین کے ساتھ گرفتار کر کے گنجام کے قلعہ میں مقید کیا گیا اور حیدر علی کی جانب سے علی رضا خاں سدھوٹ کا قلعہ دار بنایا گیا۔ عبدالحکیم خاں کے داماد سید محمد نے فوج فراہم کی اور انگریزوں سے جو ٹھپلی بند میں تھے امداد کے کرشمہ میں سدھوٹ کو واپس لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہا حیدر آباد فرار ہو کر آیا یہاں چند دن کے بعد انتقال کیا۔

اس طرح سدھوٹ سلطنت میں قلمرو میں شامل ہو گیا مگر ۱۲۰۸ھ میں آصفیہ ڈانی نواب میر نظام علی خاں نے اس پر قبضہ کر لیا تاہم چند سال بعد ۱۲۱۵ھ میں انگریزی فوج کی تنخواہ کے لئے ویدیا گیا اور اب تک کہ پورہ سدھوٹ برٹش انڈیا میں شامل اور صوبہ مداس کے تحت ایک ٹکٹ ہے۔

۱۵ سدھوٹ کے تاریخی حالات حسب ذیل مخطوطوں وغیرہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

۱) تذکرۃ الیاد املاک مولف حسن علی ولد سید عبدالنقاد کرمانی مرتبہ ۱۲۱۷ھ

۲) نشان حیدری مولف ایضاً مرتبہ ۱۲۱۷ھ

۳) ہدیۃ العالم مولف میر عالم

۴) تاریخ دشت الدین خان مولف غلام امام خاں۔

۵) سوانح دکن مولف منعم خاں۔

۶) کاغذات و فتروانی ۱۱۸۵ھ



اس تفصیل سے واضح ہو سکتا ہے کہ ان قلعہ داروں کی پوری مدت جدال قتال میں  
 بسر ہوئی شروع سے آخر تک میدان جنگ سے فرصت نہیں ملی ان کو اتنا موقع نہیں ملا کہ  
 اطمینان اور دیکھ بھلی سے کسی علمی کام میں مصروف ہوتے اور علم و ہنر کی ترویج کی جانب متوجہ  
 ہوتے باوجود ان تمام امور کے جب ہم اردو ادبیات میں ان کے کارہ نمایاں دیکھتے ہیں تو ہم کو  
 ان کی علمی قدردانی اور علمی پرستی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ باوجود اپنی جنگی مصروفیت  
 کے انہوں نے بہت کچھ کیا اردو کی ترقی میں انہوں نے جو حصہ لیا اس کی پوری تفصیل اس لئے  
 ناممکن ہے کہ زمانہ کے دست برد سے تصنیفات معدوم ہو چکے ہیں۔ شعراء اور مصنفین کے  
 نام پوشیدہ ہو چکے ہیں۔ ان کے کارنامے گوشہ گمنامی میں پنہاں ہیں مگر جو کچھ بھی ہے اس امر  
 کے لیے کافی ہے کہ ان کے سرپرستوں کے ناموں کو زندہ رکھنے اور تاریخ اردو میں ان کو مناسب  
 جگہ دی جائے۔ اب یہاں ان مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو یورپ کے کتب خانوں میں ہیں۔

## ترجمہ قصیدہ بردہ

اس کا ایک مخطوطہ ایذا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔  
 بلوم ہارٹ نمبر (۳۲) ورق (۵۰) سائز ۷x۵ سطر (۸ تا ۱۱) خط نستعلیق  
 کیناگ کی صراحت: ”قصیدہ بردہ عربی نظم کا دکنی ترجمہ مصنف سید محمد۔ اصل عربی نظم  
 سیاحی سے اور اس کے نیچے سرخی میں ترجمہ ہوا ہے“  
 یورپ کی کسی دوسری کیناگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے جیسا کہ بلوم ہارٹ نے  
 ظاہر کیا ہے اس کا مصنف سید محمد ہے، اس کی تائید دیباچہ کی نظم سے ہوتی ہے۔ اس کے  
 علاوہ ایک مختصر نوٹ فرسی نثر میں مرقوم ہے اس سے بھی مصنف کے نام کا پتہ چلتا ہے  
 جو حسب ذیل ہے۔

”شروع قصیدہ بردہ باس شریح دکنی کہ احقر العباد سراپا اتحاد سید محمد  
 کہ راہِ پوراد از قدم سدا ثابت است این کوثر چار از بحر افکار  
 بہا حل افکار آوردہ پرستہ انتظام منسلک کرد تا بزیر قبول خاص و  
 عام موصول گشتہ بہ نیت عرائس طلباء شود“

شاعر کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہیں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبد العزیز خاں کے عہد  
 کا شاعر تھا اور نہ صرف شاعر بلکہ اکمال عالم تھا۔ عبد العزیز خاں کے بچوں کا اتنا دہا اور اتنا بقی  
 کے فرائض بھی بجا آتا تھا۔  
 زیر بحث نظم میں ابتدا ۲۹۱ شعر بطور دیباچہ ہیں اس کے بعد اصل شعر شروع ہوتے  
 ہیں نو نہ ملاحظہ ہو۔

محمد حق سکا کر اول تو صفحہ دل پر رقم | نام پاک اور س پاک ہو نیت لوح و قلم

مے سبج ہو چاڑا دوس کے صنم پر دل گواہ  
مہر گو یا ہی ستارے صفحہ محضر پر کہم  
شکر اوس کا کیا ہو کیا ہم سون حب کیا  
مصطفیٰ بنی ہر ماں کون ہم اوپر مے جم

اوس لی دو جهان کے کنج کا بخیہ دار  
دریا کی ذات شاد عبد اللہ ہی  
خاک ہا اوس شہ کے درگاہ عایجاہ کا  
غلام آل محمد یو محمد بن رضا  
واقف راز نہاں ہوشیغ صا حب جم  
پادشاہ ملک دل کا جان او کو بے و حتم  
ہو یغن ل سون اوس کا ہر غلام پیدم  
حمت باری تعالیٰ اوس پو ہو کر ہر دم

جس کے نصف روشن دل محمد مصلی  
شہج اوس کے تہیں کئے ہیں فاری ہیں خوش کلام  
لیک اوس کے کون پائے فی عاجر ہی تمام  
اوس بدل یو خوش ہیں خرمن اہل کلام  
قد وہ اہل عرب شہور در ملک عجم  
مولوی جانی کہ جس کا دل اتر جیون جام جم  
کیوں کہ کوڑہ میں کہی میں لیا ادا سہفت بم  
شہج دکنی سوں کیا صفو ادا پسرین رقم

نمودہ ترجمہ در اشعار

اولاً عربی شعر لکھتا ہے اس کے بعد اس کا ترجمہ شعر میں کیا ہے اور یہ سرخی سے لکھا گیا ہے

ملاحظہ ہو: —

ای محب کرایا توں ہمایہ شہر سلم  
یا چلی ہی باد خوشیوں کا طر کے مشہر تہی  
کیا ہوا تجھ چشم کوں بوس ہی تو بکین زیاد  
چاہی عاشق کو چپا دی عشق تو چہتا ہنیں  
چاکے انجواں سون ملا جاری کیا ہو دم دم  
یا چمک سبکی کے دیکھا رات از کوہ اظلم  
کیا ہوا تجھ دل کون بکین ہوش پاتو ہو ہی ندیم  
دل علی جب تک سون ہو چاکے چمک سون نم  
یا در کوہ و شہج کیون شہم ہو میں بخواب جم  
عشق میں تو مشکین پر تے نشان یار دیکھ

ہو عثمان ہو علی سون ہو تھا صاحب کرم	ہو تون راضی اسی خدا بکر ہو قاری سون
صاحب تقویٰ و صافی ہو تمکین و کرم	آل ہو صاحب ہو ربیع سون ہو اتھے
نخس کر گیا اونٹ کتیں سا بان کہ کہہ تغم	مشق جہا ران کے پلا جو جب ملک باہمبا
نخس یارب توں گز قاری کے ہو شارح کے سب	
نخس سامع ہو کاتب تیں تون اے صاحب کرم	

کتاب کے خاتمہ پر سب ذیل عبارت درج ہے۔

”تمام شد شرح قصیدہ بردہ بموجب امر واجب الادعان لایعات

نور شیداج سخا و متاب رج صفا

گل باغ نواب عبدالرحیم است	کریم ابن کریم ابن الکبریم است
سخنی باکرم حمود و احسان	در بحر نواب عبدالنبی خان

”امیر امراء عظیم الشان یعنی نواب عبدالحمید خان مسلمہ الاحمان۔۔۔۔۔

یکے اذیشان ندوی صمیم فقیر خوان قدیم الراحمی الی رحمت الیہ الصمد و قل

خلق الله سید محمد

کتاب کے آخر فوٹ ولیم کالج کی مہر ہے۔ اس میں انگریزی الفاظ نہیں بلکہ اردو اور کوئی اور

وہی زبان العناظ درج ہیں۔

اسی جلد میں ایک اور فارسی رسالہ شعب لایمان بھی شامل ہے جو صاحبزادہ عبدالحمید خان

کے لئے لکھا گیا ہے۔

## اضافہ پھول بن

یہ کوئی علیحدہ مخطوطہ نہیں ہے بلکہ ابن نشاطی کے پھول بن ہی میں اضافہ کیا گیا ہے اس لئے  
اسی مخطوطہ کا نمبر درج کیا جاتا ہے۔

ہجوم ہارٹ نمبر (۱۰۳) سائز ۸ x ۱۲ ۱/۲ ورق (۱۳۳) خط نسخ  
انڈیا آفس کا یہ نسخہ قلعہ داران سدھوٹ کے لئے ہی مرتب ہوا ہے اگر کسی قسم کی  
کوئی تحریر درج نہیں ہے مگر مخطوطے کے مطلقاً کام اور بہترین تصاویر سے اس امر کا بخوبی  
پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی صاحب دولت کے لئے تیار ہوا ہے۔

کیٹلاگ میں اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہے اور یہ کس طرح جب کہ کج تک  
کسی نے یہی اس پر غور ہی نہیں کیا تھا؛

محمد حیدر جو اس اضافہ کا مصنف ہے اس کے متعلق خارجی معومات بہت کم ہیں اصل  
مخطوطے سے جو حالات معلوم ہوتے ہیں اس کی صراحت کی جاتی ہے۔

محمد حیدر نام اور تخلص یہی ہے کہ تا تھا محمد جعفر کا لڑکا ہے ابن نشاطی کی طرح یہ بھی خود کو  
ابن جعفر سے موسوم کرتا تھا سدھوٹ کے قلعہ داروں کے پاس اس کا خاص رسوخ تھا  
بلکہ گمان غائب ہے کہ عبد الحمید خاں کے دربار کا شاعر تھا کریم خاں ابن محسن خاں ابن علی بن زین  
کی فرمائش سے تقریباً تین سو شعر پھول بن کے آخر میں اضافہ کئے گئے۔ اس کے متعلق  
اس نے صراحت کی ہو کہ کریم خاں کو قصے سننے کا بہت شوق تھا جب اس نے پھول بن  
کے قصہ کو سنا اور پہلوں فال اور نمبر کی شادی کے حالات نہ پائے تو اس امر کی خواہش  
کی اس کی تکمیل کی جائے اور ابن جعفر کو حکم دیا کہ وہ اس کو مرتب کرے۔

اس اضافہ شدہ اشعار میں شادی کے حالات رسومات کی تفصیل کے ساتھ صراحت ہے۔

ابن جعفر قصہ میں بیان کرتا ہے۔ کہ سنمیر اور ہمالیوں شاہزادہ جب اوس ملک میں (۱) قیام کئے تو شاہ عجم نے اپنے وزیر کے ہاتھ نامہ روانہ کیا وزیر قطع منازل کرتا ہوا ہمالیوں شاہ کے پاس پہنچا اور نامہ پیش کیا ہمالیوں شاہ سنمیر کے ساتھ عجم کو روانہ ہوا بادشاہ ملک عجم نے نہایت تپاک سے ان کا استقبال کیا اور دونوں کی شادی کا انتظام ہوا۔  
 اول تو کاریگروں کے ہاتھ محاسن قصہ تیار ہوئے جو روم و شام کے وضع کے تھے پیرامیروں اور بادشاہوں کو دعوت دے روانہ کئے گئے سب جمع ہوئے اس کے بعد شادی ہوئی اس نے اس وقت کے تمام رسوم طہمی مہندی شب گشت وغیرہ کا ذکر ہے اور تفصیل کے ساتھ عقد خوانی محفل قصہ ضیافت، کہاؤں کی تفصیل، پیرسان جہیز کا مفصل ذکر ہوا ہے۔

ابن جعفر کے کلام سے اس زمانہ کے مسلمانوں کی شادی بیاہ کے تعلق جو جو رسم و رواج تھے، ان کا حال معلوم ہوتا ہے کہ انوں کے نام نہایت تفصیل سے معلوم ہوتے ہیں۔ جہیز کے سامان میں زیورات اور کپڑوں کی صراحت ہوتی ہے، بہر حال اس سے اس وقت کے تمدن اور معاشرت پر روشنی پرتی ہے۔

یہ اضافہ ابن نشاطی کے ذیل کے شعر کے بعد شروع ہوتا ہے۔

عدالت کار کہ اپنی سیس پر تاج فراغت مسون سدا کرتا رہا راج

ابتداء کی شعریہ ہیں۔

محمد حیدر جعفر نے بان کہول	نچل دریا سون دل کے ڈوبچن دل
سنمیر معہ ہمالیوں شاہزادہ	سکونت جب کہنی اس ملک میں آ

دو آئے مسو خوش خبری سینا جہ | اک شاہ عجم شاہاں ہوا تہ  
روان کر یوں محبت سات تمام | لکھا تب یوں دلو کوں شاہ تمام  
چند دیگر مقامات سے ابن جعفر کے کلام کا نمونہ پیش ہے۔

وزیر کون بھوت لشکر دیکھ سنکات | روانہ تب کیا نامہ ہی دمی عات  
وزیر اس شاہ کن نے تب دواع ہو | چلایا ہے جلد شہزادی طرف دو  
مہر کے منزل مرا حل قطع کرتا | مہر یک جھل و بستی سون کدوتا  
کتنی دن راہ چل کر اس وضع سون | د شہزادی کی آپو نیچیا شہر کون  
مسو شہزاد کو نامہ پیشہ کا دیتا | زبانی یہی سکل اظہار کرتا

شب شہر کشت آئی جلوہ گر ہو | نتھی شب بلکہ رشک روز تھی دو  
فلک پر آ کہ شاہ دم تا شام | کیا جاری سکل اطراف احکام  
کیا مغرب میں پھر کر نیکوں شاہے | چریا تحت فلک پر بدر لاسے  
ہوا رو پوش جیب و شاہ کل رنگ | بھریا سب حکمتی آشکر رنگ

متھائی بھوت خوش بادام کے کر | جلے بیان صور سموسی بھے رکھی بھر  
متھائے میں تھی موصوفے بھوت خوب | اتھا بادام کا جلوہ ہی محبوب  
ترنجی صور نارنجی مر با | رکھے پیشی کا صور بھی آم کا لیا  
اتھی انکور انجیر و انار ان | پھنس مہر آم خر بوزی ہی تھی دان  
اتھی تر بوز صور مشہر توت مرغوب | ہر یک میوہ اتھا ٹیکے یک خوب

حیدر نالغ موی سکون و محلات | عطر دانیان ہی لائی یاں خوش محلات

<p>گلاب و عطر کل مسکوں دستے پان تذات خلعت کتنی لائی عین تادور دہی ہر یک کون اس کا مرتبہ دیک</p>	<p>اک صریان کتنی سب سون وئی مان اتھی خلعت یکستی نیک تاخر نہیں باقی رہیا مجلس کوئی نیک</p>
---	---

<p>سب سب تیل کا بھی کر کہ تیار نقار ہی ذوقان حور و بدلی سات بھوت دن پوچھ ہی شادی و دوطرفا اتھی مجلس فحشیں پونج دن رات رسم ہندی بری صورت چہرے کے جب</p>	<p>چلے عارس طرف سون نوشو کی دربار بچا پونچا ہی نوشو کے کھر کون خوشی وصال کھاتے ہی کھانا لوک سب آ کھلے گلشن مہی جیون کل خوشی سات بجالائی اک ترتیب سون سب</p>
--	---

قصہ کے ابتدا اور ختم پر جن اشعار سے مصنف وغیرہ کے متعلق حالات واضح ہوتے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہوں۔

<p>و لیکن ان کیا عموں مختصر میں مشجاعت مہر سخاوت میں نشر ہے سدا جاتے ہیں بے کج مال زرے ہی جیوں شہر کھنکی اوج پر سور ہی ظاہر سب ایران میں جہانگی نواب عبد الرحیم کا وہی دلہند نوا بھلول خاں کا وہ جگر ہی عدل انصاف سے جم کام اسکا رکھیا حق اسکتین امن و امان میں</p>	<p>صفت ان بزرگان کی بیشتر ہیں مردان کا امیر نامور ہی بھوت آتی ہیں وان شہری شہر کے سکل آقا نہیں دو یون ہی مشہور (ہی) قانون پر دو بزرگان کی نواب عبد البقی خاں کا ہی فرزند کر کی بھر کا رخشان کہر ہے نواب عبد الحمید ہی نام اسکا ہوا آفات سب ملکی ملک میں</p>
---	---



اس کے بعد

قلعہ سدھوت کی انکوں مکان ہے | مکان اس کے غن جکین کھان ہے  
 قلعہ ہی کوئی نہیں ثانی ہی اسکون | ندی لائی ہی سدا کی چرسون  
 اس کے بعد قلعہ اور شہر کی تعریف میں اشعار ہیں اور پھر محل کے آدم اور آسائش کا  
 ذکر کیا ہے اور اس کو بعد لکھتا ہے۔

بوہین استاد کا حق جان و دل سات | انوکھی قرزند ان کا ہی اسی دعوات  
 کریم صاحب اے اس نیک کا نام | اھی یون نام ان کا نیک نام  
 کریم انکوں دیا ہے نام ہی نیک | دیا ہی اس موافق کام بھی نیک  
 چندرھی پارسائی کی گل کی | اے دو مشتری عصمت کے کھن کی  
 اچی قصیان سستی انکوں ادک ذوق | کھانیاں سون اچی دن رات لے مشوق  
 قصی کون پھول بن کے دوستی جب | بجاری یون آپس دل میں اتو تب  
 حکایت ہے سنمیر کے بھوت خوب | سبک اسکا بیان ہے بھوت محبوب  
 دلی نہیں بیھاؤ کا مذکور ہے کچ | نہ علدی تیل کا دستور ہی کچ  
 کچ یک شمشیر سخن کا مچ منی پانی | سدیون اس بھاؤ کا مچ حکم فرامی  
 کرو کچ ذکر اسکی بھاؤ کا اب | لکھا دین یو قصا تصویر سون سب  
 کری جب حکم سون یوں مچ سدراف | حکم پر میں کیا کچ سخن

سخن کرچہ پتھا کھنی کے لائق | ہیں شاعر جب میں یکسوں نیک فائق  
 نہ رک خام سخن کا خاک مہور نام | لکھیا دو حرف جیون تیون پختہ و خام  
 گرا سین عیب چن تے جاو گے تم | تو پتھا لفظ یک نہ پاو گے تم

<p>رکھو معذور فضل و کرم کر وگر نہیں تو کرو تم عیب پوشی اتنا ابن نشاطی کے بچن پر</p>	<p>سدا پشمر ہے کچا سدا سدا سکرہ سکتے ہو مگر اصلاح کو مشی ختم کر ابن جعفر گوشش توں دہر</p>
---	---

اگرچہ صفحہ ۹۹ سے شرع سے خیال ہوتا ہے کہ ابن جعفر کا مدوح کوئی عورت ہے مگر ہم  
نے اس کے متعلق تحقیق کر لی ہے دراصل اس کا مدوح کریم خاں ابن محسن خاں ابن

عبداللہ بنی خاں ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس مخطوطہ کا کوئی اور نسخہ نہیں ہے اس لئے مقابلہ وغیرہ  
کا کوئی موقع نہیں ہے۔

## میسور کے مخطوطات

اب ہم حیدر علی اور تیسویں سلطان کے عہد کے مخطوطات کو پیش کرتے ہیں، مگر اس کے پہلے مختصر ان کے تاریخ کی صراحت ضروری ہے۔

حیدر علی عربی النسل تھامس کے آبا و اجداد ہندوستان آئے سپاہ گری کو اپنا پیشہ قرار دیا عادل شاہی سلطنت میں ملازمت اختیار کی۔ بجاپور کے آخری دور میں اس خاندان کے تین بھائی فتح اللہ، غلام حیدر اور غلام علی بجاپور سے نکل کر کولار پہنچے۔ محمد فتح اللہ نے ولیر خاں "نواب سرکے" کی ملازمت اختیار کی غلام حیدر نے "مدگیر" کے راجہ بلراج کی اور غلام علی نے بالا پور میں ملازمتیں پیدا کیں۔

فتح اللہ ملازمت ہی کے سلسلہ میں "چیتل ورگ" کے معرکہ میں مارا گیا۔ اس کے دو لڑکے شہباز صاحب اور حیدر صاحب اپنے چچا غلام حیدر کے پاس چلے آئے اور ان کے مرنے پر بلراج کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد راجہ بیگلور نے حیدر صاحب کو اپنے ملازمت میں لے لیا۔ جہاں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اپنی بہادری اور دلاوری سے راجہ کا تقرب حاصل کر لیا اور حیدر نایک کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس کی اسی دلاوری اور شجاعت نے میسور کے راجہ کے دل میں گہر کر لی اور اس نے حیدر علی کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ یہاں حیدر نایک حیدر علی سے مخاطب ہوا اپنے زور بازو سے ترقی کرتے ہوئے فوج کی سپہ سالاری حاصل کر لی اور راجہ کے لاولد فرمت ہونے پر میسور کا والی بن گیا۔

حیدر علی نے اپنے زمانہ میں کامیابی سے حکمرانی کی اپنی سلطنت کو وسیع کر لیا۔ ۱۱۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

حیدر علی کا جانشین اس قابل فرزند ٹیپو سلطان ہوا مگر گردش زمانہ نے اس کا ساتھ نہ دیا اپنے باپ کے نقش قدم پر شجاعت اور جواںمردی کے ساتھ سلاطین میں شہادت پائی۔ اس کے شہادت پر ان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی جد حکومت کا بڑا حصہ لڑائی اور جنگوں میں بسر ہوا ایک طرف مرہٹوں نے تنگ کر رکھا تھا تو دوسری طرف انگریزوں سے معرکے ہوتے رہے ٹیپو سلطان کے زمانہ میں تو تین ہزار دست حکومتوں سے دقت واحد میں معرکے ہوئے آخر اس کا خاتمہ ہو گیا اس طرح ان کو اتنا وقت نہیں ملا کہ اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ علم و ہنر کی ترویج میں کوشاں ہوتے مگر یہ امر حیرت انگیز ہے کہ انہوں نے بہت کچھ کیا خصوصاً اردو پر اپنا اجماع چھوڑ گئے۔

جس وقت ان کی سلطنت کا آغاز ہوا اگرچہ اس زمانہ میں دکنی زبان عام طور سے مروج تھی اور دکنی ادب کا بہت کچھ مواد موجود تھا۔ نظم و نثر کی کتابیں تھیں مگر بہرہ فاری کو اتنا حاصل تھا علم و وقت عموماً فارسی میں اپنے تالیفات کرتے تھے اس طرح گویا اردو کی ترقی کے ذرائع بند تھے ٹیپو سلطان نے اردو کی سرپرستی کر کے اس کو ترقی دی اور اپنی خاص نگرانی میں کئی ایک کتابیں لکھوائی۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فرانسیسی اور انگریز ہندوستانی فوج کو اپنی اپنی زبان میں فوجی قواعد اور ضوابط کی تعلیم دیا کرتے اور آئین جنگ سکھاتے تھے اور یہ قواعد و اں فوج ہر طرح غیر قواعد و اں فوج پر سبقت رکھتی اور بوقت مقابلہ ان سے بازمی لے جاتی تھی ٹیپو سلطان نے فوج کی تعلیم اور تربیت اور فنون حرب کے لئے یورپین قواعد کی خوبی معلوم کی اور اسکو اردو زبان میں منتقل کر دیا اور فوج کو ان ہی کی زبان دکنی میں فنون جنگ کی تعلیم دجائے

گئی۔ فوجی اصطلاحات، طریقہ معرکہ آرائی، قلعہ پر دھاوا، فوج کی ترتیب ان کی تنظیم وغیرہ کے متعلق ایک کتاب ترتیب دی گئی جس میں تفصیل کے ساتھ ہر ایک امر کی صراحت کی گئی اس کا نام فتح المجاہدین رکھا گیا۔

ٹیمپو سلطان کا یہ ایک کارنامہ ہی اردو زبان کے محسنوں کی فہرست میں اس کا نام شامل کرنے کے لئے کافی ہے مگر یہی ایک کتاب اس کی یادگار نہیں بلکہ دیگر تصانیف بھی ہوئے ہیں۔

یہاں یہ تو مقصود نہیں ہے کہ ٹیمپو سلطان کے اردو کے کارنامے بتائے جائیں بلکہ یورپ کے موجودہ خطوط کی صراحت مقصود ہے لہذا ان کی تفصیل کی جاتی ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

- |                   |                      |
|-------------------|----------------------|
| (۱) حیدرنامہ      | (۲) فتح، ٹیمپو سلطان |
| (۳) خلاصہ سلطان   | (۴) مفرح القلوب      |
| (۵) ریاض العارفین |                      |

## حیدر نامہ

اس کے دو نسخے لندن میں ہیں ایک انڈیا آفس میں اور دوسرا برٹش میوزیم میں۔ انڈیا آفس نمبر بلوم ہارٹ (۴۲) ورق ۱۰۰ سائز ۷ ۱/۲ x ۴ ۱/۲ سطر (۱۳ تا ۱۷) خط نستعلیق برٹش میوزیم (۷۰۱-۷۰۰) (اڈیشیل) ورق (۱۱۵) سائز ۸ ۱/۲ x ۵ ۱/۲ سطر (۱۱) خط نستعلیق بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ:-

حیدر نامہ یعنی حیدر علی خاں راجہ میسور کے تاریخی حالات سترہ باب میں منقسم ہیں کتاب کی ابتداء کرشنا راجہ (۱۷۳۱ تا ۱۷۶۷ء) کے حالات سے شروع ہو کر حیدر علی کے انتقال پر (جوار کاٹ میں ۱۷۸۲ء) میں ہوئی ختم ہوتی ہے۔

اسپرنگ اور اسٹوارٹ کی کئی لگاؤں میں یہ کتاب شامل نہیں ہے مصنف کے متعلق کوئی معلومات اس مخطوطہ اور خارجی ذرائع سے معلوم نہیں ہوئے۔

انڈیا آفس کا نسخہ حیدر علی کے انتقال پر ختم ہو جاتا ہے مگر برٹش میوزیم کے نسخہ میں مزید حالات کا اضافہ ہے جس میں شیو سلطان کی شہادت تک حالات بیان کئے گئے ہیں اس میں بتایا گیا ہے کہ حیدر علی کے پہلے میسور کے راجہ کی کیا حالت تھی وہاں کے راجہ کے پاس کس قدر ملک تھا اور سلطنت کی کیا حالت تھی۔ اس کے بعد حیدر علی کے فائدہ انی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ وہ کس طرح میسور کے راجہ کے یہاں ملازم ہوا اور کس طرح داؤ شجاعت سے کتر ترقی کی۔ ان ہی حالات کے سلسلہ میں ناصر جنگ اور ہایت محی الدین خاں مظفر جنگ کی باہمی لڑائی ناصر جنگ کی شہادت چند اصحاب کا عروج پانا وغیرہ امور کی صراحت ہے۔ اس کے بعد راجہ میسور کا مرہٹوں سے جنگ کرنا اور حیدر علی کا

عروج پاٹا اور پھر اس کا میسر کی حکومت میں مختار کل بن کر ملک کا انتظام کرنا اس کے حسن انتظام سے تمام رعایا خصوصاً ہندوؤں کا خوش و خرم رہنا مذکور ہے۔ اس کے بعد حیدر علی کے فتوحات کا ذکر ہے پھر مرہٹوں اور حیدر علی کے جنگ کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد حیدر علی کے دیگر معرکوں یعنی صلابت جنگ سے لڑائی۔ ابراہیم خاں دہونسے سے جنگ عبدالحلیم خاں سے کڑپہ سدھوٹ فتح کرنے کے حالات مذکور ہیں۔ ان فتوحات کے بعد حیدر علی ارکاٹ کے فتح کے ارادہ سے روانہ ہوتا ہے فرانسیسیوں سے امداد طلب کر کے انگریز جنرل کوٹ سے برسرِ کار ہوا مگر اسی معرکہ میں عدالت کے باعث اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ ایک چوہدری ابو محمد نے کمال عقلندی سے حیدر علی کی موت کو پوشیدہ کر کے ٹیپو سلطان کو جو وہاں نہیں تھا خبر دی اس کے آنے کے بعد حیدر علی کے مرٹے کی خبر ظاہر کی گئی۔ ان واقعات کے بعد ٹیپو سلطان کے حالات شروع ہو جاتے ہیں۔ مگر اس کے تولد یا تعلیم وغیرہ کے حالات نہیں ہیں بلکہ اس کی مندرشتینی کا بیان شروع ہوتا ہے۔

مندرشتینی کے بعد ٹیپو سلطان نے ادھونی کے قلعہ کو فتح کیا یہاں مرہٹوں اور آصف جاہ ثانی سے مقابلہ ہوا پھر انگریزوں سے مقابلے شروع ہوئے ”ستی جنگل“ کی جنگ کے بعد صلح ہو گئی قلعہ بنگلورا انگریزوں کو دیا گیا۔ پھر انگریزوں سے دوسری جنگ ہوئی اور ہندو دگر پرا انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اس کے بعد پھر صلح ہوئی۔ ٹیپو سلطان اپنے بچوں کو انگریزوں کے حوالہ کیا۔ اس کے بعد ٹیپو سلطان فرانسیسیوں سے امداد طلب کیا۔ سلطان روم اور قندھار کو اپنے سفراء روانہ کئے جس کے باعث تیسری مرتبہ انگریزوں سے جنگ ہوئی اور ٹیپو سلطان شہید ہوئے۔

عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتداء۔ ”کشن راج مہاراج تخت سرریگ پٹن کالک میسور پر مختار تھا۔ اور

دوسرے پانگیر اور راجوں سے یہ عمدہ اور مشہور تھا۔ پانگیران کے کہتے  
ایک فرمان بردار سردار ان ہر سال پیشکش روانہ کرتے تھے۔“

”جب بزرگان نواب حیدر علی خاں بہادر کے ملک عرب سے بیجا پور کو  
آئے اور کہنے ایک دن پیچھے بادشاہ بیجا پور کے سرکار میں نوکر ہوئے  
لیکن اس وقت یہ عمدہ اور مستبر سردار تھے اور ان کی تابع داری میں  
بہت لوگ تھے۔ اس باعث اطراف کے ملکوں پر نام آوری اور بزرگی  
سے مشہور تھے اور یہ آپس میں تین بہائی تھے یعنی محمد فتح اللہ۔ غلام حیدر۔  
اور غلام علی۔ بڑے جوان مرو عقل مند تھے اپنی داناوی و باہوشی کے سبب  
سے بادشاہ کے دربار میں بہت مرتبہ و بزرگی پیدا کئے اور کئی برس تک  
اسی طرح اپنے اپنے کام پر مشغول و سرگرم تھے۔“

”نواب ناصر جنگ فقط ہدایت محی الدین خاں کو لے جانے پائیں گھاٹ  
تشریف لائے تھے اور ان کو دوسرے کسی کام کی خواہش نہیں تھی۔  
چنانچہ ارکاٹ سے دو تین بار ہدایت محی الدین خاں کو بلا بھیجے تھے  
تو وہ نہیں آیا اسی واسطے نواب خفا ہو کر جنگ کرنے کے لئے ارکاٹ  
سے کوچ کئے اس وقت فرانسیسی کا لشکر کنجی پر اترا تھا۔۔۔۔۔

ان دنوں وہاں ایسا برسات شروع ہوا کہ پینتیس روز تک  
رات دن میں آدھی گھڑی کی فرصت نہیں ہوتی تھی اس باعث  
سے ناصر جنگ کا لشکر حد سے زیادہ حیدر ان پریشان ہوا اور  
اطراف سے رسد آنا ہی موقوف ہو گیا لشکر میں اناج کی گرانی  
اس قدر ہوئی کہ روپیے کو آدم سیر جانول کا آٹا بکتا تھا اور تھوڑے  
روز تو یوں ہی نہ مل سکا۔“



خاتمہ :-

”شاہ ہاشم درحبابہ دولت انگریز پر کہ بہت لوگ بلاگھاٹ  
کے خوشی و غوری سے بے فکر اپنی اپنی گذر اوقات کرتے اور  
دعا دیتے ہیں۔ تمت تمام شد کارمن نظام شد

---

اس کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا

---

# فتح نامیہ پوسلطان

یا

(اضراب سلطانی)

اس کتاب کے دو نام ہیں جس کی عنوان میں صراحت کی گئی ہے اس ثمنوی کے دو نسخے لندن میں ہیں ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے اور دوسرا رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۴۵) ورق (۴۴) سائز ۸  $\frac{1}{2}$  x ۶ سطر (۱۳) خط نستعلیق  
سوسائٹی نمبر (۵) ورق (۸۶) سائز ۶  $\frac{1}{2}$  x ۵ سطر (۱۱) خط نستعلیق  
کاتب اسد اللہ۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

”دکنی نظم میں ٹیپو سلطان والی میسور اور مرہٹوں کی لڑائی کا بیان کیا گیا ہے جو ۱۷۸۲ء میں ہوئی تھی اس کا مصنف ایک شیعہ شخص مختص طرب ہے۔ جو واقعات اس میں بیان کئے گئے ہیں ان کا مختصر خلاصہ تاریخ مرہٹہ مصنف ڈوف میں موجود ہے۔ مگر یہ بیان تمام مرہٹوں کے خلاف نفرت و تمہارت سے ملبوس ہے۔ ٹیپو سلطان کے غلط اور بے بنیاد دعوے حملہ بجا پورہ کے نسبت جو سبب مصنف نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ مرہٹوں اور منلوں کی متحدہ ارادہ کو چھوٹا کر اس کی حکومت سے بے دخل کرنا چاہتا تھا اس کے خلاف تہاد وہ دغا بازانہ

طریقہ جس کی بدولت سلطان نے ننگر نہ کو فتح کیا اس کو مصنف  
نے کافروں کے مقابلہ میں ایک بہاری فتح شمار کیا ہے یہ کتاب  
بلا تاریخ سلطان کے زمانہ حیات میں لکھی گئی ہے۔

طرب کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئے، اصل مخطوطہ سے کچھ حالات  
منکشف نہیں ہوئے مگر کریم الدین نے اپنے تذکرہ میں جس کا مولفین نے دیا تھا حسب  
ذیل صراحت کی ہے۔

”حمین علی۔ اس مہم کے ایک تاریخ نظم میں فتوحات ٹیپو کے کارناموں پر  
تہی لکھی ہے اور اس میں لڑائی نظام علی خاں اور مرہٹہ وغیرہ کی بھی  
صراحت ہے اس کا نام فتح نامہ ہے، اس کی ایک جلد سرکار کمپنی  
کے کتب خانہ میں ہے۔“

اس کے سوا کوئی اور معلومات نہیں ہوئے۔  
نفس مضمون کا خلاصہ ذیل ہے۔

مخلیہ فوج اور مرہٹہ بالاجی پنڈت ہری پنڈت اور اس کے لڑکے کی سرکردگی میں  
سرنگاپٹن کی جانب پیش قدمی کی جب ٹیپو سلطان کو اس کی اطلاع ہوئی تو نہایت غشی  
کے ساتھ مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ اس سبب میں کئی قلعہ فتح کئے۔ سلطان کی آمد سے  
بالاجی فرار ہو کر پونہ میں پوشیدہ ہو گیا۔ ٹیپو نے اس کا تعاقب کیا اور پونہ کے نواب نے قلعہ  
جمعہ کر حیدر آباد میں پناہ لی۔ ٹیپو نے ادھونی پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد دریائے تنگ بہرہ  
پار کیا یہاں مرہٹہ فوج نے سلطان پر شب خون حملہ کیا مگر اس کے باوجود شکست پائی۔  
کچھ عرصہ کے بعد پھر دریائے کرشنا پر جمع ہوئے ٹیپو آگے بڑھ کر قلعہ بہرہ بندہ پر قبضہ  
کر لیا اہل قلعہ کی مدد کے لئے غنیم کی فوج آئی مگر شکست کھائی اور ادھورہ اسے کرشنا  
والی فوج میں پلٹ کر نمودار ہوا جس کے باعث کثیر آدمی طعمہ اہل ہو گئے۔ ٹیپو اس سے

مطلع ہو کر آگے بڑھا آخر مہلوں نے صلح کی درخواست کی سلطان اپنی جانب سے ہر الزام خالی  
بہادر اور محمد رضا کو صلح کے لئے روانہ کیا بعد صلح میں سلطان مظفر و منصور اپنے دار الحکومت  
کو واپس ہوا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ کے بعد پہلا عنوان ہے۔

(۱) ”داستان آمدن مراۓہ مغل از عزم جنگ برادہ ہونے وغیرہ بطریق اجمال نثر شد“

عجائب سنو دوستان داستان	کہ جسکی بیان میں ہر قاصد زبان
مراۓہ مغل فوج سب جمع کر	فوشی سات سلطان کے سن پیر
کئے سب نئے یون شہر سکون دات	لیویں ملک جلد ہی سون اب ہاتی ہات
سبھی مال و ملک و دیار و حصار	دونوں لیویں ہانت ہر یہ قرار
حجام للی راستہ ہو کر	بہر بالا جی پندت سک پیر
ہری پندت لہر کئے فاجرہ	لے سکات افواج سب باکرہ
منازل کون طے کر کے جلد و شباب	چلے آئے جنگ دیں و رہا باب

(۲) داستان آمدن فوج کفار ہراے دیدن لشکر سلطان دذکر شیخون وغیرہ و ہزیمت  
خوردن اہل ضلال از فوج اسلام بطریق اجمال نثر شد۔  
شب خون :-

ہو لاچار کیرات شب خون کر	کئے ان کے لشکر کون زیر و زبر
شہا بان و کوحول کا ہو کر ہجوم	برپا چو طرٹ انکی لشکر میں دہم
کہر با وقت ایب قیامت کمر	ہوے کو یا قائم زمانے اوپر
انکھیاں مل اد تہی نمیند سے تمام	لکی تذر کو کہنے ار می رام رام

بلاکان سوں آمی ہو یہ کہاں  
یہ کوئے مشہا بان و کو لیا کا مار  
یہ کہہ کر لکی کا سپنے کر بان  
کہ کو یا پریا لوٹ کر آسمان  
ہو بارشش غضب کا کہہ ٹہار ٹہار  
زن و مرد و اطفال و پیر و جوان

غرض نفسی نفسی کا تھا وہ مقام  
ہوئی صبح جب شاہ خاور زمیں  
قیامت کے تہی رات گویا تمام  
نکل سب کے پرے سون سلیم و چین

مشہا بان و بندوق چہتے لکی  
ہو دین جب مشہا بان لئے حل کر تمام  
ہنسکہ میں ہر یک کے کہیں ہنس شہا بان  
غضب کے پتا توں نے سنے جتے لکی  
نکل اس سے کو لے کر می اپنا کام  
ادک روز مستے کز کر مشتاب

صبح ہوئی پوسلطان بطش کمان  
بیرتان میں توپان کئے آپ جا  
اپس بات سوں داغ توپان کتین  
تھنار نظر جا پری کس اوپر  
پچھانے اسے دیکھ سلطان دین  
نشانہ اوپر خوب اول تہا  
جہنم میں بھیجے ہوت مشرکین  
کہہ یا تھا جو قہار می پوسہ کون سہ  
قلعہ آبیشک پہی سے یقین

یہ کہہ کر ہر اتوپ جلدی کے سات  
بہجا خوب اسکون کئے توپ سہ  
کہا یک نے تحمین و یک مرجا  
سراوسکا کیا اور شتابی کے سات  
پلانے کون اس سک کون آپ مات  
فلک اور ملک اور قضا و قدر  
کہا آفرین یک و یک جدا  
جہنم میں ملنے کون یا ران سنکات

چلی انکی پوچی میں کرنے غفل	میان سون ہی سلطان نے لشکر کل
لکے مارنے چوڑے سون مشہاب	مقابل ہو لشکر سون انکی مشتاب
سہر کر بہار ان تے پہنے لگے	بے توپان و بندوق چلنے لگے
لکھا لکھنے توڑت سون کہیں کہیں مشتاب	تھیکہ میں یکیک کے کولہ مشہاب
سکھے انکی مادر کے باطن دہرے	سکھے انکی دالر کے اسفل شکہ
.....	.....
اوسی طرح سون ماستہ ہو کر	کئے بہاک بے نوریاں مار کر

دگر نہ بہوت طول تھا داستان	لکھا توں نے کہ مختصر یہ بیان
اگر سب وہ کہتا تنجا نو میں کہا	کیا مختصر سو ایتا کچھ ہوا

خاتمہ :-

پہلے سمجھے پر مے کذب و لہو و لعب	جو دیکھے بچھا کر یحییٰ طرب
بجرا اسکے دوسرا نہیں تھکوں کام	تو اب رہ دعا بچ ہر صبح و شام
ہوین رکھہ توں سلطان کون با آب تاب	الہی مے جب لک مدوا قتاب
بحشمت و اعزاز تار و زامن	منظرف و منصور بر مشہ کلین

اس شہنشی کی ترتیب خود سلطان کے حکم سے ہوئی چنانچہ رائل ایشیاٹکک والے نسخہ میں مرقوم ہے۔

”کتاب اضراب سلطانی در ذکر جنگ مرہ و نظام علی بطریق اجمال  
 حسب الارشاد جہاں پناہ شیخ سلطان خلد اس ملک و سلطنتہ“  
 یورپ کے دونوں سونوں میں کوئی اختلاف پایا گیا نہیں جزئی اختلاف کو سہوکتا بت  
 پر محول کر کے نظر انداز کیا جاتا ہے۔  
 چونکہ یہ کسی فارسی سے ماخوذ نہیں ہے۔ اس لئے مقابلہ کا یہی موقع نہیں ہے۔

## خلاصہ سلطانی (احکام النساء)

یہ دو نو نام ایک ہی مخطوطہ کے ہیں اس کے دو نسخے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہیں۔

پہلا آرٹ نمبر (۱۶) ورق (۸۶) سائز  $8\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$  سطر (۱۲ تا ۱۴) خط نستعلیق

پہلا آرٹ نمبر (۱۷) ورق (۳۳) سائز  $8\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$  سطر (۱۳ تا ۱۵) خط نستعلیق

پہلا آرٹ کا خلاصہ: دکنی زبان میں مسلمانوں کے فقہی مسائل میں مصنفہ

قاضی غلام احمد۔ اس کتاب کے دو حصہ میں قسم اول میں اعتقاد کا بیان اور دوم

میں احکام شریعت کا حال مذکور ہے یہ کتاب شیخ سلطان کے دور حکمرانی میں

(۱۸۷۲ء-۱۸۹۹ء) مرتب ہوئی ہے قاضی صاحب دو اور کتابوں کے

مصنف ہیں زاد المجاہدین اور جواہر القرآن یہ دونوں کتابیں برٹش میوزیم میں نمبر

(۲۶۲۱) و (۲۶۰۹) پر موجود ہیں مصنف نے اپنے متعلق کوئی وضاحت

نہیں کی ہے ثبوتی اول حد سے شروع ہوئی ہے۔

کریم الدین نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔

”قاضی غلام احمد مصنف ایک کتاب اردو احکام النساء کا اس کی دو جلد آج

تک سو سائٹی میں موجود ہیں۔ ۸۰ م۔“

قاضی غلام احمد صاحب اپنے وقت کے جدید عالم و فاضل تھے شیخ سلطان نے ان کو

دارالسلطنت سرنگ پور کی قضائیت پر مقرر کیا تھا تصنیف و تالیف کا شوق تھا اکثر تصنیفات

فارسی میں مرتب کیں جن میں دو کا اوپر ذکر ہوا شاعر بھی تھے۔ مزید بحث کتاب دکنی شریں لکھی

ہے۔ انیسویں ہے کہ قاضی صاحب کا سنہ ولادت اور انتقال معلوم نہیں ہوا۔

کتاب میں اول حمد و ثناء میں ہے اس کے بعد شیخ سلطان کی تعریف کی گئی ہے اسی



سلسلہ میں ایک غزل ہی درج کی گئی ہے۔  
 اوشہ کہ جنگی فتح جہان میں ہیں آشکار  
 روشن کئے ہیں دین کوں توڑے ہیں کفر کوں  
 ہدایت سوں انکے مشا، فرنگوں کا دل جگر  
 فیاض جگے ہست سین ہے ابر ہی خجل  
 تیغ انکی دشمنان کے یوسروں کے مشکار  
 کفار انکے عصر میں ہیں ذلیل و خوار  
 ٹپکے ہیں جیوں کی شیشہ سین یا قوت خام کا  
 او قطرہ بخشی آب کا یور کرے شمار  
 مشاہد جہان سے اوٹ پر سلطان دین کے  
 عالم کوں انکے فیض سوں راحت ہے شمار

اصل کتاب دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ اعتقاد اور شریعت۔ پہران کا بیان فصلوں  
 میں ہوا ہے بعض فصلوں کی صراحت حسب ذیل ہے۔  
 وضو، غسل، نماز، حیض، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح، رضاع، نفقہ، آداب شوہر  
 حقوق مرد، عورت پر حقوق عورت ہر مرد پر، حلاق، ایثار، قربانی، زینح، حلال حرام وغیرہ  
 عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

”کہتا ہے کہ کتب معتبر میں لکھی ہیں کہ جو کوئی مسلمان ہو، مسلمان کی کہ احکام سنیں ضروریات  
 دین کی نماز کی روزہ کی حیض کے نفاس کے واقف نہ ہو ہی۔ نماز اس کی درست نہیں ہو  
 اور نکاح ان کا جائز نہیں ہے کہانا ہو پانی ان کی بات کارواہیں ہی بلکہ امام ابو حفص بخاری  
 کہتا ہے کہ کافر موتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

انصلا دامت کون بادشاہ سے اگر حاضر نہ ہو تو قاضی ہی اگر حاضر نہ ہو تو امام ہی اگر  
 حاضر نہ ہو تو والی سیت کا ہی اگر اذن مسنون دل کے غیر امامت کیا تو جائز ہے۔

مرغیں کہ زیادتی سے مرض کے دوتا ہی اسکی تین انظار کرتا رہا ہی مسافر گئے تیں جائز

ہی کے سفر میں افطار کریں اما اگر سفر میں محنت نہ ہو تو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اگر  
مذرا سفر میں ہو یا مرض اس مرض میں موافقہ اس روزان کا کہ اس سفر میں یا  
اس مرض میں افطار کیا تھا دینا واجب نہیں۔

اول بہر ہی مرد کے ذمہ پر ادا کرنا اس کا فرض ہے اگر دنیا میں نادیونیکا تو آخرت میں  
پکری خواہ عیقا۔ دویم نفقہ دینا عورت کون مرد کے اوپر واجب ہے دونوں کے حال موافق۔  
سویم کپرا دینا عورت کون دہوپ کالے میں ہو رہند کالے میں اسکی حال موافق۔  
چہارم صحبت کرنا عورت کے سات فرض ہے چاہی کہ چار روز سے زیادہ درمیانی  
ناچورے۔“

## مفرح القلوب

اس کے نو نسخے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہیں۔

نمبر (۲۳۳) ورق (۱۸۵) سائز  $۵ \times ۷ \frac{1}{2}$  سطر (۱۱) خط نستعلیق  
نمبر (۲۳۴) تا (۲۴۱) ہوم مارٹ۔

کینیاگ کا خلاصہ: ”میسور کی موسیقی کے متعلق ایک رسالہ ہے جس میں سُر  
اور تال وغیرہ کی وضاحت فارسی اور ہندوستانی میں کی گئی ہے  
مصنف حسن علی عزت ہے یہ کتاب ٹیپو سلطان کی تخت نشینی کے  
پہلے سال شروع ہوئی تھی (۱۱۹۹ھ) اور دو سال میں ختم ہوئی ہے“

کتاب کے ابتدا میں ایک طویل دیباچہ فارسی میں درج ہے۔ اس دیباچہ سے معلوم  
ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف عباد اللہ ہے نہ کہ حسن علی عزت۔ آخر پر تاریخ تصنیف  
۱۱۹۹ھ بھی مرقوم ہے۔

مصنف کے متعلق ہمارے کوئی معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ  
وہ ٹیپو سلطان کا مصاحب تھا۔ اور موسیقی سے کافی دستگاہ رکھتا تھا اور شاعر بھی تھا۔  
کتاب کیوں لکھی گئی اور اس میں کن امور کا ذکر ہے خود مصنف نے دیباچہ میں ظاہر  
کیا ہے اس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

”چوں حضرت سلطان از تمامی بند و بہت امورات ملکات و نظم و  
نسق جزو کل مشہور و کشور و سلطنت فراغت یافتہ قلم نسخ بر کھنہ  
جراہ آں شعبہ باز کشیدہ خواستہ کہ کتابے در علم موسیقی کہ مشتمل  
بر عیش و عشرت و منہنم نغمات و فنون آں کہ مبنی بر سرست و بہجت

باشد چنانکہ دین و دنیا و جسم و جان لازم و ملزوم اند ہر چنان حرب و  
ضرب کہ ہر یک با دیگرے حکم جزو لاینفک دارد چوں تدابیر حرب  
در کتاب مذکور قلمی گشتہ باقی تفصیل ضرب بود بنابر علیہ متوجہ این معنی  
شدہ بطرز تازہ ترکیب شائستہ و آراستہ و قوانین زیبا و پیراستہ  
در قیہ قلم زمودہ سہمی کتاب مفرح القلوب نمودند و مطابق لون  
شمس کہ شش ہشتاد و نہایت و سیارگان ست نام نغمائے شمش گانہ  
و سی اصول آہنا و دوازده ضرب و نشیدہ و غیرہ کہ بہ تفصیل در نظم ذکر آں  
خواہ شد

کتاب میں عنوانات ہیں اور ہر عنوان میں عموماً اول فارسی اور اس کے بعد اردو غزل لکھی گئی  
ہے۔ اس کو ریختہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے چند عنوانات حسب ذیل ہیں۔

ریختہ اول در ذکر طرز سلطانی

ریختہ دوم در ذکر طرز سرور و ہی

ریختہ سوم در ذکر طرز سرور و ہوش

ریختہ چہارم در ذکر طرز سرور و بانہی

ریختہ پنجم در ذکر طرز سبزو داری۔

اس کے بعد اس پانچ طرح کے ضمن میں تیس غزلیں دی گئی ہیں اور پھر مزید نغموں کی  
مراحت ہے۔ غرض کہ اس کتاب سے موسیقی کے اقسام اور اس کے قواعد و ضوابط پر  
کافی روشنی پڑتی ہے۔ نوٹہ کلام :-

ریختہ اول

کلر خان کرتا ہوں سلطانی کا تب سون بیا	ہی عجیب کچ طرز اسکا طرفہ تر ہی داستان
خوش شکل و از خوب رو بہو تیچ نازک کلبہ دین	مہ نایک زن اپہی غنجدہن خندہ لبان

کر کی برین وہ لباس کا چوبی سفید  
تخت پر استاد ہو کاتے دسی وہ شکل خوب  
زیور الماس گوہر بین ہو غمخ زبان  
دست چپ کون کہہ کر نیاز سون خون ہوشان  
روبرو اسکی رہی غوارہ اور تا ہر زمان  
دست بستہ ہے کہری رہین کردہ چون خزان

ریختہ سوم در ذکر طرز عشاق پسندی۔

ہی عشاق پسندی کا نادر بیان  
ہی کر سبز پوشاک تن کے اوپر  
مکمل سہرا پا کر اپنی کی تین  
کھری رہی بنا مشکل کانی کی سب  
اوریں سہرا اسکی ہوت شوق سے  
پنہان کہول کر مار ہی تین چار  
کہری رہین مپت مست و مدہوش ہو  
کف اپنی دہان بیچ لا ہر زمان

کتاب فارسی اشعار پر ختم ہوئی ہے۔

خاتمہ۔

بیان وصف کائنات چھی تو اند کرد  
زرم خطہ ششازادہ در جشن شہ  
کہر شک جزئی ضوانست عند لب ملک  
زمیں تماشہ کہہ جو انس شد بیشک

ان نو نسخوں کے مجموعہ بعض خاص شیوہ سلطان کے کتب خانہ سے تعلق رکھتے ہیں کتاب  
پر شیوہ سلطان کی دستخط بھی ہے۔

## ریاض العارفین

اس شہنوی کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں ہے۔  
 نمبر ۶۵۰۰ (۱۰۶) سطر ۱/۲ x ۵ سطر (۱۱) خط نسخ ناقص اول  
 یہ مخطوطہ حال میں داخل ہوا ہے اس لئے اس کا کٹینداگ مرتب نہیں ہوا۔ مولوی محمد احمق  
 اس کے مصنف ہیں مسئلہ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔  
 اس میں اخلاقی گیارہ باب تالیف کئے ہیں ہر ایک باب میں اولیاء و علماء اور سلف صالحین  
 کے قصے اپنے بیان کی تائید میں پیش کئے ہیں ابتدا میں ایک دیباچہ بھی ہے اس کو کسی  
 فارسی کتاب سے کہنی میں منظم کیا گیا ہے اس امر کی صراحت خود مصنف نے کر دی ہے  
 کتاب سات ہینہ میں ختم ہوئی ہے۔ یہ شہنوی طبع ہو چکی ہے۔  
 نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

فارسسی سے تہی تریہ آشکار	میں کیا اس کو نظم سے زیب دأ
فارسسی کی بھرکی سیمینی اندر	تھے چہے یہ بے بہا لعل و گھر
میں نہنگ قلزم اخلاص ہو	فارسسی کے بھر کا خواص ہو
لایا باہر لعل و گوہر بھر سے	رکھ دیا بازار د کہنی میں اسے

## ارکاٹ کے مخطوطات

اب ہم کرناٹک (ارکاٹ) کے دو کہنی مخطوطات کا ذکر کرتے ہیں مگر اس کے پیشتر وہاں کی تاریخ پر مختصر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔

جنوبی ہند کا جنوبی حصہ کرناٹک سے موسوم ہے اور ساحل کارو مند کہلاتا ہے۔ جنوبی ہند کی تاریخ آریہ تاریخ سے پرانی ہے یہاں کی ڈراوید قوم اس وقت ہی ہند اور تمدن حکمران تھی جب آریہوں نے اس سہ زمین پر قدم رکھا تھا ان کی یادگاریں آج تک باقی ہیں جن سے ان کے تمدن و تہذیب کا پتہ چلتا ہے۔ کہا جاتا ہے زامورن (سامری) قوم ہی ساحل جنوب سے عرق میں جا کر رہی اور اسیر یا بابل کے تمدن کی وہی بناسہ علیٰ بنالقیاس ملیبار سے ہی مصری تمدن کی بنیاد قائم ہوئی۔

جنوبی ہند پر سب سے پہلا اسلامی لشکر وہ ہے جس نے علاء الدین خلجی کی سپہ سالاری میں دیوگڈھ (دوست آباد) میں قدم رکھا۔ پہر اس کے سپاہی کرناٹک کا فورس نے حملہ شروع کئے۔ شاہیہ میں کافر کا تیسرا حملہ ہے جو کرناٹک پر ہوا اسلامی لشکر کٹرے علاقہ پر سے گزرتا ہوا سینٹ بندرا میثور (راس کماری) تک جا پہنچا مسجد علانی کی تعمیر ہوئی۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے صدیوں پیشتر کرناٹک بن دینار وغیرہ کی مسجدیں یہاں موجود تھیں اور سواحل ہند کا رومنڈل وحدہ لائٹریک کی صدا سے گونج رہا تھا یہ واقعہ نفس الامر ہے کہ اسلام براہ مغرب فوجی ترک و اختشام کے ساتھ ہند میں قدم رکھنے اور آخری نقطہ ہند (راس کماری) پر پہنچنے سے صدیوں پیشتر پامن ذریعہ سے جہازوں کے راستہ سے سواحل ہند پر مستقل طور پر اپنا گہر بنا چکا تھا وہ عرب تاجر اور مبلغ تھے جنہوں نے لازوال روحانی اثر سواحل ہند پر قائم کر دیا تھا۔ ابن بطوطہ جو اس فتح کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہاں

آیا تھا اپنے سفر نامہ میں اس امر کی صراحت کرتا ہے کہ یہاں اسلامی اثر ہمہ گیر ہے۔ اس نے درحقیقت اسلام کے دہی الوالعزم تاجر اور دیر مبلغ اسلام کے حقیقی خدمت گار تھے۔ جو تاج کل کے یورپین مشنریوں کی طرح ساحل کار، منڈل اور ملیبار پر آئے اور اپنے سچے مذہب کی ترویج کی۔ ان کی اولاد آج بھی جنوبی ہند میں موجود ہے۔ جو نوایط سے موسوم کی جاتی ہے۔ محمد تغلق کے زمانہ میں جب اس کی سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے تو معسبر (کارو منڈل یا صوبہ دراس) کا صوبہ دار سید جلال الدین آسن ہی خود مختار ہو گیا۔ فرشتہ نے اس کی صراحت کی ہے یہ قوم نوایتہ (نوایط) سے تھا۔ اس کے مطیع کرنے کے لئے خود سلطان نے معسبر کا رخ کیا مگر درگنچ تک پہنچا تھا کہ وہاں وہاں پھیل گئی جس سے خود سلطان بیمار ہو گیا مجبوراً چند امرا کو چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ اس طرح درہ واقع جنوبی ہند میں اسلامی ریاست مستقل قائم ہو گئی۔

اسی کے ساتھ ہی گنگو کی ہندو سلطنت کا آغاز ہوا جس نے بہت جلد قدیم حکمران پانڈے وغیرہ خاندانوں کے ٹٹھاتے ہوئے چراغ کو گل کر کے اپنا قبضہ جمایا۔ پھر شستہ سے ہمینی حکومت کا آغاز ہوا جس نے ڈہائی سو سال سے زیادہ حکمرانی کی اس کے بعد اس کی مختلف شاخیں ہو گئیں جو بیجا پور، گولکنڈہ، احمد نگر، بیدر اور برار سے موسوم ہیں جس کے علمی کارنامے صفحات اقبال میں گزر چکے ہیں۔ اول الذکر چاروں نے مل کر بیجا پور کو فتح کر لیا۔ اس طرح جنوبی ہند کے بڑے حصے پر سلطنت گولکنڈہ اور بیجا پور کا علم لہرائے لگا۔

اس زمانہ میں شمالی ہند میں مغلیہ حکومت کا دور دورہ تھا اکبر اور شاہجہاں کے عہد

۱۵ ماقم محدث کو غور ہے کہ وہ بھی اس خاندان کا ایک فرد ہے۔

۱۶ یہ نام حالات عہد سلف مولف مولوی مرتضیٰ مرحوم سے ماخوذ ہیں۔



دکن پر شروع ہو چکے تھے آخر کار اورنگ زیب کی حکومت نے ۱۰۹۷ء میں بیجاپور اور ۱۰۹۸ء میں گوالکنڈ فتح کر کے سلطنت مغلیہ میں شامل کر لئے اس کے بعد ۱۱۰۰ء میں عالمگیر نے فوجوں کو ملکہ خاں نصرت جنگ کی سیادت میں کرناٹک پر پیش قدمی کی ۱۱۰۰ء میں قلعہ چنئی فتح ہو کر کلکتہ کرناٹک سے (بتا درجن پراہل یورپ کا قبضہ تھا) دیر حکومت مغلیہ آگیا اس طرح علاء الدین کے بعد پھر اورنگ زیبی علم جنوبی ہند کے سوا محل پر لہرائے لگا۔ عالمگیر کی آنکھ بند ہونے ہی خانہ جنگی برپا ہو گئی۔ علی دوست خاں صوبہ دار کرناٹک کے بعد صفدر علی خاں صوبہ دار بنا اس کو اس کے رشتہ دار غلام ترقی خاں نے قتل کر دیا۔ آصفیہ اول جو دکن کے صوبہ دار تھے رفیع نسا کے لئے روانہ ہوئے ثبوتش رفیع ہوئی اور ۱۱۰۵ء میں نواب انور الدین خاں صوبہ دار کرناٹک مقرر ہوئے۔ جو بانی خاندان والا جاہی ہیں۔ انور الدین خاں نے ارکاٹ کو اپنا مستقر بنایا۔ اور اپنے فرزندوں کو مختلف اضلاع کا انتظام تفویض کیا۔

اس زمانہ میں انگریزی اور فرانسیسی رقابت تجارت کے حدود سے گزر چکی تھی ملک گیری کا جذبہ شباب پر تھا۔ مرہٹوں کا ہنگامہ علیحدہ برپا تھا۔ علی دوست خاں سابق صوبہ دار کرناٹک کا داماد حسین دوست خاں عرف چندا صاحب نواب انور الدین خاں کے پاس مقید تھا۔ فرانسیسیوں نے اس کو کہہ کر انور الدین خاں پر چڑھائی کی اس پر کے مقام پر انہوں نے شہادت پائی (۱۱۰۶ء) ان کے دو فرزند مقید کر لئے گئے تیسرے فرزند محمد علی خاں والا جاہ نے انگریزوں سے مدد لے کر فرانسیسیوں اور چندا صاحب کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔

۱۱۰۶ء میں والا جاہ کرناٹک کے خود مختار حاکم تسلیم کر لئے گئے۔ یہ ہر وقت انگریزوں کے دوست اور ان کے دست و بازو رہے ارکاٹ کے مشہور محاصرہ میں انگریزوں کے نامہ جبریل کلاویو کے دوش بدوش مدینہ علی خاں کمانڈر انوائج والا جاہی وادجاعت

و سے رہا تھا۔

پہر جب کوئٹہ لالی نے دوبارہ مدراس کا محاصرہ کیا تھا تو ایسے نازک وقت میں  
 یہی انگریزی سپاہیوں کے ساتھ ساتھ والا جا ہی فوج جان بازی دکھا رہی تھی دند و دوش  
 کے تاریخی معرکہ اور پیر پانڈی چری کی یادگار فتح میں جبکہ فرانسیسیوں کا ہمیشہ کے لئے  
 خاتمہ ہو گیا والا جاہ خود بذات اپنی فوج کے ساتھ موجود تھے۔ کلاپو کے ساتھ بنگال میں یہی  
 والا جاہ کی سختی ترتیب یافتہ فوج نظر آ رہی تھی۔ سلطنت آصفیہ کے ساتھ مشہور آفاق  
 تاریخی دوستی پیدا ہونے کے وقت سفیرِ برطانیہ کے پشت و پناہ تو اب والا جاہ ہی  
 تھے۔ ان تاریخی واقعات کے بناء پر برطانیہ کے بادشاہ جارج سوم اور والا جاہ صوبہ دار  
 کرناٹک میں بالراست تعلق قائم ہوا جس کی نظیر مہندوستان کے اور حکمران کے  
 خاندان میں بہت کم ملتی ہے۔

۱۲۱۱ء میں والا جاہ کا انتقال ہوا۔ ان کے ولی عہد کا اول ہی انتقال ہو چکا تھا اس  
 لئے دوسرے فرزند نواب عمدة الامر مند نظیں ہوئے اور صرف چھ سال کی حکمرانی کے بعد  
 ۱۲۱۶ء میں انتقال ہو گیا اب ان کی جگہ ان کے فرزند تاج الامر مند حکومت پر شکن  
 ہوئے لارڈ ویلیزلی نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کی جانب سے چند شرائط پیش  
 کئے تاج الامر نے اس کو منظور کر کے سے قطعی انکار کیا جس کی بناء پر ان کو نظر بند کر دیا گیا  
 اور نواب عظیم الدولہ جو والا جاہ کے فرزند امیر الامر کے لڑکے تھے منہ حکومت پر بٹھائے  
 گئے جنہوں نے کمپنی کے جملہ شرائط قبول کر لئے۔ یعنی سالانہ بارہ لاکھ روپیہ نقد ہتھ حاصل  
 پر قناعت کر لی اس طرح گویا ۱۲۱۶ء سے کرناٹک پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت شروع  
 ہوئی۔

۱۵ متعارف ہوئی کرنٹنی مردم مطلوبہ شمس لاخیا مدراس۔

۱۶ خطوط مدراس ملت والا جاہ کتب خانہ انڈیا آفس۔

۱۲۳۴ھ میں عظیم الدولہ کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند اعظم جاہ تاجم بنے اور ۱۲۳۴ھ  
 ۱۸۱۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند نواب محمد غوث خاں جو صرف پندرہ عین کے تھے  
 اپنے چچا عظیم جاہ کی ولایت میں حکمران بنے ۱۲۵۵ھ میں، اختیارات کے ساتھ خود مختار  
 کئے گئے۔ ۱۲۵۵ھ کے دو سال قبل ۱۲۵۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان  
 کے مرنے پر بڑے نام حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا اعزاز منصب خطاب فوج سب  
 موقوف ہو گئی اور نواب عظیم جاہ کو پرنس آف ارکاٹ کے لقب سے ملقب کر کے انہیں  
 چند ہزار کا وظیفہ مقرر کیا گیا ان کے مرنے پر ان کے دو فرزند ظہر الدولہ و انتظام الملک  
 اور پوتے منور خاں یکے بعد دیگرے پرنس کے لقب سے ملقب ہوئے اور وظیفہ پاتے  
 رہے آخر اللہ کے مرنے پر ان فرزند نواب سر محمد علی خاں بہادر فی زمانہ پرنس آف ارکاٹ  
 کے لقب سے ملقب ہیں اور وظیفہ پاتے ہیں۔

نواب محمد علی خاں والا جاہ اور ان کے چاروں جانشین علم دوست تھے ان کے زمانہ  
 میں بیسے بڑے علمائے دینی و قاری شیوخ طریقت اطباء حاذق شعرا مدام جمع تھے جن کے  
 عربی فارسی اور اردو تصنیفات موجود ہیں بعض علماء اور شعرا کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔  
 جو اس زمانہ میں دربار ارکاٹ سے وابستہ تھے۔

ملک العلماء سچر العلوم مولانا عبدالحی میثم و چراغ زرنگی محل، خفایا دستگاہ مولانا محمد باقر  
 آگاہ فضیلت، آف مولانا محمد غوث شرف الملک معرفت آگاہ قاضی الملک مولانا محمد  
 صبیح اللہ، دارالمراد مولانا عبدالوہاب، قاضی ارتضیٰ علی خاں، مولوی محمد سعید اسلمی، مولانا  
 عبد القادر حافظ احمد خاں اعظم الملک، مولانا امین الدین، خان عالم خاں قاروق، یہ ان خاں  
 ہند میں مولف ترک والا جاہی مولانا غلام حسین رحمان مولف قصور والا جاہی ان اہل علم کے

علاوہ جن میں سے بعض شاعر بھی تھے۔ ارکاٹ میں اور بھی صد شعرا ایسے تھے جنہوں نے ملک سخن سے واولی بعض کے نام حسبِ نیل ہیں۔

شیخ محمد امین اسپر ایسلی۔ محمد اسماعیل خاں ایجدی مولف انور نامہ۔ میر اماد علی امداد نور الدین خاں انور۔ فصیح الشعر حسین علی افصح۔ طراز ش خاں احسن۔ سید مرتضیٰ بنیش میر مہدی ثاقب۔ افضل العلما محمد ارتضا علی خاں خوشنود۔ افضل الشعر شیریں سخن خان راقم۔ محمد صبغۃ اللہ فرحت۔ محمد محفوظ خاں شہامت جنگ محفوظ۔ غلام اعز الدین خاں مستقیم جنگ نامی۔ صفی الدین محمد خاں ناصر قادر علی خاں منور جنگ نظیر سید ابوسعید والا مولوی محمد مہدی داحف۔ ان میں سے بعض صرف فارسی گو تھے اور بعض فارسی اور اردو دونوں میں شعر کہا کرتے۔

خاص خاندان والا جاہی کے بعض افراد بھی شاعری کرتے تھے چنانچہ تاج الامم تخلص مابد عظیم جاہ تخلص عظیم محمد انور خاں سیف الملک تخلص مختار۔ اور نواب محمد غوث خاں تخلص اعظم وغیرہ کے نام لئے جاسکتے ہیں آخر الذکر کا فارسی اور اردو کلام شائع ہو چکا ہے دو فارسی تذکرے شعراء کے حالات میں بھی تصنیف فرمائے ہیں تو تذکرہ صبح وطن اور گلزار اعظم سے موسوم ہیں۔

بہر حال روسا ارکاٹ نے ہی اردو کی سرپرستی فرمائی ہے اور ان کے خوانِ کرم سے بیسوں علماء شعرا اور مصنفین نے حصہ پایا ہے ہا یہ تو مقصد نہیں ہے کہ ان کے اردو خدمات کا ذکر کیا جائے۔ بلکہ اس زمانہ کے مخطوطات جو یورپ کے کتب خانوں میں ہیں ان کی صراحت مقصود ہے لہذا ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

## قصہ طالب موہنی

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر (۷۲) ورق (۵۹) سائز ۵ x ۸ ۱/۲ سطر (۹) خط نستعلیق تالیف کتابت مہاراجا دہلی شانی

۱۱۲۱  
۶۱۵۸

کیشناگ کی تصراحت کا خلاصہ :-

”طالب اور موہنی کی عشقیہ داستان دکنی نظم میں لکھی گئی ہے مصنف  
 میر سید محمد والد ہے۔ دیباچہ میں مصنف نے بیان کیا ہے اس کو  
 ابن نشاطی کی پہول بن کے بعد لکھا گیا ہے۔ یہ قصہ اس نے ایک  
 بوڑھے بہمن سے سنا تھا۔ اس کو ”داستان عجائب“ ہے ہی موسوم کیا  
 ہے۔ ابتدائی صفحہ پر سرخی سے مصنف کا نام سید محمد موسوی لکھا ہے۔  
 کسی اور کیشناگ میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے مصنف کا ذکر مولف تذکرہ شعراء دکن اور مولف  
 تذکرہ گلزار اعظم نے کیا ہے۔

والد کا نام جیسا کہ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے سید محمد تھا ان کے باپ محمد باقر خاں سان کے  
 رہنے والے تھے۔ جیہ آباد میں انور الدین خاں سے وابستہ تھے جب انور الدین خاں  
 ارکاٹ کے صوبہ دار مقرر ہوئے تو یہ بھی ارکاٹ میں آ رہے اور اسی کو وطن بنالیا اس  
 زمانہ میں ارکاٹ علوم و فنون کا مرکز تھا۔ والد کے چہشمہ فیض سے بھی تشنگان علم سیراب  
 ہوئے یہ فارسی کا زبردست شاعر تھا کلام کی رنگینی اور نازک خیالی اپنی آپ نظیر رہے۔ فارسی  
 کے علاوہ دکنی میں بھی اس نے طبع آزمائی کی ہے والد کا انتقال ۱۱۸۵ھ میں ہوا۔  
 زیر بحث مخطوطہ والد کی زندگی میں لکھا گیا ہے۔

مسئہ تصنیف ظاہر نہیں ہوتا، مگر ۱۱۱۱ھ جو تاریخ کتابت ہے اس سے واضح ہے کہ

اس کے پہلے تصنیف ہوئی ہے۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نسبت اس کے بعد دیباچہ اور پھر اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔ دیباچہ میں قصہ لکھنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے ایک صبح نہایت دلفریب صبح تھی کہونکہ پیاسے وصل کا وعدہ ہوا تھا مگر انتظار کی بلا سخت تھی پھر محبوب کا دیدار ہوا اور حالت بے خود ہو گئی اس کے بعد محبوب کا وصل حاصل ہوا اور راز و نیاز کی باتیں ہوئے لگیں و کچپ تھے نہانے لگے پھول بن کا قصہ جو ابن نشاطی کا لکھا ہوا تھا وہ دل کو نہ بہا یا اس لئے ایک اور قصہ جس کو اس نے ایک باڑے سے برہن سے سنا تھا اس کو وہ کہنی نظم میں بیان کیا۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک ہندوستانی خوبصورت مسلمان مرد طالب نام کا ایک پن گھٹ پر گزر رہا تھا جہاں صبح کے وقت ہندو عورتوں کا مجمع ہوا کرتا تھا۔ اس شہر کے ایک مہاجن کی لڑکی موہنی نام نہایت حسین اور جمیل تھی۔ مہاجن نہ صرف مال و دولت میں مشہور تھا بلکہ غیر ہی تھا طالب اور موہنی کی نگاہیں چارہوئیں طالب موہنی کے تیرنگے سے زخمی ہو کر بے ہوش ہو گیا۔ موہنی نے خیال کیا مگر کیا ہے مگر کچھ عرصہ کے بعد ہوش آیا اس نے اپنے عشق کا حال موہنی سے بیان کیا اور اس کے پیچھے ہو لیا جب مہاجن کا مکان آیا تو موہنی اندر چلی گئی اور یہ اس کے دروازہ پر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے مہاجن سے بیان کیا ایک مسلمان آیا ہے۔ اور خود موہنی کا عاشق بتاتا ہے۔ وہ یہ سن کر شہر مندہ ہوا اور غصہ سے باہر آ کر طالب کو فہمائش کی کہ تم صورت سے شریف زادے معلوم ہوتے ہو مجھے بدنام اور رسوا مت کرو اپنا راستہ لو مگر طالب پر کوئی اثر نہ ہوا لوگوں نے بیان کیا دیوانہ ہے جانے دو۔

تین رات دن اسی طرح گزر گئے طالب نے نہ تو کھایا اور نہ پیا اور نہ دماغ سے اٹھا مہاجن کو تعجب ہوا لوگوں نے مشورہ دیا اس کو کہلا پلا کر یہاں سے رخصت کر دیا جائے۔ مہاجن

وال روٹی لے کر آیا مگر طالب نے کہا نے سے انکار کیا ایک شخص نے رائے دی موہنی  
 کے ہاتھ سے کہا ناروا نہ کیا جائے مہاجن نے اسی پر عمل کیا اب طالب سیر ہو کر کہا یا اس  
 رات مہاجن نے اسے علی کہ چلا جائے مگر طالب نہ مانا۔ آخر حاکم شہر سے شکایت کی گئی۔  
 وہ طالب کو طلب کیا اور واقعات سے اطلاع پائی اور معلوم کیا کہ اس کا عشق سچا ہے تو مہاجن  
 کو طلب کر کے تاکید کی کہ اگر یہ مر جائے تو سخت بڑا ہوگا ہند اتم اپنے مکان میں رکھو اور  
 کہا نا دیا کرو۔ اور طالب کو فہمائش کی صبر سے کام لے۔ اب طالب مہاجن کے گھر میں  
 رہنے لگا۔ اور ایک مرتبہ رات کے وقت موہنی کہا نالاتی اس کے ساتھ مہاجن کا ایک  
 ملازم جو نہایت سخت گیر تھا، ہا کرتا جس کے باعث عاشق اور معشوق کو کبھی بات کرنے کا  
 موقع نہیں ملتا۔ موہنی کی دانی طالب پر مہربان تھی ایک ہمینہ کے بعد موہنی کی حیر آئی دانی  
 نے طالب کو مشورہ دیا کہ خداں باغ میں جائے وہاں موہنی سے بات چیت ہو سکتی ہے  
 طالب وہاں گیا رات کے وقت موہنی پہنچی وہاں آئی عاشق و معشوق میں گفتگو ہونے لگی۔  
 اس عرصہ میں مہاجن کے ملازم کو خبر ہو گئی وہ طالب کو مار ڈالنے کے ارادہ سے، روانہ ہوا مگر  
 جب باغ میں پہنچا تو ایک کانا ناگ سانپ اس کو کاٹ کھا یا اور وہ وہیں مر گیا۔ مہاجن  
 کو اس کی خبر موہنی آخر مشورہ کر کے دانی کو کسی دوسرے شہر میں روانہ کر دیا گیا اور ایک دن  
 خبر اڑائی کہ موہنی سخت بیمار ہے اور میرے دن اس کی موت کی خبر دی گئی اور فرضی جنازہ  
 روانہ ہوا طالب اس جنازہ کے ساتھ ماتم کرتے ہوئے جانے لگا لوگوں نے ملامت کی  
 موہنی کے مرنے پر بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا، اور عاشق ہو کر زندہ موجود ہے حالانکہ معشوق  
 مر گیا ہے۔ طالب یہ سن کر واپس ہوا اور ایک کنوے میں گر کر اپنے آپ کو ہلاک کیا جب  
 موہنی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی کنوے میں گر پڑی۔ لوگ جمع ہوئے اور کنوے  
 سے لاش نکالی گئی سب کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ عاشق اور معشوق دونوں باہم پیوست ہیں  
 کوشش کی گئی ان کو علیحدہ کیا جائے مگر کامیابی نہیں ہوئی حاکم کو اطلاع ہوئی اور نماز

جنازہ کے بعد ایک ہی قبر میں وہ دونوں دفن کئے گئے۔

نوڈ کلام ملاحظہ ہو۔

ابتدا کلام

چراغ اس بنیم کا حمد خدا ہے	بچن کا انجن جو دلکش ہے
دیا قدرت مطلب کی بیان کون	خدا کے بندہ پرہر جو زبان کون
۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۔ ۔ ۔ ۔ ۔
کہ میرے دل پو نوشی گہرے تھی	مبارک صبح تھی کیا خوش گہری تھی
ولی میں بیقراری میں موا تھا	پیا سوں وصل کا وعدا ہوا تھا
اسید وصل شادی دلیں بہاتے	یلائی انتظار آکر چلاتی
۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۔ ۔ ۔ ۔ ۔
خبر دے کہ جو پونچھا بیخبر تھا	میرا حال اس وقت زبردہ تھا
دیکھوں کیا دوست بیٹھا ہے میر پاس	سہنگ یا وصل جب رام کے پاس
میری جس پر کہولا زبان کون	نمک دیکر طافت کے بیان کون
۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۔ ۔ ۔ ۔ ۔
بندہ ابن نشاطی پہول بن کا	سنیاہون میں قصا یک ہو رنگ کا
نہ عوام طبع کا پہول اس سون خوان	ولی و دلکوں نہیں لکتا ہے چندان
بندہ دیوی شرف دکنی بچن کون	اکرتون والا اس شیرین وزن کون
۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۔ ۔ ۔ ۔ ۔
بودا سا ایک بزم کن کہانی	ملائیک روز مجھ کو ناگہانی
۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۔ ۔ ۔ ۔ ۔
قصہ مہنے و طالب کا ستا یا	نمک سون زخم پر مرہم لکایا



اتہا ہی شوق مستکر یوحکایت  
نظارہ پول بن کا شوق لایا  
بند ہوں مختصر کہ کو روایت  
فکر تیری کون خیابان میں ڈالتا یا

شعر (۱) سے تخلص ظاہر ہوتا ہے۔

قصہ کے خاتمہ کے بعد خاتمہ کتاب میں (۱۶) شعر کہے گئے ہیں پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

نیکار شش پر قلم نے طے کیا راہ  
نہیں قصاص و سس دلربا ہے  
قصہ پورا ہوا الحمد للہ  
رنکین ہے شخوچ بشیرین ادا ہے  
آخری اشعار۔

ابھی جیت تک کل باغ عیا نے  
عشق کے طالبان مطلوب پامین  
بچن کے حاسدان کا دل اچھو داغ  
امید و امان کے امیدان بر آوین

قلم یون داتان پر کلفشان تھا  
مفسر سب مفسرندان پو غالب  
کہ عہد وستان میں کن یک جوان تھا  
حجبت کا طالب ناؤن طالب

ہوا ہی شوق والہ کا طبل باز  
کہ تھا اس شہر مہمانے یک مہاجن  
قصی پر یوں کیا و طبل کا آواز  
دنیا دولت بہت اسکی ہر یک تاشاؤ  
دیا اسکون خدائی بخت ہر دوہن  
سکل ہندوان میں اسکا براؤ

ہوئی طالبیاد چرب سیرے رات  
کہ وہاں بسنے لگا بے تاب ہو کر  
نجانوں دل نے کیا بولا اسے بات  
ہچن جیسے اچھے بے تاب ہو کر

پہر ایک رات تھی باقی جب آیا	فکر میا نے کہ یو کیا تھا خدا یا
اودھر موہنے دھوپے میں امو لے	کئی جب سچ میں دانے سون پو لے
کہ چیرائے آتا طالب کون مارا	میرا دل تخت ہوا ہے تن میں سارا
دورا ہی دور میں جا کر نظر کر	موا یا جیوتا منجکوں خبر کر
کے دانے پر ادیکھی ہے کوئے	کہہ دلیں کہ یو طالب بھی کرا دے

ہنگامی مسرہو چلا تابت کی سات	سرد اور پور سینے پر مارتا مات
کہی ہندوان کی کیون سرد پورتا ہے	موتی پر ہی اُسے نہیں چھوڑتا ہے
بہت بی ہندم عاشق ہوا ہوس ہے	کہ دلبر کئی تجھ میں نفس ہے
و طالب عاشق صاحب وفا تھا	عشق میں رزا دل سون خدا تھا
یو طعنا جب سنا غیرت میں آیا	ڈوولی سون اپس کا مکہ پھرایا

کہ عاشق پاک بائیں میں گرا ہے	تیرے مرنے کی تین سنکر مرا ہے
اسے ساعت ہوئی سنکر دیوانی	ایسے بچو کہ خود کو کون نہیں پہچانی
شستابی ڈور بائیں میں کر ہی مہی	و طالب جیون مرا کیو پہچانی مرے ہے

نکالے بوت دو نو وہ مبتلا کی	عجب دیکھی ہیں وہاں قدرت خدا کی
دونو تن یک ہو مل کر رہے تھو	دو ایک تن اکیمین ایک دل ہوئے تھو
و دونو یک ہو کر یون رہے مل	کہ اپس سون جدا کرنا تھا مشکل

ہویں دونو دفن یک قبر میں	و صل پائیں ہیں تب جنت گھر میں
--------------------------	-------------------------------

کہا نئے عشق کے اس قسم کم ہے | وفاداری و دونو پر ختم ہے  
 دُنیا سون کی ہمنما کون جانا  
 ہر یک جیلا ہے جانے کا بہانا

اس کتاب میں والدہ کی ایک غزل بھی ہے جس کو درج کیا جاتا ہے۔  
 غزل والدہ

دیکھو یاران عشق کا حال کیا ہے	ستم ہے سکہ بھی راحت ہی بلا ہے
کہی ہے جام جو خون دل اس میں	کہی آئینہ انزو نہا ہے
کہی اس جام سون بزمیں و قیاس	دماغ دل کتین قسیں رسا ہے
کہی اس آرزوی کے باغ میں	جگر کون دماغ کا کل رو نہا ہے
وفادار انکی تیں و عین مقصود	ہو سنا کا کی آ کی اڈو نہا ہے
نہ پاوی فخر رازی را نہا اس کا	یو سلا ان کتابا سون جبا ہے
چلا آئی عشق دل کہر بھی کا تیرا	جو کچھ طالب کی پیش الی روا ہے
منجی نہیں نے ہاری ہی جلائے	غم و مشادی جو اس سون ہے بجا
وصل پایا ہونین دولت مبارک	منچو اور رات یو خلل ہما ہے

میری حالت کون شیعین داستان میں  
 اگر والدہ کسی اس میں مزا ہے

## رازق باری

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر (۲۵۷) ورق (۱۷) سائز ۷ ۱/۲ x ۵ ۱/۲ سطر (۱۲ تا ۱۳) خط نستعلیق مگر نہایت  
 زشت تاریخ کتابت ۲۵ راجہ خسرو وی سال راسخ ۱۲۲۲ھ مولود محمد۔  
 کینڈاگ کی صراحت ۱۔  
 ”عربی اور فارسی الفاظ کے معنی اردو میں بیان کئے گئے ہیں یہ کہنی  
 نظم ہے۔ ۸۷۲ء میں در اس میں طبع بھی ہوئی ہے۔“  
 کسی دوسری کینڈاگ میں یہ شریک نہیں ہے اس کا مصنف واقعہ ہے جن کی ایک  
 شہنوی طالب و موہنی کا ذکر ہوا ہے۔  
 اس میں خالق باری کی طرح بچوں کے لئے عربی اور فارسی کے معنی بتائے گئے ہیں۔  
 کلام کاغذ حسب ذیل ہے۔

اس کا نور نبی پہچان

فران پہچان حقے کتاب

رازق باری حق ہے جان

اولاد ال یاران اصحاب

انسان کیا ہی کہانی نقل

خیال رضو در نو دمان

فوج حش و رس دیدار

ہر تہ زمانہ در اکور سا

فہم خود ہیں دو نو عقل

رازقراست دانش کہان

جب ہو مہر کہن سو پیار

ابرش ابلق ادہم کہورا

نغمے کیا ہو بند ہی اونت	طم فرا ہو جبرہ کہوت
محل کیا ہو اونت کی دا	کر رہ روٹے تا بہ تو ا
طاؤس کیا ہو مور پہچان	مرغی کیا ہو ماکیان جان

مردن کرنا کردن کرنا	کیا ہو نہادن ؟ دہرنا
فروختن کون سکنا بول	کشادن کہوت کنونکت کنول

والہ اتنے ہوتی روپا	فرس لغت کے معنی پوپا
جس نے پایا وطن صافی	رازق یاری اسکون کافی

## ہشت بہشت

اس کے دو نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا پیارس کے قومی کتب خانے میں ہے۔

میوزیم نمبر (۶۵۰۰- نورٹیل) ورق (۲۰۸) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق  
پیارس نمبر (۸۴۲) ورق (۲۱۱) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق  
یہ مخطوط بلوچ ہارٹ کی فہرست مرتب ہونے کے بعد میوزیم میں داخل ہوا ہے اس نے  
کینڈاک کی وضاحت نہیں ہو سکتی۔ علیٰ ہذا پیارس میں یہی کوئی صراحت نہیں ہے۔  
یہ کتاب آنحضرت کی سیرت میں ہے و حقیقت یہ آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے جن کی  
تصنیف ۱۱۸۴ھ سے ۱۲۰۱ھ تک ہوئی ہے۔ پیارس کا مخطوط خود مصنف کا تصحیح کردہ  
ہے اس لئے خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس فتویٰ کے مصنف مولانا محمد باقر آگاہ ہیں چونکہ ہم کو آگاہ کے دس مخطوطوں کا ذکر  
کرنا ہے اس لئے تفصیل کے ساتھ اسی مقام پر ان کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔  
آگاہ کا نام محمد باقر ہے اور ان کے والد کا نام محمد قاضی تھا۔ ان کے اجداد وہابی تاجر اور  
مبلغ عرب تھے جنہوں نے ساحل کارومنڈل پر اسلام کا بیج بویا تھا۔ پہرہ ہم کو اس ارکا  
پتہ چلتا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد بیجاپور کو اپنا وطن بنا چکے ہیں۔ اور وہاں مسند علم اور ریاست  
پر متکون ہیں بیجاپور کی تباہی کے بعد دیوردرہ میں آئے یہاں ۱۱۵۵ھ میں آگاہ کی  
پیدائش ہوئی ابتدائی تعلیم تو گھر میں، پنے چچا سے پائی اس کے بعد دیوردرہ میں حضرت  
سید ابوالحسن قرطبی سے عربی فارسی کی تعلیم پائی۔ پھر ان کے مرید ہو کر روحانی تعلیم بھی حاصل  
۱۱۸۴ھ میں ہی ان کا تولد ہوا جس کی عمر میں دیوردرہ آئے ۱۱۸۴ھ میں انتقال ہوا اور  
فارسی کے جید عالم اور شاعر تھے اور شعر بھی کہا کرتے۔ (گلزار اعظم)

کی ترجمہ پلے کے ایک اور بزرگ شاہ ولی اللہ کے حلقہ درس میں بھی شامل رہے۔  
آگاہ عربی اور فارسی اور اردو کے جدید عالم اور اپنے وقت کے عالم تھے تفسیر حدیث  
فقہ منطق فلسفہ کے ساتھ ادب کا خاص ذوق تھا۔ مولانا غلام علی آزاد بیکرامی پر صوفی و نحوی  
صنائع اور بدیع کے چار سو اعتراض کئے تھے جس سے ان کی عربی قابلیت کا بخوبی ثبوت  
ملتا ہے عربی اور فارسی کا دیوان موجود ہے تینوں زبانوں میں تصنیفات کین ہیں جن  
کی تعداد (۳۰۳) بتائی جاتی ہے۔ ان کے منجملہ سولہ اردو ہیں جن میں سے دس یورپ  
کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

نواب محمد علی خاں والا جاہان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اپنے دو لڑکوں امیر الامرا  
اور حمید الامرا کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ آخر زمانہ میں دبیر خاص (پرائیوٹ سیکرٹری) کی خدمت  
بھی تفویض کی تھی۔ پانچ سال کی عمر پائی مسئلہ میں انتقال ہوا اس میں دفون ہوئے۔  
اردو تصنیفات نظم میں ہیں مگر ان کے ابتدا میں چند صفحات کا دیباچہ نثر میں ضرور  
لکھا ہے جن سے مختلف امور پر روشنی پڑتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ سال کی عمر سے انہوں نے شاعری کی ابتدا کی  
ہے ۱۸۸۴ء سے اردو تصانیف کا آغاز کیا یا آخر تخلص قرار دیا ۱۸۹۴ء میں عربی دیوان  
مرتب کیا جس میں آگاہ تخلص رکھا گیا۔ آخر زمانہ تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا۔  
جیسا کہ بیان کیا گیا ہشت بہشت دراصل آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے جس میں آنحضرت  
کی سیرت ہے۔ پہلے رسالہ میں نور محمدی کا ذکر ہے جس کو ”من دیکھ“ سے موسوم  
کیا گیا ہے دوسرے رسالہ میں آپ کے نبوت کے بشارتوں کا بیان ہوا ہے اور من ہرن  
سے موسوم ہے تیسرے میں آنحضرت کی پیدائش کا ذکر ہے جو من مہن کہلاتا ہے۔  
چوتھے میں آپ کی آٹھ سالہ عمر سے وفات تک حالات لکھے ہیں جو جگہ سوہن سے  
موسوم ہے۔ پانچویں میں اخلاق و شمائل النبی کا ذکر ہے یہ آرام دل سے موسوم ہے۔ چھٹے

رسالہ میں آپ کے خصائص اور ساتویں میں معجزات اور آٹھویں رسالہ میں آنحضرت  
کے آداب اور آپ سے محبت رکھنے کا ذکر ہوا ہے۔ ان کے نام راحت جان میں ہیں  
اور من جویں ہے۔

ذیل میں کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ کا آنحضرت پر اسلام لانا

لائی ایمان مقدم سب سون	اول روزہ خدیجہ خاتون
لائی ایمان حیدر صفدر	بہی اوسی روز بل بوقت عصر
لائی ترتیب سے ایمان فی اکمال	بعد زید و ابوذر و بلال

جنگ کے حالات کا بھل ذکر کیا ہے مصنف اس امر سے واقف تھا کہ آنحضرت کی  
سیر میں جنگ کا بیان کوئی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ دیگر واقعات اصلی سیرت ہیں۔

اوشش شہنشاہ کے اوپر رکھ تو یاد	اور اسی سال ہوا فرض جہاد
کہ اتھا اون میں مشہ بانفس نفیس	اوسکے غزوات تو سب ستائیس
باقی جنگوں میں نہیں ہوئی اسی بہائی	ہوئی دس جنگ میں اسی بار لڑائی
مھی عدد اون کا تو سن ستائیس	جو لڑایان میں گیا نہیں دہر تیس
ہوئی دس سال من واقع سب	یہ جہاد سن اسی اہل ادب

سال چارم میں ہوا بھی نازل | حکم قصر صلوات اسی کمال

سال پنجم میں اسی دوست سمج | فرض ہوا لئے کیا سب پر حج



سال ششم میں صوفی امی یاران	سب پیش شروع نماز باران
اور صلوٰۃ خسوف اور کسوف	سنت اس است پو صوفی ہر معروف
صوفی اوسکی سال میں نازل امی یار	بیگیاں آیت احکام ظہار

میاں اتھو شاہ کی مسہ کے بال	خیم و سیدی بن بچہ ہی جکسا دجال
درازی میں پونچھی تھی کہانہ سی کنی	یوں آیا بھی اکثر حدیثان منی
کبھی سہنڈ لیا نہیں او تام دار	مکرج کے ایام میں ایک بار
دیا بانٹ صاحب کون سب او بال	ہر کوسب اوسی اپنی جی کی مثال
اوسہ و کیں یس ہر بال تھے	دلان صید کرنے کین جال تھے
نہایت تھے خوشیو اوسوی سیاہ	ہی کہنا اوسی مشک و عنبر گناہ
بھی بھی یک روایت میں اسہ ہاتھ	کہ دھوتا تھا سہ پیر کی پات سے
بھی سنت امی بال کہنا تمام	نکاح اوسکی کرنا ہر صبح و شام
دانست گردن کہانہ سے سینہ شکم بادو پاؤں قامت رنگ چال ہر ایک اعضا کو	
یہاں تفصیل سے بیان کیا ہے اس کے بعد اخلاق کا ذکر ہے۔	
آپ کی سخاوت اور رحمت کا ذکر دیکھو۔	

سخاوت میں کوئی اوسکی ثانی نہیں	نہ تھا جو کون اوسکی کڑ کا کہیں
سوداں سون دیا اوت روز جنین	غریبان کون او خلق کا نور عین
بقول ہوا زن دیا چھی ہزار	درم او شہنشاہ عالی تبار
نوی یک مسلمان کون ادبی بدل	دیا یک جنگل ہر کو بکری سنگل
کہا قوم کون چاکو امی گمر مان	محمد ادبہ لاکہ ایمان جان
سخاوت کون اوسکی نہیں اتہا	یونظر ہر سخاوت کا معنی مدعا

میں رحمت کا اوسکی گردن کیا بیان	سدا یہی اوسکون خدا در قرآن
کہا رحمت العالمین اوس کا نام	دو فحیم ہی اسے شاد کام
شہنشاہ کی رحمت اسی نام ور	اتہی سب پوچتی کہ مشیطان اوپر

دو صفحہ رحمت کا بیان ہے۔  
شرم و حیا۔ سخاوت۔ شجاعت۔ رحمت۔ منہار۔ تواضع۔ فروتنی۔ اخلاقی امور کو تفصیل  
سے بیان کیا ہے۔

عمر یوں کہا ہی رسول خدا	اچھو تجھ پو ماں باپ میرے فدا
غضب تک مھو نوح اپس قوم پر	جھایاں سون ادنکی کہا لاتند
یون ہرنی دیکھ ظلم و جفا	کیا اپنی قوم پر بد دعا
کہا بلکہ یارب بلطف و عطا	میری قوم کا بخشش جرم و عطا

بھی کہتا تھا یوں ادشاہ نول	میرا کل غم ہو سداست بدل
جی دو نو عالم میں کچھ کم نہیں	بجز درد است بھی غم نہیں
یہی غم اتھا اوس کون دنیا من	بھی نکرا چو اوس کو عقبی من

بھی جاتا تھا شاہ مریمان کے گہر	بھی ہوتا تھا حاضر جناں سی اوپر
بلاتا اگر کوئی ضیافت لئے	تو جاتا شہنشاہ گہر اوسکی چلی
کوئی صاحب سون گر نہ آتا نظر	بہت پوچتا تھا اوسسی مید کر
مسافر کوں پوچھتے جاتا تھا او	کوئی آیا تو لی تا اتھا اگی ہو

من ای بہائی سہرور کون شام و سحر      تقید نہ تھا کوئی کہانی اور پر  
تکلف میں اس کی نہ تھا کرم و بخشش      جو پاتا تھا اس کو نہ کرتا تھا نوش  
جو کہاتے تھے اہل مدینہ سگل      دھی نوش کرتا تھا وہ نول

کہانے کی پوری تفصیل دی ہے اس کے بعد آپ کے لباس کا ذکر ہے  
اتھا پیر ہن مشہ کنی دوستر      یہی کپڑی سفید اسی گرامی گھر  
یہی کتا تھا اکثر وہ گل کا امید      کرو لازم اپنی پو کپڑے سفید  
دھی پاکیزہ و خوب تر وہ لباس      پینو تم شام و سحر وہ لباس  
پناؤ اوسے اپنی احیا کی تیں      یہی تکفیں کروادیں موتے کتیں

حدیثوں میں آیا ہے اسی با فرج      کہ جلسہ وہ سہرور کا تھا اس طرح  
کہ مجلس میں جاگالی اوس کو جان      تو وہاں مٹھ جاتا تھا در زمان  
کہہی اجا کر کو وہ پاک ذات      بیٹھی مسجد و گھر میں یارن سنگات

تھا اصحاب کے سات او پاکذات      نہایت مدارا مروت کی سیات  
سمجھا تھا ہر یک صحابی تے یون      نہیں کس پوپا اوس کا مچی جو پوپون  
بہت اون کا اکرام کرتا تھا      سبوں کی اور پیار و دھرتا تھا  
بلاتا تھا اون کو تعظیم سین      بچے اون کی لینا تھا گود میں

یہ کتاب شائع ہوئی ہے مگر کیا اب ہے مخطوطات بھی ملتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ  
میدر آباد کے علاوہ میرے پاس بھی ایک نسخہ ہے۔ اور ہمارے خانہ دانی کتب خانوں میں اسکے متعدد نسخے ہیں۔

## تحفۃ النساء

اس شہنوی کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر (۸۷۲) ورق (۱۸۱) سائز ۲۱ x ۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق کل شعر (۸۰۰)  
 گٹھ لاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے اور نہ یورپ کے کسی اور مصنف نے اس کے  
 متعلق کوئی وصاحت کی ہے۔

اس کی تصنیف ۱۱۸۵ھ میں ہوئی ہے جس کی صراحت خود مصنف کی ہے :-

آگیا رسوا پر تھے پنج و ہشتاد

ہجرت سے بنائے تب یہ رکھ یاد

اس کتاب میں ازواج مطہرات بی بی فاطمہ زہراؓ وغیرہ دیگر خواتین اسلام کی فضیلت  
 اور حالات وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔

پہلے حمد ہے جس کے چہ شعر ہیں اس کے بعد منقبت کے سائے شعر پر مدح غوث میں  
 چہ شعر اس کے بعد اپنے مرشد کی تعریف اور پرہیزگاری کی گئی ہے اور سبب تصنیف  
 کتاب کے بعد سب سے پہلے بی بی فاطمہ زہراؓ کی فضیلت شروع ہوئی ہے پہلی بی بی  
 زینب رقیہ ام کلثوم کے بعد اندراج کا ذکر ہے۔ سب سے آخر ابد بصری کا حال ہے مکالم  
 کا نمونہ ملاحظہ ہو :-

ابستاد۔

ہے حمد و ثنا اسی سنا دار      بخشش کون نہیں تجھ کی کچھ بار  
 لطف و کرم اس کا بے غرض ہو      دیتا ہے جو کچھ مسو بی عیوض ہو

مرح مرشد :-

اس ملک میں تھا پیر میرا	ہر کام میں دستگیر میرا
تہا نام شریف بوانحس جس	اس خلق حسین ہو جس جس
اس دور کا ہو جنید آیا	الحاد کی حرف کون مٹایا
وصف اسکا ہے بیشمار باقر	بیان مع کون اوسکی کر کوئی آخر
عمر صدق سے دیکھی اب عاتون	درگاہ میں حلقی ہات اٹھاتون

سب تالیف میں کہتے ہیں :-

امت میں نبی کی جو ہیں جو رایت	افضل ہیں سب عورتان سے سن بتا
کہتا ہوں میں اس کتاب اندر	احوال نثار کا اسی برادر
اس شہاد کی دختران کا احوال	اس شہاد کی عورتان کا احوال
امت میں جو عورتان تھے کامل	تہا قرب خدا کا انکو حاصل

مناقب فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ملک دو جہان کی شاہزادی	اکا اس و پتال کی خورادی
امت کی تمام نیک نامان	ہیں جسکے جہیز کی غلامان
جنت کی جتنی ہیں بی بیان سب	ہیں جہیز کی جسکی باندیان سب
مے حشر میں جسکے مرد کی حیات	احمد کا لواہی حمد خوشد ہات
مے ہر میں جسکے اسی برادر	امت کی گنہ کا عفو یکسر

ہیں اس سواد کے جدا بیات      پر نے میں ہے اسکی بہت برکات

۴۴۴  
گیارہ مسوا پر تھے پنج ہشتاد ہجرت سے بنا ہوتی یہ رکہ یاد

---

خاتمہ۔

رکہ مجکوں ہمیشہ عافیت سات نت مجکوں چلا تون راہ حنیات  
دین بیچ کر اہتمام مرا  
ایں پہ کر اختتام میرا

---

(۱) نمبر (۸۷۲) ورق (۱۰) سائز ۱۲ x ۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق۔

(۳) قیغی (۴) ورق (۵) سائز ۱۲ x ۸ سطر (۲۳)

ان کے متعلق بھی دو کوئیٹاگ میں صراحت ہے اور نہ کسی یورپین مصنف نے کوئی وضاحت کی ہے ان کی تصنیف سنہ ۱۲۸۰ء سے ۱۲۸۲ء تک ہوئی ہے۔ ہدایت نامہ میں گن ہوں کا ذکر ہے معراج نامہ میں معراج کا حال اور سالہ فرقہ ہائے اسلام میں عقائد کا ذکر ہے۔ ہر ایک کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

محمد  
خدا کو ن سزاوار حمد و ثنا  
کہ عین کمال ہے از نقص و فنا

آخری شمارہ۔

نہاستان میر کیا یہ اقتضا کہ ہندی زبان کا کرسی اصطفیٰ

ولی بعض یاروں کا ایسا ہوا  
ہندی زبان یہ رسالہ ہوا

**● ● ● ● ● ● ● ● ● ●**

کہے اس دعا کو ن اجابت خدا کہ مجھے نام اوسکا عجیب دعا

اسرار صفاتِ ربوتِ حسن قبحِ عفو۔ ایمانِ فاسق و غیرہ امور پر بیان ہوا ہے۔

مزد تو بہ تو بہ کے عنوان میں لکھتے ہیں۔  
 دگر تو بہ واجب ہوا از گناہ  
 گناہ کار کی تو بہ کرنا قبول  
 کراہیان رکھتے چلو تم یہ راہ  
 تفصل سے اوسکا بقول رسول  
 خدا نے کہ توفیق تو بہ دیا  
 تفصل و احسان اپنا کیا  
 نہ توفیق واجب نہ اوس پر قبول  
 ایسے راہیں ہے خدا کا و معمول

ہدایت نامہ

ابتداء

کردن آغاز حمد حق مسنون اول کہ تا نامہ ہو دی بیکسی مشکل

ہو معلوم ہون دسری خبر مسنون  
 شفاعت مسکون ناہو سی میسر  
 مسلمان کا کرے ناسحق جہنم خون  
 جزا اس کا جہنم سے مقرر

ہدایت نامہ یو پورا کیا میں  
 ہدایت خلق کو یو پورا دیا میں

الہی یو ہدایت نامہ میرا  
 حقیقت میں سخن یو سب تیرا

خاتمہ :-

الہی کر کر م مسنون یا رب فکر رد  
 امان پاوی جو پست مسنون یو فرد



معراج نامہ ورق (۳۳) مطر (۲۳)

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ رسالہ معراج کے تعلق ہے۔

پہلے حمد ہے۔

سدا تا خدا کون سزاوارہ ہی ہر یک ذرہ اسکا نمودار ہے  
اس کے بعد مناجات پڑھت اس کے بعد واقعات معراج ہیں۔

خاتمہ

کیا ختم میں ذکر معراج کا بنام محمد نبی مصطفیٰ  
کیا ختم میں نے محمد کا نام  
علیہ صلوٰۃ علیہ السلام

آخر پر درج ہے۔

از دست عاصی محمد زامہ درباغ نواب والا جامعہ۔

## عقائد مولوی محمد باقر

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر (۸۶۲) ورق (۱۲) سائز ۸x۱۲ سطر (۲۲) خط نستعلیق  
 مصنف کیلنگ کے کوئی صراحت نہیں کی صرف اس قدر لکھا ہے کہ ”عقائد مولوی  
 محمد باقر مسلمانوں کے عقائد کے بیان میں“  
 یہ بھی مولوی محمد باقر آگاہ کی تصنیف ہے اس کی تصنیف بھی ۱۱۸۵ھ کے مابعد ۱۲۰۰ھ  
 کے اقبل ہوئی ہے صحیح نسخہ معلوم نہ ہو سکا۔  
 اس ثنوی میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عقائد کا بیان ہوا ہے۔ حدود عالم و فرخ و جنت  
 علی نیک۔ وغیرہ امور کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

سبب تصنیف رسالہ میں کہتے ہیں:-

کیا میں اس لئے یہ نسخہ منظوم  
 کیا ہوں میں بیان اس نظم اندر  
 کہانی میں کہی و کہنی اشعار  
 ولی یونظم بویا بالضرورت  
 کہ تاہر کو ہوی جلد یسون مفہوم  
 عقاید اہل سنت کا سہرا  
 منجی ہے شعر کہنی سون بہ عا  
 پر ہی تا اوس کو ہر امی دعوت  
 حدود عالم

ہی سارا خلق حادث ہو نوا  
 نہیں آسمان ہو عرش و کرسی  
 ہو عالم پہر فنا ہو لگا یکبار  
 یوسا تون آسمان ہو کرسی و عرش  
 نہ تھا سوا کسی قدرت سون ہوا  
 بنی کائنات ہی ہو روح قدسی  
 ہوا ہے یون ازل میں حکم کہ تار  
 قلم ہو روح ہو ساتون طبق فرشت

تھا ہوئیگی یکدم بچ ہر جا      یہی دوسری سوسن ہوئیگی پیدا  
 فنا کی چیز کین ایک دم سے      پہر آخر کون وجود ہی عدم سے

Digitized by eGangotri

## محبوب القلوب

بُرش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

نمبر (۶۵۰۲) اورق (۱۹۶) سائز ۸ x ۴ پاپسٹر (۱۲) خط نستعلیق

یہ شنیٰ ہی کیلنگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوئی ہے اس لئے کوئی صراحت نہیں ہے

اس کے مصنف ہی مولوی محمد باقر آگاہ ہیں اس کی تصنیف ۱۲۰۰ھ میں ہوئی ہے

جیسا کہ مصنف نے خود ریاض النجاش کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے۔

”اور بیچ کتاب محبوب القلوب کے کہ درج ۱۲۰۰ھ کے منظوم ہوئی اور اس

سب میں ریاض النجاش نام رکھتا ہے تخلص اپنا وہی لفظ باقر کہل ہے“

اس شنیٰ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے حالات و کرامات کا ذکر کیا گیا ہے نمونہ کلام

محمد

کرے کوئی حمد تیرا کیا اہی	کہ صے قدرت تیری متناہی
تو ہی خلافت میں ایسا قادر	کہ یک کن سے کیا عالم کو ظاہر
ہیں عالم مردہ اسے نھی عالم	حیات اونکوں ہی تیری سے ہر دم

بہی غریبا ہی یون وہ فنا خرا حال	کہ اپنی ابتدا میں تا پہل سال
و ضو سیتی عشاق ہر سحر میں	ادا کرتا سنازد صبح کہن
بہی پندرہ سال تک بعد عشائیں	مشرع کرتا اتھا قرآن کتین
کہ اپنی بات کو اوسس بیخ ادب	کہ کاری تہی اوسسی دہوار اند
تمام شب میں پڑتا تھا میں قرآن	جب آتی صبح کرتا ختم قرآن

آگاہ کے قصائد بھی اس میں مرقوم ہیں جو مدح جیلانی میں کہے گئے ہیں ایک قصیدہ  
ذوالمطلعين کا کچھ نمونہ ملاحظہ ہو:-

کیون حسن کا دکھانے ہو کر دفر آفتاب	نکدہ در کر نقاب کہ ہو شہر آفتاب
کوتا ہو لعل شگ سیہ کو کر آفتاب	تو جام می کو لعل سے اپنے کر آفتاب
ننگے ہو جب تون دن کو تو ہو وہ ہو پ چاندنی	موج عرق سے شہم کی ہو کر تر آفتاب
بے پردہ کر کے تو شب مار میں خرام	محشر ہو چو طرک کہ ہو نیزے پر آفتاب
سب چہ کرن کی بال رہی ہیں لتوریاں	تو پنچا ہو ترے رشک سے از بس آفتاب
دیکھو اگر تموج آغوش کو تیری	یہ جاہی طرح پار کی ہو مضطر آفتاب
پرتو سے تم سے حسن تلون کی کیا عجب	ہوئے کل عجائب اگر در کر آفتاب
مانند عکس آئینہ خسارتیں تیری	بے تاب ہو کے لرزے ہوت تہ تر آفتاب
ھے موج آنسوؤں سے لبالب نہیں کرن	دیکھا ہو ترے ات من جب غرا آفتاب

اس کتاب کے دوسرے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں ہیں

## تحفۂ احباب

اس شہنوی کا ہی ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔  
 نمبر (۶۵۰۴) ورق (۱۲۸) سائز ۸x۴ سطر (۱۲) خط نستعلیق  
 کیشلاگ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ یہ ہی مولانا آگاہ کی تصنیف ہے مسئلہ میں اس کی  
 تصنیف ہوئی ہے۔ اصحاب کی فضیلت کا بیان ہے۔ نوہ کلام ملا خطہ ہو۔

حمد بھی ہو رہنا بیکران | ہے سزاوار خداوند جهان  
 دم بدم واجب ہے شکر کبریا | نعمتوں کو نہیں ہو جسکی انتہا

ہم محابہ میں خلیفے پنج تن | چارو خلفا اور شاہ دین حسن  
 ہو جواریاں ہم کوس کوس شہ کے جان | جو ہیں وہ یارِ بشت بیگمان  
 ان سولے اور دکنو ہی ہے یہ لقب | اون کا نہیں اگلی جواریاں میں ڈھب  
 اور نقیباؤں میں ہیں بار مسیح | ہے کہا موسیٰ کی نقیبا کو دہ مسیح  
 جون کہا اونکو معین جبریل | اذکو سرداران کیا شاہ جلیل

اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

## ریاض الجنان

اس ثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے اور دوسرا نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔  
 برٹش میوزیم نمبر (۵۵۵۹۹) ورق (۱۳۰) سائز ۸ × ۴ ۱/۲ سطر (۱۳) خط نسخ  
 پیارس نمبر (۸۶۲) ورق (۷۲) سائز ۸ × ۱۲ سطر (۲۳) نقلیق  
 برٹش میوزیم میں یہ کتاب کیٹلاگ قریب ہونے کے بعد داخل ہوئی ہے اس لئے  
 کیٹلاگ میں اس کے متعلق کچھ صراحت نہیں ہے۔ علیٰ ہذا پیارس کی کیٹلاگ میں بھی  
 اس کا ذکر نہیں ہے۔

اس کتاب کی تصنیف ۱۲۰۰ھ میں ہوئی ہے۔

اس ثنوی میں اہل بیت النبی صلعم کی فضیلت اور ان کا حال مذکور ہے۔ نمونہ کلام

ملاحظہ ہو۔

جھڑی کاڑھی مونہ میں پکڑائی	ہوٹن حسرت سی او سکی کلڑائی
نہیں مسلمانا خیال میں یہ تپاک	نفس اس غم سی جل ہوا سی راک
اک دیشی میں او سکی تریون سجا	کاغذ اس دکھ سی مچی پنج و تاب
صوکیا مچی برنگ ابری تر	ہشک سنج و سفید سی یکر

ستر اوپر گئی رفیق سب	الغرض کھر کی اور بھار کی سب
صو حسن جی حسن رکھ اسکو یاد	نہیں بچا او نہیں کوئی جز سجاد
صدہ کر بلا میں غم کی سات	تہا بلا شبہ ود جلیل لذات
صو بھوی ہیں اسیر اہل حرم	جب صو اھی مشہد ام ام

وہ بھی ادل میں ہوا اسیر اسی یار  
اس سخن میں نہیں ہے کچھ تکرار

اُسی دس دین جب اس محرم کی	بچی عالم پہ دھوم ماتم کی
ہر طرف بر ملا تھا شور و غرا	زلزلہ مشہر کا ہوا بر یا
ہوا چار و طرف لہو سی ٹکار	لکی خرمن کو آسمان کی مشا
چو طرف خون سے کھلا کلزار	پھولی یہ کر بلا کسی کیسی بھا
جوش تاہم نہیں ہے زمین و زمان	درطہ غم میں تھی کمین و مکان

اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں ہے۔



## ثنوی گلزار عشق عرف قصے رضوان شاہ روح افزا

اس ثنوی کا ایک نسخہ کفرڈ کے بوڈلین لائبریری میں ہے۔  
 نمبر (۶۶۴) اور ڈیٹیل ورق (۱۲۰) سائز ۵x۱۰ ۵/۸ سطر (۱۷ تا ۱۷) خط نستعلیق  
 مصنف کیٹلاگ کی صراحت :-

”ایک ثنوی جس میں رضوان شاہ اور روح افزا کی عشقیداتان  
 ہے مصنف مولوی محمد باقر ہیں جنہوں نے سن ۱۲۱۵ھ میں اس کو  
 لکھا ہے ابتدا میں ایک دیباچہ ہے۔ نگارسی۔ ڈیٹا سی کی فہرست  
 میں یہ شامل ہے کسی اور نے بیان نہیں کیا۔“  
 اگرچہ ۱۲۱۵ھ میں اس کی تصنیف ظاہر کی گئی ہے مگر جیسا کہ خود مصنف نے اظہار کیا ہے  
 اس کی تکمیل ۱۲۱۵ھ ہوئی ہے۔

”احمال کہ تاریخ ہجرت با جاہ و جلال کے یکہ زار دو سو پچاس سال  
 ہے۔ قصہ رضوان شاہ و روح افزا کا پسند کر کے اسے نظم کیا۔“  
 ثنوی میں حسب قاعدہ اول حمد ہے جس کے (۵۳) شعر ہیں اس کے بعد مناجات میں  
 (۴۵) شعر پر نعت میں (۲۹) شعر۔ اس کے بعد معراج کے بیان میں (۸۹) شعر اسی میں  
 منقبت بھی ہے۔ پھر عرض الحال کا عنوان ہے جس میں (۱۰۳) شعر ہیں اس کے بعد  
 محبوب سجائی کی مدح میں (۹۰) شعر پھر امام حسینؑ کی تعریف میں (۳۳) شعر سبب تالیف  
 ثنوی اور اپنی سائنش میں (۱۹۳) شعر ان تمام کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے جس کے  
 (۲۸۹۰) شعر ہیں قصہ کے ختم پر خاتمہ کا عنوان ہے جس میں (۵۹) شعر ہیں اس  
 طرح کل ثنوی تقریباً (۳۵۸۱) شعر پر ختم ہوتا ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

چین کے بادشاہ کارو کا رضوان شاہ علم و ہنر میں سہرا دروزگار تھا باپ کے مرنے پر  
 ایک تاج و تخت بنا ایک دن شکار کے لئے روانہ ہوا۔ روح افزا پرپی بصورت ہرن نظر آئی  
 بادشاہ نے ہرن کا تعاقب کیا مگر ہرن ایک چشمہ میں غائب ہو گیا۔ رضوان شاہ اس ہرن  
 پر فریفتہ ہو کر غود غوطہ لگاتا چلا۔ ارکان دولت مانع ہوئے۔ بھومی اور مال اس کا سہراغ  
 لگائے کا وعدہ کر کے بادشاہ کو واپس لائے۔ بادشاہ کا عشق دن بدن ترقی کرنے لگا اور  
 از خود رفتہ ہو کر اس چشمہ پر ایک محل تعمیر کر کے رہنے لگا۔ ہر روز محل روشنی سے جگمگا جاتا  
 عطر و گلاب کی خوشبو سے معطر ہوا کرتا ایک رات روح افزا پرپی اپنی اصلی صورت میں  
 باہر آئی دونوں کا وصال ہوا۔ مگر پہرہ بانی ہو گئی۔ ایک زمانہ تک فراق کے صدمے اٹھاتے  
 رہے بھیتوں میں گزرتا رہے آخر مدت دراز کے بعد دونوں کی شادی ہوئی اور باراد چین  
 کو واپس ہوئے۔

اب اولاً دیا جچہ کسی قدر انتخاب اور پیر اصل مثنوی کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔  
 ”مقصود اس تہیہ سے یہ ہے کہ اکثر جاہلان یعنی دہرہ درہان لائینی زبان دکنی پڑھرائیں  
 اور گلشن عشق و علی نامہ کے پڑھنے سے اعتراف کرتے ہیں اور چیل مرکب سے نہیں جانتے  
 کہ جب لک ریاست سلاطین دکن کے قائم تھے زبان اون کی درمیان اون کے خوب  
 رائج اور طعن شناسات سے سالم تھی اکثر شعرا واد کے مثل نشاطی۔ و قزاقی۔ و شوقی۔ و خوشنود  
 غواہی۔ ذوقی۔ لہجہ۔ شعلی۔ بھجری۔ نصرتی۔ و مہتاب وغیرہم کہ بے حساب میں اپنی زبان  
 میں قصائد و غزلیات و مثنویات و مقطعات نظم کئے اور داد سخنوری کا وہی۔ لیکن نصرانی  
 ملک الشعراء اور تنگ نظری سے میرا ہے جب شاہان ہند اس کلیز جنت تطیر کو تسخیر کئے  
 طرز دروزمرہ دکنی نہج محاورہ ہندی سے تبدیل پائے لگے تا آنکہ رفتہ رفتہ اس بات سے  
 لوگوں کو شرم آنے لگی اور ہندوستان میں مدت لگ زبان ہندی کہ اس سے برج بھاکا  
 بولتے ہیں مداح کہتی تھی اگرچہ لغت سنسکرت اون کی اصل اصول اور مخرج نون و زنا



شعرا نے ریختہ کو بلکہ تمام ادیبانے فارسی سے افضل دیکھتے ہیں اور داعی اجل و احسرا  
 کہ ملک الشعراء نصر قی کو نہیں مانتے ہیں اور قدر اوس کے سحر حلال کی نہیں جانتے بڑی  
 دستاویز ان کی یہ ہے کہ زبان اوس کی کج معجز ہے۔ نہ ہے دریافت و خوش سخن فہمی و عجیب معجز  
 آیا نہیں جانتی کہ اتفاق سے شعراے عرب و عجم و ہند کے معنی جان سخن آید اور لباس  
 مستعار ہے۔

راؤ کے بعد گلشن عشق اور علی نامہ کے چند اشعار درج کئے ہیں، فصاحت میں گر  
 فارسی کا کلام آخر

تعلیب کو یک طرف رکھ کر سب کلیات سودا کو بغور نظر ملاحظہ کر کے انتخاب  
 کرنے اور ان سہول کو یک داستان گلشن، یا علی نامہ سے مقابلہ دیوے تا اندازے  
 اوس کے اور اوس کے واقعی واقف ہوئے سودا کو چھوڑ دے جس شاعر فارسی گو  
 سے چاہے خواہ قصائد میں خواہ مثنوی میں اوسے موازیہ میں لاوے بالفعل یہی ہر دماغ  
 کی تاملی فن طرازی عاقل خاں رازی کہیں کہ قصہ شہرہ و مالتی کا ہے گلشن عشق سے  
 مواجہہ کر دیکھئے تا معنی مثل کہنی کے لڑتے گلشن کو آرسی کیا خوب سمجھے۔

کئی نصر قی سن کے یہ ولولہ ملا بعد مدت کی محکمو صد  
 کہا سودا کہی انصاف سے کہ صدقی کر و محکمو آگاہ کے

باوجود ان سب مراتب کے ہم انصاف کرتے ہیں کہ میزان رفیع سودا قصائد و غزل  
 میں بڑا سخن تراشش و صاحب تلاش ہے محاورہ شستہ و صاف ہیں بیکانہ زمانہ اور  
 شوخی مزاج و رنگینی طبیعت میں ہر کتیں افسانہ پر سوانح سوس کہ ہجو اے رکیک سے  
 آہشنا اور از دین و تکین سے بیگانہ تھا

اس کے بعد صراحت کی ہو کہ گلشن عشق اور نامہ کو دیکھ کر کوئی مثنوی کہنے کا شوق  
 ہوا اور اس مثنوی کو ابتدا کی مگر چہ سو شعر کے بعد دیگر کتابوں کے کہنے کے طرف متوجہ

ہو گئے۔ اور بتایا کہ کون کون کتا میں کس کس عنوان میں لکھی گئیں اور پھر اپنے تخلص کے متعلق بھی صراحت کی ہے۔

اپنے تصنیفات کا ذکر کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں :-

”ابیات اُن سببوں کی تخمیناً چوبیس ہزار ہیں اس لئے تمکین قصہ عشق کی نہیں ہوئی الحال کہ تاریخ ہجرت باجاہ و جلال کے یکہزار دو سو پر گیا رہواں سال ہے۔ قصہ رضوان شاد و روح افزا کا پسند کر کے اسے نظم کیا۔ جب زبان قدیم دکھنی اس سبب سے کہ اگی مرقوم ہوا اس عصر میں رائج نہیں ہے اسے چھوڑ دیا اور محاورہ صاف و شستہ کو قریب رز مژدہ اردو کی ہے اختیار کیا اور صرف اس بھاک میں کہنے سے دو چیز مانع ہوئی اول یہ کہ تاثیر وطن یعنی دکن اوس میں باقی ہے کیا واسطے کہ اجدا و پدری اور بادری اس عاصی کے اور سب قوم اوس کی بیجا پوری ہیں۔ دوسرے یہ کہ بعضے اوضاع اوس محاورہ کی میری دلیں نہیں بہاتے اہاں جملہ یہ کہ تذکیر و تائید فعل نزدیک اہل دکن کے تابع فاعل ہے اگر یہ ذکر ہے تو وہ بھی ذکر ہے اور اگر مونث ہے تو مونث یہ قاعدہ موافق قاعدہ عربی کے سہ السنہ ہے اور قیاس صحیح ہی اوس کی تائید کرتا ہے بخلاف محاورہ اردو کے کہ اوس میں نسبت فعل کی مفعول کی طرف گز ذکر کو مونث اور مونث کو مذکر کرے۔“

عنوانات بھی شعر ہی میں لکھے گئے ہیں مثلاً۔ مناجات کا عنوان

غنچہ دل کی غرض حیرانی | در حضور نسیم رحمانی

معراج کا عنوان

ذکر معراج صاحب لولاک | پائی جکے سر پر کی نین اللاک

محبوب سجانی کی مدح کا عنوان

وصف محبوب بارگاہ قدم | سہ افراد پر ہی جسکا قدم

اپنے تعلق جو عنوان ہے۔  
 فخر یہ کہ ہے اس میں کچھ انداز | اور تصنیف کے سبب کا راز

<p>اول اپنے عربی نظم و نثر کا فخر کیا ہے۔          میری نظم و نثر کو دیکھ کر کہہ دیجئے          ابوطیب اس خوف و ہمت سے          میری نثر میں ہوئی مبالغہ جیسے          کرناش کا باہنی ہے عبد الحمید          اگر قاضی مصر ہوتا یہاں          پہچے کرناش میری تار شدید          اگر ابن عباد ہو وہی حکم</p>	<p>کہ اس سے ہوا نام طائی کا طے          کیا تو بہ لاف نبوت سستی          نظر آوی وہاں ابن عتبہ غنی          ولی میں ہوں خاتم بوجہ سید          یہ دعویٰ اوپر حکم کرتا عیان          مقامات کی پہچ دینا رسید          نہ سچے مجھے بوجہ محمد سے کم</p>
--	--

<p>جسے جیسا عرب میں مجھے دار و گیر          ستے مشور کا میری کر یک نوا          کہو کر قصائد تو افضل کہے</p>	<p>ہوں ویسا ہی ملک عجم کا امیر          تو کہتا اوٹھی روو کی مرجا          کہ ملیان و مسعود و عرقی رہو</p>
--	--

قصہ کی ابتداء۔

<p>مجت کے گلزار کا باغبان          ہلا اپنے خادم کے شاخ نول          کہ تھا ملک چین کے ایک شاہ</p>	<p>جو تھا اس کی اخبار سے کل نشان          چہو پایا یہ قصہ کا اوتار پہل          تھا حکم اس کا وہی سے لے تا باہ</p>
--	--

عجب ہی کہا، امری حال کا	ہوا رنج ضایع مرا سال کا
گنہ لازم در رنج برباد ہے	میرا سینہ حشر سے نامشاد ہے
مجھے بخت والے میں کس گہات میں	ذاب جان ز جانان میری بات میں
کہاں سے وہ ہرنی کئے اہل کنار	کہاں سے گیا کھیلنے میں مشکار
پرس ایک لک شکل اوداس ہو	میں کیا کیا سہاگناٹا موس کہو

چلی تن بد تقدیر بی اختیار	بہر حال دونو ہو کشتی سوار
تلی اونکی در باہمی دور از گران	اوپر اونکی تہا نیلگون آسمان
کئے یک قلم اپنے ہستی کو بھول	ہو دونو ہی جبنے سے اپنے بھول
سہا یا کہرا ایک اذ پر عجب	کئی قطع اس طرح کئے روجیب
اوپری کوہ کا جسکے ہیبت سے دہنگ	نمایان ہو ہی رات کو یک نہنگ

سہا ہون تیری غم سے کیا کیا تم	میں یک جرمی کا لعدم امی صنم
پنکلی ہے مجھے ہر دم صدا	تیری نہیں کر چہ ہوا ہوں ندا
رکھی تجکو دائم بلا سے سنبھال	کہ تیرا نکہاں ہونٹ ذوالجلال
مسلم رکھی دل تیرا از الم	نیوی پہنچی تجھے کچھ ہی غم
میری جان پر اوس کا سب بار ہو	تیری تن پہ وہاں جو جو آزار سے
میرا دم ہوا پاؤں بری بھی	تیری جسی پاؤں میں پر ہی تجھی
کردن کیا میں اس غم کی تدبیر اب	مر گئے رگ ہوئی میری ز بھر اب

عجب مے کد اب لک دہ جیتا رہا	محبت میں کیا کیا مصیبت سہا
-----------------------------	----------------------------

<p>دے ہنشی سے ہوا جل کے راک اوسے باغ سے غم کے بریان کرمی کبھو جوش دریا کے موجوں میں پھر ہلا کی سے تجھ کو دبا ہو آمان اعانت میں اوسکی نہ تقصیر کر سپس فکر کر اوسکی مطلوب کی</p>	<p>اگرچہ خمیر اوس کا ہیکا نہ خاک تیری شاہ نادی کہ ہی مشہ پر سی کبھو جوش صحر کے فوجوں میں پھر بہر حال پچھا سے وہ اب یہاں تو جو ہو سکے تیر سے تدبیر کر وہی اول خمیر اوس کے محبوب کی</p>
--	---

<p>نبی لیکے رضوان آیا ہی اب چلی اب ہیں در پر دریا کنار بہی نیل و شتر اہوت سے بہرخت تہو چوٹے بڑی جو محل میں لے لے باغ دہب سے کوہ راغ</p>	<p>خبر شہر میں بول بھیجی میں تب یہ شردہ سنے جب صفا رو کیا لے اپنے سات چوٹوں و تخت بھدیشان و شوکت کے اونکو لے ہوئی دیکھ وہ بہن کو سب باغ باغ</p>
---	---

خاتمہ :-

<p>کہ جل جا دی پروانہ و شمع وہاں کرمی داد فریا دیگیل ہو بشور جلی جس سے نوعی کا سور و گدا تب دمن سے سوہا کو ہوا حراق اوسے کیا ہو طاقت کہ ہو رد و مکاب اوسکو اپنا کرمی من موہن یہ نسخ کو اپنا کرمی من لکن</p>	<p>ہے بہر ذریعہ عشق سے یہ بیان اگر دیکھی تیکہ اوسکی مستی کا زور ہوا اوس درد کا اوس میں ناز و نیاز اگر دیکھی اوس نظم کا طعناق مجھ کو نصرتی ساتھ ہو گفتگو اگر جا دی چالیس میں یہ نور تن ہو دل عشق کے شمع کا ہی لکن</p>
---	--



جو ہر مشوق شعل مشور عزام | نشاطی ہو اس پہول کا دام  
نہ کرتا ہوں ہرگز مبالغہ ان میں | کیا درست ہی مشبہ یہ بان میں

اصل فارسی کتاب دستیاب نہیں ہوئی اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے۔ اور نہ اس مثنوی کا دوسرا نسخہ یورپ میں ہے اس لئے اختلاف ہی ظاہر نہیں کیا جاسکتا۔  
باقراگاہ کے اکثر تصنیفات طبع ہو چکے ہیں اور ہندوستان خصوصاً جنوبی ہند کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد کتب خانہ اہل اسلام مدراس کے علاوہ میرے پاس بھی بعض مثنویاں ہیں اور ہمارے خاندانی کتب خانوں میں ان کے تصنیفات موجود ہیں۔

آگاہ کے کلام پر تبصرہ | صفحات ماقبل میں آگاہ کے چوٹی بڑی دس مثنویوں کا ذکر ہوا ہے اس کے علاوہ دیوان بھی ہندوستان میں موجود ہے ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آگاہ اپنے عہد کا نامور بیکمال شاعر تھا۔

آگاہ کے دیوان میں ہر صنف کا کلام ہے قصائد قطعات۔ رباعی اور غزلیں موجود ہیں۔ قصائد میں آگاہ نے فارسی قصائد کی تتبع کی ہے۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ سودا کا رنگ نظر آتا ہے۔ تمام قصائد حمد و نعت، منقبت، مدح غوث عبدالقادر جیلانی میں کہے گئے ہیں۔ بادشاہ کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں ہے۔ یہ امر خاص طور سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ آگاہ کو الاجاہ کا تقرب حاصل تھا۔ دو شاہزادوں کی رفاقت میں سارا وقت گزرتا تھا مگر کبھی کسی موقع پر مدحیہ قصیدہ کا نہ لکھنا آگاہ کے عالی حوصلگی پر دلالت کرتا ہے۔ غزلوں میں بھی سودا کا رنگ غالب ہے مگر تخیل کی وہ بلند پروازی جو سودا

لے ہمارے خاندانی کتب خانوں میں متعدد نسخے ہیں۔

کے کلام میں نظر آتی ہے وہ آگاہ کے یہاں نہیں ہے۔ آگاہ عربی فارسی کے عالم تھے  
تھے اور پھر روحانی تعلیم بھی حاصل کی تھی اور اشاعت اور ہدایت کے مرکز تھے ان وجوہ سے  
ان کی غزلوں میں معرفت کی جھلک اور تصوف کی چاشنی موجود ہے۔

آگاہ کی شنویوں پر آج کل کے نقطہ نظر سے غور نہ کرنا چاہیے ڈیڑھ سو سال پیشہ کا ماحول  
آج کل کے ماحول کے مطابق نہیں سکتا۔ آگاہ نے جس زمانہ میں اپنی تصنیفات آغاز  
کیں۔ اس وقت ہندوستان میں طوائف الملوک کی پھیل گئی تھی۔ کلاویو اور درن ہسٹنگز  
کا دور دورہ تھا مغلیہ خاندان پر زوال آچکا تھا اور اس کا ٹٹنایا ہوا چراغ گل ہو رہا تھا اہل علم  
دنیا سے گزر رہے تھے اور ان کی جگہ پر کرتے والا نظریہ آتا تھا ملک کی عام زبان فارسی  
باقی نہیں رہی تھی اس لئے اس کے جاننے والوں کا کال ہو رہا تھا۔ اردو کا رواج ہو رہا  
تھا۔ مگر اقلیم اردو میں علم و فن کا ذخیرہ شاہ جہان آباد تھا۔ شمالی ہند میں صرف غزل اور  
قصائد کا زور تھا جنوب میں شنویوں کا رواج تھا مگر اس میں بھی علمی مواد بہت کم تھا۔ دانا یان  
فرنگ نے ہنوز اردو کی پرستی کی جانب توجہ نہیں کی تھی نہ تو کلکتہ کے فورٹ ولیم کالج  
کی تصنیفات شائع ہوئی تھیں اور نہ شاہ عبد القادر نے قرآن کی تفسیر قلمبند کی تھی  
عام طور سے تعلیم کی کمی تھی خصوصاً عورتوں کی تعلیم کا دروازہ بالکل بند تھا اور یہ ناممکن  
تھا کہ فارسی میں جواب مادری زبان نہ رہی تھی تعلیم حاصل کر سکیں اس نقص کے باعث  
سوسائٹی کو سخت نقصان پہنچ رہا تھا اور دن بدن حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔  
اس نقص کو معلوم کرنے والا۔ اس مرض کو دریافت کرنے والا۔ اس کے علاج  
پر کمر بستہ باندھنے والا اور اپنے تصنیفات سے اس کا علاج کرنے والا آگاہ اور  
صرف آگاہ تھا۔

آگاہ و دہلا شخص ہے جس نے ہندوستان کے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں  
کی تعلیم کو ضروری اور لازمی تصور کیا اور ان کے لئے خاص کتابیں لکھیں اس لئے اپنی

تصنیفات میں صاف طور سے اس امر کی صراحت کی ہے کہ ان کا مقصد خاص طور سے

صنف لطیف کی ہجو دی ہے۔ چنانچہ ہشت بہشت کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :-

”بدھش علماء متاخرین خلاصہ عربی کتابوں کا نکال کر فارسی میں

لکھے ہیں تا وہ لوگ جو عربی پڑھ نہیں سکے ان سے فائدہ پاویں

لیکن اکثر عورتاں اور تمام امیان فارسی سے ہی آشنا نہیں اس

لئے یہ عاصی مطلب قسم اول کا بہت اختصار کے ساتھ لے کر

کچھ ہی رسالوں میں بولا ہے :-

پہر اسی میں بیان کرتے ہیں۔

دکھنی میں کہا ہوں اس لئے میں      تاہوئے سمج عوام کے تیں

تا سرب امیان ہور عورتاں      پڑے سستی اسکی پاوین لذات

رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں :-

و لے یو نظم بویا بالضرورت      پڑے تا اسکو ہر امی عورت

غرض کہ آگاہ کا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اردو زبان میں سیرۂ نقہ

عقائد پر متعدد کتابیں خاکہ عورتوں کی تعلیم کے لئے مرتب کیں۔

آگاہ کے کلام میں مبالغہ اور دوغلوئی نہیں ہے حالانکہ اس کے پہلے بوجہ مثنویاں

واقعات کر بلا اور سیرت انحضرت صلعم میں لکھی گئی ہیں وہ جھوٹی روایات اور مبالغہ سے

ملوث تھیں۔

آگاہ کا کلام عام فہم اور سلیس ہے۔ اگرچہ وہ عربی اور فارسی کا جید عالم تھا مگر اس کے

باوجود اس کے کلام میں عربی اور فارسی کے بوٹے بوٹے الفاظ نہیں ہیں جیسا کہ قزو

اس کا خیال تھا اس کو عام فہم لکھا جائے تاکہ ہر امی اور عورت کے ذہن نشین ہو۔  
 آنحضرت کی سیرت میں اس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ آپ کے بہترین اخلاق  
 اور پاکیزہ و سیرت مقدس کو صداقت کے ساتھ پیش کیا جائے۔ وہ اس امر سے بخوبی  
 واقف تھا کہ آنحضرت کی مبارک زندگی میں اخلاق اور عادات ہی امت کے لئے  
 چراغ ہدایت ہیں اور ان کی پیروی صراط مستقیم پر کامزن کر سکتی ہے۔

## ترجمہ کیدانی

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

دہلی کلکشن نمبر (۱۱۵۳) ورق ۹ سائز ۷ x ۵ سطر ۹ (خط نستعلیق) تاریخ کتابت  
یکم ربیع الثانی ۱۲۴۳ھ

مرتب کینڈاگ نے کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ کسی دوسرے یورپین مصنف  
کی کینڈاگ میں یہ شریک ہے۔

سہ تصنیف بھی نامعلوم۔ اس کے مصنف مولوی محمد غوث شرف الملک دارالہمام  
ارکاٹ ہیں۔

مولوی محمد غوث آگاہ کے رشتہ دار ہیں ۱۱۶۶ھ میں ارکاٹ میں تولد ہوئے۔ عربی و  
فارسی کی تعلیم اولاً اپنے دادا مولوی نظام الدین احمد سے پائی اس کے بعد مولانا امین الدین احمد علی  
اور ملک العمار مولانا عبد العلی بھر العلوم چشم و چراغ فرنگی محل لکھنؤ سے فیض حاصل  
کیا ختم تعلیم کے بعد سلسلہ ملازمت شروع ہوا۔ اولاً امیر الامرا فرزند والا جاو کی رفاقت  
میں رہتے تھے۔ پھر ان کے فرزند عظیم الدولہ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ عہد الامرا کے عہد  
میں چیف جسٹس مقرر ہوئے مگر ان کی منتقلی مزاجی سے ناراض ہو کر حدیث سے استعفا  
دے دیا اس کے بعد مدہوت ہوتے ہوئے حیدر آباد آئے ۱۲۱۵ھ میں عظیم الدولہ نے

۱۵ انڈیا آفس میں بلوم ہارٹ کی کینڈاگ مطبوعہ ہے جس میں اوردو مخطوطات انڈیا آفس درج ہیں مگر  
یہاں ایک اور خام کینڈاگ دہلی کلکشن کے نام سے ہے۔ اس کے اکثر مخطوطات اس فہرست میں  
نہیں ہیں۔

مدرس طلب کر کے دارالہمامی کچنڈست پر امور کیا اور شرف الدولہ غالب جنگ شرف الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا مسئلہ ۲۳ میں اس سے مستغنی ہو کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ اکتیس کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے تیس عربی اور فارسی ہیں ایک اردو ہے جو بیکتب ہے مسئلہ ۲۴ میں آپ کا انتقال ہوا۔ مسجد والا جا ہی مدرس میں دفن ہوئے۔ اپنی یادگار دو فرزند چوڑے بڑے مولوی عبدالوہاب صاحب دارالامراہ و نواب محمد غلام غوث خاں والا جاہ کے زمانہ میں دارالہمام مقرر ہوئے اور دوسرے مولوی محمد شبہ اللہ بدرالدولہ یہ اسی زمانہ میں قاضی تھے آپ کے بہترین اردو تصنیفات جو شریعہ عقائد اور فقہ میں لکھی گئی ہیں خاص شہرت رکھتی ہیں صراحت کے لئے دکن میں اردو ملاحظہ ہو۔

زیچٹ کتاب جیسا کہ نام سے واضح ہے کیدانی کا ترجمہ ہے جو مخفی فقہ ہے عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

”جان تو بی شک بندہ جانچا گیا ہی درمیان اسکے کہ فرمان برداری کرے وہ اللہ بزرگین پس ثواب پائے اور درمیان اسکے کہ نافرمانی اوسکی پہر عذاب کیا دئی وہ اور جانچا اللہ کی موتوف ہے ساتھ عمل مشح کے ایسا تہ عمل غیر مشح کے۔“

خاتمہ

اور حاشیہ پر یہ کہ سے اور کتاب متفق سے اور کشف سے اور میزان اصل سے تمام ہوئی یہ کتاب مبارک ابھی کہ نام اسکا خلاصہ کیدانی سے۔

ہمارے خاندانی کتب خانوں میں یہ موجود ہے۔

۱۵ تاریخ احمدی۔

۱۵ دارالامراہ کے فرزند نواب شرف الدولہ ثانی تھے جو راقم الحروف کے حقیقی دادا ہیں۔

## چار گلشن

پرنس میوزیم میں اس شہنشی کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۶۶۸۵) درق (۶۲۱) سائز ۷ x ۴ ۱/۲ سطر (۱۲) خط نسخ کا تیب سید یعقوب تاریخی کتابت ۲۷ رجب ۱۲۵۰ بمقام قادر زنگر عرف بجا اور مصنف سرشار۔

چونکہ یہ خطوط کئی لاکھ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوا ہے اس لئے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں ہے۔ اور نہ یورپ کے کسی دوسرے مصنف نے کچھ لکھا ہے۔

مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔ البتہ یہ پایا جاتا ہے کہ وہ عمدۃ الامراء میں ارکاٹ کے مصاحب تھے۔ تعجب ہے کہ تذکرہ گلزار اعظم میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

شہنشی میں حسب قاعدہ پہلے دو صفحوں میں حمد ہے پھر دو صفحے مناجات کے ہیں پھر نعت دو صفحوں میں اس کے بعد منقبت حضرت علی اور معراج کے حالات ہیں اس کے بعد: در شاہ کی تعریف اور سبب تالیف شہنشی کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے۔

یہ منظوم چار درویش ہے اس لئے قصہ کے صراحت کی ضرورت نہیں ہے۔  
یہ شہنشی عمدۃ الامراء (منظر ۱۲۱) نواب ارکاٹ کے عہد میں لکھی گئی ہے۔  
نوز کلام پیش کیا جاتا ہے۔

ابتداء۔

سرخن کا جو بھی انجن دکشا	ہی اوس نریم کا شمع حمد خدا
ہی ایسا شہنشاہ وہ بی نظیر	جوشا ان کو بخشا ہی تاج و سیر
ڈی میں فلک کرچہ با آب و تاب	تیری بحر قدرت کی ہیں نہ حساب

کے لئے عمدۃ الامرا کا خطاب	کردن مدح نواب عالی جناب
وہ بھی وارث صوبہ اربکاٹ	بڑی اوسکی دولت بڑا اسکا ٹھاٹ
تردنازد اوسی عدالت کا باغ	سخاوت کی کھڑکھی روشن چراغ
ولایت میں سن نام لڑیں فرنگ	وہ شیر و نادر بید ان جنگ
مردت کوئی کیا کر ہی امتحان	وہ بھی علم و تکیں کا کوہ کمران

اسی سلسلہ میں دوسروں کی مدح اس طرح کرتا ہے۔

محمد نجیب الدین خان نامور	اگر دیکھتی اس مکان غور کر
وہ کو ہر سخاوت کی بھی درج کا	ادنیٰ مار گئی بھی برج کا
بیان کیوں نہواؤں گا ہر مایہ علم	کہ بھی موج زن جسکا دریائے علم

ولی عہدار کاٹ کی مدح کے بعد فرید شرح کرتا ہے۔

سخن اس کا شیریں مٹی لگیں بیان	مسخن ان سخن در کا ہی قدر دان
تخلص کہوں اس کا اعجاز بھی	دل اوس کا صفا و آفت راز بھی
وہ بٹھا تھا سند پو با فروشان	کہ یکروز اراستہ کہ مکان
کرم سے بھی جسکی چہان سہ فراز	تھا حاضر وہاں خان حیدر نواز
وہ سردار کا تھا بہت دلچسپ	رشید علی خان بھادر امیر
وہ عالی نسب مرتضیٰ حسین	وہ سردار کا جو کی بھی نور عین
جو تھی جان و دل سے غلام علی	غلام علی خان و حیدر علی
وہ قادر حسین خان سردار جنگ	تھا باز اوسی بٹھا جان سبز رنگ
وہ تہی یزید آدمی دوسرا ج	دو فرزند سردار کی در تاج



تہا و اجد علی خاں با چشم و جاہ دل و عقل روشن وہ علی نگاہ  
 اسی سلسلہ میں حسب ذیل اصحاب کا ذکر کیا گیا ہے جو اس وقت وہاں موجود تھے سید  
 حسن خان - رضا حسین خاں - معروف علی خاں - سیح الزاں خاں - نظام الدین حسن خاں -  
 اس کے بعد بیان کرتا ہے۔

تھا اس بزم میں شعر کا گفت و گو	اوسے دن میں بھی گیا رو برو
کھا جھکوا ہی میر شہر شہر آ	ہوا تیری آنی سی دل خوش میرا
کہ تو باغ معنی کا ہی اب درنگ	تیری دیکھا شعار عالم ہی دنگ
کھی شعر رنگیں و مضمون نئی	کھی تو سخن تو نہ پھر کوی کہی
کہا تو فی قصہ قصہ قصہ کہی	نشانی تیری ہر مکان پر رہی
اگر جاوی دیوان تیری ہر کھن	جو دیکھا کھا آفرین آفرین
جو بھی چار درویشکی یہ کتاب	ہی مضمون رنگیں زبس انتخاب
اگر نظم ہند ہی اوسے تو کرسی	جو اھر معانی کی اس میں بھری
جو دیکھی وہ قصی کو دیوانہ ہو	سخن شعہ خلق پر روانہ ہو

مشروع کر ہوا سال یک در سال	بفضل خدا موعی مرتب کتاب
شب بدرجب کی تھی دلفرور	تہا شاہ نجف کی تولد کا روز
جو چاہ میں تابیخ یا بو تراب	وہ حالت دیا چار گلشن خطاب
برابر سبجہ در شہر ہوار کے	کیا نذر رجب میں وہ سردار کے

ابتداء بہستان اور دیگر نمونہ ملاحظہ ہو۔

جسی در معنی کا اب کج ہی	خریدار اسکی کھر سنج ہے
سنانا ہی سہ شہار آب اتان	سنوکان دھر کر اید ہر ہران

تھا ایک بادشاہ کا فرامی روم	سختاؤ کی جیسی جہانیں تھی دھوم
کرم خلق پر اس کا تھا بے شمار	دانی کا پرور تھا جیب و کنار
جو سائل کر ہی اسکی درپہ سوال	نہ پھر کس سی چاہی زرد سیم دال

میں آفت سی دریا کی امی بادشاہ	بچا جب چلا لیکہ بستی کی راہ
کیا سمت بازار کی جب خرام	تھا وہاں ہی قسمت میں آب و طعام
کر قرار ہو چور بھلا یا سہا	یاست سی پر دار کی بچہ رہا
بیجا چاہ میں جب دی منجھو ڈال	خدا سی کیا عرض میں اپنا حال

اٹھا چوب لی اسکو دیکھا میں جا	وہ مٹھی تھی روتی ہوئی سر جہکا
لگا یا میں یک چوب نزدیک جا	تلی سانس بھران فی صو کئی فنا
وہ توشہ کا صندوق اٹھا لیکہ میں	وہ ہر روز کھانی لگا اس کتیں
خداوند راتنی بندہ نواز	کری پرورش سکھو کا ساز

جدائی کا شعلہ بھر کئی لگا	گویا مرغ بسل تر پھنی لگا
کیا جیب و دامن کو میں چاک چاک	اوڑانی لگا سر پو میں اپنی خاک
کیا آہ پر آہ میں ہائی ہائی	بھلا شک گل رنگ کھا دای دای
مجھی دیک دانی فی سر پیٹتی	کھری آکی چہا تی کتیں کوٹتی

غزل کا نمونہ

ارسی یہ فلک کیا دل آزار می	جفا کار می سخت مکار می
----------------------------	------------------------

اگر جو دین معشوق تو عاشق ہم  
تو آنکھوں میں اسکی گویا خار بھی  
مبدل کرے وصل کو ہجر سے  
یہ عادت بھی اسکی یہ اطوار بھی  
فلک کا کہان تک میں شکوہ کردن  
ارسی یار تیرا خدا یار بھی  
بھی تو کہیں اپنی دسی نہ ہول  
اگر عاشقی میں وفا دار بھی  
ملاقات میری سے خوابو خیال  
سسی اسمین کرنا یک آزار بھی

خاتمہ ملاحظہ ہو

گیارہم کو جب وہ آزاد بخت  
پس کو خوشی سی دیا تاج و تخت  
وہ ظاہر پس کی نیایت کرے  
شب در در خفگی عبادت کرے  
مشہنشا کہہ روم کو آپ جائے  
کہہ اپنی داماد کی تیری بلائی  
خدا کا وہ کر شکر رستی تھی شاد  
خدا دیوی مصریک کی ایسی مراد  
دی ساتی بھی ایک باقی جام  
یا جو در دیا صاف بہر دی تمام  
نہیہ می کہ جس سی بھی عالم خراب  
دی وہ می جو مولفت ہو تراب

## دور آصفیہ کے مخطوطات

اب ان مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو ۱۳۱۱ھ کے بعد دکن کے بڑے حصہ میں تصنیف ہوئے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ آصفیہ اول نے سلطنت آصفیہ کی بنیاد قائم

فرمائی تھی۔

بانی خاندان آصفیہ نواب قمر الدین خان حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے دادا خواجہ عابد خاں شاہ جہاں کے زمانہ میں ایران سے دہلی آئے اور اعلیٰ خدمت سے سرفراز ہوئے۔ عالمگیر کے عہد میں مزید ترقی ہوئی گو لکنؤہ کے محاصرہ میں شہید ہوئے نیز تالاب حمایت ساگر آپ کا مقبرہ موجود ہے۔

آپ کے فرزند خواجہ شہاب الدین خاں ہیں جن کی شادی شاہ جہاں کے قابل وزیر سعد اللہ خاں کی دختر زیبک اختر سے ہوئی تھی۔ عالمگیر کے دربار سے آپ کو غازی الدین خاں نیز درجنگ کا خطاب عطا ہوا تھا۔ کارہائے نمایاں اور اعلیٰ قدر مراتب کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔

غازی الدین خاں کے فرزند سعد اللہ خاں کے نواسے نواب میر قمر الدین خاں ہیں جو آصفیہ کے مبارک لقب سے آج یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ ۱۷۰۸ء میں تولد ہوئے عہد عالمگیری میں ترقی کرتے ہوئے منصب چار ہزاری کے ساتھ چمن قلیع خاں کے خطاب سے سرزندہ کئے گئے۔ شاہ عالم بہادر شاہ نے آپ کو خان دوران خاں کے خطاب کے ساتھ صوبہ داری اودھ اور فوجہ ادھی بکھنؤ پر مامور کیا۔ چاند ار شاہ کے زمانہ میں آپ خدمت سے کنارہ کش ہوئے اور گوشہ نشینی اختیار کی۔

عالمگیر نے دکن کی فتح کے بعد اپنے سب سے چھوٹے فرزند شہزادہ کام بخش کو یہاں

کا صوبہ دار مقرر کیا تھا جب عالمگیر کے بعد خانہ جنگی برپا ہوئی تو شاہ عالم بہادر شاہ کا دکن پر بھی قبضہ ہو گیا۔ شاہ عالم کے صرف چار سالہ عہد حکومت کے بعد جہاں دارشاہ مسند حکومت پر متمکن ہوا مگر مغلیہ سلطنت پر تباہی آچکی تھی۔ مسکھ۔ مرہٹے۔ اور راجپوت سر اٹھ چکے تھے۔ بادشاہ کی نااہلی اور طرہ عیش و عشرت کی مشغولی نے بہت جلد ملک کے حصے بخرے کر دیئے۔

فرخ سیر سید عبداللہ اور سید حسین دو امیروں کی مدد سے حکمران ہوا اور آصفیہ کو نظام الملک فتح جنگ کے خطاب کے ساتھ دکن کی صوبہ داری پر مامور کیا۔ مگر دربار میں سیدوں اور ان کے رشتہ داروں کا زور تھا چند سال بعد فرخ سیر کو قید اور قتل کر کے رفیع الدولہ اور رفیع الہجرات کے بعد روشن اختر محمد شاہ کو تخت دہلی پر بٹھایا گیا۔ اور نظام الملک کو دکن کی صوبہ داری سے فوجدار سیسبل دمراد آباد پر متبادل کر دیا گیا حسین علی خاں نے دکن کی صوبہ داری اپنے نام کر لی۔

نظام الملک کو مراد آباد کے بعد مالوہ کی صوبہ داری دی گئی۔ امر اور بارسیدوں کے عروج سے جل گئے آپس میں نفاق ہو گیا آئے دن کی بد انتظامی سے تنگ اگر نظام الملک مالوہ سے دکن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی عرصہ میں سیدوں کا آفتاب عروج غروب ہو گیا دو نو قتل ہو گئے۔

اب محمد شاہ نے نظام الملک کو دکن سے طلب کر کے قلعہ ان وزارت آپ کے تفویض کیا۔ (۱۳۱۱ھ) آپ انتظام ملک میں مشغول ہوئے اسی زمانہ میں نادر شاہ کا نادری حملہ ہوا سلطنت دہلی کی حالت نہایت کمزور ہو گئی۔ اگرچہ آپ نے بہت کچھ کوشش کی مگر خود غرض لوگ آپ کے خلاف محمد شاہ کو بہکانے لگے جس کے باعث آپ بادشاہ سے اجازت لے کر دکن کی جانب متوجہ ہوئے۔ (۱۳۱۶ھ)۔

آپ کے وزارت کے زمانہ میں یہاں (دکن) عماد الملک مبارز خاں صوبہ دار مقرر کیا

گیا تھا آپ کی واپسی پر وہ مقابلہ کے لئے آیا مشکر کہہ رکھی لڑائی کے بعد آپ منصور مظفر داخل اورنگ آباد ہوئے۔ اس طرح آصفیہ کی خود مختار حکومت کا آغاز ہوا۔ پچیس سال تک آپ نے نہایت کامیابی اور مددگی سے مشہور کن پر حکمرانی فرمائی قلعہ و آصفی کا طول آٹھ سو میل اور عرض چار سو میل تھا اس طرح دکن کے بڑے حصہ پر آصفی پرچم لہرا رہا تھا ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے بعد جب ذیل حکمران مشہور حکمرانی پر ممکن ہوئے۔

۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۲ھ

(۱) نواب ناصر جنگ

۱۱۶۲ھ تا ۱۱۶۳ھ

(۲) نواب مظفر جنگ

۱۱۶۳ھ تا ۱۱۶۵ھ

(۳) نواب صلاح جنگ

۱۱۶۵ھ تا ۱۱۶۸ھ

(۴) نواب نظام علیاں آصفیہ ثانی

۱۱۶۸ھ تا ۱۱۶۹ھ

(۵) نواب سکندر جاہ

۱۱۶۹ھ تا ۱۱۷۰ھ

(۶) نواب ناصر الدولہ

۱۱۷۰ھ تا ۱۱۷۱ھ

(۷) نواب افضل الدولہ

۱۱۷۱ھ تا ۱۱۷۲ھ

(۸) نواب محبوب علیاں غفران مکان

آصفیہ کے بعد آپ کے صاحبزادے ناصر جنگ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی مظفر جنگ ہدایت محی الدین خاں (آپ کے بیٹے) فرانسیسیوں کی تائید سے دعوے دار سلطنت بنے دونوں میں جنگ ہوئی آپس کی صلح پر جنگ کا خاتمہ ہوا اگر بعض مفہروں کی شرارت سے ناصر جنگ شہید ہو گئے مظفر جنگ حکمران بنے لیکن مفہروں نے آپ کو بھی قتل کر دیا ان کے بعد آصفیہ کے تیسرے فرزند نواب صلاح جنگ منہ دکن کے مالک بنے (سلطان اللہ) فرانسیسیوں کا عروج ہوا۔ مرہٹوں نے سر اٹھایا اور سلطنت کے بعض حصوں پر قابض ہو گئے۔

گیارہ سال کی حکمرانی کے بعد صلاح جنگ نے سلطنت سے کنراہ کشی اختیار کی۔

(۱۷۷۵ء) آپ کے دوسرے بہائی نواب میر نظام علی خاں جانشین ہوئے اور دہلی سے آبائی خطاب (نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ یار و فادار) سرفراز ہوا۔ شروع شروع فرانسیزیوں سے اتحاد ہاگم کہ جب یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان جنگ کا آغاز ہوا تو یہاں بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے محمد علی خاں و الما جاہ کی کوشش سے انگریزوں سے آپ کی دوستی مستحکم ہو گئی اور فرانسیسیوں سے ہمیشہ کے لئے تعلق منقطع ہو گیا۔ آپ نے بارہ انگریزوں کی تائید و حمایت میں عساکر آصفی سے مدد دی۔ ۱۷۸۱ء میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے فرزند سکندر جاہ اور پھر ان کے بعد ان کے فرزند ناصر الدولہ اور ان کے بعد افضل الدولہ سربراہ حکومت ہوئے آپ کے زمانہ میں ۱۷۸۵ء کا مشہور غدر ہوا۔ یار و فادار نے دوستی کا ثبوت دیا اس فتنہ سے دکن مامون رہا۔ ۱۷۸۵ء میں آپ کے انتقال پر نواب میر محبوب علی خاں منہ نشین ہوئے۔ آپ کے کم سنی کے باعث انتظام حکومت ایک بیجنسی کے سپرد رہا جس کے صد شمس الامرا اور ارکان مختار الملک سالار جنگ اولی اور نند پر شاد تھے ۱۷۸۷ء میں آپ کو پورے اختیارات دئے گئے۔

نواب میر محبوب علی خاں غفران مکان کے انتقال پر اعلیٰ حضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنۃ نے تمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی خدا دیر گاہ آپ کو سلامت رکھے۔ آمین

آصفجاہ بڑے مدبر بڑے عقلمند و دانش مند تھے علم و ہنر کی قدر دانی کے ساتھ خود بھی ذی علم تھے۔ آپ کا دربار علما و صلیحا کا ماویٰ و ملجا تھا۔ دہلی کے ارباب کمال دکن آتے اور

۱۷۸۵ء حالات حسب ذیل کتابوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ ترک آصفیہ، گلزار آصفیہ، تاریخ شہید الدین خاں۔

آپ کی قدردانی سے فیض یاب ہوتے تھے۔ مولانا غلام علی آزاد اسی عہد کے یادگار ہیں جنہوں نے اورنگ آباد کو وطن بنا لیا تھا۔

آپ نہ صرف سخن فہم و سخن سنج تھے بلکہ خود بھی فارسی کے زبردست شاعر تھے آصف تخلص تھا کہی کہی اردو میں بھی طبع آزمائی سے چنانچہ فرماتے ہیں۔  
کالی تک کہ کوئی میر سے دلبر کو حد سے  
مجدول کن یہ دعائے مینی سے

آصفیہ کی علمی قدردانی کے متعلق مولانا آزاد رقم طراز ہیں:-

”فقرار و علم اور صلح اور ارباب استحقاق اور بحضور می سے برد و بقدر  
تسمت ہر کس تہ سرج بظہور می می رسید علم اور مشائخ و یار عرب و ماور النہر و  
خراسان و عراق و عجم اطراف ہندوستان منت قدردانی او شنیدہ  
رو بہ کن اور دوزخ او شیلان کثیر الامان بردند“

آصفیہ اول کے بعد بھی فراماتروایان دکن کو علمی قدردانی اور علم پروری کا خاص ذوق تھا علماء و مشائخین کے علاوہ طلبہ کے لئے یوسیے، روزینے، امداد مقرر کئے جاتے تھے اور اکثر اوقات یہ روزینے دوائی ہو کر آتے تھے تاکہ شایقین علم فوت بستی کی فکر سے مستغنی ہو کر اپنے علمی مشاغل میں مصروف رہیں۔

آصفیہ اول کے سوا ناصر جنگ اور میر محبوب علی خاں غفران مکان کو شاعری کا بھی خاصہ ملکہ تھا اہل الذکر فارسی کے زبردست شاعر تھے ناصر تخلص تھا ضخیم دیوان موجود ہے اور  
میں ہی آپ نے طبع آزمائی فرمائی ہے۔

اے بکو تر جا کہ یوسف کو کہ گہر سے نکل

چاہ سے تیرے زلیخا ہو گئی ہو بادی

یاد جو رسید جہان تھا مجھے معلوم نہ تھا      ذرہ ذرے میں عیان تھا مجھے معلوم نہ تھا



غفران مکان کا تخلص آصف تھا داغ آپ کے اُستاد تھے آپ کا اُردو کلام مشہور ہے ”دکن میں اُردو میں آپ کے کلام کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

فرما نروایان آصفی کی طرح دُورِ اُردو ایرانِ سلطنت آصفیہ کو بھی شعر و سخن سے دل چسپی رہی اُردو وہ اپنے وقت کے ممتاز شاعر تھے۔ مثلاً صادم۔ خاواں۔ احسان کافی۔ آفاق۔ ربط وغیرہ راجہ چند و لعل کے نواسے ہمارا راجہ سرکشن پرشاد مین السلطنت بھی اُردو کے زبردست شاعر ہیں آپ کا صوفیانہ کلام اپنا آپ نظیرِ مہتاب ہے۔

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر غلدار اللہ ملکہ و سلطنت کی علمی قدر دانی ضرب الشل ہے ترقی العلوم کے لئے آپ کا عہدِ مینت ہمد عہدِ مامونی بغداد و عبدالرحمانی قرطبہ سے کم نہیں۔ دیگر علوم کے قطع نظر اُردو کی ترقی کے لئے جو ذرائع اختیار کئے گئے ہیں وہ زبان اُردو پر گراں بہا احسان ہے۔ جامع عثمانیہ کا قیام اور دارالترجمہ کا افتتاح ترقی اُردو کے لئے آبِ حیات سے کم نہیں۔ آپ کو شعر و سخن سے ہی خاص ذوق ہے ”عثمان“ تخلص فرماتے ہیں امیرِ مروج کے جانشین جلیل کو آپ کے استاد ہی کا شرف حاصل ہے کئی ایک صاحبزادگان بلند اقبال کو بھی شاعری کا شوق ہے۔

غرض کہ اس عہد میں گلشن اُردو کی بہار ہے و علم ہے کہ خدا اس بہار کو سدِ بہار بنائے اور تاجدارِ آصفی کے زیر سایہ پھولے پھلے اور اپنے میواں نورس سے نونہالانِ چمن کو نہال کرے۔

صفحاتِ آئندہ میں ہم ان خطوطات کا بیان کریں گے جو اس دور سے متعلق یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں جن کی فہرست حسبِ ذیل ہے۔

دلی

(۱) دیوان ولی

ساحِ تفصیل دکن میں اُردو سے معلوم کرو۔

عاصی	(۲) خلاصۃ المعالمات
عاصی	(۳) انواع العلوم
صابر	(۴) شوهرنامه
قیاسی	(۵) سوداگر کی بی بی
مخدم حسینی	(۶) مثنوی عقد قاطعہ
ایضاً	(۷) معجزات رسالت
مراج	(۸) انتخاب دیوان سراج
عزالت	(۹) مثنوی راگ مالا
ایضاً	(۱۰) دیوان عزالت
عاجز	(۱۱) مثنوی لال و گوہر
عاجز	(۱۲) دیوان عاجز
کینہ	(۱۳) در مجاس
لطیفی	(۱۴) قصید ہول صادق
؟	(۱۵) جنگ نامہ بہاؤ راؤ
؟	(۱۶) جنگ نامہ بہاؤ مرثیہ و شاہ درانی
؟	(۱۷) روضۃ الصالحین
چندا	(۱۸) دیوان چندا
شادان	(۱۹) دیوان شادان
ولی	(۲۰) مرثیہ
رضی	(۲۱) مرثیہ
قادر	(۲۲) مرثیہ

روحی  
ہاشم علی  
شعراے مختلف

(۲۲) مرثیہ

(۲۳) دیوان حسینی

(۲۵) مرثیے



Digitized by eGangotri

## دیوان ولی

ولی نورنگ آبادی کے پندرہ دیوان یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایڈیا آفس میں (۶) نسخے: برٹش میوزیم میں ایک نسخہ: کیمبرج یونیورسٹی میں تین نسخے: آکسفورڈ یونیورسٹی میں دو نسخے اور ڈنبرو یونیورسٹی میں ایک نسخہ ہے۔

ایڈیا آفس (۱) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۳) ورق (۱۱) سائز  $9 \frac{1}{4} \times 5 \frac{1}{4}$  سطر (۱۷) خط نستعلیق

تاریخ کتابت ۱۱۴۴ھ (۲) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۴) ورق (۲۱۲) سائز  $9 \frac{1}{4} \times 4 \frac{1}{4}$  سطر (۱۱) خط نستعلیق

کتابت ۱۱۵۵ھ

(۳) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۵) ورق (۱۳۴) سائز  $8 \frac{1}{4} \times 4 \frac{1}{4}$  سطر (۱۵) خط نستعلیق

کتابت ۱۱۵۵ھ

(۴) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۶) ورق (۱۱۶) سائز  $8 \frac{1}{4} \times 5$  سطر (۱۷) خط نستعلیق

(۵) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۷) ورق (۱۰۶) سائز  $9 \frac{1}{4} \times 5 \frac{1}{4}$  سطر (۱۱) خط نستعلیق

(۶) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۸) ورق (۸۵) سائز  $8 \frac{1}{4} \times 4$  سطر (۱۱) خط نستعلیق

(۷) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۹) ورق (۱۰۷) سائز  $9 \frac{1}{4} \times 4$  سطر (۱۱) خط نستعلیق

(۸) بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۰) ورق (۷۷) سائز  $12 \times 4$  سطر (۲۱) خط نستعلیق

کتابت ۱۲۸۸ھ

(۹) برٹش میوزیم نمبر (۲۴۵۶) ورق (۱۳۴) سائز  $8 \frac{1}{4} \times 4 \frac{1}{4}$  سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۱۰) کیمبرج یونیورسٹی نمبر (۳۵۸۰/۳) ورق (۱۰۲) سائز ۷ x ۹ ۱/۲ سطر (۱۴) خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۳ھ

(۱۱) کیمبرج کنگ کالج نمبر (۱۴۴) ورق (۹۱) سائز ۷ x ۹ ۱/۲ سطر (۱۴) خط نستعلیق نمبر (۴۰) ورق (۵۹) سائز ۱۱ x ۸

(۱۲) کیمبرج کالج سطر (۱۴) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۲۱۲ھ

(۱۳) اکسفورڈ یونیورسٹی نمبر (۴۶) ورق (۱۲۵) سائز ۸ x ۱۲ ۱/۲ سطر (۱۵) خط نستعلیق

(۱۴) اکسفورڈ نمبر (۵۶۶/۵) ورق (۹۵) سائز ۷ x ۹ ۱/۲ سطر (۱۴) خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۳ھ

(۱۵) ڈنبرو یونیورسٹی نمبر (۳۷۸) ورق (۱۱۹) سائز ۸ x ۱۲ ۱/۲ سطر (۱۴) خط نستعلیق ان کے علاوہ بڑش میوزیم میں ایک انتخاب بھی ہے (۳۲۷) آٹھ لکھ جس کی کتابت ۲۰ شعبان ۱۲۲۲ھ کو ہوئی ہے یہ صرف چند اوراق پر مشتمل ہے۔

ولی کے متعلق بلوم ہارٹ کے معلومات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”ولی دکنی حرن کا نام شاہ ولی اللہ تھا بعض محمد ولی اور بعض ولی اللہ سے موسوم کرتے ہیں۔ ولی الدین بھی کہا گیا ہے۔ یہ احمد آباد و گجرات کے رہنے والے تھے۔ شاہ وجیہ الدین کے مریدوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ابوالمعالی کے ساتھ اورنگ زیب کے عہد ۱۱۷۱ھ میں دہلی گئے یہاں سعد اللہ گلشن سے ملاقات کی پہلی مرتبہ فارسی کے بجائے ریختہ نظم لکھی۔ کچھ عرصہ بعد اپنے دیوان کے ساتھ وطن کو واپس ہوئے اس کے بعد محمد شاہ کے عہد ۱۱۷۲ھ میں پھر دہلی گئے۔ جہاں ان کے اردو کلام کی بڑی تعریف ہوئی“

دیگر مولفین کیلڈاگ نے ولی کے متعلق مختصر طور پر صراحت کی ہے مثلاً اسفرڈ کی کیلڈاگ میں لکھا گیا ہے۔

”ہندوستان کے ممتاز شاعر شاہ محمد ولی گجراتی ان کا تخلص ولی تھا کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اردو میں دیوان مرتب کیا یہ اوزنگ زیک جہد میں دہلی آئے تھے۔“

اڈنبرا کی کیلڈاگ میں صراحت کی گئی ہے :-  
 ”شاہ ولی اللہ گجرات کے باشندے تھے۔ دکن میں سکونت کر لی تھی عالمگیر کے زمانہ میں زندہ تھے یہ اردو کے پہلے شاعر تصور ہوتے ہیں۔“  
 اسپرنگر کی کیلڈاگ میں بھی دیوان ولی موجود ہے اس کے کچھ ہی وضاحت نہیں کی صرف اسی پر اکتفا کرتا ہے کہ ”ولی گجراتی ان کے دیوان کے کثرت نسخہ ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔“

اسٹوارٹ کی کیلڈاگ میں دیوان ولی شامل نہیں ہے۔  
 ولی کے دیوان اب تک متعدد مرتبہ شائع ہو چکے ہیں اور ان کے حالات بھی عام طور سے معلوم ہیں حال ہی میں انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کی جانب سے کلیات ولی شائع ہوا ہے جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ ولی کے حالات اور اس کے کلام پر بحث کی گئی ہے۔ اور مختلف دیوانوں سے اس کے کلام کو جمع کیا گیا ہے مگر یورپ کے مواد کے مد نظر اس میں مزید اضافہ کی گنجائش ہے۔

کلام کے قطع نظر ان دیوانوں سے بعض دیگر حالات بھی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان دیوانوں میں بعض ولی کے زندگی میں مرتب ہوئے ہیں اور ایک دیوان ابوالعالی کے فرزند کا مرتب کردہ ہے یہ ابوالعالی وہی ہیں جن کے ساتھ ولی نے دہلی کا سفر کیا تھا۔

ولی کا نام ان مخطوطوں کے اندراجات سے ولی محمد معلوم ہوتا ہے اور ان کا دکھنی ہونا پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ یورپ کے مولفین کیٹاگ نے ان کے ساتھ گجراتی کی جو صراحت کی ہے وہ صحیح نہیں ہے چونکہ تعلیم وغیرہ کے سلسلہ میں انہوں نے گجرات میں اپنا بڑا وقت صرف کیا ہے اس لئے گجراتی مشہور ہو گئے تھے ان مخطوطوں کی صراحت کے قطع نظر وہ ان کے کام سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکھنی تھے چنانچہ کہتے ہیں۔

ولی ایران و توران میں مھے مشہور اگرچہ مشاعر ملک دکن مھے

یو کہ کی شمع مسون روشن مھے ہفت اقلیم کی مجلس  
ولی پڑا نگلی کرتا ترے ملک دکن بہتر

اسی طرح ولی کے مسئلہ استعمال کے متعلق مختلف خیالات ہیں بعض اصحاب ۱۱۵۵ھ اور بعض ۱۱۷۲ھ ظاہر کرتے ہیں آخر الذکر زیادہ صحیح تصور کیا جاتا ہے۔ بعض اصحاب ولی کے کلام کے مد نظر اس کی عربی و فارسی قابیت پر حرف گیری کرتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ قابل نہیں تھا بلکہ ولی اپنے عہد کا حقیقی نمائندہ اور فطرتی شاعر تھا زمانہ مابعد میں جو عالمانہ اصول بنائے گئے تھے وہ ولی کے زمانہ میں مانع نہ تھے۔ جو الفاظ اس نے استعمال کئے ہیں ان کو اس نے اسی طرح اُردو میں منتقل کئے ہیں۔ اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے شاعری میں عربی اور فارسی الفاظ اور محاورات استعمال کر کے اس کو عربی و فارسی لفظیات کی کتاب یا لغت بنا دیتا وہ اپنے زبان کے لئے ایک مصلح و مجدد کی حیثیت رکھتا تھا۔

ایک زمانہ تھا کہ ولی کو اُردو شاعری کے بابا آدم سے مخاطب کیا جاتا تھا گو یہ اس نے

صحیح نہیں ہے اس سے ایک صدی پہلے کی شاعری کا پتہ مل چکا ہے مگر دلی نے اردو کی ترمیم میں خصوصاً ضعف غزل گوئی میں کچھ کام کیا ہے وہ ہمیشہ زبان اردو کی تاریخ میں جاہاں اور درخشاں رہے گا۔ آج تیر اور مرزا کے کلام پر کچھ مدح سرائی ہوتی ہے وہ دلی کے خوش چینی ہی کا نتیجہ ہے۔

یہاں یہ موقع نہیں کہ دلی کے تعلق زیادہ وضاحت کی جائے البتہ اس کی تصنیفات

کچھ صراحت ضروری ہے۔

دلی نے قدیم شعراے دکن کی طرح کوئی مستقل شنوئی نہیں لکھی ان کی یادگار غزلیں ہیں جن کی تعداد پانچ سو تک پہنچتی ہے۔ ہم کو اتنا موقع نہیں ملا کہ کلیات دلی مطبوعہ انجمن ترقی اردو کے غزلوں کے ساتھ یورپ کے دیوانوں کا مقابلہ کرتے۔ مگر کہا جاسکتا ہے کہ وہاں کے دیوانوں سے ایسی غزلیں دستیاب ہو سکتی ہیں جو کلیات دلی میں نہیں ہیں۔

غزلوں کے علاوہ دیگر اصناف سخن قصیدہ۔ ترجیع بند۔ سدس۔ رباعی۔ مثلث۔ آزاد قطعہ ہر ایک میں دلی نے طبع آزمائی ہے۔ غزلوں اور فرو کے قطعہ نظر دیگر صنف کی تعداد ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

نشان بسلسلہ نوعیت کلام تعداد مندرجہ کلیات دلی یورپ کے مواد کی نظر کیا تعداد ترقیاتی چاہیے

۱	قصیدہ	۴	۶
۲	مخمس	۱۵	۱۸
۳	مستزاد	۹	۹
۴	ترجیع بند	۲	۲
۵	ہجشت	۲	۲
۶	مثلث	۱	۱



نشان سلسلہ نوعیت کلام تعداد مندرجہ کلیتہاً دلی یورپ کے ہوائ کے منظر کی تعداد قرار دینی چاہیے

۷	چار در چار	۱	۱
۸	قطعہ	۲	۲
۹	رباعی	۲۶	۳۶

مگر اس امر کا خیال ہے کہ کسی ایک دیوان میں دلی کا یہ پورا کلام نہیں ہے دیوانوں کے اندر آج کی تفصیل بھی درج کی جاتی ہے۔

نمبر دیوان	غزل	قنوی قصیدہ	مستزاد محسن	رباعی	فرد	ترجیع بند	بارگشت	چار در چار	شعر	قطعہ
۱	۳۶۵	۲	۲	۹	۲۷	۲	+			
۲	۳۷۶	۲	۵	۶	۱۰	۲	۲	۱	۱	
۳	۳۸۸	۴	۳	۹	۲۶	۲				
۴	۳۵۰	۲	۵	+	۲۳	۲			۲	
۵	۲۲۱	+	۲	۳	۱۱		۱	۱	۱	
۶	۲۷۳	+	۲	۲	-	-	-	-	-	
۷	۳۴۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۸	۳۵۱	+	۱	۱	+	۱				
۹	تقریباً ۳۸۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۱۰	۳۶۴	+	۱	۳	۱۱	۲	۱			
۱۱	۲۴۱	۲	۳	۹	۲۳	۲۲	۱		۱	

۱۵۔ یہ سلسلہ نمبر غزول کے سلسلہ کے موافق قرار دیا گیا ہے۔

۱۶۔ بالکل صحیح تعداد نہیں ہے کیونکہ بعض حاشیہ کی غزل متروک ہو گئی ہیں۔

نمبر دیوان	غزل	شعری قصیدہ	مستزاد بخش	رباعی	فرد	ترجیع بند	پانچ گشت	چار چار	مثنوی
۱۲	۳۲۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۳	۲۴۶	۰	۲	۴	۰	۰	۱	۰	۰
۱۴	۳۴۶	۵	۱	۲۶	۳۰	۲	۰	۰	۰
۱۵	۳۶۲	۱	۱	+	+	۱	۰	۰	۰

ذیل میں دی گادہ کام دہج کیا جاتا ہے جو کلیات دلی مطبوعہ انجمن ترقی اردو میں دیا

نہیں ہے اس لئے غیر مطبوعہ ہے۔

بخش

یہ برہ کی تار کیون کی جاوی

جان دار کی پانچ کیون کی جاوی

زخمی ہے شکار کیون کی جاوی

بہتر ہون چمان و جگ سون ہزار

کیونکر ہو بروہ میں ست چوشتیار

انکھیاں کا غما کیون کی جاوی

جب عشق کی فوج نے آئی گہرا

اسن سون ہوا ہون تیرا چیرا

جنت سون بہا کیون کی جاوی

یہ دل تری دیکھنے کو رووی

یہ عمر عزیز غم میں کہووی

مجھ دل کا غما کیون کی جاوی

عاشق کی ہی ہے جگ میں باتان

معتوق کی ناو پر بکاتان

نہیں کام ہر ایک کا اس میں آنا ممکن نہیں اب دلی کا آنا  
مے عاشق زار کیوں کی جادوی

یہ خمہ دیوانہ میں ہے۔

خمہ دیگر۔

اسے یار من پہلا ہے گا بیچ اس کے بہت جفا ہو گا  
جان من اس اوپر قدا ہو گا ..... مرنے بیٹھا ہے گا

عشق بازوں بیچ مشکا ہے گا

جان من اس طرت توں آیا کر ایک دو بات خوش سنایا کر  
ہر کسی کون گلے نہ لایا کر بات کہکر سبھی پہلایا کر

اس مون تیر بہت پہلا ہے گا

جان من ہر کون پہرامت کر سخن بد کون سنا مت کر  
بانگہ دغندہ سون ملامت کر ان دخل باز کون لیا مت کر

زانگہ بسیار بیودہ ہے گا

تہمتان لوگ کرتے ہیں مجھ پر سب ترے واسطے سننے دلبر  
تو ن مرا یا کسی سون نہ ڈر لاک تلوار گر پر ہی سر پر

سہ ترمی راہ پر قدا ہے گا

در نہ کچھوں جو میں تلوار ملک ہندوستان کروں گھڑا  
جس کے سر پر لگا کی ماروں وار یکسوں دو کروں دوسوں چار

تیغ میری سون لافتا ہے گا

درف یار کا فہ تنگ است یار من دینش بے رنگ است

شکر لشد کہ یار ہم رنگ است یار من در جهان عجب رنگ است  
رنگ بازنگ آشنایے گا

یار میرا ہے ہچو شیرین بر سائے خوبصورتوں میں ہو گا مر  
نام رکھا ہوں میں جس کا اثر کر مدد دوست مرتضیٰ حیدر  
دلربا بوی دلربا ہے گا

اے دل تون شال سیمین بر اچھو جوگی ہو گشتہ ام در در  
یار میرا جو ہے گا جادوگر سحر آنکھوں سے کیا مجھ پر  
نگہ اس کی میں کیا با ہے گا

پنجمہ دیوان عکلا میں ہے

دیگر :-

حضرت نبی کے نور سین سب جہان نورانی ہوا روشنی علی کی آل پر چو جان قربانی ہوا  
جامی نظامی مت کہو اب شعر خاقانی ہوا حبلا وطن کی مفسر اب یوسف خانی ہوا  
تراغم مجھ دل سنی اب ہدم جانی ہوا

معشوق کی منزل میں آواز آیا جس کا کرتاجا جو رستم دیکھو جانی ترس کا  
دنیا میں ثابت ہو اچھ خوف نہیں عرش کا درد پکاری ہو پر دن مشتاق تیری دس کا  
جل بل برہ کی آگ میں لعل بخشانی ہوا

اس ملک ہندوستان میں شہر کا ملک شہر صابن لگا دھویا کرو منہ تا نہیں غم کا حرف  
ہر کسی دن جارا زنا پری کم ذات کا جو خوف راکھی نقیرون کا کل شان کی سند پر شہر  
ہمنا کو جس کا اور یا تخت سلیمانی ہوا

ناصح منع کرتا مجھے میں مست اپنی حال سون دیکھی مجھ ہم نے منفعت شوق کے خط مال

اب چو مناسکھل ہو اکس بند کجبال سون  
سن بیزل کلر پرا اکس اور پاتال مون  
دنیا کی چاروں رکن میں دور سلمانی ہوا  
یہ دل کہو تر ہو مرا گیرا برا شہین کا  
جل بل انگارہ ہو رہا یہ کام ہو نہیں دین کا  
پوچھو اگر ہر خدا تک دکھ وقاسکن ہوا  
معتشوق میرے کون مدد محبوب بجاتی ہوا

رباعی

باج تجھ درد کی جگہ میں درد مجھے  
نہیں ہدم دو جا بھی غیر دم سرد مجھے  
جب کہ دیکھا ہوں تیرا روپ نظر پر اور نہیں  
عشق تیری لئے کیا زکر کی منن زرد مجھے

دیوان علاء ورق ۸۸ الف۔

دیگر

نگاہ تیز و پاک تیز و غمزہ آتش تیز  
کئے ہیں دل سون مری ملکر و سہ تب تیز  
رقیب چلی چلی بس یو خاک کر لی نہوں  
جو شہد کک دو لپکار می بریز بریز  
دیوان علاء ورق ۸۸ ب۔

دیگر

تھیل دل کوں ہونی یو مکتاب بس ہے  
داناے منتخب کون یو انتخاب بس ہے  
بہ حال کا کری گرا کر سوال دلبر  
تو لا جواب ہونا اتنا جواب بس ہے

دیوان علاء ورق ۱۵۸ الف۔

دیگر

جیکہ وہ رشک پری جلوہ گر تاز ہوا      دل کی تسخیر کون مظہر اعجاز ہوا  
سبزہ خطائے رخ یا کون بخشا ہو جلا      دیکھ یہ رنگ عجب آئینہ پرداز ہوا

دیوان ۷۷ ورق ۱۵۸ و دیوان ۷۵

دیگر

پوسفن آج مست ہے      جا کہ لینی کو جو ترستا ہے  
میری گون کہو کہ جو دنوں کا      وہ نہ دیون کا جو میں بستا ہے

دیوان ۷۷ ورق ۱۵۹ و دیوان ۷۵

دیگر

آہ سوں مجھ بگر میں ہنسید ہوئی      فاش مجھ عاشق کی تہسید ہوئی  
اس سیل سوں جا کہو یاران      بددی بددی میری سفید ہوئی

دیوان ۷۷ ورق ۱۵۹ و دیوان ۷۵

دیگر

تجو یا دسوں سینہ ہو مرا روشن باغ      جس باغ کے دیکھے سوں ہوا لالہ باغ  
روشن باغ میں نگہم کا محل باندھا ہوں      میں آہ کے جس بیچ کئے لالہ چراغ

دیوان ۷۷ ورق ۱۶۱

دیگر

شاخ گل ہے یا نہال راز ہے      سر قد ہے یا سراپا ناز ہے

دود آہ شوق مشتاقان نہیں خط نہیں یہ حسن کا آغاز ہے

دیوان صفہ ورق ۹۲

دیگر

مہربانی و لطف دلیہا سابقا تھا سوا ب نہیں دستا  
یا مگر خواب وہ زمانہ تھا کہ مجھے خواب میں نہیں دستا

دیوان صفہ ورق ۹۲

دیگر

خوب رو کون جمال لازم ہے عشق کون تب خیال لازم ہے  
حسن کون خط و خال لازم ہے مسکین طوطی کون قال لازم ہے

دیوان صفہ ورق ۹۲

دیوانوں کے اختلافات کو مرتب کرنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں تھا۔ تاہم  
مشتے نمونہ از خردارے مثلاً کلیات و آلی مطبوعہ انجمن ترقی ادب دہلی ہے۔

اے دوست تیری یاد میں دل کو کمال ہو نقش مراد آئینہ تیرا جمال ہے  
لازم ہے درس یار تحصیل رات دن ہر در سے کہے ہی قیل و قال ہے  
(صفحہ ۲۸۰)

اس کے برخلاف یہاں کے دیوان میں اس طرح ہے۔

اس رشک ماہ کا جسے ہر دم خیال ہے دل اس کا رشک خوبی بہر کمال ہے  
لازم ہے درس یار کی تحصیل لے دتی ہر در سے کہے ہی قیل و قال ہے

کلیاتِ دل میں درج ہے :-

تراقدیکہ اے سیدِ معالی ہوئی روشنِ دلان کی فکرِ عالی  
اس کے برخلاف یہاں کے دیوان میں درج ہے :-

تراقدیکہ اے سیدِ معالی سخنِ فہان کے ہوئی ہے فکرِ عالی  
کلیات میں درج ہے :-

بہرِ چیرِ صنم کا بسکہ خوش انداز ہے دلِ بانی میں رنگِ موجِ گلِ متنازع  
یہاں کے دیوان میں ہے :-  
لبِ سینِ بڑیا چیرِ صنم کا بسکہ خوش انداز ہے دلِ بانی میں رنگِ موجِ گلِ متنازع

غرض کہ اس قسم کا مواد بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔

دلی کی مثنویاں اور وہ مجلس | جہاں تک پتہ چلتا ہے وہی نے قدیم کہنی شعرا کی طرح کوئی  
طویل مثنوی نہیں لکھی بلکہ مختصر سی دو مثنویاں لکھی ہیں جو یورپ کے دیوانوں اور ہندوستان  
کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دیوانوں میں موجود ہیں۔ کلیاتِ دل میں بھی مثنویاں شائع ہوئی  
ہیں جامع کلیات نے ایک مثنوی کے متعلق لکھا ہے کہ غالباً وہ وہ مجلس کا ابتدائی حصہ  
ہے۔ اس کے بعد وہ مجلس کا قطعہ ہی درج کیا ہے۔ مجھے وہ مجلس کے دلی کی تصنیف  
ہونے سے اختلاف ہے میری رائے ہے کہ دلی اور رنگِ آبادی نے وہ مجلس نام  
کوئی مثنوی نہیں تصنیف کی۔ میں اپنی تائید میں حسب ذیل امور پیش کرتا ہوں۔

(الف) دلی کے اب تک جس قدر دیوان دیکھے گئے اور جن میں مثنویاں درج  
ہیں ان میں صرف دو ہی مثنویاں پائی گئیں اگر ایک مثنوی اس کے وہ مجلس کا ابتدائی  
حصہ ہے تو اس کا صرف اسی قدر حصہ ہر دیوان میں درج ہونا ایک تعجب انگیز امر ہے  
یہ سب گز نہیں کہا جاسکتا کہ کل دیوان ایک سے نقل ہوئے ہیں اور سمجھتے ہیں نہیں آتا کہ



ہر جامع دیوان نے کیوں وہ مجلس کے صرف ابتدائی حصہ کو اپنے دیوان میں نقل کیا  
 شمولی کا صرف اسی قدر حصہ دیوانوں میں ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ولی نے اسی  
 قدر حصہ کہا تھا۔

(ب) وہ مجلس کوئی تصنیف کسی ولی کی اب تک دستیاب نہیں ہوئی نہ تو  
 ہندوستان و دکن کے کتب خانوں میں اور نہ یورپ میں اس کا پتہ چلا۔ اس سے تیاں  
 ہو سکتا ہے کہ ولی کی وہ مجلس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے۔

(ج) یورپ کے کسی دیوان میں وہ مجلس کا قطعہ تاریخ درج نہیں ہے خصوصاً سب سے  
 قدیم دیوان جو سنہ ۱۱۸۵ھ کا لکھا ہوا ہے اور ابوالعالی کے فرزند کے جمع کردہ دیوان میں اس کا نہ ہونا  
 اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ولی نے وہ تاریخ نہیں کہی۔

(د) وہ مجلس غالباً فارسی کا ترجمہ ہے ولی کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع  
 ہے کہ وہ ذاتی تصنیف کے بجائے کسی کتاب کے ترجمہ پر اپنا وقت صرف کرے جبکہ خود وہ  
 اس سے بہتر تصنیف کر سکتا تھا تو پھر اس پر تعجب ہوتا ہے کیوں اس نے فارسی سے ترجمہ  
 کرنا مناسب خیال کیا۔

ان وجوہ سے میں وہ مجلس کو ولی کی تصنیف خیال کرنے سے قاصر ہوں۔ میرا خیال  
 ہے کہ وہ مجلس جو ولی سے منسوب کی گئی ہے دراصل وہ ولی دیوری کی روضۃ الشہداء ہے  
 خصوصاً جبکہ روضۃ الشہداء کا بیان دس مجلسوں میں بیان کیا گیا ہے اور ہر مجلس کا پہلا شعر  
 مجلس ہی کے نام سے شروع ہوتا ہے مثلاً

کردن میں مجلس اول میں تحریر وفات سید عالم کا تقریر

کردن میں مجلس دوم پر غم وفات فاطمہ کر کر مرقم

قلم ہو غم کے سحر کا سافر گلیا چلنے و مہم مجلس میں اک سر

اس طرح روضۃ الشہداء کا دوسرا تمام وہ مجلس ہو سکتا ہے بہترین تصنیف کے شعر  
بہی قریب قریب ایک ہو گئے ہیں چنانچہ روضۃ الشہداء کے خاتمہ پر درج ہے۔  
کیا ہوں ختم جب یو درد کا قال گیارہ سو پو تھا تیسواں سال  
ولی اب رکھ قلم اور ختم کر یاب نبی اور آل اور پر بول صلوات  
کلیات دلی میں جو نقطہ درج ہے وہ حسب ذیل ہے:-

ہوا مئے ختم جب یو درد کا حال گیارہ سو پو تھا تیسواں سال  
کہا ہاتف نے یو تاریخ معقول دلی کا مئے سخن حق پاس مقبول

مکن ہے کتابوں کی غلطی سے ہو کتابت ہوئی ہو۔ یہ حال جب تک وہ مجلس نام کوئی  
کتاب ولی کی دستیاب نہ ہو اور اس میں ولی کی شہادی کا وہ حصہ جو دیوانوں میں درج ہے  
موجود نہ ہو اس کو ولی کی تصنیف خیال کرنے میں تامل کرتا ہوں۔

یہاں بعض امور کا بیان نامناسب نہ ہو گا جن سے یورپ کے دیوانوں کے کتابوں  
اور مالکوں وغیرہ پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس کے متعلق یہی سلسلہ وار صراحت کی جاتی  
ہے۔ دیوان سلسلہ ۱ کا کتابت حفیظ اللہ ہے اس کی کتابت دوم ربیع الثانی ۱۲۱۰  
جلوس محمد شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) میں ہوئی ہے۔ نہایت خوش خط ہے۔ جلد اندیا آفس میں بنوائی  
گئی ہے بوجہ بوسیدگی ہر ورق پر چمکی چمکی ہے۔

دیوان سلسلہ ۲ اس کی کتابت ۴ ربیع الثانی ۱۲۱۰ جلوس محمد شاہ (رحمۃ اللہ علیہ)  
میں ہوئی ہے۔ کاتب محمد نور الدین علی ہے۔ اس نسخہ میں جابجا اسقاط کی اصلاح کی گئی  
ہے خلافت کینا ہوں کو لکھا ہوں وغیرہ بنایا گیا ہے حاشیہ پر متعدد اشعار زیادہ کے گئے ہیں

اس نسخہ پر دو مہر ہیں ایک میں محمد عبداللہ ولد حافظ محمد احمد <sup>۱۱۸۵</sup> اور دوسرے میں محمد احمد <sup>۱۱۹۵</sup> مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے یہ دیوان ان کی ملک رہا ہے۔ خانگی یادداشتیں دیگر اصحاب کے اشعار وغیرہ بھی اس میں درج ہیں بعض اندراجات سے معلوم ہوتا ہے یہ دیوان گجرات میں مرتب ہوا ہے۔ دیوان مس اس کی کتابت ۲۰ ذیقعدہ ۱۲۵۱ء کو ہوئی ہے کاتب محمد تقی ولد سید ابوالمعالی ہے۔ ابتدائی اوراق خوش خط ہیں مگر چند صفحوں کے بعد زشت خط ہو گیا ہے۔ اولاً بسم اللہ کے ساتھ روایف الف ک بس غزلیں خوش خط درج ہیں۔ اس کے بعد ایک صفحہ پر چند دیگر فارسی اشعار لکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد بسم اللہ کے ساتھ پراہنہ ہوئی ہے۔ اور کچھ مکمل کلام بھی درج ہوا ہے۔ دیوان کے آخر علاوہ دیگر فارسی اشعار کے فراقی کی ایک غزل بھی درج ہے کتابت کے بعد مقابلہ ہوا ہے جا بجا اصلاح اور حاشیہ پر الفاظ درج ہیں اس دیوان کے سرورق پر درج ہے ”تصنیف مغفرت پناہ میاں ولی محمد متوطن دکن“ اور آخری صفحہ پر درج ہے۔

”تمت تمام شد دیوان مغفرت نشان میاں ولی محمد مرحوم متوطن دکن  
بتاریخ دویم شہر ذیقعدہ ۱۲۵۱ء ہجری بر فیہ بخشش بوقت صبح تحریر  
یانت مالک و کاتب اس دیوان عاجز المذنب محمد تقی ولد سید ابوالمعالی  
است کہ دعوی کند باطن است“

دیوان نمبر ۱۳۱ اس دیوان پر فورٹ ولیم کالج کی مہر ثبت ہے اور آخر پر حسب ذیل عبارت مرقوم ہے۔

”چہار دہم جز دیوان ولی بوجب فرمودہ بہ جو کرج جو سبلہ اللہ تعالیٰ  
بخط تاجخند (۹) خادم بروز سہوار تمام یافت“

دیوان نمبر ۱۳۱ اس کی تاریخ کتابت ۲۰ ذیحجہ ۱۲۵۱ء اور کاتب غلام محمد ہے۔ پہلے صفحہ پر

حسب ذیل عبارت درج ہے۔

”کتاب ہذا حسب فرمائش جناب شیخ صاحب برزجی مسہر ابھی  
یہ سن بمقابلہ منشی حسین خان تاریخ ۱۱ جولائی ۱۸۸۲ء تسو شد  
فقط حسین خان“

اور آخر صفحہ پر درج ہے۔

”الحمد للہ والمننت کتاب دیوان ولی در بندر صورت اہتمام یافت  
تحریر تاریخ ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ الصلوٰۃ والسلام الراقم غلام محمد“

دیوان نمبر ۹ ملکہ پرنس میوزیم اس کی کتابت ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ بمقام بوین پی  
(سکندریہ) ہوئی ہے۔ اکثر مقامات پر حروف انصاف مصرع اور اشعار کی جگہ چھوڑ دی گئی  
ہے معلوم ہوتا ہے غالباً وہ کاتب نے حل نہیں ہوئے۔ مثلاً  
غزل جس کا مطلع حسب ذیل ہے۔

خدا تجھ کو ن سنا دے نظیر کیا

تری جو خال ہے کہ اوپر اوسے وزیر کیا

مقطع بالکل متروک ہے صرف ”دی“ لکھ کر جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔

ایک دوسری غزل میں لکھا گیا ہے

اگر ساجن آئے کی ہے۔ تمنان کی تو ہی دکھ بہرے سون بہرے تھا اقرار کرنا کیا

ایک اور غزل میں۔

جب تجھ عرق کی دھنیں ----- عالم میں اوس کا نام جو اہر رقم ہوا

غرضکہ اس طرح سے متعدد دغزلوں میں الفاظ وغیرہ متروک ہیں۔

دیوان نمبر ۱۱ تاریخ کتابت ۲۲ صفر ۱۳۱۲ھ جلوس محمد شاہی (۱۲۵۳ھ) ہے خوش خط ہے

سرخ جدول ہے، خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

”دیوان ولی بحسب قرائش رفعت و عوالی پنا خاں صاحب مہربان  
محمد نسایچو مرقوم شہادت و ششم شہر فرستاد ۲۲ جلدیں محمد شاہ“  
اس دیوان کو بھی لکھنے کے بعد مقابلہ کیا گیا ہے اکثر اشعار وغیرہ حاشیہ پر بتائے گئے ہیں  
یہ دیوان فرانس کے محقق اردو گارسی ڈی ماسی کی ملک رہا ہے کیونکہ اس کی دستخط  
بھی موجود ہے اور بعض نوٹ بھی درج ہیں۔

دیوان نسبت اس کی کتابت ۵ ہر ربیع الاول ۱۱۱۱ھ میں ہوئی ہے کاتب آستانام ہے جس کی تصدیق خانقاہ کی محاسب ذیل عبارت سے ہو سکتی ہے۔

”بخط بند و احقر آتھرام بتاریخ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۱۲۱۳ھ روز جمعہ  
دو پھر شاہ عالم بادشاہ غازی“

دیوان نمبر ۱۲ کے خاتمہ پر حبِ ذیل عبارت درج ہے جس سے تاریخِ کتابت اور نامِ کتابت وغیرہ واضح ہوتا ہے۔

”بعون الملك الوهاب حسب الامر حافظ محمدی ولد قوام محمد فاضل مرحوم  
اسكنه اللہ فی دار البجنان در عهد خلافت بادشاہ حمزہ غلام شاہ  
بادشاہ غازی۔۔۔۔۔ (۹) فی المعارك والمغازی کتاب الخرون  
شیخ امام الدین ساکن۔۔۔۔۔ (۹) تبارخ دوم رجب المرجب  
۱۵۳۵ روز شنبہ ششم دیوان وقت چهار گھڑی روز برآمد تصحیح۔۔۔ (۹)  
این صحائف پرداخت

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ دیوان نمبر ۳ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے ولی کا نام ولی محمد صحیح ہے اور وہ درحقیقت دکن کا باشندہ تھا نیز یہ کہ غلامیہ میں وہ بقیہ حیات نہیں تھا۔  
دیوان نمبر ۱۱ میں ولی کی غزل ”ہوا سے رشک چیتے کی کلی کوں“ ان کے حاشیہ پڑا صریح مستند ہی کا ائمہ و جہاں شعر حسب ذیل درج ہے۔

باغیاز سخن گراڈر چلے تون  
نہ ہنچیکا ولی ہرگز علی کون

ولی کے دیوان کے ہندوستان میں بکثرت مخطوطات موجود ہیں اور بہر تعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔ ان میں سب سے بہترین اور قابل تعریف نسخہ کلیات ولی کا ہے جس کو مولانا علی حسن صاحب احسن مارہروی لکچرار مسلم یونیورسٹی نے مرتب کیا ہے اور انجمن ترقی اردو کی جانب سے شائع ہوا ہے۔

## غزل فراقی

اکسفرڈ کے دیوان ولی عہدؑ میں ایک غزل فراقی کی بھی درج ہے یہ ہی اسی عہد کا  
شاہراہ ولی اور ننگ آبادی کا ہم عصر ہے۔ قدیم تذکرہ جات میں اس کا ذکر نہیں ہے صرف  
میر حسن نے حسب ذیل صراحت کی ہے:-

”فراقی تخلص از مردم دکن بود ہمراہ فقیر اللہ آؤاد بہ ہند آمدہ بود“

چونکہ اس کا کلام بھی نایاب ہے اس لئے وہی غزل درج کی جاتی ہے۔

باغ ہے سیر ہے نظار ہے	سبزہ ہے لالہ ہے ہزار ہے
کان میں یار کے دُر بانی	مہر ہے ماہ ہے ستار ہے
نگہ مشوخ قاتل خونخوار	بیٹف ہے ہانکے ہے دود ہمار ہے
ہات کہے بیچ ساز مطرب کے	ہیں ہے چنگ ہے دوتار ہے
آؤن آغوش میں حجاب نکر	گوشہ ہے رات ہے اند ہمار ہے
نمک کے دل خراب کرنے کون	شاہ ہے فوج ہے تقار ہے

بجکون ہر دم فراق میں گزری

آہ ہے تالہ ہے پکارا ہے

## خلاصۃ المعاملات

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر (۶۱۶۱۶) ورق (۴۲) سطر (۱۵) تعلق تاریخ کتابت ۱۱۴۶ھ  
 پیارس کے ٹیٹلنگ میں کوئی مراحت نہیں ہے اس پر نگر نے حسب ذیل وضاحت کی ہے۔  
 ”عامی۔ نور محمد برہان پوری تذکرہ گردیزی۔ تذکرہ شورش اور  
 تذکرہ عاشقی میں ذکر ہے۔ گارسی ڈی ٹاسی لکھتا ہے کہ عامی کی  
 دو مثنویاں جو زبانیض اسلام پر ۱۱۴۶ھ اور ۱۱۴۷ھ میں لکھی گئی تھیں  
 اور جن کے نام خلاصۃ المعاملات اور انواع العلوم ہیں پیارس کی  
 امپریل لائبریری میں موجود ہیں۔“

شفیق اور عبد الجبار مکاری نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کے اجداد کا شجر کے رہنے  
 والے تھے عالمگیر کے زمانہ میں ان کے باپ ہندوستان آئے اور نواب چغتہ خان کاشغری  
 کی سرکار میں ملازم ہوئے ان کے بعد برہان پور آکر آصفیہ اول کی ملازمت اختیار کی  
 نصیر الدولہ عبدالرحیم خاں صوبہ دار برہان پور کے پاس مدت تک رہے۔ یہاں نور محمد  
 عاصی تولد ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ شاعری شہرہ کی  
 مرزا محمد علی تسلیم کی شاگردی کی نصیر الدولہ کی مرح میں قصیدہ لکھا خلعت و انعام سے سرفراز  
 ہو کر داروغہ قلم دان بنائے گئے۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد آپ کا تعلق  
 راست آصفیہ اول اور پھر ناصر جنگ اور صلابت جنگ کی سرکار سے ہو گیا۔ آصفیہ  
 ثانی کے زمانہ میں صمصام الملک کے ہمراہ رہے اس کے بعد ملازمت ترک کر کے  
 اورنگ آباد میں قیام کر لیا اور ۱۱۵۶ھ میں فوت ہوئے۔



ان کا کلام سنجیدہ اور صاف ہوتا تھا۔ قصائد اور غزلیات تصنیف کئے تھے ان کے علاوہ دو مثنویاں لکھی جو اس وقت زیر بحث ہیں۔

خلاصۃ المعالمات جیسا کہ نام سے ظاہر ہے فقہی مسائل میں لکھی گئی ہے یہ تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوئی۔ مگر کتابت ۱۱۴۴ھ میں ہوئی ہے اس ظاہر ہے کہ اس کی تصنیف اسی زمانہ یا اس سے پہلے ہوئی ہوگی۔

حمد و نعت کے بعد فصول میں نفس مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام ہی نظم میں بیان کیا ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو :-

ابتداء۔

اللہ اکبر قول و فعل و اول حمد مدام	حمد پر سجای جہی تا ہیں ابدہ تمام
اللہ واحد خالق رازق اوہو رب غفور	تال ارادت کلی عالم کتیں آپ ظہور

اس کتابی نادر خلاصۃ معلمات مذکور

دو چہا دم عبادت الہی جی دل ترک خطوط

کو عقد کرے وہ پتر ہا جی اوہ فاسق ہو۔

لعنت اس حلال ہرادرہ زریج سعودی ہوا

خاتمہ۔

عاصی طاقت سہل کچھ ہو یا فضل ہو یا خدا	جہت ہمہ بد وہ وقت ہمیشی در را
اس اسمان باقی کہ الہی عاصی کہی خدا	عاصی طمع دعا و حاجی فر کر می دعا

## انواع العلوم

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۱۶) ورق (۱۳۰) سطر ۱۵ خط تعلیق

کیٹناگ میں کوئی صراحت نہیں ہے۔ یہ شہنوی ہی حامی کی مصنفہ ہے۔ اس میں ہی فقہ حنفی کے مسائل ہیں بلکہ انہیں اس کی تصنیف ہوئی ہے جس کو نظم میں بیان کیا گیا ہے۔ حد و نعت کے بعد نفس مضمون شروع ہوتا ہے پہلے نماز اس کے بعد روزہ پھر زکوٰۃ اور حج وغیرہ مسائل کو بیان کیا ہے۔

ابستہ ۱۔

اللہ واحد رب تون سچا تیرا راج جو کچھ کل جہان ہے سب پہ تیرا محتاج

تایخ تصنیف :-

ہزار کیسہ چو تالیس پہ دودھن ماو آتے رہ صہم ہجرت بعد پچہان تون یہ رسا دم

خاتمہ۔

روز پھی دیدار تون وقت دیکر درار  
فضل کرے رب مومنان ایمان رہی تقار

## شہر نامہ

اس شہر نامہ کا ایک نسخہ بڑی میوزیم میں ہے۔

نمبر (۶۵۳۰) اڈیشل ورق (۶) سائز ۸ ۱/۲ x ۱۲ ۱/۲ سطر (۱۳) خط نستعلیق  
مصنف کیتلاگ کی صراحت ہے۔

”ایک مختصر کہنی نظم شہر کے مرنے اور اس ترکہ کے متعلق مصنف  
صابر مصنف نے اپنے نام کا اظہار اور تاریخ تصنیف کو جو ۱۱۵۶ھ ہے  
بیان کر دیا ہے“

صابر کے متعلق کسی دوسرے یورپین مصنف نے کوئی مراحت نہیں کی ہے اور نہ  
ہندوستانی تذکرہ نویسوں نے کچھ لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے صابر ایک غیر مشہور شاعر تھا  
چستان شعبانے ایک شاعر متخلص صابر کا ذکر کیا ہے مگر ان کا تعلق پنجاب سے  
تھا جو احمد شاہ ابدالی کے زمانہ میں موجود تھا۔ اس شہر نامہ سے معلوم ہوتا ہے صابر کوئی  
نظام الدین نام بزرگ کا مرید تھا تاہم طریقہ میں بیعت حاصل تھی۔

اس شہر نامہ میں مردوں اور عورتوں کے حقوق جو ایک کے دوسرے پر ہیں درج ہوئے  
ہیں۔ حسب قاعدہ حمد اور نعت ہے۔ پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح کے ساتھ اپنے  
مرشد نظام الدین اولیا کی مدح کی گئی ہے۔

نمونہ کلام ملا حفظ ہو۔

اول حمد بولون میں کرتار کا	دھنن ہو او دو جگ کا سینار کا
کری پرورش اپنے سینار کون	رحم لطف دائم فضل پارسون
محمد صیب او خدا کے رسول	ہوے اون پر معفو لی جبریل نزل

نظام الدین شاہ اویا ہیں کہہ کر انا تکی میرے ظاہر ہیں پیر  
مدت حق نبی ہو مرد چار یار کریں غوث دستگیر صابر کو پیار

اے دھنی زبانی بچن بول بول مسنونستان میں دیا ہوں جو بول  
سکا و علم عورتاں کوں گھر کیا مشوہوں پر خدا نے امر  
ہر ایک مرد اور پر تو یو فرض سے سکا ناز کوں علم فرض سے  
خاتمہ

شیعیت بوجہ کے باتان بکا بیان مرد عورت کے حق کا لکھا  
کیا راسو پچاس پہ آٹھ سن چٹھا چلا کہ قلم کے ترنگ کو روتا  
مسوا سو بنا بیت صابر تمام رکھا مشوہ نامہ ککر تسکا نام  
تھادان یکشنبہ مسر پر گز گم لکھا ماہ شعیان میں کر کر ختم  
یومت ہوا یہاں نہیں حمت تمام درود پر محمد علیہ السلام

## سوداگر کی بی بی

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔  
 نمبر (۲۶۵۲۹) ورق (۱۲) سائز  $۴\frac{۱}{۲}$  x  $۳\frac{۱}{۲}$  سطر (۱۴) خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۰ھ  
 مصنف کی صراحت ہے۔

”ایک سوداگر کی عورت اور اس کے عاشق کی داستان مصنف  
 سید عبداللہ قیاسی۔ ایک دکھنی مثنوی ہے جو فارسی کے طوطی نامہ  
 کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ مخلص اور تاریخ کا اظہار بھی مصنف نے آخر  
 مثنوی میں کر دیا ہے جو ۱۱۶۲ھ سے ہے۔“

یورپ کے دیگر مصنفین کی کٹیدگوں میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔  
 مصنف کے متعلق قدیم اور جدید تذکرے ساکت ہیں اور اس کی مثنوی ہی کوئی روشنی  
 نہیں ڈالتی۔

مثنوی میں اول حمد و نعت ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ قصہ کی  
 مراخت حسب ذیل ہے۔

ایک سوداگر تھا اس کی بی بی نہایت حسین و جمیل تھی سوداگر سفر پر روانہ ہوا ایک مدت  
 تک واپسی نہیں ہوئی اخراجات کی فکر ہوئی سوداگر کی بی بی نے دائمی سے تدبیر نوچ لی  
 اس نے ایک موم کا پتلا بچے کی طرح بنایا۔ اس بچے کو لے کر وہ بانٹا لگئی۔ جوہریوں  
 سے موتی، لعل، و جواہر خریدے قیمت کی ادائیگی کے لئے وہ بچے کو دوکان پر چھوڑ کر  
 جوہری کے آدمی کے ساتھ اپنے مکان کو آئی مگر اٹنا راہ میں اس کو دھوکا دے کر گزار  
 ہو گئی بڑے انتظار کے بعد وہ شخص دوکان کو واپس ہوا بچے کو دیکھا اس کی حقیقت

مطلوم ہوئی۔ ایک عرصہ کے بعد یہ عورت جوہریوں کو نظر آئی اپنے تصور کا اقرار کیا اور کہی  
 دوسرے شہر میں اس نے ان جواہرات کو پچیس ہزار میں فروخت کئے ہیں اور بہنوڑ قیمت  
 وصول نہیں ہوئی ہے وہ ساتھ چلیں اور اصلی قیمت سے زیادہ وصول کر لیں۔ جوہریوں نے  
 کہا ہم کو اپنی اصلی قیمت کافی ہے زیادہ کی ضرورت نہیں وہ ساتھ ہو گئے۔ اب یہ کو تو والی  
 کے دروازہ پر پہنچے عورت ان کو بھٹا کر اندر گئی اور اپنا برتن اٹھایا کو تو وال اس کی خوبصورتی  
 پر دنگ ہو گیا۔ آنے کی وجہ پوچھی اس نے بیان کیا۔ میرے شوہر کے تین غلام تھے وہ ایک  
 عرصہ سے باہر گیا ہے اور واپس نہیں ہوا اور میں ان کے کہلانے سے عاجز ہوں اس  
 لئے پچیس ہزار کو فروخت کرتی ہوں کو تو وال راضی ہوا اور ایک آدمی کو یاہر روانہ کیا تاکہ ان  
 غلاموں سے دریافت کرے وہ شخص باہر آکر دریافت کیا کیا پچیس ہزار پر راضی ہو۔ انہوں نے  
 خیال کیا جواہرات کے متعلق دریافت کرتے ہیں اس لئے تینوں نے اقرار کر لیا اور عورت  
 کو اپنا مختار قرار دیا۔ اس کے بعد وہ عورت رقم حاصل کر کے دوسرے دروازہ سے فرار  
 ہو گئی۔ اب کو تو وال ان تینوں کو طلب کر کے ایک کو یاہر چلی خانہ میں دوسرے کو خزانہ پر میرے  
 کو دربار میں خدمت کے لئے مقرر کیا۔ ان لوگوں کو تعجب ہوا۔ آخر کو تو وال نے حقیقت سن کر  
 عورت کی تلماشیں کا حکم دیا۔ مگر وہ اپنے حسن و جمال کے ذریعے پہر کافی اور دیر کو بھی  
 فریب دیتی ہے۔ آخر معاملہ بادشاہ تک گیا بادشاہ حقیقت سن کر اس کے عصمت کی  
 حفاظت کی داستان پر بہت خوش ہوا انعام اکرام سے سرفراز کر کے واپس کیا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

قسمت کہتا ہوں میں عجب گوہر سار کا	کیسے کرے ہے چنداں دیکھتا ہوا شاد کا
کتا ہوں بسنو چند کینار کا	چہیلے سندر چہتر چوسار کا
کہتے ہیں جو یک شہر میں بخوار	اتنا ایک سو داکری تار کا
اوسے ایک عورت تھی صبا جمال	پریان میں نہیں کوئی اسکی مثال

جیسے ہنوسکی خلقیں کہیں  
 جو کہنے میں صفت آتے نہیں  
 جیسے پاک خورشید ساراوسے  
 کر ہی رشک نت دیکھو رشید اسے  
 بہون مادہ فوتے اتہو پُر ادا  
 اتہا مادہ نو تس بہون پر خدا  
 - - - - -  
 غفل دیکھ اس رخسار کو لاہوا  
 او سے رشک سوں میں کالہوا  
 کین رشک کا لاپروہم کہاتی ہوں  
 سپو لے سیاہ دو کندل بہا ہی جوں  
 ویسے مانگ چوٹے اوچٹیکا بہن  
 سیاہ مانگے مکہ میں پکڑ سی ہر من  
 تہدی کون نہ تعریف میں کم سن  
 جو بن بے بہا قہر مرد سبھی  
 زخمدان کوں یسوع دم زم سن  
 صفائی میں مرد سوں پے در سبھی

بزان حکم کے ماتر تب وائی جا  
 شہر بار کوں گہرینے لائی جا  
 اور یورپ میں داخل ہوا انکر  
 اسی انگی چل پیشوا آن کر  
 مغل حدود اب تسلیم سات  
 بٹائی او تعظیم تکریم سات  
 رکھی سامنے پان لاکھ کپے  
 ہر شیشے رکھی عطر کتاب کے  
 رکھی پہول کے ہر کچری طری  
 کہ پروردہ رشک ہو رعنہ بری

خاتمہ کے اشعار جن میں تاریخ تصنیف یہی ہے حسب ذیل ہیں۔

سنیا تھا پو کس نقلہ دل پسند  
 میرے دل میں آیا ایسے نظم بند  
 نکار یاہون جیوں تیوں بنو کہ قلم  
 تیا کجکوں کان ہے چہانت علم  
 میرے میں کہان ہی تیا وصلہ  
 لے آؤں ردیف قافیہ دل چلا  
 لکھا ہوں حکایت مجھے شوق ہے  
 کر دگر ہے پسند نا کرو ذوق ہے

ہوئے سات سو بیت چودا پسات      مرتب ہوا ہے یو نقل بات  
 آٹھ سن لکھا سو چوٹ وصال      تیاریچ لکھا را او ماہ مشوال  
 سیدی عبداللہ نے یو قصہ بنا      کیا خوش سہنہا کرتیں رستا  
 سیدی عبداللہ کر کے ہر لہے ناؤں      تخلص تمیاسی گکر وال ناؤں

اس شہنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔



## ثنوی عقد فاطمہ (۹)

یہ ثنوی انڈیا آفس میں ہے مصنف نے کوئی نام نہیں لکھا ہے مگر نفس مضمون کے لحاظ سے اس کو ”عقد فاطمہ“ سے موسوم کر سکتے ہیں۔

نمبر (۳۱۲)۔ بوم ہارٹ (ورق ۲۱) سائز ۸ ۱/۲ x ۵ سطر (۱۵) خط نستعلیق  
بوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

”فاطمہ اور علی کی شادی کے حالات جو ایک عربی قصہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ مصنف محمد حسین حسینی جس نے اپنے استاد حسن کی مدد سے اس کو نظم کیا ہے۔ یہ نسخہ خود مصنف کا لکھا ہوا ہے۔ آخر پر اس نے سنہ تصنیف بھی لکھ دیا ہے جو ۱۲۵۵ھ ہے۔“

یورپ کے کسی دوسرے مصنف نے اس ثنوی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ مصنف کے حالات پر کسی تذکرے سے کچھ روشنی نہیں پڑتی۔ کوئی غیر معروف شاعر معلوم ہوتا ہے۔ البتہ حسن دکن کا مشہور شاعر تھا جس کا اکثر تذکروں میں ذکر ہے۔

ثنوی عنوانات کے تحت لکھی گئی ہے جسب قاعدہ پہلے حمد و نعت ہے اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ خدائے ہر چہارشے کو قصبات دی ہے اس کے بعد حضرت فاطمہ کی ولادت کا حال مذکور ہے اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہان عرب روم اور شام نے آپ کی خواستگاری کی مگر آنحضرت نے علی کو منتخب کیا۔ اس کے بعد آپ کے عقد کا حال لکھا ہے۔

کلام کا نمونہ :-

کہ الحمد للہ کہوں میں اول صفت بی نہایت کردن خوش نول

او خالق سے مخلوق کا پروری      کہ کل مثنوی جو کتنا عمل سروری  
کہ تون آفرینہ آفاق کا      کیا عشق معشوق عشاق کا

خبر سن کر تب بادشاہ عرب      لکھا خط عزیز یک خوش باادب  
دیا ہیج حاجب کو سرور کے پاس      یہی تحفہ دیاسات بے تیاس  
بڑی دبدبے مشکوتہ شان سون      روانہ کہا اسکو لئے ان سون

کہ سب خوش اتھی نہ تھی خوش علی      بکنہ رسودں میں بری کھیلے  
ہو دیکر مسجد میں راہی تھی سیر      کہی یا الہی تون ہی دستگیر

خبر سن کر تب بادشاہ دوم و شام      دیا ہیج پیغام نسبت کے کام  
دیکر بادشاہ مصر ہو رہین      کہ حاجب کون بھیجی محمد کون

اکلیارا صدی پر تھی پوست برس      کیا نظم دکھنی سے خوش برس  
عربی سون تھا خوب اس کا بیان      کھیا مختصر کھول میٹی زبان  
کہ تاریخ بارہ سو ماہے صفر      کہ روزی احد تھا سو وقت ظہر  
کہ پورا ہوا سب یوامت تمام      محمد پہ بھیجو درود سلام

یو مخدوم حسینی لکھیا یو کتاب      یو اسناد حسن جمہا عالی جناب  
یو بخشش انوسنج پاپا ہون میں      فواید صرف انکایا ہوں میں

## معجزات سالت؟

یہ مثنوی بھی انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۲۲۳) ورق (۲۰) سائز ۸ ۱/۲ x ۴ سطر (۱۵) خط نستعلیق  
کیٹلاگ کی صراحت۔

حضرت محمدؐ کے چند قصے مصنف مخدوم حسنی اس کے ابتدائی اور آخری

اشعار حسب ذیل ہیں:

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے۔

اس مثنوی میں حمد و نعت کے بعد آنحضرتؐ کے چند معجزے بیان کئے گئے ہیں

جو خاص کر اہل بیعت سے متعلق ہیں کلام کا نمونہ۔

دیا مے خدا جس قناعت کا گنج نہ ہوئے تسکون معلوم دنیان کا رنج  
قناعت سون مے دیکھتے کیون تو قناعت سون افلاک پر ہو عبور

کتا ہوں اتنا معجزہ ایک میں سنون اک قرار آپنے دل کتین  
چلے دیکھنے انکون خیر البشہ اتنی سات ابو بکر تو ہور عمر  
دیکھے جا کو تو او دونیک بخت پیری ہیں جو آزار تے بہت سخت  
ابو بکر عمر نے علی کے سنکات اپس دل میں آئے سو کے یو بات  
کہ اب تم خدا کے کرو کچھ نظر جو سنین کون ہوئے شفا زود تر

خاتمہ۔

یونہی دم حسینے مرقم کیا      بجھے قصہ کون سپر کہ صلاح کچھ دیا  
 کلہن آوی تو خوب پہچان کر      نوشتہ مدد حق سون لئے عات ہر

جو عالم خدا کا سننے پر کمین      سدا آفرین آفرین تہج کئیں  
 ہی نقصان استاد کون ناکہیجا      بی نامی سون استاد نریت بجا

## انتخاب دیوان سراج

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ ہے جس کو دیوان سراج سے موسوم کیا گیا ہے  
نمبر (۲۱۹) ورق (۱۱) سائز ۱۱ پیم x ۷ پیم سطر (۱۵ تا ۱۵) خط نستعلیق  
پہلے بارش کی صراحت کا خلاصہ :-

اشعار کا ایک مجموعہ مصنف سراج غالباً سید سراج الدین اورنگ آبادی  
جو اٹھارہویں صدی عیسوی میں گذرے ہیں :-

یورپ کی کسی دوسری کینڈاگ میں سراج کا دیوان نہیں ہے اس لئے کسی یورپین  
مصنف نے کوئی وضاحت ان کے متعلق نہیں کی ہے۔

سراج دکن کے مشہور شاعر ہیں جو ۱۷۷۵ء میں تولد ہوئے ۱۷۸۵ء میں انتقال کیا اور  
اورنگ آباد میں دفن ہوئے۔

یہ صوفی المشرّب تھے پیری مریدی کا سلسلہ جاری تھا۔ پرگو شاعر تھے۔ چار سال  
کے قلیل عرصہ میں ضخیم دیوان مرتب کر دیا۔ جس میں غزلیں، مخمس، ترجیع بند، مختصر  
قنویاں، رباعیات سب کچھ شامل ہیں۔ دیوان ہنوز شائع نہیں ہوا۔ کتب خانہ آصفیہ  
حیدر آباد میں مکمل دیوان موجود ہے۔ مٹا جاتا ہے کہ انجمن ترقی اردو ان کا دیوان شائع  
کر لئے والی ہے۔

انڈیا آفس کا یہ نسخہ ایک انتخاب ہے۔ نہایت زشت خط۔ نثر کے طور پر لکھا گیا  
ہے۔ غزل کی ابتدا اور انتہا بھی معلوم نہیں ہوتی اس میں کل (۴۵) غزل اور ایک

نفس ہے کتابت کی پہی تاریخ وغیرہ نہیں ہے۔

ابتداء:-

اس بصل کو تم شکر مشیریں کہو      اس کف دست کو گلہ مستہ نگیں کہو  
شکس نف سیں ایماں مرا حلین یا      اس بت صاحب نار کو میدین کہو

---

# راگ مالا

اس شتوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

غیر (۱۰۱) ورق (۴۴) سائز ۸ x ۵ ۱/۲ سطر (۱۵۵) خط نستعلیق۔  
مصنف کیٹناگ کی صراحت :-

”ہندی راگ اور راگینوں کے متعلق ایک مجموعہ مصنف سید عبد الولی  
عزالت۔ اس میں چہرہ راگ ہیں اور ہر ایک راگ میں پانچ راگینیاں  
ہیں اور ہر ایک راگینی میں آٹھ حصے ہیں۔ راگ کے نام سرولیم جان  
نے بیان کئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں :-

(۱) ہر ویں راگ مع پانچ راگینوں کے یعنی۔ ہر ویں۔ بلاولی۔ پراری۔ کامودی  
بنگالی۔

(۲) مالکوس۔ گوندگیری۔ گندمار۔ گندمار۔ سہاستی۔ دہن ساری۔

(۳) ہندول۔ تملگی۔ دیوگری۔ بسنتی۔ منہوری۔ آہری۔

(۴) سہری۔ کرنالی۔ کوری۔ اسادی۔ سندھوری

(۵) دیک۔ رامکلی۔ پت منجری۔ توڑی۔ کوماڈی۔ گوجری۔

(۶) میگ۔ سوت۔ گوٹھ۔ دلمنی۔ کنکال۔ سولہا“

اسٹوارٹ کی کیٹناگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے اس لئے عزالت کے متعلق  
اس نے کوئی صراحت نہیں کی۔ البتہ اس پر مگر نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کسی قدر  
تفصیل سے کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

”عزالت سید عبد الولی فرزند سعد اللہ چو نہایت قابل اور بزرگ آدمی تھے

اورنگ زیب کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ سورت میں پیدا ہوئے۔ لیکن  
 تذکرہ گردیزی کے قول کے مطابق ان کا خاندان بریلی کا تھا و فارسی  
 اور عربی کے اچھے عالم تھے اور ۱۱۹۵ھ میں زندہ تھے۔ بقول تذکرہ  
 گردیزی، گلزار ابرار، بسیم اور گلشن ہند عزت کا خاندان لکھنؤ کے قریب  
 کسی مقام سے متعلق تھا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد عزت دہی  
 گئے جہاں انہوں نے کئی علماء سے ملاقاتیں پیدا کیں اور سب سے  
 پہلے وہیں انہیں ریختہ شاعری کا خیال پیدا ہوا وہلی سے وہ مرشد آباد  
 گئے جہاں علی وردی خاں نے ان کی مدد کی۔ اپنے قدردان کی وفات  
 کے بعد یہ مرشد آباد سے دکن گئے جہاں انہوں نے انتقال کیا۔

عزت دکن اور شمال کے مشہور شاعر ہیں تقریباً ہر ایک تذکرہ نویس نے ان کا ذکر کیا ہے۔  
 ۱۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے پائی اپنے وطن سورت  
 سے نکل کر اورنگ آباد دہلی، مرشد آباد ہوتے ہوئے، پھر دوبارہ اورنگ آباد آئے اور  
 اسی کو وطن بنایا۔ اورنگ آباد سے حیدر آباد آئے۔ آصفیہ نامی تواب میر نظام علی خاں کے  
 خاص غایت ان پر بند دل تھی۔ خطاطی، موسیقی، مصوری، اور شاعری میں کمال  
 حاصل تھا۔ بڑے رنگین مزاج اور زندہ دل تھے۔ صوفی منش اور فقیر پے ریا تھے۔ ۱۱۹۹ھ  
 میں انتقال ہوا۔

بوم ہارٹ کی تفصیل سے راگ، مالا کے اندراجات کی صراحت ہو جاتی ہے ابتدائی  
 چند اشعار میں تمہید ہے اس کے بعد چھ راگوں کے نام کی تفصیل اور اس کے بعد  
 راگوں کی وضاحت کر کے اول بہیرون کو مشعر و غ کیا ہے اس کے بعد بہیرون کے  
 اقسام بیان کئے ہیں اس کے بعد اسی طرح دیگر راگ اور اس کے بعد اس کے اقسام کا  
 ذکر ہوا ہے۔



نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

خدا کی حمد میں کہتا ہوں ہر دم      کیا ایک حرف ہے جس نے دو عالم  
درود مصطفیٰ و آل اطہر      کہوں ہوں موبہ اپنا زبان کر

خدا نے جب تن آدم بنا کر      کہا اے روح تو جا اسکے بہتر  
میں عرض او بہر کر روح نے یوں      اندھیری کو ٹھہری میں جا یوں کیوں  
کہا تب ایک ملک کو بیٹہ تن میں      تو بول ایک راگ آدم کے تن میں  
ملک سے سن کے نامیں درد کی گئی      دوانی ہو کے تن میں روح آگئی  
سردی ہوا ہے جیتا انسان      جو سچ بولوں تو تھا نغمہ دہر جان  
نظام الدین ولی نے خسرو کو بولا      ایزد ساری روحیں کر کے پیدا  
الست برکیم سب کو سنایا      میرے جب روح کے کاؤں میں آیا  
وہ پردہ پورے کا تھا یقین جان      مجھے کو پورے ہی راحت جان

خاتمہ

سمایا دیکھ اور پاس اپنی دلبر      نکالا مرد نے سلمان پیر  
ہوا عزلت کا یاد در حق تعالیٰ  
کیا اتمام نظم راگ مالا

کتاب کے آخر حسب ذیل عبارت ہے۔

”تمت الرسالة راگ مالا من تصنیف سید عبد الولی صاحب عزلت  
تخلص بحسب القرائش سید صاحب موصوف تحریر بنودہ کا تب الحروف

سید عبد الباقی ابن سید محمود ابن میر محمد رضا صفوی غفر اللہ تعالیٰ عنہما  
 تحریر بیت پنجم شہر محرم الحرام فی سنۃ ۱۱۸۰ یکہزار و یک صد و ہفتاد  
 و سہ من ہجرت النبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 اس سے واضح ہے اڈیا آفس کا یہ نسخہ خاص مصنف کے لئے لکھا گیا تھا۔  
 اس نسخہ کے تعد و نسخے ہندوستان میں ہیں کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں بھی  
 اصل کا نسخہ موجود ہے۔

## دیوان عزلت

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔  
نمبر بوم ہارٹ (۱۰۶) ورق (۳۴) سائز ۸ ۱/۲ x ۵ ۱/۲ سطر (۱۵) خط متعلق۔  
بوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ ہے۔

”سید عبدالولی عزلت کے غزوں کا دیوان۔ عزلت سید عبداللہ  
کے فرزند ہیں صورت کے باشندے تھے۔ نشی درگاہ پشاور تیار کرنے  
تذکرہ میں ان کو دکن کے اردو شعرا میں شمار کیا ہے اور بقول گلستان سخن  
وہ لکھنؤ گئے اور عالمگیری کی ملازمت میں شامل ہوئے۔ یہ حیدرآباد  
بھی گئے ۱۲۰۵ھ میں وہ زندہ تھے۔ دیوان کی تالیف کتابت درج  
نہیں ہے مگر اسی ۱۲۰۵ھ کی لکھی ہوئی ہے جس سے داگ ملا  
لکھا گیا ہے“

عزالت کے متعلق کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں انڈیا آفس کا یہ دیوان گویا ان کا  
منتخب کلیات ہے کیونکہ سرورق پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔  
”منتخب کلیات فکر رائے ہندی مشتمل برہمہ اقسام سخن از فقیر عزالت  
غفر العالی لولی۔ تذکرہ الدولہ دام ظلہ“

اس صراحت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے عزالت نے اس کو منیر الدولہ کے تیار کے

۱۵ محمد حیدر القاطب حیدر ریاض آصفیہ اول کے ہمراہ دہلی سے آئے تھے اور مناصب حبیبہ  
سے سرفراز ہوئے۔ نواب صلابت جنگ نے منیر الدولہ مشیر جنگ منیر الملک کے خطاب سے  
سر بلند فرمایا۔ آصفیہ ثانی کے عہد میں نظامت خستہ بنیاد سے سرفراز تھے۔ (بقیہ ۲۲۲ پر ملاحظہ ہو)

ابن ابی اس ڈیڑھ صفحہ کا اردو میں دیا جا چکا ہے اس کا انتخاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اپنے آپ ثابت ہیں کہ ہمارے زبان قاصد بیان سے تیری بڑائی کا

فقیرید عبدالولی عزت بخشی پس حضرت سید عبداللہ قدس سرہ

دیوانِ مخدّی۔ سے نکال کر اوراق پریشان بیان میں جمع کئے ہیں

سب مصرعے سوختلی مضامین سے بزم سخن کئے گئے ہیں، چراغ

اور اوس کی ہر بیت بہا یعنی کے جنوں میں مصرعوں کے رد و بات

کر مرید سوئیں گے بیان سے جموتی کے نالے پکار رہے ہیں۔

درست فکر دے کے نوے بیسے دلوں کے پسند کرے۔ اسے

رب العالمين حمداً وسبحاً

اس صراحت سے ظاہر ہے عزت نے خود اپنے کلام کا انتخاب کیا ہے اس

بقیہ نوٹ گذشتہ سی پی پیستہ۔ ۱۳۱۱ھ میں تولد ہوئے اور ۱۳۸۹ھ میں انتقال فرمایا۔

میرا ملک شامی جو آصفیہ ثالث و رابع کے زمانہ میں دیوان تھے آپ کے پوتے تھے۔

مجموعہ میں کل (۸۰) غزل ہیں جن کو ردیف وار لکھا گیا ہے غزروں کے سوا کوئی اور  
صفت کا کلام نہیں ہے۔ البتہ ایک دو رباعی بھی ہیں۔  
نمونہ کلام

جو کوئی چاہے کہے خلاق اکبر کی ثنا      من رانی کی صفت سے کہے پیمبر کی ثنا  
جب پیمبر کہے چلے میں تن ہوں تو سر سے علی      نعت ہے یکسر جو تن دے کہے حیدر کی ثنا  
تور کر پہلو و دل اپنا در اندوہ سے      میں کہوں ہوں حضرت زہرا طہر کی ثنا  
خجھر نغان سے ہونڈ یوج و پی کر دہر غم      دل کہے ہے رور و اس شیر و شہر کی ثنا  
نور تن او پر ید اللہ کی نشا رشکون سے کر      گوہر شہوا میں کیتنا ہوں ہر ہر کی ثنا

حضرت دل مظہر مشہ وادستاد ہے

ذرا عزت کم کر اس مہر انور کی ثنا

جلایا مصحف دل تو نے کیون برق تغافل سے      جو سچ بولوں تجھی چوٹی قسم کہا نیکی کام آتا

غنیچہ دل میرا کہا کر کل خندان میرا      بوی کل ساہی اڑاتا مجھی جاناں میرا

منہ مور تہکدہ سے حرم کو چلا ہی شیخ      عزت مکر ہو کہی ہی میں یہاں خدا نہ تھا

دہ نازان بنا خون جگر سی می نہ پی عزت      کباب دگی بو آتی ہو ہر پالی سی چون لالا

سخت پستان تیری چہی دل      اپنی اتوں سی میں خراب ہوا

نہ پہنچ رہا ہے ہوا سے ہو آب میں گرد آب کہ میری اشک کے انکی کڑی ہر جھون رقص

باط الفت سخت نازک ہو سیکو حق نہ دے عاشقوں کے دل نہیں شیشی سیک ہیں یاد دل کر دل

جہان کی سرد مہری کے صبارِ قمری عزالت ہنسی سے ہو ہو جو کل فراغت اس کو کہتے ہیں

مجھے عزیز پر میری یوسف کی چاہ نہیں الفت نہیں کرم نہیں سید ہی نگاہ نہیں

میں وہ جھون ہوں کہ آباد نہ رہا ہوں سمجھوں مشت خاک اپنی اڑا کر اڑی صحرائیں سمجھوں

میں وہ جھون ہوں کہ جو کل محشر میں ہو کا دامن میرا پھاٹے کر یاں کے ات

ہی عاشقوں کو پسند و نصحت سوا احتیاط مستون کی جیسی دیکھتے صحبت ہی احتیاط

ننگ کی بوج سے چمکی نراکت اس کو کہتے ہیں نہیں آتا تصویر میں ہی قسمت اس کو کہتے ہیں

میری منور کا ہو وجد فنا و نسیم خیالی سا سدا پر دار کے ذوق شہادت اس کو کہتے ہیں

ہوا جو خود سے پہلا خالی اور کئی آبرو لیکن چہرہ پر سدا و سکی لکھت ہے اس کو کہتے ہیں

کری سولی پر عارف و جد جوں قبلہ تائیس پر دکھا دی راہ حق تک کو ہدایت اس کو کہتے ہیں

جہان سرد مہری الخ

## مثنوی لال گوہر

اس مثنوی کے تین نسخے یورپ میں ہیں ایک پٹش میوزیم میں ہے اور دواٹا یا آفس کے کتب خانہ میں۔

میوزیم نمبر (۲۷۵۳۰) پٹشیل (ورق ۳۱) سائز ۸ ۱/۲ x ۶ ۱/۲ سطر (۱۱) خط نستعلیق  
 اٹلیا آفس نمبر (۱۱۰) ورق (۳۰) سائز ۸ ۱/۲ x ۶ ۱/۲ سطر (۱۲) خط نستعلیق  
 اٹلیا آفس نمبر (۱۱۱) ورق (۱۵) سائز ۸ ۱/۲ x ۶ ۱/۲ سطر (۱۳) خط نستعلیق  
 بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”ایک دو کہنی مثنوی جو شہزادہ لعل فرزند نور و شاد بنگال اور  
 شہزادی گوہر دختر جواہر شاہ پریوں کے بادشاہ کی عشقہ داستان  
 ہے جس کا مصنف عاجز ہے۔“

عاجز ایک دوسری مثنوی قصہ مکر فیروز شاہ بادشاہ مصر کا بھی مصنف ہی  
 جو ۱۱۶۸ھ میں لکھی گئی ہے۔

لعل و گوہر ۱۸۷۳ء میں مدراس سے اور ۱۸۷۷ء میں بمبئی سے شائع ہوئی ہے۔

ایتھے نے اسی نام کے ایک فارسی قصہ کا بھی ذکر کیا ہے جو اسی  
 مضمون پر مبنی سلطان کے لئے ۱۱۹۲ھ میں جن علی عزت نے  
 مرتب کیا تھا۔“

اس پر نگار کی کٹیلاگ میں بھی یہ کتاب شامل ہے اس کی صراحت حسب ذیل ہے:

”لعل اور گوہر کا قصہ جس کو عاجز نے دو کہنی نظم میں لکھا ہے ایشیا نک

سوسائٹی میں اس کا ایک نسخہ ہے ۱۵۸۷ء تصاویر صفحہ (۲۹)

فی صفحہ (۱۷) بیت میں ۱۱۸۱ لکھی گئی ہے۔  
 اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ ہو چو دہے دہ لکھتا ہے۔  
 ”قصہ لعل و گوہر جو ایک فارسی قصہ سے ترجمہ کیا گیا ہے“

اس مثنوی کی تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوتی مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۵۷ء کے بعد اور سنہ ۱۱۸۱ء کے پہلے لکھی گئی ہے۔  
 دلی کی طرح دکن میں عاجز و تخلص ہی متعدد شخص ہوئے ہیں ایک عاجز و تودہ سید محمد ہے جو قصہ ملکہ مصر کا مصنف ہے۔ دوسرے یہ عارف الدین خاں عاجز ہیں جنہوں نے لال و گوہر تصنیف کی ہے۔

عارف الدین کے باپ عالمگیر کے عہد میں بلخ سے آئے تھے ان کی پیدائش دکن میں ہوئی۔ نواب نصرت جنگ سید لشکر خاں کے توسط سے دربار آصف جاہی میں باریاب ہوئے منصب عطا ہوا فوج کے بخشی قرار پائے فارسی اور اردو میں شعر کہا کرتے تاریخ گوئی کا خاص ملکہ تھا ۱۱۸۷ء میں انتقال ہوا۔  
 مولف چمتون شہر امر لالہ بھی نرائن شہیق اور دیگر تذکرہ نویسوں نے عاجز کا ذکر کیا ہے۔

عاجز نے اپنی یادگار میں ایک دیوان ہی چھوڑا ہے جو ان کے انتقال کے بعد مرتب ہوا۔  
 مثنوی میں پہلے حمد و نعت ہے اس کے بعد عشق کی تعریف کی گئی ہے اور اسی میں قصہ مشرّع ہوتا ہے جو اندر سہا کے قصہ کے طرز پر ہے یعنی ایک بادشاہ کا راجا سورا تھا۔ پریوں کا تخت جارہا تھا۔ ایک پری شہزادے پر عاشق ہو گئی اس کے پلنگ کو اٹھا لگوا یا۔ ایک مدت کے حیرانی اور پریشانی کے بعد دونوں کی شادی ہوئی اور وطن کو واپس ہوئے۔

نمونہ کلام -



اے مجھے رنگیں بیانی عطا کر تجکو یا قوت معافی  
سخن کا لعل وہی میری زبان کو در معنی سی بہر میری بیان کو  
سخن کے در کا تجکو جو بہری کر سخن سخن کو میرا مشتری کر

درد دریا سے وحدت ہو محمد چراغ بزم کثرت ہو محمد  
دیاں فکر کا ہوش بیکس سپہر فخر کا ہی ماہ بیکس  
ظہور کائنات اس کا سبب ہے ہو یا ہو کہ وہ محبوب رب ہے

کلام عشق ہی پر زور سب سے بیان عشق ہی پر شور سب سے  
خدا ہی عشق سے ہی آشکارا دو عالم عشق کا ہی یک اشارہ  
بہی ہے سب طرح سے عشق بازی حقیقی کر دیکھتا ہی مجازی

کہا تھا ملک جنگالی میں سرور زمین عشق تھا اس کا قلم رو  
بہاؤں تخت اور صاحب قرآن تھا جہانگیروں میں وہ شاہ جہان تھا  
بہادر شاہ باتدبیر تھا دو رفیع استدر عالمگیر تھا گو  
جہان ملک شاہ تہی سب میں اکبر تھا اعظم شاہ دنیا میں مقرر  
دیار عدل کا نوشیروان تھا دام اس کا کام بخشش میں روان تھا  
سکندر طالع و جم جاہ تھا و وہ جہانیں خوب نادشاہ تھا وہ  
سخاوت میں وہ تھا حاتم مشہور شجاعت میں وہ تھا رستم سامنور  
جو کچھ دنیا میں ہو اسی دو چندان تھا اس کی کتبہ بخشش کا سامان

رگ ابراجل تھی اسکی تلوار      عدو کا دم تھا اسکی دوسری غول بار  
 زمر شاہ تھا اس شاہ کا نام      تھا اسکی نام سی ہر د لگو آرام  
 دیا تھا حقنی اسکو خوب فرزند      زمر دسی کیا تھا لعل پیوند

خاتمہ

کیا تھا کہ جب لگ اسمین دم تھا      وصل کو ہر کا اسکو دم بہم تھا  
 اری عاجز سخن کب لگ کہیگا      سخن کے فکر میں کب لگ ہیگا  
 خوشی سے زبان کو آشنا کر      ہوا آخر یہ افسانہ دعا کر  
 الہی عاشقوں کے آبرو رکھہ  
 انکو دو جہان میں سرخ رو رکھہ

یورپ کے تینوں نٹوں میں خفیف جزی اختلات بھی ہے جس کو ہو کتابت پر محمول کرنا  
 چاہیئے۔ مثلاً۔

کہا تھا ملک بنگال میں خسرو      زمیں عشق تھا اسکا قلم رو  
 انڈیا آفس کے نسخہ علا میں تھا کے بجائے ”کہ“ لکھا ہے  
 ہمایوں بخت اور صاحب قراں تھا انھو اس شعر میں بجائے ”اور“ کے ”تھا“ لکھا ہے۔  
 بعض اشعار میں کمی اور بیشی بھی ہے مثلاً انڈیا آفس کے نسخہ علا میں۔ تجھ یوسف کے  
 سودا کی قسم ان کے بعد ذیل کے دو شعر ہیں :-

تجھ سو گند میرے دعا کی      تجھ سو گند میرے التجا کی  
 تجھ غنی و معی کی قسم      تجھ اپنو چپانے کی قسم  
 یہ دونو شعر نسخہ علا میں نہیں ہیں۔

نگینہ نام ہے اس شہر کا جان ہے سرحد اسکی مغرب کا بیابان  
یہ شعر بھی مثلاً میں نہیں ہے۔

نسخہ ۱۱۱ نامکمل ہے کیونکہ آخری کئی ایک شعر نہیں ہیں۔ نسخہ ۱۱۲ مکمل ہے۔  
اس نسخہ میں ذیل کے شعر کے بعد اور (۱۶) شعر ہیں جو اول الذکر میں نہیں ہیں۔  
پر زار و تلوار خوبی سے رخصت دیا سب کون وضع زمین غلٹ

نسخہ نمبر (۱۱۰) با تصویر ہے (۴۳) نگین تصویر ہیں۔  
اٹلیا آفس کی کٹنگ میں قصہ ملک مصر اور لال و گوہر کے مصنف کو ایک ہی  
شخص تصور کیا گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ملک مصر والی مثنوی سنہ ۱۱۱۲ میں تصنیف  
ہوئی ہے جبکہ عارف الدین پیدا ہی نہیں ہوئے تھے جس کے متعلق اس کے پہلے  
بھی وضاحت کی گئی ہے۔  
اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں کتب خانہ آصفیہ میں بھی اس کا  
ایک نسخہ ہے۔

## دیوان عاجز

اس کا ایک نسخہ فرانس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔  
نمبر (۸۴۵) ورق (۶۰) سائز ۹ × ۵ سطر (۵) خط نستعلیق  
تاریخ کتابت ۲۲ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ

یہ عارف الدین خاں عاجز کا دیوان ہے اس میں ردیف و ازغزل اور چند مخمس  
ہیں عاجز کے متعلق قبل ازیں صراحت ہو چکی ہے۔ اس لئے نمونہ کلام پیش کیا جاتا ہے۔  
الہی بہکون اپنی عشق کا دار البقا بتلا ۔ جو کوئی دنیا کا طالب ہے اوسے اراقتا بتلا  
میرے خون جگر میں جوش ہے یارب کیے در ۔ مجھے اپنی کرم کے بات کا رنگ خاتما  
ہوا تو مصیبت کے راہ میں خم نفس کشش میں ۔ اسی میرے حق مجھے اپنی ہدایت کا عفا بتلا  
ہوا ہے طالب دیدار تیرا عجز سین عاجز ۔ طفیل آل احمد کل اوسے اپنا لقب بتلا

کام حاصل ہوا وصال ہوا      درد دل کا دوا اکمال ہوا

دیکھ دامنگیر محشر میں تیرے ہوینگے ہم      خون بہا را اپنی دامن سے سے قتال میں چلا

دیکھتا بابت میرا دل اوہا وہ مشہ حسن      ہاں سے لشکر غم کا یہ پڑا چہنڈا تھا

سجن کا آنا سجن کا جانا سجن کا مڑنا سجن کا ہنسنا  
بہار گشتن غضب خدا کا نیٹ تیا مست کلی کا کہنا

تمہاری آنکھیں تمہاری پلکیں تمہاری زنجیریں تمہاری باتیں  
سدا ہیں کہیں سدا ہیں غمیں سدا ہیں چین سدا ہے ہر چا

عاجز ترے کلام سے مرتے ہیں اہل درد اپنی زبان سنبھال خدا کر خدا سے ڈر

دل کئے انہوں سے دیوانا ہوں کہاں ہوش مجھے سدا نہیں اتنی کہ گنداریں ۷۷ اسبجون

نظریں جیسے پڑی تیرے نگاہ کی بجلی میری جگر میں کھپتی ہے آہ کی بجلی

تمت تمام شد دیوان عاجز تاریخ دویم ربیع الاول ۱۲۸۰ھ

## درمجالس

اس ثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔  
 نمبر (۱۵۸) ورق (۱۱۴) سائز ۸ نم ۶۴ سطر (۱۵ تا ۱۱) خط نستعلیق  
 بوم دارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

”پیغمبر اسلام اور آپ کے خاندان اور ولیوں کے حالات جن کا کوہنی  
 نظم میں ترجمہ کیا گیا ہے مصنف عبد اللہ المتخلص مکینہ ہے۔ جو حافظ علی  
 کار کا تھا۔ حافظ علی کو مطلبی کہا جاتا ہے۔ فارسی کا مصنف سیف بن  
 ظفر ہے جس کی کتاب تینتیس باب میں منقسم ہے۔ مگر اس کوہنی ترجمہ  
 میں صرف (۲۳) باب ہیں“

اس پر نگرنے حسب ذیل وضاحت کی گئی ہے :-  
 ”عبد اللہ کوہنی کا رساں ڈٹا سی نے لکھا کہ یہ ایک ثنوی درالمجالس  
 کے مصنف ہیں جس کا ایک نسخہ انڈیا ہوز انڈن میں موجود ہے۔ عمدہ  
 منتخب میں عبد اللہ نامی شاعر کا ایک شعر نقل کیا گیا ہے :-  
 کہوں میں کس سے یہ دکھ یا رکھ جبرائی کا دوا پذیر نہیں درد آستانائی کا

اصل مخطوطے سے مصنف کے حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے صرف یہ معلوم ہوگا  
 ان کے والد کا نام حافظ علی تھا اور وہ اپنا تخلص مطلبی رکھتا تھا۔ کوہنی تذکروں میں اپنا  
 ان کے حالات نہیں ہیں۔

اس ثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے صرف اپنے فارسی سے ترجمہ کرنے کا ذکر کیا ہے

کہوں میں باب نادرتین اوپر بیس کیا ہوں ترجمہ در مجالس  
عدن سون فارسی میں در عجائب پرویا نظم دکہنی کے غرائب

ان تینیں اکاب میں جن امور کو بیان کیا گیا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔  
(۱) پہلے باب میں حضرت آدم کا ذکر ہے (۲) ابراہیم (۳) شعیب (۴) موسیٰ  
(۵) سلیمان (۶) عیسیٰ (۷) آنحضرت صلع (۸) حق مادر و پدر (۹) دندان مبارک  
کا زخمی ہونا۔ (۱۰) فضیلت۔ (۱۱) فضیلت علی (۱۲) ماریہ قبطیہ (۱۳) فضیلت ثوبان  
سوری (۱۴) فضیلت خاد بن ولید۔ (۱۵) فضیلت بلال (۱۶) فضیلت لقمان  
(۱۷) ایک کافر کا مسلمان ہونا۔ (۱۸) ذکر ابراہیم ابراہیم ابراہیم (۱۹) مرد سخن (۲۰) آفر  
بت پرست و ابراہیم (۲۱) طوطے کا بیان جو سلیمان کے زمانہ میں تھا۔ (۲۲) حسن بصری  
(۲۳) شہادت امام حسین علیہ السلام۔

اس سے نفس مضمون کی توضیح ہو سکتی ہے۔

ابتداء۔

کہوں میں باب نادرتین اوپر بیس کیا ہوں ترجمہ در مجالس  
عدن سون فارسی میں در عجائب پرویا نظم دکہنی کے غرائب  
زحمت مجالس حکایت کے ہیں موتی ہر یک داند سے پر نور جوتے  
اکر فرزند ہی توں میطلبے کا مدد شک اسدا شرف نبی کا  
میرا مے نام عبداللہ کمینہ نظم کے بھر پر دل ہی سفینہ

ترجہ نام عبداللہ سہریکا کلیمہ بس ہی توں اشارہ کریکا  
تو فرزند ہی ولے حافظ علی کا تخلص تام ہی لو مطلبے کا

عنوانات بھی تقسیم میں ہیں۔

بعض عنوانات ملاحظہ ہوں۔

اول کر باب ادم کا لطافت      دیا یک فیض مائی کون شرافت

حکایت یان سنو عجز و بشہ کا      سلیمان کی دیکھو انکسٹر لیکا

حکایت اولیا بازید کے جون      خدا سون راز پوچی سویان سن

خلیل اللہ پر اسیم کے حکایت      ہمیر پر خدا خوا لے نہایت

حکایت یان خلیل اللہ کی پوری      انکی یوسف نہ لچا ہی ضروری

حکایت یان سون آدم کا بیان ہو      نظم سون شیر نیکا عیان

سخاوت کی فضیلت کا کہنیا باغ      لکس کہار شک چند پر پشیا داغ

کہوں میں باب ہفتم جو مشن صفائی      محمد مصطفیٰ کا لہجہ اتائی

حکایت بادشاہ کی بیان سونانہ      بخیلان میں بخیلان کا نشانہ

اس کے آخری شعر سے بھی مصنف کا نام معلوم ہوتا ہے۔



مصنف پر سکون یاران مناجات مشکل بریاتون عبدالشکر کے حاجات

آخری عنوان :-

حسین سرور سچہ دلیں کہی پائی  
نصیبیاں کا جکچہ باتشا ہیں پائی

نمونہ اشعار علامہ خطہ ہو۔

سیدمان کون دیا شاہی انگوتے	مسخر کر دیا جب پر کسوتے
سلیمان کی دیکھو انگشت ساری	فخر کا سہ بندہ کر خود بیجاری
انگوٹھی نے کہا میں ہوں مقدم	خدا نازل کیا میرے پر خاتم
مشہادت کے کری انگشت نے لاف	میری سون کو نہ جا کا پاک اعراق
میری خاطر انگوٹی رب بنایا	انگوٹھے کون کہی کے سر اوچایا

عنوان شہادت

شہادت کا سنو احوال سارا

سننے پر دل ہر ایک مسوز می انکارا

نبوت کے گلشن کے ماہ تابان	عربکان جا ہوئی روشن نقابان
سنو یک دہرین ہر بیت اتم	جو اہلی بیت پر کرباں سدا غم
مشہدی دینکا زبان سچہ غم کہی کے	بجز اہ کی دیکر نا لے سکی کے
محمد کے پیار یا نپر کہریا تھا	شہادت کا وقت رتبہ کہریا تھا
اوکیا جس وقت کن کا حرف ڈالتے	نڈا میں اوکھہ غم مشہد پاتے

ہر کیل تب کئے رنگ لعل ساری      حقیقت میں دلاں ساری انگاری  
ہوا شق القلم شبہ کی الم سون      کیا یک دہر الم ساری عدم کون

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے یہ نظم نثر فارسی سے دکہنی نظم میں منتقل کی گئی ہے۔  
اصل فارسی درج اس کا مصنف سیف بن ظفر ہے۔ اس مثنوی کا ایک نسخہ بزئش میوہم  
میں نمبر (۱۰۲۶) انڈیکس پر موجود ہے۔

اس کے متعلق ریویو نے حسب ذیل صراحت کی ہے۔

”مختلف مباحث پر چند ابواب ہیں جو پیغمبر اور علی اور چاند نہ ہی  
امور پر مشتمل ہیں اس کا مصنف سیف بن ظفر نو بہاری ہے۔ یہ ایک  
سنی فقیر تھا اس نے بیان کیا ہے کہ جو حالات اس نے اولیا ملاحظہ  
سے سنے ہیں ان کو جمع کر دیا ہے“

ذیل میں دکہنی اور فارسی کا مقابلہ پیش ہے۔

باب اول

نثر فارسی

دکہنی نظم

چون حق سب سے خواست کہ مہتر آدم	کہ چہا خاک سون آدم بناتے
راہیا فرید اگر ام الہی در ہفت زمین و	اپکی راز کا کشن دیکھاتے
آسان شد میخو اہم کہ بندہ پیدا کتم کہ خلیفہ	ارادت میں خلیفہ تھا بکانہ
حضرت ما باشد از و بندہ زادہ کان پیدا	کیا خواہش جسم دیکر نشانہ
کتم کہ ایشان دوستان حضرت پاک	اپکی اپ خواہش کون جگایا
ما باشد و ما کہرم ایشان را دوست دارم۔	اوسے وضع تدا سب پر سنایا
پس نما می بچم و بچہ نہ در و اند عرش	

سربر آورد و گفت .

نذا سن عرش اپنا سدا و ہایا  
معظم کر منجی دسا تون بتایا

باب نمبر ۹

آوردہ اند کہ یک شب پیغمبر از مسجد بخانہ  
بی بی عائشہ آمدند در انخانہ چراغ نبود .  
بی بی در تاریکی پرین خود میر و خست .  
کہ از چاہے دریدہ بود سوزن در آن  
تاریکی گم شدہ بود و ہر چند بخت نیافت  
پیغامبر در آمد و گفت یا عائشہ چہ میکنی  
گفت یا رسول اللہ پیرا من من پارہ  
شدہ بود و اورا سید و خست اما سوزن در  
پیرا من گم شدہ .

سو یک شب مصطفیٰ عائشہ کے کہ کون  
جی تہی خوش اسوس کر ہر نظر سوس  
یکایک کہی سو کہر کے میا نے  
کون سوزن ہوئی عائشہ دیوانی  
نہ تھار و غن بتے کہ میں ہا لے  
اند ہار ہور ہا تھا کہ میں خالے  
اپسی سوئی کونالی پیر من میں  
اتہا سو اس چو بے کتہ بدن میں  
نبے پوچھے اپسی مہر کے بات  
کونای کیا کہ عائشہ میری سات  
کہی عائشہ رسول اللہ پیر من  
سیتے تہی سو کونانتے کتے ہی سوزن

تیسواں باب امام حسین کی شہادت کے متعلق ہرے گرد و کھو تر حمد میں اصل کی پابند  
نہیں ہوئی مثلاً دونوں کی ابتدا ملاحظہ ہو۔  
جو معاویہ وفات یافت نیز علیہ اللہ  
برخت بچائے پر زشت در (۹)  
برخت رسید کہ حسن و حسین ما از میاں  
سو ایک دن مصطفیٰ جد میں یا ران  
عبادت واسطے بیٹی ہزاراں  
حسن سدا ورنہی کے عین جیکر

بردارم ہرزنی را پیش زن امیر المومنین  
حسن فرستاد کہ دیرا بگو کہ دولت  
فرندان علی با آخر رسیده امروز دولت  
یمن است۔  
لکا بیٹی اہی او پیٹ منمبر  
بجے کے اور کھی زانو او پر ہاستہ  
میری نانا میری سون کچہ کربات  
رسول مصطفیٰ وجہ نورانی  
ہنسے کھل کھل میری پوہی نشانی

مگر اسی باب میں آگے چل کر شہادت کا ذکر قابل ملاحظہ ہے۔

علی اصغر اور کنار گرفت و گفت اے فرزند  
بعد شہادت من نخواہم کہ با دشمنان حرب  
نہ کنی کہ یاد کا راز من توی  
ہمدریں حال بودند کہ لشکر دشمنان غلبہ  
کردہ امیر المومنین حملہ کر دواز چپ و  
راست بر ہم زد و بسیار سنگا زار و در و دروخ  
فرتا و ہفتاد جراحت بر تن مبارک  
رسید از قضا جراتی بر گلوے مبارک  
رسید ببطاقت شد گفت بار خدایا دشمنان  
قصہ سہ من دارند از تو نمی ترسند و از  
پنیر بر شرم ندارند۔۔۔۔۔ شمر ملعون  
پیشتر شد پسینہ امیر المومنین نشست و  
تیغ کشید تا سر مبارک از تن جدا کند۔  
علی اصغر کون رو رو کر کلی لا  
ہماری خاندان میں تون کیلا  
نکو لر بعد از ان میری تون فرزند  
تیری پہرا نیکی دشمن کمر بند  
سودا تا بو لکر کہورا چلائی  
سوسون ہوس شیراکی سود جاتی  
سودو سودو کون پیلی او تاری  
یذید یا کی بری مسر دار چاری  
قضا کر بو کاری آوا لان  
برستہ ہسون لکیا ہو چا ابا لان  
ایک صفحہ کے بعد  
حرامی شمر تھا او سخت غاتا  
چہنم کا او سے ہی نصف باقا  
سینے پر حبیب چرایا لیکر او خنجر  
کھی مسر واری موزی تون بکر

## قصہ بہلول صادق

اس شہنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے

نمبر (۷۹) ورق (۷) سائز ۷ ۱/۲ ۲۴ ۱/۲ سطر (۱۱۱۰) آقا

مصنف کیلنگ کی صراحت :-

”دکنی نظم میں ایک عشقیہ داستان مصنف لطفی“

کسی دوسرے یورپین مصنف نے کوئی وضاحت اس شہنوی کے متعلق نہیں کی ہے۔ اور اس شہنوی سے اس کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ علیٰ ہذا تاریخ تصنیف وغیرہ بھی غیر ظاہر ہے۔

لطفی۔ عہد آصفیہ کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتا ہے تدبیر دکنی اور شمال ہند کے تذکرہ جات میں ان کا نام موجود ہے اور دو شعر بھی دیئے گئے ہیں مگر کسی نے بھی ان کے حالات بیان نہیں کئے۔ البتہ بقول مولف تذکرہ شعراء دکن میر لطف علی خاں ان کا نام تھا اور ویش محمد خاں صوبہ دار ہمارے فہرستہ میں انتقال ہوا۔

شہنوی میں حمد و نعت نہیں ہے قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنارس کا ایک مسلمان بہلول نام ایک ہندو لڑکی پر چور و زور دریا پر اشنان کے لئے آتی تھی عاشق ہو گیا لوگوں نے بہلول کو برا بھلا کہا اور کہا کہ اگر سچا عاشق ہے تو دریا میں ڈوب مر۔ بہلول عشق سے دیوانہ ہو چکا تھا دریا میں کود پڑا۔ اس واقعہ کی اطلاع اس لڑکی کو ہوئی وہ دریا پر آئی اور خود کو اس میں ڈال دیا۔ کچھ دن بعد جب موجوں نے ان کو باہر لایا تو لوگوں کو یہ دیکھ کر نہایت تعجب ہوا کہ وہ دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں آخر دونوں کو جلا کر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔



## جنگ نامہ بہاؤ راؤ

انڈیا آفس میں اس شہزادی کا ایک نسخہ ہے۔

بوم ہارٹ (۱۷۷۳ء) ورق (۳۴) سائز ۸ x ۵ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۱) خط نستعلیق

گنڈاگ کی صراحت۔

”جنگ مرہٹہ اور احمد شاہ درانی کے حالات و کہنی نظم میں بیان

کئے گئے ہیں۔ خاتمہ پر تاریخ تصنیف ۱۲ جمادی الثانی ۱۱۸۱ھ ورج ہو“

کسی دوسرے یورپین مصنف کی گنڈاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔ مصنف کے

متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں اور نہ اس شہزادی سے کچھ حالات پر روشنی پرتی ہے۔

شہزادی میں اول حمد کے دو شعر ہیں اس کے بعد بطور تمہید بتایا گیا ہے کہ ہندوستان کو

غوری سنے رائے تہوہر کی گرفتاری کے بعد فتح کیا پھر تیمور اور بابر آئے یہاں ہندوستان

سے واپس جا کر دوبارہ آیا اکبر نے چوڑی فتح کیا۔ شاہجہاں نے امر سنگھ سے لڑائی کی

جہانگیر کے عدل سے شیر بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ اعظم شاہ اور بہادر شاہ

کا مقابلہ ہوا۔ فرخ سیر کو راج مل جن علی کے باعث فرخ سیر گرفتار ہوا۔ محمد شاہ

نگیلہ بادشاہ ہوا اس تمہیدی نظم کے بعد اصل واقعات شروع ہوتے ہیں جس میں بتایا گیا

ہے کہ مرہٹوں کی فوج دریائے گنگا کو عبور کی نواب شجاع الدولہ صوبہ دار اودھ کی فوج

سے مقابلہ ہوا نواب کی فوج میں اتھری پھیل گئی۔ اور انہوں نے احمد شاہ درانی سے ارادہ

چاہی اور آصفیہ بھی مدد کے لئے روانہ ہوئے احمد شاہ درانی سند کی جانب متوجہ ہوا۔

مرہٹوں کو اس سے خوف دامنگیر ہوا۔ تانا پھر نویس کو مرہٹوں نے اپنی حالت سے

مطلع کیا یہاں (پونہ) سے ایک کثیر فوج روانہ ہوئی۔ پانی پت کے میدان میں دونو

فوجوں کا مقابلہ ہوا مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔

کلام کا نمونہ

الف نام اللہ تو ہی دین تیرا بسایا      سمرن کا ہر سستی جن گیان بتایا  
مگر بانی نیت میں سکھ باسا پایا      لکھ چور اسی جیا جن سب دھن دھلایا

لکھ نام اللہ تو ہر سچا سچا سچا      تیرے گیت او پیارے اتھت لکھتے نچانا  
کبتہ ترکان لکھ پنڈت مان کیا رسم دہنا      آدھ برجی دھو اوٹے ہندو ترکا نا

احمد شاہ قندھار میں پونے میں تانا      دلی بیچ نجیب خان کا بیٹا تھا نا  
غازی الدین خان وزیر نے منہ بولا تھا نا      قلم دان ملگوا ہی کہ لکھتا پر دانا  
بانچو نا نا راؤ جی عقل میں دانا      ہم سے زیر نجیب خان ہو گیا پہ ٹھانا  
چاکر سے مالک ہوا مہان اب تانا      تیرا لکھ نیر دیکھنے سب میں مردانا

آخری شعر سے معلوم ہوتا ہے نیر شاعر کا نام ہے۔

اتنے سنکر جیکراوٹے لایا دربار      دنا آیا صاحبان سداوت جبار  
پوتا آیا نظام کا ہند کا سردار      پتہ کچھڑی راوٹے کہا بجن بجار  
ہم سے خان نجیب نے لیا کھت بلبار      قول کر گیا تھا پکڑے تر دلا  
ذیر حسن لکھ موڑ کے کچھ دیکھا پبار      ظالم ذات پٹیا نکی یہ کسلے یار  
احمد شاہ نجیب خان کا بہنہ پبار      ایک صوبہ بیچ لاہور کو موہہ سے قندار  
شکر تال میں گئیر کر خان جی بار      کرو طیار ہی جنگ کے مت لاؤ بار



گڑھ کینجی کا بادشاہ چٹہ ہند پر آیا  
 ایک لاکھ اسی ہزار شہر کیا یا  
 غوری زمین العابدین نے انہ لگایا  
 پیردشاہ حجاب الدین نے خبر کیا یا  
 تیمور اور بابر بادشاہ نے ملک بسایا  
 مار بڑھیم بادشاہ سب ملک نو آیا  
 نورالکھج چٹوڑ کا پہر تہہ بسایا  
 جہان گیر جو عدلے بادشاہ نے چٹوڑیا  
 چٹوڑ جو نو تک شاہ بھی کہن پردہ یا  
 اعظم شاہ بہادر شاہ نے دل بہت کہا یا  
 حسن علیخان سورمان میں گر گیا یا  
 محمد شاہ رنگیلا بادشاہ جن تخت تیا یا  
 اس شہنشی کے کسی ننو کا پتہ نہیں چلا۔

ہانے ہوئے مقابلہ دم جنک مچایا  
 رائے پتھور اکپڑ کے جن دین بدایا  
 بار یسون سیو کر پہل پکا کہا یا  
 موج ہوئے فقر کے چوکتا آیا  
 ہایوں کیا بلک ہلک کے بہرندہ کو آیا  
 جی مل اکبر شاہ سے داجنک مچایا  
 شاہ جہان سے امر سنگدے سا چلایا  
 سیر اور بکری ایک گھاٹ جن پاسے پایا  
 تاتا شاہ کو کپڑے یا مال سوایا  
 موج الدین سے فرخ سیر راج بتایا  
 فرخ سیر کر کے جن نیل پہرایا  
 راج محمد شاہ کے سکے بٹھایا یا

# جنگ بہاؤ مرثیہ شاہ زانی

یوم ہارٹ نمبر (۳۸) ورق (۱۴) سائز ۹ x ۶ ۱/۲ سطر (۱۱) نوط نستعلیق  
یوم ہارٹ نے کوئی صراحت اس کے مصنف وغیرہ کے متعلق نہیں کی ہے۔ یہ  
بھی اسی طرح کی نظم ہے جس کا ذکر صفحہ ماقبل میں ہوا ہے۔ جنگ کے حالات اس میں  
تفصیل کے ساتھ نہیں ہیں۔ یہ نظم سوس ہے۔

کلام کا نمونہ ہے

اس گردش سپہ کا دیکھو یہ کاروبار      کیا کیا کئے ہیں رنگ زمانے نے اختیار  
دکھن سی لا جماعت کفار تائبکار      کی بند ملک ہند کی آتی ہیں ایک بار  
بانگ و صلوٰۃ و کاوشی علم و اعتبار  
جہنکو تہا مرثا جو کہ آیا تھا وہ بیان      ولی میں کر عمل ہوا لاہور کو روان  
سب ہندیان دو اب میں یک تہا نجیب خان      قائم رہا تھا دین محمد پی بیکان  
مسود میں کافروں کی بھی کہہ رہا تھا خاں  
جنگ کو جاستانی یہ لاہور میں خبر      کدکا اوپر پتھان گھوڑا میں ذبح کر  
جلدی چلا دہانسی اور آیا جن اوتر      ولین نجیب خانسی عداوت کا قصد کر  
بہاؤدان بلانی کو یک اپنا لیکو ار  
اس کے بعد بیان کیا گیا ہے نواب تشریف لائے اور مرثیوں سے جنگ ہوئی  
چنانچہ بیان کرتا ہے۔

غرابہ ولین کر کی دوہیلہ میں مال کیا      بادل کہتا سی جہوم کیا یک سر ہلا  
بجلی ادھر کو ہی تھی جھلک بلم اور پیا      کوئی ادھر سی برسی دگر کی قلعہ کشا

سیلاب خون کا کہست میں بہتا تھا ہر کنار  
جسم اوتاری ہو کی مرثیہ بھی چڑھ گئے ہاتھوں لی کنار دھیلے بھی اڑ گئے  
پشت ہو ہر یک کی گلی ہار پڑ گئی دانتوں پکڑ دیں کو کڈا پاؤں گھٹ گئے  
میدان میں پوس اٹل ہوئی جون کوہ استوار

کفار مرثیوں کا سنا سب ر بود رنگ اسطح مسلمین کی تہین کر کہا ہی تنگ  
دین نبی کا پاس اور افغان کا کر کے تنگ کیا آصفی نسی کوچ ٹپت جلد بیدر تک  
دن کو کیا نہ رات کہیں راہ میں قرار

اس کے بعد بتایا ہے کہ مرہٹے ڈر گئے اور باہم صلاح مشورہ ہونے لگا۔ اس  
عرصہ میں احمد شاہ درانی کا لشکر پہنچا۔ اور جنگ ہوئی اور مرہٹے عاجز ہو گئے اور  
اپنے حال سے دکھن میں ناتار (ناتاپر نویس) کو مطلع کیا اور یہاں سے ایک فوج  
کثیر روانہ ہوئی۔ پانی پت میں مقابلہ ہوا اور مرہٹوں کو شکست ہوئی۔ صف آرائی  
کے متعلق لکھتا ہے:—

تجزیر کی شاہ نے تفریق باد غول اول نجیب خان کو مقابل کیا ہر دل  
کیا جاشجراح الدولہ شہین کا نام بول اور شہ دلی تھا میمنہ خوشخوار فوج تول  
اور میرہ جہان خان تہرا تھا اور سار

سرچپ مرخان تھا بکشش تھا دست اس تہی حافظ رحیم سی رحمت کی دلیں اس  
سردار خان تھا پشت ہراول کی اس پاس اور شہ پند خان تھا قریب جلوی خاص  
درانیو کی بیج مشہ اسدا شد افتخار

## قصہ تیرویں صدی

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۶۵۰۵) کل اشعار کی تعداد (۱۲۹) ہے خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۲۴۲ھ

اس مثنوی کا ذکر کیلاشک میں نہیں ہے اس لئے کسی مراحت کا موقع نہیں۔

یہ بلا نام مثنوی خلیل کی مصنفہ ہے نفس مضمون کے لحاظ سے مندرجہ صدر نام دیا جاسکتا ہے۔ کسی تذکرہ میں ان کا ذکر نہیں ہے البتہ فتح علی گریزدی نے ایک دکنی شاعر خلیل کا ذکر کیا ہے۔ غالباً یہ اسی کی تصنیف ہے مثنوی میں پہلے حمد و نعت ہے۔ اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو کسی جنگ کے لئے روانہ فرمایا راستہ میں چار ایسے واقعات پیش آئے جو ایک معتمد تھے جن پر آپ کو تعجب ہوا اور آپسی کے بعد آپ نے آنحضرت سے ان کے متعلق استفسار فرمایا۔ آنحضرت نے وضاحت فرمائی۔

پہلا معتمد یہ تھا ایک درخت پر گوشت کے دوران آویزاں تھے جو ہل رہے تھے اور ایک ہی مقام پر تین کنویں تھے دو میں پانی تھا اور ایک خشک تھا۔ اور تیسری جگہ نظر آیا ایک بڑا پہاڑ اوپر سے نیچے کی طرف آ رہا ہے اور سنگ ریزے نیچے سے اوپر کی طرف جا رہے ہیں۔ اس کے بعد چوتھے مقام پر نظر آیا ایک خوبصورت پرندہ ہے اس کے پروں پر قرآن مجید لکھا ہوا ہے۔

پہلے معتمد کے متعلق آنحضرت نے فرمایا۔ تیرویں صدی میں دو گئے بہائی آپس میں لڑیں گے۔ دوسرے کے متعلق ارشاد ہوا ایک ہی محلہ میں دو دولت مند اور ایک مفلس رہے گا مگر دولت مند مفلس کی جگہ گیری نہیں کریں گے تیسرے کے متعلق فرمایا۔ رذیل

آدمیوں کو ثروت حاصل ہوگی اور وہ بلند درجے پر پہنچیں گے اور شریف پستی کی جانب۔  
کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو :-

ابستدار۔

کہوں میں ثنا حمد قادر جلال      صفت اسکی کہتے جے کیا مجال  
شکر حمد کرتے کہاں میں زباں      مگر کہ طاقات ہر اس کا بیاں

ایک گونگی صدی ادھی تیروں میں      اوسمین دیکھیں گی حجاب و میں  
اور اناسم کے ہم دونو ایک      اسپسین اپنی آپ لڑتے ہی دیک  
یہی تمثیل اسکی زمانہ میں دیک      دو فرزند ہوین شکم سے ایک  
بچی باپکی بعد آپس بہم      لڑینگے وہ ہر دو برابر جنم  
برائے ملک مال کے واسطے      مناقص اونویں بھی اگر پرے

دوسرے محمد کا صل آپ نے فرمایا۔

صدی تیروں میں دسیکا یو سب      محبت مروت ادھی گئی بھی تب  
رہو یک مجلس میں ہمسایہ گنا      وہن خانہ پیے در پیے یکسان  
مثل یک جائی پو میں تہ گہر      درائیں بھی کہاتی اور چتے بسر  
کہ یک اوسمین رہتا ہی فلس غریب      دونو بیچ رہتا ہی ذات شریف  
وہی سے نشان میرے آل کی      غریبی طبعیہ رحم چال کے  
نپوچینگے اسکوں امیر و وزیر      رہینگے اوفلس غریب و فقیر

## طیب موسیٰ

اس شہنشی کا ایک شہنہ برش میوزیم میں موجود ہے۔  
 نمبر (۵۰۵) اشعار کی تعداد (۷۵) تاریخ کتابت ۱۲۷۲ھ  
 مصنف شاہ خلیل اللہ خلیل سنہ تصنیف نامعلوم۔ کیلاگ میں یہ شہنشی بھی  
 نہیں ہے۔

شہنشی میں پہلے حد ہے اس کے بعد نعت پر قصہ شروع ہوتا ہے۔  
 قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے:-

ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کے سر میں درد ہوا خدا سے صحت ملی  
 کے لئے دعا کی حکم ہوا حکیم کے پاس جا کر علاج کراؤ۔ حکیم کا پتہ بھی  
 بتایا گیا۔ موسیٰ حکیم کے پاس گئے حکیم نے دوا لگائی درد موقوف  
 ہوا۔ مکان واپس ہوئے پھر درد ہونے لگا۔ موسیٰ نے التجا کی جواب  
 ملا۔ حکیم کو کچھ دیا گیا یا نہیں موسیٰ نے کہا نہیں۔ جواب ملا پھر جاؤ  
 اور معائنہ دے کر علاج کراؤ۔ موسیٰ گئے اور دوا لگائی ایک دینا  
 دیا گہرا پس ہوئے۔ درد موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد موسیٰ کو  
 حکم ہوا۔ ایک خاص شہر کو جاؤ۔ حکم رب موسیٰ روانہ ہوئے وہاں  
 دیکھا ایک شخص درد جگر سے علیل تھا اور کہہ رہا ہے اس کے  
 علاج کے لئے انسان کے کلیجے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی ہے  
 تو فائدہ ہو مگر کسی نے توجہ نہیں کی۔ اسی مقام پر ایک حسین مرد  
 اور حسین عورت رہتے تھے ان کی نئی شادی ہوئی تھی جب

نکاح کے بعد لوگوں نے اس درو جگر واسے کا تذکرہ کیا تو دولہ  
نے اپنی دولہن سے واقعات بیان کئے اور اپنا جگر دینے کی  
اجازت چاہی۔ دولہن نے اپنا جگر بھی نکال دیا اور کہا اول  
پیش کر داس کے بعد تم کو اختیار ہے۔ دولہ نے اس کو لیا کر  
اپنا جگر بھی نکال بیار کے والہ کیا۔ بیمار وہ دو لو جگر لئے اور وہاں  
سے غائب ہو گیا۔ موسیٰ یہ دیکھ کر واپس ہوئے اور خدا سے  
اس کے متعلق استفسار کیا جواب ملا۔ وہ مرد بیمار دراصل ایک فرشتہ  
تھا اور خدا ان دو نو دولہ اور دولہن کو دوست رکھتا ہے۔“

استدہ۔

مشرق کر بسم اللہ اسم خدا	اومن بعد الحمد بیہ پڑ تو سدا
وہ قادر ہی قیوم قدرت یزال	بھی صانع ہی صفت کا اسم جلال
رحم تیرا بندہ نو دا یم ہے	تو خالق ہی پرور جو قائم ہے

اول لکھ جو قصہ ہی موسیٰ کا تو	اومن بعد دوستان کے احوال کو
کہ یک روز موسیٰ کا چہرہ زرد	بھی شدت سین تھا اونکی سر میں درد
چلتے ہی خدا پاس کرنا عرض	دفعہ ہو دیکھا تب جو سر کا مرض
بھی گہر سین نکلا کہ ارادہ جبل	کرے التجا ہے تو ہو وی فضل

کہا تب خدائی ہی موسیٰ کو یہوں	طیب کون زبان میں ہی پیدا ہے کہوں
بھی نزدیک طیب کی آتا جاؤ تم	دیونگا دوا سدا مبارک کو تم

دیا ہات چا تو او نے نو نہال      او چیری شکم کو کلیجہ نکال  
 یہ اول لیجا کر ہی دینا او سے      بنام خدا ہی یہ کہنا او سے  
 او سن بعد مختار متن جانکے      ہے ارمان حسرت بہرے مانکے

---

خاتمہ۔

نتہا درد او کو او بہانہ اتھا      یہ ہی امتحان کر دیکھتا اتھا  
 یہ بھی ہی دو نویان بیان تمام      درد دان پیمبر یو بہو مدام

---



## روضۃ الصالحین

برٹش میوزیم میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۵۴۲) ورق (۱۱۳) سائز ۷۷ سطر (۱۵) خط نستعلیق  
اس مثنوی کے متعلق کیٹلاگ میں کوئی مراحات نہیں ہے کیونکہ بلوم ہارٹ کی  
تصنیف کے بعد یہ مثنوی میوزیم میں داخل ہوئی ہے کسی دوسرے یورپین مصنف نے  
بھی کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔  
مثنوی کی تصنیف ۱۲۰۰ء میں ہوئی ہے جیسا کہ خود مصنف کے اشعار سے واضح  
ہو سکتا ہے۔

بارہ سو سن پہ اٹھواں تھاکسن      جبکہ اس نظم سے غلام حسن  
ہوا فارغ ببرکت حضرت      بر محمد و آل او صلوات

مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں مثنوی سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں نے  
مصنف سے خواہش کی حدیقہ کا ترجمہ کیا جائے ان کے اصرار پر اس کو ہندی نظم میں  
ترجمہ کیا گیا۔

مثنوی میں حمد و نعت تقبیل حضرت علی کے بعد سبب تالیف کی مراحات ہوئی ہے۔  
اس کے بعد عنوانات قایم کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا یہ حدیقہ نعت خفی کا  
ترجمہ ہے کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔  
ایستدار۔

پہلی کر تو خدا کی حمد و ثنا  
اور فضیلت وہی اپنی رحمت کے  
کہ اوسے ٹھہم اور شعور دیا  
بعد حمد و صلوة و مدح کی اب  
سبب اس کا یہ ہی تو حسن عجیب  
ربط و حالیکہ محسی کمال  
کہ حقیقہ جو فقہ میں ہیکہ  
اور میں کہہ کر اوسیں وہ باتیں

کہہ تو ہند ہی میں نظم کے دستور  
کہ مسائل جو اوسکی ہو میں ضرور

پس مسائل جو اوسکی ہیں اونسے  
کئی میں نے پیند ہی میں منظوم

صلحا کی نظر سے گزری جب  
اسی لئے میں نے اس سال کا  
لیک لازم تھا ابتداء میں بیان

مزید نمونہ کلام :-

ابو ایان و کفر کی معنی  
پس ہے کافر تو وہ سمجھ اسکو  
اور ضروری دین وہ امر ہی اب  
اور کچھ حکم اونکی سن مجھسی  
جو ضروری دین کا منکر ہو  
جانتی ہوں جسی مسلمان سب

جسے ہم سبکی تین کیا پیدا  
نوع انسان کو ساری خلقت کے  
اور زبان اوسکی کو کیا گویا  
جان اس نظم کرنیکا تو سبب  
کہ میں بعضی جو مہربان اپنے  
کہتے ہیں یوں کیا اونہونی سوال  
بڑی اخوند فی جسی سے لکھا  
کہ نہایت ہی احتیاط اون میں

کہہ تو ہند ہی میں نظم کے دستور

ایک نماز اور مقدمات اوسکی  
تاناہو دوستوں کا دل منعم

بہول جاوین فصاحتی یا نکوت  
روضۃ الصالحین نام  
مجلد کچھ اصول و شکایان

ہی وہ مثل وجوب صوم و صلوٰۃ	اور وجوب جہاد و حج و زکات
حرمت خمر اور زنا اسی طور	اور جو مثل انکی ہو کر غور
منکرانکا ہی خارج از اسلام	کفر میں اسکی کچھ نہیں ہو کلام

ذکر تاریخ جو ہوا یہ محل	اس میں ایک مہربان مجستہ عمل
سال اسکی شمار کر کی صریح	یون لکی کہنی ہی یہ نظم فصیح
جب بتایا کہ چکی وہ غور	کہی تاریخ فی البدیہ اور
خوش ہوئی ادھنس یہ طرز سخن	بول ادھنی تھے عجیب نظم حسن
اور ایک مہربان فی الفور	کہی تاریخ فارسی اسطور
سال تاریخ ابن خمیسہ کتاب	چمن روضہ جہاں دریا ب
کر کی پہر ایک شفیق نے معلوم	طرز نظم حدیقہ منظوم
اسکی تاریخ ہو کسی خوش کی ہی	خوشما ہی حدیقہ ہندی

## دیوان چنڈا

اس دیوان کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر پوم ہارٹ (۱۸۱۸) ورق (۳۴) سائز ۵ x ۳ ۱/۲ سطر ۱۱ خط التعلیق  
مصنف کیٹنگ کی صراحت :-

”یہ دیوان <sup>۱۲۱۸</sup> ۱۸۱۸ء میں مرتب ہوا ہے جبکہ نواب نظام علی خاں آصفیہ  
کی دور حکمرانی کے سیتیس سال ہو چکے تھے ابتداً ایک فارسی نثر  
میں دیباچہ نو ورق کا لکھا گیا ہے دسویں ورق سے اصل دیوان  
شروع ہوتا ہے۔“

دیوان کے ترتیب کی تاریخ ”ہو اللطف الا عظم ہے جس سے سلسلہ ظاہر ہوتے ہیں۔  
یہ رد لقا بائی چنڈا کا دیوان ہے جو حیدر آباد کی مشہور طوائف تھی۔ طوائف کے نام  
سے ممکن ہے ذہن آجکل کے طوائف کی طرف منتقل ہو مگر ایسا نہیں تھا چنڈا ایک  
خاندانی خاتون تھی اور پیشہ ور طوائف نہیں تھی۔

اس کا باپ مرزا سلطان بلخ سے ہندوستان آیا تھا شاہ عالم کے زمانہ شہزادگی  
میں صوابت خاں اور بادشاہی کے زمانہ میں بیات خاں کے خطاب کے ساتھ بخشی  
نوج کے عہدہ سے ممتاز تھا۔ چنڈا کی ماں راج کنور بائی گجرات کی رہنے والی خواہ  
محمد حسین خاں کی دختر تھی۔

۱۷۱۸ء میں چنڈا تولد ہوئی۔ علم و فن میں سرآمد روزگار اور شعر گوئی اور موسیقی  
میں اپنے آپ نظیر تھی، اچھے اچھے شعرا اس کے محفل مشاعرہ اور طے بڑے اُمرا  
اس کے موسیقی کے جلسہ میں شریک ہوتے تھے۔ گھوڑے کی سواری۔ تیراندازی

ورزش وغیرہ مردانہ کھیلوں میں کافی مہارت رکھتی تھی۔

صاحب مال و دوست تھی صرف اردل میں پانچ سو سا بھی ملازم تھے۔ علم و فن کا بڑا شوق تھا اس کے علمی ذوق کا ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ اپنے اہتمام سے سلاطین اصفیہ کی تاریخ مرتب کروائی جو تاریخ دل افروز سے موسوم ہے۔

چند اے کے کیا رکڑ کا حال اس کے نظام الاوقات سے معلوم ہو سکتا ہے جس کو مفصل تاریخ دل افروز نے لکھا ہے۔

صبح اٹھ کر نماز سے فارغ ہوتی تھی اور طلوع آفتاب تک داعیہ وغیرہ میں مصروف رہتی طلوع آفتاب سے قرآن شریف پڑھتی پھر ناشتہ ہوتا اس وقت تک دوپہر ہو جاتی اور وہ قیلولہ کے واسطے بالہ خانہ پر جاتی اس کے بعد ظہر کے نماز پڑھتی اور اس کے بعد عصر تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتی۔ نماز عصر کے بعد دیوان خانہ میں آتی اور خانگی حساب کتاب امور خانہ داری کا انصرام کرتی۔ اس کے بعد لائق اور قابل اصحاب اور اہل سخن

۱۵ اس تاریخ کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے نمبر (۲۶۲۶) ڈیویشن

اگرچہ بظاہر یہ خاندان آصفیہ کی تاریخ ہے لیکن اس کو ہندوستان کی تاریخ کہا جاسکتا ہے۔

غلام حسین خاں جو ہر اس کا توفیق ہے اس تاریخ کی ترتیب میں جن تاریخوں سے مدد لی گئی ہے اس سے اسکی اہمیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

روضۃ الصفا۔ روضۃ احباب۔ نورس نامہ یعنی گلزار ابراہیمی (تاریخ فرشتہ) تاریخ مرآت عالم اقبال نامہ جہانگیر۔ اکبر نامہ۔ ماثرا کامرا۔ تاریخ خانی خاں۔ چارچمن۔ سوانح و کمن۔ تاریخ ہفت اقلیم۔ شاہ نامہ۔ تاریخ بھنبی۔ تاریخ قطب شاہی۔ زبدۃ التواریخ۔ حبیب السیر۔ عالمگیر نامہ۔ شاہجہاں نامہ۔ توڑک تیموری۔ توڑک آصفیہ۔

جمع ہوتے اور علمی صحبت قائم ہو جاتی۔ رکتب بینی کا بڑا شوق تھا اکثر حبیب السیر اور  
روضۃ صفا کا مطالعہ کیا کرتی اس کے علاوہ فارسی اور ریختہ دیوان بھی زیر مطالعہ رہا  
کرتے یہ صحبت نماز مغرب تک قائم رہتی اس کے بعد کہاں ہوتا اور پھر نماز عشا کے بعد  
اساتذہ فن موسیقی جمع ہوتے اور آدھی رات تک یہ محفل گرم رہتی۔ رمضان میں روزہ  
کے بجائے روزانہ ایک سو میں خوان غریب کو دیا کرتی تھی۔  
اس تفصیل سے اس کے اخلاق پر اچھی روشنی پڑ سکتی ہے اور اس کے کیا رکڑ  
کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ چند اہل علم و دست تہی اور اپنے اہتمام سے تاریخ مرتب کروائی  
تھی اس تاریخ کے مرتب کرانے کی وجہ خود اس کے الفاظ میں سنو۔

”چوں حقوق تربیت و عنایت خاندان عالیہ آصفیہ مخصوص نواز مش  
وعنایت حضرت نواب غفران باب (آصفیہ ثانی) بریں عاجزہ  
بے مقدمہ بچندیں سرفرازی ہائے ثابت و محقق است ہذا دل ندویت  
چنانچہ کہ تاریخ در اثرا یام سلطنت آنحضرت بعنوان اجمال کردہ شود  
در ذیل آں بعد از ذکر رکان واعیان و امرا کے عہد ذکر اس عاجزہ  
ہم طراز و امال یا و فرمائی و یاد گاری ہا باشد۔“

(صاحب مخطوطہ پرش میوزیم)

شعر و شاعری کا بڑا شوق تھا شیر محمد خاں ایمان سے اسلحہ سخن لیتی تھی بڑے بڑے  
شعرا اس کے یہاں جمع ہوتے تھے اور شاعر ہو کر تا تھا۔ موسیقی کی محفل میں بڑے  
بڑے امرا سلطنت شامل ہوتے تھے، در اس کی تعریف میں قصیدے کہے جاتے تھے،  
میر عالم بہادر نے بھی ایک مثنوی (۱۷۵) شعر کی اس کی تعریف میں لکھی ہے  
اس کے بعض شعر درج کئے جاتے ہیں۔

اے ہر سپہر و شنائی	سرتاپائے تو در بانی
اے مروم دیدہ محبت	بسمہ تا قدرت طلسم الفت
مشکل تو بفلك دل مصور	چشم تو مات جاں مجمر
.....	.....
اسے اہ نقائی ماہ پیکر	ذمی ماہ چین و او متظر

اس امر کا ذکر ہو چکا ہے کہ اس دیوان کے ابتدا میں ایک فارسی دیباچہ ہے جس میں حمد و ثناء منقبت حضرت علی کے بعد آصفیہ ثانی کی مدح کی گئی ہے اس کے بعد دیوان وقت ارسلو جاہ کی تعریف ہے۔ اور اس کے بعد راجہ راور منہا کی تعریف کے بعد مولف دیباچہ (سید نصیر الدین خاں قدرت) نے چندا کے کمال کی داد دی ہے اس دیباچہ کا جتہ جتہ انتخاب نامناسب نہیں ہے۔

”دربار تہنت عنوان ستمہ سعید و ثلاثین از جہوس معینت، نوس  
 بندگان ..... نظام الملک آصفیہ نظام الدولہ میہ  
 نظام علی خاں ..... مطابق ستمہ ثلاث عشر ماتین  
 بعد الف آوان اوج و عروج مدار المہامی ..... غلام سید خاں  
 سہراب جنگ معین الدولہ مشیر الملک اعظم الامر ابہادور وکیل مطلق مختار  
 دولت آصفیہ امیر اعظم نواب ارسلو جاہ کہ .....  
 امیر فلك انبساط بر جس منور برج نشاط نازنیں چار بالمش رعنائی الخاطب  
 ماہ نقابائی در سہ رشتہ ملازمی مہاراج عالی مزاج منع المشاصب معالی  
 المراتب علو منزلت و مرتبت ذمی شوکت و شمت والاتباع عالی مقدار  
 راجہ راور نیہا بہادر جویت بنا لکر مد اللہ عمرہ دزا و شردہ منفل افراد نکستہ

دانی سفیر از بند اجرائی معانی کہ عبارت از تصنیف دیوان غزل  
بندست گردید و سواد اعظم بر صغیر را تحریر و تقریر و پذیرا باشد خطوط  
شعاعی غور کشید ..... بنا بر یادگار کہ بر صغیر و زنگار  
مزید بر اولاد احفا و متصور از اتفاق سبب خوش بیان سید نصیر الدین خاں  
معنی دان المتخلص قدرت سید الشہ الغرت صورت تحریر المراد و مظهر شکس  
نمود ..... آن نگل بوستان محبوبی باین نیاز مند  
در گاہ ایردی نظر بر الضیاء و ضوابط یکتا و بہا بہت تحریر این چند کلمات  
کہ کیفیت بارج خود بزبان خامہ دہر شکف شد مع ذالک تبسطیر خامہ در  
آورد .....  
فی الحقیقت موزونیت رطوبت و توازن بدیدہ معنی نثر اداں سخن شناس  
معتدویت مزلف دہر لفظ و لغزش شادست مخطہ ابیاتش کا کل واربر  
صغیر عارض معشوقان قنادہ و الفاظ مطبوعش مانند خط و خال ہوشاں  
باطف آمادہ زنگستان چین کدہ تلاش مضمون فصاحت مشحون باہزاراں چشم  
در تماشا گاہ مدرکہ آئینہ ہر چند و طوطی خیالات رسا و ام لا یحصلی میان بندہ

غرضیکہ اس تمام تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ملقبانی جو راجہ راودنہا کی ملازمت  
میں داخل تھی نصیر الدین خاں قدرت سے دیا چہ کلینے کی خواہش کی دیوان راہر حساب  
موصوف کے حکم سے مرتب ہوا تھا اس کی ترتیب اور دیا چہ کے مرتب ہونے کے بعد  
نواب ارسلو جاہ دیوان وقت لئے اس کو دیکھ کر پسند فرمایا۔ اس کے ترتیب کی تاریخ  
”ہو اللطف الاعظم“ ہے۔

اس دیوان میں اصناف سخن سے صرف غزلیں ہیں پہلی غزل کا مطلع اور مقطع  
درج کیا جاتا ہے۔



کہاں طاقت ہے راہِ حمد میں جو ہوزبان گویا

کیا یہاں جزِ عجز و خاموشی نہیں ہے یک جہان گویا

سوائے حق کے کب کوئی واصل و صفِ اکبر ہو

رہا چند ملک پر ہی ہے نکتہ نہاں گویا

دیگر

ساقی دی مجھ کو جامِ مے ارغوانِ پہر | افسردہ دل میں آئے جوشِ حسی جانِ پہر

ملنے ہیں توقعِ یہ تری غیر سے کم ہم | رکھتے ہیں ترے دور میں چشمِ کرم ہم

چشمِ کافر ہی ہے اور غمزہ تو خواہی ہے | قتل کو پاس سپاہی کے یہ تلوار ہی ہے

کتبِ خانہ آصفیہ میں اس کے دیوان کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔

## دیوان شادال

اٹلیا آفس میں اس دیوان کا ایک نسخہ ہے۔  
نمبر (۱۴۱) ورق (۹۹) سائز  $5 \times \frac{1}{4}$  سطر ۸ تا ۱۲ خط نستعلیق تاریخ کتابت  
۲۷ ربیع الثانی ۱۲۲۲ کا تب محمد علار الدین حسن۔

یہ مخطوطہ حال میں داخل ہوا ہے ہنور کٹیلاگ مرتب نہیں ہوئی اس لئے کسی صراحت  
کا موقع نہیں ہے۔

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کٹیلاگ میں بھی یہ دیوان نہیں ہے۔  
ہمارا جہ چند ولال المتخلص شادال سے کون واقف نہیں جو حیدرآباد کی پیشکاری  
پرنگن تھے اور میرالکاک کے بعد دیوانی کے فرائض بھی بجالاتے تھے۔  
ہمارا جہ کو شعر و سخن سے خاص دلچسپی تھی اس وقت کے بڑے بڑے شعراء آپ  
کے فیض سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ نصیر کئی مرتبہ آئے۔ فوق اور غالب کو بھی پیغام  
طلب گیا۔ بیسوں شعراء آپ کے دربار سے وابستہ تھے۔

۱۲۲۲ء میں تولد ہوئے تھے اور ۱۲۴۱ء میں انتقال فرمایا۔ دیوان شائع ہو چکا ہے۔  
ذریعہ دیوان میں ایک قصیدہ آصفیاء ثالث کی مدح میں ہے جس کے (۱۵) شعر ہیں  
ایک خمس بیستیس رابعی اور بقیہ غزل ہیں۔ غزلیں روئیف وار ہیں۔  
ابتداء۔

بندہ ہوں دل و جان سے میں اپنی منم کا      سایہ می میری سہ پہ تو اسکی ہی قدم کا

شادان ہوں اسی واسطے صبح سے شام      تکیہ ہی می یار تیری فضل و کرم کا

غز میں روئی ف می کے قافیہ تک ہیں آخری غزل کا مقطع اور مطلع درج ہے۔  
 سجن ہار کو جس نے دیکھا جہانکا وہاں وہ ہٹک رہی  
 کہان پیراد کو سبجہ ہی کیاں جیسے پورا ہٹک رہی

کہی ہی اب تجھے یہ ہی مشاوان پیا پیا رہی کئیں ہٹک مت  
 تجھے میں سبھا یا کیا کیا تو کیوں اری من ہٹک رہا ہے

قصیدہ کا مطلع

صبح بیدار ہوا میں تو یہ بولا اقبال | آیا ہوں رہنی کو میں تیری ہی وزیر لی احوال

گزیرہ ملاحظہ ہو۔

کس نے ابکی بہار آئی بعد رنگینی  
 بوں طوطی کہ نہیں جانتا کیا تو یہ بات  
 نام جس کا کہ ہی مشہور مشہ اسکندر  
 دوسرا مطلع

ایندہ اندر ہی تجھ پہ خدا کا افضال | ذات تیری ہی اب ایسے کہ نہیں جکی مثال

آخری اشعار خاتمہ ملاحظہ ہو۔

مچھن تیری پیشاوان کی دعا ہو قبول  
 جب تک دو فلک میں ہی مد و مہر نہ د  
 ایسے مدد حکور کہہ شادا ہی ہر حال  
 یارب اس شاہ کی دولت کو کہو ہونہ زوال  
 ہی دعا تجھے ہی اور سبوں سے آئیں

مخس کے ابتدائی۔

ہکوتو او سے یہ نت نظر ہی		ایدہراودہر کی کب خبر ہی
مت لوک او سے کہ یہ شدہ		پہرتا جو نہیں وہ در بدر ہی
عاشق کا حسن سیر ہے		

پہلی رباغی ہے

ای بار تجھی جو خوب دیکھا ہمنی		پہر پائیا تمام مسود لکھا ہم نے
اس سے بھی زیادہ اور ہوتا ہی کچھ		مسود ڈھب سے کیا پر کیا ہم نے

## تحقیق طلب مخطوطات

اب ہم ایسے مخطوطات کا ذکر کرتے ہیں جن کا یا تو زمانہ تصنیف نامعلوم ہے اور وہ کس عہد سے تعلق رکھتے ہیں پتہ نہیں چلتا۔ اور بعض ایسے ہیں جن کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہوتا مگر اس میں کوئی شک نہیں یہ وہ کتنی مخطوطات ہیں اور ان کی طرز عبارت کے لحاظ سے یہ گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری اور بعض تیرہویں صدی ہجری سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔

ممکن ہے کوئی وقت ایسا آئے جب کہ ان مخطوطات کے متعلق بھی معلومات ہو جائیں۔

ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

- |                            |                           |
|----------------------------|---------------------------|
| (۱) طوطی نامہ نشر          | (۱۱) قصہ ابراہیم ادہم     |
| (۲) حکایات لطیف            | (۱۲) سلسلہ خلافت          |
| (۳) قصہ مینا               | (۱۳) وفات نادر شاہ        |
| (۴) منتخب نیک نام          | (۱۴) قصہ گل و ہرمن        |
| (۵) قصہ مریم               | (۱۵) قصہ ہشام و قمر       |
| (۶) اسلام عمر              | (۱۶) بہار دانش کی حکایتیں |
| (۷) انوار سہیلی            | (۱۷) ترجمہ گلستان         |
| (۸) دوازدہ مجلس            | (۱۸) قصہ انار رانی        |
| (۹) نافرمان عورت۔          | (۱۹) ترجمہ سراجی          |
| (۱۰) قصہ معجزہ بی بی فاطمہ | (۲۰) قصہ بندگان عالی      |

- |                        |                               |
|------------------------|-------------------------------|
| (۲۱) گنج نامہ          | (۲۵) شجہ و بیہیت              |
| (۲۲) معراج نامہ        | (۲۶) افسانہ ہندی              |
| (۲۳) قصہ جنگ امیر حمزہ | (۲۷) آئین و قوانین افواج کپنی |
| (۲۴) کتاب الاخلاق      | (۲۸) گیت احمد                 |
-

## طوطی نامہ

یہ دکنی نثر میں ابو الفضل کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے جو بڑی میزیم کے کتب خانہ میں ہے۔  
نمبر (۱۴۹) ورق (۱۴۹) سائز ۷ ۱/۲ x ۵ ۱/۲ سطر (۹) خط نستعلیق  
علوم دارشکی صراحت ۱۔

”طوطی نامہ یا طوطے کی کہانی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اصل  
مخطوطہ ابو الفضل کا اختصار ہے جو بخشی کے طوطے نامہ سے کیا گیا  
ہوا۔ دکنی ترجمہ پوری کتاب کا نہیں ہے بلکہ صفحہ ۱۰۰ تک چلتی ہیں  
حکایت تک ہوا ہے۔ اس دکنی مترجم کا نام معلوم نہیں ہوتا۔  
ایک اور دکنی ترجمہ خواجہ نے کیا ہے؟“

باوجود تحقیقات مجھے بھی نہ تو مترجم کا نام معلوم ہوا اور نہ تصنیف کا پتہ چلا۔  
یہ دکنی طوطی نامہ کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے بلکہ ابو الفضل کے فارسی طوطی نامہ کے  
نیچے ہی سرخی سے ترجمہ ہوا ہے نمونہ پیش کیا جاتا ہے قیاس یہ ہے کہ دول کے زمانہ  
کا ترجمہ ہو گا۔

پہچے حسین تعریف صاحب زمانہ کے اور زمیں کے یعنی خدائے کے  
تعریف کے بعد از اور پہچے حسین تعریف صاحب جان اور تن پیدا  
کرنے ہارے کے

چلتے ہارے پرے راہ بندگی کو یعنی بندگی رکھنے ہارے کو وہ کون  
ابو الفضل بیٹا شمس مبارک کا اوسکی تیں پاک حکم بادشاہ جا رہی  
ہونے کے پایا یعنی بادشاہ حکم فرمایا کہ یہ کتاب کتیں یعنی طوطے نامہ

کوسات عبارت تازی کے سات روشن تہوری عبارت  
کے نقش ترتیب کا دیوے یعنی مختصر عبارت میں بناوے

بیچ مشہر ایک کے مشہر ان ہندوستان کے سوداگر ایک  
تھا اوس کا نام مبارک تھا آرزو فرزند کی نہایت رکھتا تھا ایک  
آواز دینے ہمارا فضل خداے عالم کا خوش خبری اس بات  
کی دیا وہ بات یہ ہے تمہیں خوش خبری دینے میں سات فرزند  
ایک کے بیچ کان اوس مبارک سوداگر کے  
سوداگر اس مبارک حوصلہ کے تیں یعنی اوس فرزند کو میمون  
نام رکھا جب خطا رخسارے اوس کے کا اوگیا یعنی میمون کو خط داری  
کا نکلیا اور عمر اوس میمون کی اٹھارہ برس کو پونجی بیچ و نت  
مبارک کے سات خجستہ تام والی عورت کے شادی کیا۔

یہاں مختصر طور پر فارسی عبارت کے ساتھ ساتھ ترجمہ کہنی بھی کر دیا جاتا ہے تاکہ دونوں کا تقابل کیا جائے۔

فارسی

فارسی

پہچہ میں تعریف صاحب جان اور تن پیدا کرے  
ہائے کے وہ صاحب کہ طویان باغ قابلیت کتیں یعنی  
نشان کتیں ٹھاس باتوں کی بخشیا یعنی  
میٹھے باتان نشان کو خدا لے بسکایا اور بلبلان  
چمن کا مل پتے کتیں یعنی شاعران کتیں  
عاشق باغ قدرت اپنی کا کیا یعنی اپنی قدرت  
کہا کر عاشق کیا۔

بعد پاس خداوند زمان و زمین و تائیش  
داور جان و تن آفرین کہ طویان باغ قابلیت  
شیرین گفتار کرامت فرمودہ و بلبلان چمن  
کالمیت راعش کتشن قدرت خویش  
گردانندہ حمامہ خامہ را در ہوائے تہ خنیں  
پرداز میدید۔



## حکایات لطیف (اخلاق ہندی)

یہ مخطوطہ ڈنبر ایوٹیورٹی کے کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر (۳۸۱) ورق (۵۰) سطر (۱۱) تحفہ التعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔  
 کیٹلاگ میں کوئی وضاحت نہیں ہے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف معلوم نہیں ہوئی۔  
 جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں کئی ایک اخلاقی حکایات ہیں۔ چونکہ کل (۷۶) حکایات ہیں اس لئے ہر ایک کے متعلق صراحت و شواہد ہے نمونہ عبارت حسب ذیل ہے۔  
 نمونہ :-

”دو عورتاں ایک بچے کے واسطے لڑتے تھیں ہر شاید وہ فو نہیں رکھتے تھے۔  
 اور دونو عورتاں لڑتے ہوئے قاضی کے پاس گئے ہوا انصاف چاہی قاضی  
 جلا کو حکم دیا اس بچے کو دو ٹکڑے کر کر اس دو ٹوکڑوں کو دی ایک  
 عورت یہ بات سن کر خاموش رہی دوسری عورت گریہ پورہ دایا کر کے  
 پوکاری جو واسطے خدا کے بچے کو دو ٹکڑے کر کر اگر ایسا ہی انصاف ہی  
 بچے کو میں چھیتے نہیں۔ قاضی تب یقین سمجھا جو مان بچی کے یہی ہے بچا  
 اس کو دیا ہر دوسری عورت کو کوڑا مار کر چا دیا۔“

## قصہ مینا

اس شنوی کے دو نسخے اڈیا آفس میں ہیں۔

نمبر (۷۷) ورق (۲۰) سائز ۵x۸ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق تاریخ کتابت دج نہیں ہے کتاب غلام خیز۔

نمبر (۷۸) ورق (۲۳) سائز ۸x۵ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔  
تاریخ کتابت ربیع الآخر ۱۱۵۲ھ بمقام جنگھور کاتب جن محمد فاروقی ساکن بیجا پور  
کیٹلاگ کی صراحت ہے۔

”ایک بادشاہ اور مینا کی داستان کو کہنی نظم میں بیان کی گئی ہے  
مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوتی۔ یہ داستان بہت خاص کر  
عورتوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ مینا اپنے شوہر کو سے کی وفادار  
بی بی ہے۔ بادشاہ کے ترغیب دلائے پر بھی راضی نہیں ہوتی قصہ  
کا خاتمہ اس بیان پر ہوتا ہے کہ بادشاہ نے اپنے تمام ملازمین کو  
طلب کر کے مینا سے معافی مانگی۔“

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے اور مصنف کے نام کے متعلق  
کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

حسب قاعدہ شنوی میں اول حمد و نعت ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔  
جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک بادشاہ کے پاس کوا تھا کو سے کی حیر و مینا تھی۔ بادشاہ ایک  
سگھنی کے ذریعہ مینا کو ترغیب اور لالچ دیا مگر وہ راضی نہیں ہوئی۔ آخر بادشاہ خود آکر اپنے  
کان سے مینا کی تار راضی سنی اور خود کو ظاہر کر کے معافی طلب کیا۔ مینا اور سگھنی کی گفتگو اور

ان کے تیشی قصوں سے کہانی طویل ہو گئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ۔ ابتدا

کہوں حمد میں پاک رحمان کا	کہ او حمد زیور ہے ایمان کا
جمع حمد او سکون سزاوار ہے	کہ او جنگ کون پیدا کر تہا رہی
او خالق اے سب خلق خاص و عام	او مالک اہی ملک کا سب تمام

نبت۔

محمد حبیبی کا تم الا نبیا	مشریف جیتے رب جگہ میں صنادیدا
منور کیا جبک کون اس سورسون	دیار روشنے سب کون اس نورسون

دس لاکھ فارسی سون اول	کیا نظم دیکھنے سیتے بے بدل
-----------------------	----------------------------

کہ ایک شہر کا ایک بڑا بادشاہ	جہانگیر عالم اتہا شہنشاہ
سبجے مہربان عدل او مشہر یار	نیکو ناؤں اس کا مسو بالا کنوار
وزیران کیتنگ جو جس کمال	ملیکان ہزاران سوھا مجھے محال
اوسے کے لایت بہوت شہر تھے	سیسے خلق وان کے دنیا دار تہی
تہا اس بادشاہ سے کوال ایک	اسم اسکا لو اک اتہا ناؤں نیک

اگر سوئے سمان تے آئیکا	اگر چاند آ مجھ کون آرمائیکا
اگر کوئی ملک ہدی تو صاحب جمال	اگر کوئی مقبول ہی جبک او جال
تو لو رک تے ایلا رھی سب تمام	اوسہ تاج میرا مجھی اس سون کام
دیکھاتے مجھی سوکناں کا اوسنک	تیری کام سون سب جاوی نانوں تنک

اگر آوی چاند اکرون پہلا دم | مبارک میری شو کون لاکھان حرم

بچی مان بغیر دودھ دسدا حرام	پینے اچھے بوکر حرامیا نکی کام
کہ مانپاپ پرفرض ہی چار بات	جو فرزند کے حق میں کرنا جہات
اول تنک کا دودھ اس کون پلائے	دو جا ایک اشرف کے نیک لائے
ھے تسدا سکا ناہی ہی کے بات	ھے چو تہا انا اوب چال سات

خاتمہ  
کی نظر قصہ کا تار بات کھول | دیکھیں چوک یاران تو را کہو نہ بول

## منتخب نیک نام

اسثنوی کا بھی ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔  
 نمبر ۵۲ ورق (۷۷) سائز ۸ x ۶ سطر (۱۱) نستعلیق  
 گٹن برگ کی صراحت :-

”پیغمبروں، اولیاء اللہ کے حالات و اقوال و کہنی زبان میں منظوم کئے  
 گئے ہیں۔ مصنف عزیز ہے۔ یہ ثنوی فارسی کا ترجمہ ہے جو شیخ فرید الدین  
 عطار کی تصنیف سے کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام ورق عطار پر دیا گیا ہے

ختم پایا فضل مسون تیرے تمام

نام اس کا منتخب ہے نیک نام

تاریخ تصنیف بھی نظم کی گئی ہے جو تالیف ہے۔

برس بارہ سو اسی تھے ہجری تمام ختم پایا منتخب اسے نیک نام  
 ایک دوسرے ہاتھ سے کتاب کے متعلق یہ نوٹ درج ہے ”منطق الطیر شیخ  
 فرید الدین عطار“

کسی دوسری گٹن برگ میں یہ ثنوی نہیں ہے صفحہ اول پر درج ہے۔

”منطق الطیر در زبان ہندی و کہنی بطرز شیخ فرید الدین عطار“

دور آصفیہ میں ایک مشہور شاعر شاہ عزیز اللہ عزیز دکن میں گزرے ہیں جن کا ذکر اکثر  
 تذکروں میں موجود ہے یہ ثنوی اس مشہور و معروف عزیز کی نہیں ہے بلکہ کسی اور  
 عزیز کی مصنفہ ہے۔ جن کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔

ثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت پر سبب تالیف کتاب اس کے بعد اصل

شکوئی شروع ہوتی ہے۔ بعض عنوان حسب ذیل ہیں۔

(۱) حکایت معجزہ پیغمبر علیہ السلام (۲) حکایت یونس علیہ السلام (۳) حکایت عزیز علیہ السلام  
(۴) حکایت رسول اللہ علیہ السلام (۵) حکایت عتیق (۶) حکایت سلیمان (۷) حکایت دیود  
شیخ فرید الدین عطار کے چہ شویوں سے (یعنی منطق الطیر۔ الہی نامہ۔ مصیبت نامہ  
خسرو گل۔ اسرار نامہ۔ مختار نامہ) کسی کے ساتھ نہیں ملتی تعجب ہے ابتدا میں منطق الطیر  
کا ترجمہ کیوں لکھا گیا ہے۔ وجہ یہی کی بچھی باجہ جس کا قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے۔ وہ  
در اصل منطق الطیر کا ترجمہ ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

ابتداء کلام

اے خداوند کریم میرے نیاز	اے شہنشاہ بادشاہ سرفراز
اے حکیم صانع ہر دو جہان	اے خداوند کریم مہربان

حکایت معجزہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم گوید۔

کیا سخن فرمای مولانا می روم	معرفت کہ در کاسب سے ہجوم
لیکس یاران سرور ہماروین	ناکامان مسجد میں بیٹھے تھے دین
آنسو سایل سب ہوئی جل عرب	دلہن ساری کفر و ہر کہ پے ادب
نیک پہ خوشمان سفید رنگ	ہے ہماری نظریانی پے درنگ
اوپس ہترسوں کر چہ ہووی یکشجر	اوپس شجر کوں ہوئی تھیں ڈائے نکر

حکایت عزیز پیغمبر علیہ السلام

مست مانند فیل کہ عالم مشکل	مقام میں تھے قوم مسایل کل
کشتیں و مغرور تھے آوٹا بکار	ظلم کا پشہ تھا ان کا روبرار
اگوارہ اٹکو سب بختا نصر	مقام کہ کل ملک کون دیر انکر

کے ہزاران لکھا، انجیل خوان | بندیں اپنے پکر کہ جسے دان

### حکایت عاکشہ

عائشہ عصمت پناہ صاحب و قر	جس سون پایا دوسرا عصمت کو
کافران آپر کئے بہتان سب	دین کی اعدائی مل یکبار تب
حق کیا آیت کتیں سستہ نند ول	عائشہ کے شانہ میں اسند بول
سہ درہی کونین کہ دلیس سبزان	اس خدا کا تھا کہ بے شک گمان
نام ہے ستارہ جس کا بے مثال	آئینہ کرتا پردہ پوشے ہی ایتال

### حکایت معرفت حق گوید۔

معرفت کہ راز کون او کر دکا ر	جب کہ دیتا بھی بندہ کون کر کی پیار
معرفت کے ہی موافق ذو الکرم	سودیتا بھی اوس پر ہر دم بیخ و غم
بل سین آدس عرفان کے لیا تام	بیخ کتیں سر پوا اپنے لاکلام
در دغم سین شاد و حق توں روز شب	معرفت کے بحر میں دوب مانند لب

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

## قصہ بی بی مریم

اس شنی کے دو نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا انڈیا آفس میں ہے  
 میوزیم نمبر (۲۱۱/۱) ورق (۶۷) سائز ۵x۸ سطر (۹) خط نستعلیق  
 انڈیا آفس نمبر (۳۳/۱) ورق (۳۸) سائز ۵x۸ سطر (۱۷) خط نستعلیق  
 بوم بارٹ کی صراحت :-

بی بی مریم کا قصہ دکھنی نظم میں مصنف کا نام نامعلوم، لڑکے کے  
 تولد ہونے کا بیان قرآن سے اخذ کیا گیا ہے۔ آخر پر عیسویت کا  
 ذکر ہے۔ یہ نسخہ مکمل نہیں ہے۔ باب ششم سے شروع ہوتا  
 ہے۔ ایک اور نسخہ ہندوستانی نظم میں علی بخش جن کو سید برکت علی  
 بھی کہا جاتا ہے نسخہ ۱۲۹ میں مرتب کیا تھا۔ یہ بی بی مریم ۱۲۹۹ء میں  
 طبع ہوا ہے۔ ایک اور دکھنی نظم اسی مضمون میں غلام احمد نے  
 مدراس سے ۱۸۷۷ء میں شائع کی ہے۔ نگارسی ڈی ٹاسی کی فہرست  
 میں بھی یہ شامل ہے۔

۱۷۔ یہ نسخہ یعنی علی بخش کا مصنف میرے پاس موجود ہے مگر یہ بی بی کا طبع مشہور نہیں بلکہ مدراس کا طبع شدہ  
 ہے جو ۱۲۱۹ء میں مطبع نظامی میں طبع ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قصہ اوگادکھنی شریا تھا۔  
 ۱۲۹۰ء میں علی بخش نے اس کو منظوم کیا ہے۔

اس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۵۷۵)



یہ نسخہ مشتمل ہے ۱۸۷۸ء کا لکھا ہوا ہے اس سے رافع ہو سکتا ہے اس کی تصنیف مشتمل ہے ماقبل ہوئی ہے افسوس ہے باوجود تلاش مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

ابتدا۔

چشم باب میں کہوں با صفات	ہے عیسیٰ کے اسمیں کیتیک معجزات
چشم باب میں ذکر عیسیٰ کا ہے	کیتیک معجزات میں حکایت یو سے

نوز مشتم باب۔

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۵۷۴ ملاحظہ ہو)

ابتدا۔

مشروع حمد خلاق عزوجل	چون حمد میں اس کے سر کے بل
بجز اس کے کوئی نہیں کردگار	وہی سائے عالم کا پھر دگار

سہ تصنیف نام مولف وغیرہ۔

یہ مریم کا قصہ لکھا میں غریب	ز نصر من اللہ فتح قریب
قلم اب اٹھا اے علی بخش تو	بہت لکھ چکا تہہ کو روک تو

یہ قصہ تھا سابق میں دکنی زبان	ہوں میں نے کیا اسکو اردو زبان
یہ پورا کیا میں نے قصہ دامن	جو مشہور کلیاتی قصہ جہان
میں تھا شوال کا خوش حال	تھا سن بادہ سداور نو کا سال

<p>کتیک معجزہ جس حکایت پر ہے پتفسیر قرآن سو سب عیان کروں ذکر عیسیٰ کا پہی نقل ادبی بیان میں بی بی اسے پاکذات</p>	<p>چٹے باب میں ذکر عیسیٰ کا ہے اوپر یا ہو کے کیوں کروا بیات کتا ہوں میں مریم کی پیدائش اول دیکھو بان جنو کی ہے مریم شجاعت</p>
--	---

<p>عناصر لگائی نفاقی انجن عصر اور مغرب عشا کی نماز سوا سی میں پونجی ہیں دان عزرائیل زشتیان کا لشکر لے دہائی تھی او ای عیسیٰ کے مادر سلام علیک عبادت میں حق سائت شامل ہے توں وئے جواب مریم علیک السلام</p>	<p>تپ محرقہ سخت تھا در بدن سو مریم ادا تب کئے یا نیاز خدا صون لگائی اتھی قال و قیل لباس عرب لکیو آئی تھی او کچھ رو برد آ کو مریم کو دیکھہ ای مریم نماز انیس قائم سے توں سنی جب تک موت سون یہ کلام</p>
---	---

<p>لنگائی ہیں مریم کون تب کہہ کی ہمار دسین سبب میں مریم سافر اسیر سکی بیانی بہایان جتنے حاضر عام دیکس کلجی لکی تو نے میں فاسق نہیں ہوں رکھو درامان</p>	<p>سیونی کر اسو صاحب بیمار چلی لکیو مریم کون جنگل کی دہر پر ہوو مادر قبیسلہ تمام رفما مند ہو کر چھی چہورنی کھے ماتکون مریم فی اسے ہریان</p>
--	---

# اسلام عمر

اس شنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر ۲۲۳ (ورق ۷) سائز ۸ ۱/۲ سطر ۱۳ خط نستعلیق  
 علومِ کرامت کی صراحت :-

یہ ایک شنوی ہے جس میں آنحضرت کی سوانح کے متعلق عمر ابن  
 خطاب کا بیان ابو جہل کا بہکانہ اور عمر کا نہ سب اسلام میں تبدیل  
 ہونا مذکور ہے مصنف کہہ "۔

یورپ کے کسی دوسرے کینڈاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔  
 تاریخ تصنیف وغیرہ کی صراحت نہیں ہوتی اور نہ مصنف کے متعلق کچھ حالات  
 واضح ہوتے ہیں۔

اس شنوی میں اوس حمد و نعت کے بعد آنحضرت کی رسالت کا بیان ہوا ہے اس  
 کے بعد حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی صراحت ہوئی ہے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے :-  
 اب تہ ا

سے وصف اونٹ زخیر البشہ	سعادت ابد سکون ہونا اگر
کرے اسم پرانکے نت جو قدر	صفت اوسنے مصطفیٰ کا سدا
فدا مال ہو ملک گھر ہو در	کرے ناؤں پر اس ہزار ان شمار

حکم ہوا نبی کا آیا امر تب	یو چالیس برس کی ہوئے شاہ جب
نیلو خوش لگے مصطفیٰ کوں تداں	سواں وقت میں کفر تھا بہت دان

نکل کر ہی جاویں دیک غار میں | اچھن جم وہاں کفر کے غار میں

گلیا نوش ہے تو دینی مارو	عمر سنکے قرآن ہشیار ہو
سو ہر کیا آیت پر اذوق پا	ہوا صاف دل کفر کا میل جا
ہدایت دیا دین کا ذوق اسجلا	ہوا دین کا پیار دل میں کمال
سو ایمان لیا نیکوں ہو دل سوندا	گلیا شوق پر شوق ہونے زیاد

خاتمہ

جگر کا قرآن کے ہوتے غم سونب	لگا معروف کو نیکوں تب
شفاعت منجے کراے خیر الانام	محمد پہ ہونا ہزار ان سلام
علیک الصلوۃ علیک السلام	مکینہ یوفی تیرا غلام

## انوار سہیلی

اس کے چہ نسخے یورپ میں ہیں۔ مگر نہ تو مترجم کا نام معلوم ہوتا ہے اور نہ سند ترجمہ کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) بلوم ہارٹ نمبر (۸۶) ورق (۴۳۶) سائز ۸ x ۵ ۱/۲ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔  
 (۲) نمبر (۸۷) ورق (۲۱۹) سائز ۱۱ x ۷ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق  
 یہ صدر الذکر کتاب کا دوسرا نسخہ ہے۔ ویساچ نہیں ہے اور ناقص آخر ہی ہے۔  
 (۳) نمبر (۸۸) ورق (۲۴۵) سائز ۱۱ x ۷ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق  
 یہ بھی اس کا دوسرا نسخہ ہے خط بہت اچھا ہے۔ ناقص الاول ہے۔  
 (۴) نمبر (۸۹) ورق (۱۰۲) سائز ۹ x ۵ ۱/۲ سطر (۱ تا ۱۳) خط نستعلیق  
 یہ بھی اسی کا نسخہ ہے ناقص آلا ختم ہے۔

(۵) نمبر (۹۰) ورق (۱۵۰) سائز ۱۱ x ۷ ۱/۲ سطر (۱ تا ۱۳) خط نستعلیق۔  
 یہ بھی اسی کا نسخہ ہے مکمل نہیں بلکہ صرف باب اول اور دوم کا ترجمہ ہے۔  
 یہ ترجمہ کسی انگریز کے لئے ہوا ہے ابتدائی دس ورق تک حاشیہ میں انگریزی ترجمہ  
 بھی درج ہے۔

(۶) نمبر (۹۱) ورق (۷) سائز ۱۰ x ۷ ۱/۲ سطر (۱ تا ۱۵) خط نستعلیق  
 یہ بھی ایک اس کا ایک ناقص نسخہ ہے جو صرف ابتدائی باب کے چند اوراق کا ترجمہ  
 ہوا ہے۔

کیتلاگ کا خلاصہ :-

انوار سہیلی کا کہنی ترجمہ جو فارسی کتاب مصنفہ ماسن بن علی سے

کیا گیا ہے۔ ایک اور کہانی ترجمہ منشی محمد ابراہیم بن ملک حسن خاں  
سے ۱۲۳۱ھ میں مرتب اور ۱۲۸۲ھ میں مدراس سے شائع کیا ہوا  
نورۂ عبارت حسب ذیل ہے۔

”جو غلیقہ ابو جعفر منصور محمد کا بیٹا علی کا پوتا عابد اللہ کا پوتا حضرت عباس کے اولادوں  
سی سردار کے تحت پریشیا اور طلیہ دمنہ کتاب کی تعریف نہایت آرزو و خواہش  
سون اش کتابکو پیدا کر کہ امام ابو الحسن مفتح کہ بٹ کو دیا امام ابو الحسن اش عصر کہ  
فاصلوں کا سردار تھا ان اش کتابکو پہلوی زبان سون تازی زبان سون  
نقل کیا۔

ابو جعفر منصور ہمیشہ اش کتاب کو مطالعہ کہ بیچ رکھتا اسکی نصیحت و حکمت کہ مطابق  
عمل کرتا تھا“

”سلطان حسین پادشاہ کہ عہد مومن شیخ احمد نام ایک امیر اسکا سپہ  
رہ آورده امیر سارا میرون کا سردار و بڈا و یا تہ دار تھا بہت و فضیلت کارکن  
والا خیر و خیرات کا کرن والا ..... خلق اللہ کہ فائدہ کہ  
وامیت مجہ غریب کو اسیو جہ زما یا کہ اسی محمد بن ملا محمد علی واعظ کہ فرزند تم اش  
کتاب کو پارسی زبان مومن کہو اور اش باغ کہ درمیان اسو بمعنی کا دخت اکادو“  
”گذشتہ دنوں کہ بیچ آور کند ابر سون کہ بیچ چین مشہر کہ درمیان ہوا یون  
قال نام پادشاہ ایک تہا کیسا پادشاہ کہ اسکہ دولت و لشکر کا آوازہ ملک  
بلک پہونچا اور اسکی پادشاہی و بزرگی کا ذکر افتاب کہ مانند شہر شہر شہر  
ہوا تھا۔ بڈا پادشاہ سب اسکی فرمان برداری کا حلقہ جیو کہ کا نون مومن پہرہ تہہ۔  
آور مرتبہ کہ رکھن وال سردار لوک اسکہ حکم برداری کا زمین پوشش دل کہ  
موندہ پردہر تہہ وہ پادشاہ فریدون کہ مانند دیدہ آور حیدر روس مرتبہ سکندر

رجہ قدرت و دارا کہ طرح لشکر کہتا تھا۔ اور جیسا کہ تو نصرت معشوقین کہ رخسار پر  
آگ پانی ایک تہہ رہتا ہی اسیوجہ آٹ پاؤ شاہ کہ عدل سون اک و پانی ایک جگہ جمع  
ہوا تھا۔

ایک کہنی انوار سہیلی کا ذکر ہم نے اپنی تالیف و کن میں اردو میں کیا ہے جس  
کے مولف میاں محمد ابراہیم بجا پوری ہیں۔ جو ۱۸۶۲ء میں جمع ہوئی ہے۔ اسی کا ذکر  
بلازمہ آرٹ نے بھی کیا ہے۔

عبارت کے تقابیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو ٹو ایک شخص کے مترجمہ نہیں ہیں بلکہ  
دو علیحدہ شخصوں کے ترجمے ہیں۔ طرز عبارت سے قیاس ہوتا ہے ان میں میاں محمد ابراہیم  
کا ترجمہ قدیم ہے۔

## دوازده مجلس

اس شہنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔  
 نمبر (۵۴) ورق (۴۴) سائز ۹  $\frac{1}{4}$  x ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔  
 مصنف کھیلانگ کی صراحت حسب ذیل ہے :-

”مختصر واقعات حضرت محمد فاطمہ علی اور شہادت کربلا کے حالات  
 شہنوی بارہ مجلس میں بیان کی گئی ہے۔ نثر میں بیان ہوا ہے اور ہر  
 مجلس کے آخر ایک مرثیہ ہے، بارہ مجلسوں کا بیان حسب ذیل ہے :-  
 (۱) وفات آنحضرت (۲) وفات بی بی فاطمہ (۳) شہادت حضرت  
 علی (۴) امام حسین کے حالات (۵) مسلم بن عقیل کی شہادت۔  
 (۶) شہادت فرزند انسلم (۷) شہادت حجر (۸) شہادت قاسم  
 (۹) شہادت عباس (۱۰) شہادت علی اکبر (۱۱) علی اصغر  
 (۱۲) شہادت امام حسین“

سنہ تصنیف ظاہر نہیں ہوتا مصنف عظمیٰ ہے شہنوی میں دیباچہ و حیرہ کچھ نہیں ہے۔  
 برٹش میوزیم میں دہ مجلس نام ایک فارسی کتاب موجود ہے اگرچہ بیان مندرجہ ابواب  
 ایک ہی ہیں مگر عبارت سے مقابلہ کیا گیا تو دونوں نہیں ملتے۔  
 ”عطا“ کا نوٹہ کلام ملاحظہ ہو۔

مجلس نہم در بیان شہادت حضرت عباس علیہ السلام  
 راویان اخبار مصیبت و ناقدان آثار محبت اس طرح سے روایت کرتے ہیں کہ جناب  
 عباس علیہ السلام کہ سات حسن اور جمال اور صورت کی اور شجاعت اور قوت اور بلند ہی قد میں





## نافرمان عورت

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے :-  
 نمبر (۲۷) ورق (۶) سائز (۸) ۱/۲ x ۵ ۱/۲ سطر (۸) خط نستعلیق  
 کینٹاگ کی صراحت :-

”ایک دکھنی نظم جس میں ایک شادی شدہ عورت کی نافرمانی درج  
 ہے مصنفہ مخدوم“

سید تصنیف غیر ظاہر مصنفہ کے حالات پر وہ تاریکی میں ہیں۔  
 اس مثنوی میں بتایا گیا ہے کہ ایک عورت شوہر کی اطاعت نہیں کرتی تھی اس کا  
 شوہر صاحب دل تھا اس نے عورت کے حق میں بددعا کی جس کے باعث وہ  
 درد شکم میں مبتلا ہو گئی۔ آخر شوہر سے معافی طلب کی اور بیماری سے اچھی ہوئی۔  
 کلام کا نمونہ :-

ابستدا :-

سوسچھی تجھے نید آتی ہر کیون	پیان تجھے سیج بہاتی ہر کیون
پیاریان پیا کون سورا ضی رکھو	اپس پیو کی ارواح تازی رکھو

اتہا کہ درویش نہ تھا دہن مال	اتہی نار اوس کون بری کہ جبال
نہ خاطر میں لیا وی مرد کون ذرا	کہی کچہ تو وی جواب اوسکوں پہرا
مرد کون لکی بولنی اس وضا	منم مسون کہی اوس اراہور ترا

مرد بہت غصی مسون ہوا اہل کتاب	کیا بد دعا لون خدا کن شتاب
ابھی یو ظالم ہر ظلمت کے تار	ایسے دقت از غیب اتر ہی قہار
مرد کا مناجات کیا حق قبول	عورت کے شکم میں اوٹھا درد رسول

کہا پند محمد و م زبان کہول صاف	ہر یک کوئی سستہ پر گنہ ہوئے معاف
ہر یک ٹار بولو یو پوہ اکلام	محمد نبی پر درود سلام

## قصہ معجزہ بی بی فاطمہ (۹)

اس سنوئی کے دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔  
 نمبر (۲۳) ورق (۱۲) سائز ۸ ۱/۲ x ۵ ۱/۴ سطر غیر معین (۱۰ تا ۱۷) خط نستعلیق  
 نمبر (۲۲۳) ورق (۱۶) سائز ۸ ۱/۲ x ۵ ۱/۴ سطر (۱۵) خط نسخ و نستعلیق تاریخ  
 کتابت نہیں ہے۔

کینڈاگ کی صراحت ہے۔

”آنحضرت کی دختر بی بی فاطمہ کے متعلق ایک قصہ مصنف نامعلوم۔“  
 اس سنوئی کا سنہ تصنیف نامعلوم ہے مصنف غالباً مشرق کیونکہ بعض اشعار سے  
 اس کی تائید ہوتی ہے مثلاً  
 ہنکون مشرق آئے سون ہے | جسے لک بزرگی کا یوناؤں ہے

نمبر دار پولیا سخن با مشرق | روانہ ہوئے فاطمہ سطر

سنوئی میں حسب قاعدہ اول حمد و نعت ہے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔  
 ایک مرتبہ کفار قریش نے آنحضرت سے استہزاء کی کہ ان کے یہاں شادی کی تقریب  
 ہے۔ اگرچہ مذہب اسلام کی وجہ سے مخالفت ہے مگر شادی بیاہ ایک علیحدہ شے ہے  
 اور آپ کو خاندان میں فضیلت حاصل ہے اس لئے اگر آپ کی جانب سے حضرت  
 فاطمہ شریک شادی ہوں تو مناسب ہے۔ ”آنحضرت نے ان کی استہزاء کو قبول فرمایا۔  
 مگر بی بی فاطمہ کو تامل ہوا اور قریش کے حقارت سے دیکھنے اور ذلیل کرنے کا فون

وانگیز ہوا۔ اس عرصہ میں جبرئیل وحی لائے اور حکم سنایا کہ خدا کی مرضی ہے فاطمہ  
 ضرور شریک ہوں، بی بی فاطمہ اپنے پچھتے پڑائے کپڑوں سے شادی میں شریک ہوئے  
 مگر آپ کے پیوند لگے ہوئے کپڑے کفار کی نظروں میں زین اور زنا رہن گئے اور  
 چکا چوند پیدا کر دیا۔ اس کو دیکھ کر کچھ تو آنحضرت کا سحر خیال کر کے علیحدہ ہو گئے مگر  
 ایک بڑی جماعت اسلام سے مشرف ہوئی۔  
 اگرچہ تاریخی حیثیت سے اس واقعہ کی صحت نہیں ہو سکتی مگر یہاں تو صرف ادبی  
 حیثیت میں نظر ہے۔ نمونہ کلام۔

ابتداء:-

دیگر یک حکایت مسنود لفریب	بجئے مونسان کے دان کاہو زیب
مسنو فاطمہ کی کرامات کون	فقیر کی مصیبت کی اصفا کون

نہ لازم ہو یوں تمکوں ای نیک نام	کرین قطع رشتہ رحم کا تمام
ہماری قبیلہ میں شادی ہو آج	فلانی کی گھر ہو عروس کا کاج
فلانا جو تیرے قرابت میں ہو	قرابت قریبہ مشہد افت میں ہو
وہی اسکی بیٹی فلانی نیکتین	ہیں اسی تمکون بلانیکتین
کر دو تم کرم اے مشہی پاکذات	تہائے سیکے ہو چلو کی رات
کہے فاطمہ نے اے خیر البشر	ای سلطان عالم شفیع البشر
انہیں میں تمہارا حکم رو کر ہی	تمہارا حکم سنا لکیان پر دہری
تمہارا حکم رو کروں کیا مجال	وہی دلہن گزریا اتہا یو خیال
کرامت سمجھ کر ادایمان بیا ہی	سبب فاطمہ کے ہدایت کوں پائی
اپس سات لے فاطمہ کو سب	خوشحالی سون آئی ہیں خدمت میں اب

## قصہ برہم ادھم بلخ

اسثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۷۴) ورق (۲۴) سائز ۸  $\frac{1}{4}$  x ۶ سطر (۱۴) خط نستعلیق تاریخ کتابت جلوی لاغر  
بمقام مولانا کاتب شیخ اسماعیل ولد شیخ محمد۔

کیلاگ کی صراحت صرف اس قدر ہے

”برہم ادھم کے حالات دکہنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں“

کسی اور کیلاگ میں یہ قلم بھی شریک نہیں ہے۔

اسثنوی کا مصنف کوئی شاعر محی الدین ہے جس کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔

حسب ذیل اشعار سے محی الدین کے مصنف ہونے کا ثبوت مل سکتا ہے۔

حکایت محی الدین کر مختصر | ادب سات یاران سنوکان دہر  
(ص ۷۹)

کہ عرفان کون تون اپس سات کر | اتیا تون محی الدین مناجات کر  
(ص ۸۶)

ثنوی کا نام اور اس کے دکہنی ہونے کا ذکر مصنف کے الفاظ میں سنو۔

خدا یون سنو ازے ہر یک کس کا کام | ہوا نظم دکہنی یو تمت تمام

کہا نظم دکہنی سون قصہ ہوا | محی الدین برلیاے منجہ دعا

براہم کا قصہ ہوا سب تمام | درود بر محی علیہ السلام

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پہر چاروں خلفاء کی منقبت اس کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی کی مہرج پہر اپنے مرشد طہیر الدین اویا کی تعریف کی گئی ہے۔ اس مثنوی میں ابراہیم ادہم کے پورے حالات نہیں ہیں بلکہ ان کی زندگی کے بعض حالات حکایتوں کے عنوان سے بیان کئے گئے ہیں زیادہ تر توکل ترک دنیا کے متعلق حکایات ہیں۔ کئی حکایات بالکل چھوٹی ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے مثلاً یہ کہ ابراہیم ادہم سال تک حسن بصری کے پاس جنگل سے کھڑیاں لاتے رہے اس کے بعد حسن بصری خلافت دی حالانکہ ابراہیم ادہم کو حسن بصری سے نہیں بلکہ فضل بن عیاض سے خلافت ملی تھی۔

قصہ کی ابتدا اس بیان سے ہوتی ہے کہ ابراہیم بلخ کے بادشاہ تھے اور نہایت خوبصورت اور نازک اندام۔ ان کا بستر خاص طور سے صاف اور آراستہ کیا جاتا کہ چونکہ ایک پہل بھی نیچے آجائے تو ان کو نیند نہیں آتی تھی ایک دن ایک لونڈی اس پر لیٹی اور لیٹتے ہی سو گئی۔ جب ابراہیم آئے تو وہ غوت سے کانپنے لگی۔ اور پہر اول تو ہنسنے لگی اور پہر روئے لگی۔ ابراہیم نے وجہ دریافت کی اس نے بیان کیا میں ایک لمحہ سوئی تو اس کی کیا سزا ہوگی اور روئی اس لئے کہ جو روز سویا کرتا ہے اس کو کیا سزا ہو سکتی ہے۔ ابراہیم کو یہ سن کر خدا کا خوف دامنگیر ہوا اور دل سے شرمندہ ہو گئے اس کے بعد چند اور حکایات ہیں آخر چرخ حسن بصری والا قصہ ہے۔ قصہ کے ختم پر دس شعر میں مناجات یہی ہے اور اس پر مثنوی ختم ہوئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد

یو دو جگ کون پیدا کر نہا رک	شنا اول کر تون اول سو کر تارک
تون صاحب ہو ستارا یو ذوالکرم	الہی تون قادر ہو رب الرحیم

رجیان تو صاحب ہے پروردگار | تون حیم قیوم ہے برقرار

نعت :-

سنو میم کے اب روایت بتول | سو او میم نوری محمد رسول  
شرف میم کون تون تیا کچھ دیا | سو او میم ظاہر محمد کیا

رشتہ کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

کہ حادی ہوا مسکن میرا میں | میرا پر حضرت اہی ظہیر الدین  
تون ہو شاہ دو جانب میں و زمان | تہس دنیا را ہوا اسجان دان  
وصیلا ہوا تیرا محمد رسول | علی کے چمن کا ہو تون خاص پہوں

قصہ کی ابتدا :-

حکایت مجبان سنو سب | ہر کان کی بو بات ہو مختصر  
براہم شاہ کراتھا اون کا تادون | بلخہ شہر اوکا مسو تہا تخت ٹہاون  
اہی بادشاہ تخت ورنیک نام | اوکس حق میں رعایت مکنے غافل عالم

ہنسی میں سو او سوا سوا بادشاہ | کہ لمحہ سونے سو یو اسکا سدا  
کہ روتے ہوں سن بادشاہ نیک نام | رین دن سوتا ہو سوا اسکا کیا حال  
سے مشہد ہنشتہ تعجب ہو ہی | سو چہرہ و لکڑ حکم او سکون کینے  
سو کہاؤن تن میں کہو کردگار | کہہ کار ہوں میں سوتون مشہد سار



نکایت عزیزان یو دیکر سستو	اہی کام تو جھکون بخشہ کنو
سویک دن براہیم سا فر ہو کر	چلے دلیں اللہ چر کا دھیان دہر
سوسیدہ سینے سبلا پس تن کے یو	نہ کہاں نہ پائے ہنر ہو جیو جنون
ولے اوکے بلکے سوسمت کپر	چلے یون تو گل کے ہوا سے پوچر

فاتحہ کتاب :-

کہ بتیان سوسیدہ پوچر سو بیس اوپر	عجبان پروا سکون ولسا دکر
یو قصہ ہوا سب یو تہمت تمام	عجبان کہو سن فاتحہ دہام

## سلسلہ خلافت

اسی نمبر یعنی (۷۴) میں ایک نام تمام مثنوی جس کے (۳۷) شعر ہیں اس میں خاندان  
چشتیہ وغیرہ کے افراد کے نام ہیں۔ چونکہ مثنوی نامکمل ہے اس لئے آخری شخص کا  
نام معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن ہے ابراہیم ادہم والی مثنوی کا مصنف ہی اس کا ہی مصنف ہو  
کیونکہ اس کی کچھ مراعات ہیں۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ہر چار پیران چاہ وہ سب خانہ دیان کا ذکر چارو صحابان پر ہو لیکن علی سون نشہ	کہتا ہوں میں تجھ کو نیا نس جیو اتون کا نہ ہر حضرت رسول اللہ سے خرقہ خلافت کا ہوا
---	---

آخری۔

یوحیٰ سہروردی تھا لقب جانو مزید تھا اوسہروردی لاہ (۱) اس میں کا بہتور (۲)	مشیح وجہ الدین کے تھو مشیح ضیاء الدین مید سہروردیان میں تھو خلیفہ مشیح نجم الدین کبیر
--	--

## وفات نامہ پیغمبر

اس ثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۱۶۵) ورق (۱۳) سائز ۷ ۱/۲ x ۴ ۱/۲ سطر (۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت  
دیگر درج نہیں ہے۔

کیٹلاگ میں کوئی صراحت بجز اس کے نہیں کہ یہ ثنوی آنحضرت کے وفات کے متعلق  
ہے اور اس کا مصنف میر ہے۔ اور خاتمہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

”تمت تمام شد کار من نظام شد این وفات نامہ پیغمبر علیہ السلام  
بر زبان دکھنی نوشتہ شد“

”یہ تصنیف درج ہے اور نہ مصنف کے متعلق کوئی معلومات ہیں۔

اس ثنوی میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے آنحضرت کے وفات کے حالات درج  
ہیں مگر اس میں بہت کچھ صدق و کذب کو داخل کیا گیا ہے مثلاً عکاشہ والا قصہ اور حضرت  
علی کے متعلق وصیت کرنا۔

کلام کا نمونہ —

یو دنیا تو فانی عجب باغ ہے	کہ جس میں مہل و پور داغ ہے
یو دنیا ہو یا ران عجب بے وفا	کہ اس کو گئے چوڑ کر مصطفیٰ
یو دنیا نہیں نا کوئی اقامت کر ہی	نیو عمر کس کو نہایت کر ہی
اگرچہ اچھی عمر بوسان ہزار	ولی پہر کہ جاناسو بھی ایکبار

اگرچہ پوی کوئی آب حیات | ولی پنجر مرکب تھی نین نجات

غرض عمر کی تیں قوت میں نیا	کہ ہی کل شش ہا لک آخر فنا
کہوں داستان میں وفات رسول	چو مشک کرین رتن سب قبول
چو تاریخ فرغہ قال تھا	سو ہجرت ہی تب اودہ ہر سال تھا
تب اس سال حضرت شفیع مطاع	کئی روز عرفی کون حجی و داع
اوسے سال میں دین کا نخل ہوا	کہ الیوم اکملت لک نازل ہوا
اس آیت کہ تیں سنگ محراب ب	ہوئی غم قی بہوش بی تاب سب

کیا میرا بیچ اسد ہا سون | رکھا ختم آخر سو صلوٰۃ سون  
 کیا میں ثنا و صفات رسول  
 سو کر ختم آخر وفات رسول

## قصہ گل ہرز

اس قصہ کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۳) ورق (۱۱۸) سائز ۸ سٹم ۶x ۱۱ سطر (۱۱) خط انتعلیق تالیف کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔ کیٹلاگ میں صرف اس قدر وضاحت ہے کہ یہ ایک قصہ فارسی سے وکھنی نثر میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ مصنف کے نام اور سند تصنیف وغیرہ کے تعلق کوئی وضاحت نہ تو کیٹلاگ میں ہے اور نہ مخطوطہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ کسی دوسری کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شامل نہیں ہے۔

قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے :-

ہم کے ایک بادشاہ کو اولاد نہیں تھی وہ متفکر رہ کر تا آخر ارکان دولت سے مشورہ کیا اور ہوں ایک روشن دل فقیر کا پتہ دیا۔ بادشاہ فقیر سے رجوع ہوا۔ فقیر نے کہا جمعرات کی رات کو دعا پڑھ کر سو جائے خواب میں شہد اکا ویدار ہو گا ان سے اپنی اسد عا کرے۔ غرض کہ بادشاہ اسی ہدایت پر عمل کیا۔ ملکہ کو خواہش تھی کہ اس کے بطن سے ہو مگر جب حل کے آثار نہ دیکھے تو دوسرے حرموں کا حال معلوم کیا اطلاع ہوئی ایک حرم حاملہ ہے ملکہ دانی کے ذریعہ کوشش کی اس کا حل ساقط ہو جائے۔ مگر دانی نے حرم پر رحم کر کے اس کو اس کی اطلاع کر دی۔ برت معینہ کرنے پر لڑ کا تولد ہوا۔ ملکہ کے خوف سے اس لڑکے کو دانی کے ذریعہ دوسرے ملک کو روانہ کر دیا گیا اور نشانی کے لئے ایک انگشتری ساتھ کر دی۔ راستہ میں قافلہ پر چور آ پڑے اور تمام مال و دولت لوٹ لیا۔ دانی بچے کو لیکر ملک خوارزم کو پہنچی اور بہوک سے بے طاقت ہو کر ایک شخص بہمن نام کے دروازہ پر گر پڑی۔ بہمن بادشاہ کا باغبان تھا وہ دانی اور بچے کو اپنے مکان میں لے گیا

ایک مہینہ کے بعد دائی مگر مرنے وقت اس نے بہمن سے مکمل واقعہ بیان کر دیا۔ بہمن کو کوئی اولاد نہیں تھی اس نے لڑکے کا نام ہرمز رکھ کر اپنا فرزند شہر کیا۔ اور اس کی پرورش کرنے لگا۔ جب پڑھنے کے قابل ہوا تو شہر کا کوئی مکتب اس کو پندہ لایا اس لئے جہاں بادشاہ کے لڑکے تعلیم پاتے تھے یہی شریک ہوا بادشاہ کے لڑکے کے اس سے دوستی ہو گئی مگر دزرا کے لڑکوں نے حسد کیا اور اپنے باپوں سے کہہ کر ہرمز کو مدرسہ سے نکلوا دیا۔ اس لئے ہرمز اپنے گھر ہی میں تعلیم پانے لگا۔

خوارزم کے بادشاہ کی لڑکی گل نہایت حسین و جمیل تھی اس کے من کا شہرہ من کر اور اس کی تصویر دیکھ کر بادشاہ ایران غائبانہ عاشق ہو گیا۔ گل کے لئے پیغام دیہ خوارزم بادشاہ نے اس کو اپنی عزت خیال کر کے بڑی خوشی سے منظور کیا اور شادی کے لئے ایک سال کی ہجرت مانگی۔

اسی عرصہ میں گل اپنے باغ سے ہرمز کو دیکھ کر اس کی عاشق ہو گئی اور دائی کے ذریعہ ہرمز کو اپنے یہاں طلب کیا اور تو ہرمز کا کیا لکھ چڑھ دز کے بعد ہرمز خود بھی عاشق ہو گیا۔ اور دائی کے توسط سے ملاقات ہونے لگی۔ اس عرصہ میں ایک سال کی مدت گزر گئی اور شادی کی تیاریاں مکمل ہو چکیں مگر گل مشاہد ایران کے ساتھ شادی کے لئے راضی نہ تھی آخر شاہ ایران فوج لے کر لڑنے کے لئے آیا۔ دو فوج کا مقابلہ ہونے لگا اور شاہ ایران کو کامیابی ہونے لگی آخر ہرمز گل سے اجازت لیکر میدان جنگ میں آیا ایران کے کئی ایک پہلوانوں کو قتل کیا۔ ایران کا ایک مشہور بہادر ہزار کش نام مقابلہ کے لئے آیا اور ہرمز کے ہاتھ مارا گیا اب ہرمز بادشاہ خوارزم کے منظور نظر ہو گیا جس کے باعث دزرا خوارزم حسد کرنے لگے۔ اس عرصہ میں بادشاہ روم نے خوارزم سے چار سالہ خراج طلب کیا مگر یہاں اس قدر رقم نہیں تھی بڑی کوشش سے دو سالہ محاصل جمع کر کے ہرمز کے ذریعہ بادشاہ روم کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ اول تو بادشاہ روم اس پر راضی نہ ہوا

[illegible]

”دنگل کی شادی کا میعاد کا ایک ہینہ باقی رہتی ایران کا بادشاہ  
خط لکھا خزان کی بادشاہ کو کہ اب ایک برس کی میعاد میں ایک  
ہینہ باقی ہے اس وقت نیک ساعت ہے اگر تجھ کو خیر ہو تو دسی  
وقت پوچھوں اور شادی کا کام انجام کہ دن میں ستارہ جواب کا انتظار  
ہوگا“

## قصہ شام و قمر

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر (۹۴) ورق (۳۹) سائز ۹ ۲/۲ ۶ x ۴ ۱/۲ سطر (۱۳ تا ۱۴) خط نستعلیق تاریخ کتابت  
 صحیح نہیں ہے اور نہ کتاب کا نام ہے۔

کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ :-

”شہزادہ ہشام اور ملکہ قمر کی داستان و کہنی نظم میں بیان کی گئی  
 ہے۔ اس کا مصنف میر نجیب اللہ شاہ رہتا سی ہیں جو حضرت  
 میر شاہ سے بھی موسوم تھے۔ اس میں حضرت عمرؓ کے زبانی ایک  
 قصہ آنحضرتؐ کو سنایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ وہ منصر جاتے ہوئے  
 راستہ میں ملک شام کے شہزادے سے کس طرح ملاقات ہوئی  
 اور اس کی جو انفرادی و بہادری اور اس کے عشق کی داستان کہی گئی  
 ہے۔ نظم میں تاریخ تصنیف بیان نہیں ہے۔ خاتمہ فارسی کے چار  
 شعر پر ہوتا ہے۔“

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی شریک نہیں ہے مصنف کے متعلق کوئی معلومات  
 نہیں ہیں۔

مثنوی میں حمد و نعت و خیرہ کچھ ہی نہیں ہے بسم اللہ کے ساتھ اصل قصہ ہی شروع  
 کر دیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرتؐ صلعم متفکر تھے حضرت عمرؓ نے وجہ دریافت کی اور آنحضرتؐ کے  
 حسب خواہش ایک واقعہ جس کو انہوں نے بچپن میں خود دیکھا تھا بیان کیا کہ ان کی اپنی



بہادری ضرب المثل تھی اور کوئی ان کا مقابل نہیں تھا۔ ایک مرتبہ مصر جاتے ہوئے راستہ میں ایک جوان سے مقابلہ ہوا مگر اس پر کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ جوان ہشام نام ملک شام کا شہزادہ تھا۔ عمر کو اس کی بہادری پر تعجب ہوا اور جوان سے اس کے حالات دریافت کئے اس نے اپنے حالات بیان کئے جب حضرت عمر کو معلوم ہوا کہ وہ شہزادی قمر پر عاشق ہے اور وصال کی کوئی صورت نہیں تو ان کو اس سے ہمدردی ہوئی اور اس کے ساتھ امداد کے لئے روانہ ہوئے یہ ایسے وقت پہنچے جب کہ قمر کی شادی ہو رہی تھی۔ جب قمر کو اس کی اطلاع ہوئی کہ ہشام آیا ہے تو اپنے والدین سے اجازت لیکر ہشام سے ملنے کے لئے باغ میں آئی اور ہشام کے ساتھ روانہ ہو گئی جب قمر کے باپ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ ایک فوج کے ساتھ ہشام کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ ہشام زخمی ہو کر مارا گیا۔ اس کے پنج میں قمر بھی جان دے دی۔ عمر نے ان دونوں کو دفن کیا۔ اس کے بعد آنحضرت اور عمران کی قبر پر گئے دو نوئے اسلام قبول کیا۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

کسی بات میں تجھے بہت سچ غم	کئیں ایک دن میں شفیع الامم
کہ اتنے میں از در درائے عمر	نظر یا نبی جیکی تھی طرف در
کہا یا عمر بیٹو میرے ساتھ	کیا اسلام اور کھڑے باز دھاتہ

میں ہوں بادشاہ زادہ ملک شام	کہا اے عمر میرا ہشام نام
مرا باپ تھا عجم کا بادشاہ	نیز شام جو ہی عرب میں بہ پا
میری باپ تھا اب تو ہی وہ بہم	ملک شام کا اور تمامی عجم
ایسے غم سین رہتا تھا دوس در دوس	نہ ہونا تھا میری پدر کون پسر
دعا اور طبابت سین ہوئی غریب	ہزاران فقروں ہزاران طبیب

جی لگ نہوسی خدا کی رضا | نہ چلتی طبابت نہ حکمت دوا

خدا یا بحق محمد رسول | یہ میری عرض ہوئے درگاہ قبول  
کہ دنیا میں جز درد آل نبی | کوئی اور جھکون نہ ہو ہی کبھی  
جو غم ہو تو آل محمد کا ہو | الم ہو تو آل محمد کا ہو

## بہار دانش کی حکایتیں

انڈیا آفس کے کتب خانہ میں بہار دانش کی حکایتوں کے دو خطوطات ہیں جس میں دو کہنی نثر میں اس کی بعض حکایات کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

نمبر (۷۵) ورق (۶۴) سائز ۸ ۱/۲ x ۵ ۱/۲ سطر (۱۰۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت نام کا تلبہ غیر موجود ہے۔

نمبر (۷۶) ورق (۱۲۹) سائز ۸ ۱/۲ x ۵ ۱/۲ سطر (۱۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت اور نام کا تلبہ غیر موجود ہے۔

بوم ہارٹ کی وضاحت کا حلاصہ ہے۔

”دو کہنی زبان میں یہ حکایات ہیں ان کا مصنف مرزا محمد اسماعیل ہے  
ڈاکٹر لیڈن نے انگریزی میں مسدود ورق پر مصنف کا نام لکھا ہے۔ یہ حکایات  
فارسی بہار دانش سے ترجمہ کی گئی ہیں۔“

دوسری کیلاگوں میں یہ شریک نہیں ہیں۔ مجلہ جامعہ عثمانیہ کے ایک مضمون نگار شیخ چانزہا  
نے بہار دانش پر مضمون لکھتے ہوئے ان کا ذکر کیا ہے مگر کئی ایک امور صحت طلب ہیں۔  
اول الذکر میں دو حکایات اور آخر الذکر میں چار حکایات ہیں۔ شیخ چانزہا صاحب نے  
اس کو برعکس لکھا ہے۔

مرزا محمد اسماعیل کمپنی کے ملازم تھے غالباً سررشتہ فوج سے تعلق تھا۔ انگریزوں کو  
تعلیم دینی دیا کرتے تھے

ان حکایتوں کا کوئی خاص نام نہیں ہے اس لئے لمبا خط مضمون حسب ذیل ناموں  
سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) حکایت سوواگر۔ اس کہانی میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک سوواگر تھا جس کا لڑکا بچپن اور اوج بے شس تھا۔ باپ نے بہت کچھ نصیحت کی مگر کوئی اثر نہیں ہوا آخر گھر سے نکال دیا مگر ماں نے پوشیدہ طور پر ایک ناکھ روپے اس کو دئے۔ لڑکا ایک دوسرے شہر میں جا کر ان کو بہت جلد صرف کر دیا مگر اتفاق سے دو موتی جو غوطہ خوروں نے نکال کر دئے تھے اور گراں قیمت تھی ان کو ران میں سی کر روانہ ہوا۔ راستہ میں چروں نے قافلہ پر چھاپا مارا مگر چونکہ موتی بدن کے اندر تھے ان کی کسی کو خیر نہیں ہوئی اب یہ چروں میں رہنے لگا چند روز بعد چروں کے سردار کو قتل کر کے لڑکی کو زبرد جاہر سمیت لے پہگا اور اپنے شہر کو آ پہنچا باپ نے خوش ہو کر شادی کر دی۔

نمود عبارت :-

”قدیم دنوں میں بیچ ملک ہند کے ایک سوواگر بہت بڑا حور عمدہ تھا  
اوسے چار بیٹے تھے تین لائق حور ایک بڑا نالائق کہ تمام دن ہور  
تمام رات بیچ نشہ شراب کے مست رہتا جشن یاری میں مشغول۔  
”بہت چینی باپ کی اس بیکام میں خراب کیا باپ اوس  
کا اس نالائقی کو دیکھ کر بہت نصیحت زیادہ حد سن کیا ہور  
دوسری لوگان کی مون سے سنی کہنی فرمایا آخر اوسکی دلیمن  
ہرگز یہ نصیحت مان باپ کی ہور خوشی عقر باکی سہ مو برابر اوسکی  
خاطر نالائق میں جا کا نلی“

(۲) چوہوں کا بادشاہ۔ اس حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ چوہوں کا ایک  
بادشاہ تھا اور لوٹری اس کی وزیر تھی جس جنگل میں یہ رہ کرتے وہاں اکثر قافلے آیا کرتے  
ایک مرتبہ قافلہ آیا اور اپنے ایک اونٹ کو جو چلنے سے معذور تھا جنگل ہی میں چھوڑ گیا

چوہوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا مگر گیلیان کے بادشاہ کے کلڑی والے نے اس اونٹ کو بیجا کر اپنے بادشاہ کو تحفہ پیش کیا جب چوہوں کو اس کی خبر ہوئی تو بادشاہ سے کہا گیا کہ اونٹ واپس کیا جائے۔ بادشاہ نے کچھ التفات نہیں کیا اب چوہوں نے بادشاہ کے خزانہ پر دھاوا کیا اور خزانہ جنگل کو منتقل کر دیا گیا اور ایک سپاہی کے ذریعے ایک فوج فراہم کی جس میں سوار پیدل توپ خانہ سب ہی موجود تھا۔ گیلیان کے بادشاہ سے جنگ ہوئی۔ چونکہ خزانہ خالی ہو چکا تھا اس لئے شکست ہوئی اور وہ قلعہ میں محصور ہو گیا۔ صلح کی درخواست کی اونٹ واپس کیا گیا اور چوہوں نے خزانہ واپس کر کے اپنا راستہ لیا۔ فوج کو درخواست کر دیا گیا اور بدستور اونٹ جنگل میں رہنے لگا۔

عبارت کا نمونہ :-

”ایسا کہتی ہیں کہ کیدان کی سبھ میں ٹیک جہاری ہوت  
بری تہی اور اوس جہاری میں ٹیک تالاب ہوت عظیم تھا اکثر  
کبھی کبھی اوپر اوس تالاب کی قافلے اوترتی تہی۔ قضای الہی  
ٹیک روز اوس تالاب پر ٹیک قافلہ ہوت برا کہ ہزاروں اونٹ  
اوقاطر اور کہوری تہی اوس اونٹوں میں سے یک اونٹ سفید  
زخمی ہو کر چلنے سے رہ گیا تھا قافلہ والی لاچار ہو کر اوس اونٹ  
کو چم کر جنگل میں چلی گئی۔“

خاتمہ :-

”اور اونٹ کو حکم کیا کہ بوجب آگ کی تمام دن چکر رات کون دیواری  
پر صر رہو اور بادشاہ اپنے محل میں پہنچ عیش عشرت میں مشغول  
ہو رہا ہے۔“

آخر الذکر کتاب کی چار کہانیاں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) قصہ احمق برہمنی ورق (۲۷) سطر (۹)

قصہ شروع سے آخر تک فحش ہے۔ اس کا مختصر خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

ایک جاہل برہمن کی عورت نہایت حسین تھی اس کے حسن و جمال پر ایک اور شخص  
 زلیفہ ہو گیا کامیابی کی صورت اس میں خیال کی گئی کہ کسی ترکیب سے برہمن کو یہاں سے  
 ٹالا جائے۔ ایک دن برہمن سے اس کی عورت کہنے لگی، میری سہیلیوں سے مجھے  
 بڑی مذمت ہوتی ہے اور لوگ تنے دیتے ہیں کہ تم مقدس دین سے واقف نہیں ہو  
 غریب برہمن بی بی کی خاطر گھر سے روانہ ہوا اور اب اس کی عورت اپنے عاشق کے ساتھ  
 لطف اندوز ہونے لگی۔ چند سال کے بعد برہمن واپس ہوا۔ اس کی عورت نے پھر دوسری  
 ترکیب نکالی اور کہا یہاں کاراجہ ہر برہمن سے پانچویں دید یعنی تریا دید کے متعلق دریافت  
 کرتا ہے اور جو اس سے ناواقف ہوتا ہے اس کو قتل کر دیتا ہے۔ برہمن اس کی تلاش  
 میں روانہ ہوا راستہ میں ایک کنویں پر پانچ عورتیں تھیں اور وہ برہمن کا حال سنکر  
 ہر ایک باری باری سے درس دیتی ہے یہ درس کوئی سبق نہیں بلکہ حیا سوزی اور عیاری  
 اور بد اعمالی ہے اس کے بعد برہمن واپس ہوا اب اس کو عورت کی مکاری اور عیاری  
 معلوم ہو چکی تھی مگر پرہیزگار ہی حاصل نہیں ہوئی۔ دھوکہ میں سدھن سے شاد کام ہوا اور  
 ناک کاٹ دی وہ دیوتاؤں سے اپنی مجبوری ظاہر کی۔ دیوتاؤں نے اس کو بے قصور قرار  
 دے کر کٹھی ہوئی ناک واپس دی صبح کو برہمن نے سدھن سے معافی مانگی۔

کچھ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

”ایسا کہتے ہیں کہ بیچ ملک ہند کے ایک مشہر میں برہمن تھا اس  
 برہمن کو جو دہوت حسین تھی کہ صورت اسکی ماہ تاب و یک کر  
 شہر مندہ رہتا تھا۔ اور ہوا اسکی قوس قرہ کی موافق تھی اور

آنکلیان مانند ہرن کی اور تاک مثل کھانڈ کی اور ہونٹاں مثل باقوت  
کی تھی اور دانتاں مثل موتیوں کی تھی اور چہاتی مثل آئینہ کی صاف تھی  
اور چوہن میں مثل قبہ نور کی اور کمر مثل چیتی کے باریک“

(۲) قصہ احمق عورت - ورق (۱۰) سطر (۹)

یہ بھی غش ہے۔

(۳) خوبی قسمت (۹) ورق (۵) سطر (۹)

قصہ کا خلاصہ :-

ایک بادشاہ تھا جس کو کوئی اولاد نہیں تھی ایک فقیر نے ایک انار دے کر وعدہ  
کیا کہ پہلا لڑکا اس کو دیا جائے گا۔ اس کے بعد بادشاہ کو - دولڑکے ہوئے حسب وعدہ  
فقیر کو ایک لڑکا دے دیا گیا فقیر دراصل ایک دیوتا وہ بادشاہ کے لڑکے کو قتل کر دیا۔  
اس دیوتا کا ایک گھوڑا تھا جو دیوتا کے باغ میں رہتا تھا اس نے بادشاہ کو اس کی اطلاع  
دی اور گھوڑے ہی کے حسب ہدایت عمل کر کے بادشاہ کے لڑکے نے دیوتا سے نجات  
پائی اور ایک دوسرے ملک کو جا کر وہاں کے بادشاہ کی لڑکی سے شادی کی مگر ایک  
پری کی غلامی میں گرفتار ہوا۔ اس کے بعد دوسرا بیٹا تلاش میں نکلا اور شطرنج کی  
بازی جیت کر غلامی سے آزاد کر لایا اور خود پری سے شادی کی اور دونوں بیٹوں کا سیلاب  
واپس ہوئے۔

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

”حکایت یہ ہے کہ سچ ملک بنگالے کی یک بادشاہ  
بہت نامور تھا کہ سچ خرائی اور جواہرات کی ثانی اوسکی کوئی تھی“

تہا لکن اوسی فامش اولاد کی بہوت تھی اور عمر او کی پچاس  
 برس کی ہوئی تھی مگر اولاد نہیں ہوئی ایک روز بادشاہ اور پشادہ زادی  
 اعتراز ہو کر باہر شہر کی ایک محل تیار کر کے بادشاہ زادہ کو اوس  
 محل میں روانہ کیا۔

خاتمہ :-

روز اور بادشاہ زادہ کو اور پری کو اور اوسکی بیانی کو از سر نو شادی  
 کر کے شہزادہ کو اپنا جای نشین کر کے آپ کو مشہ عافیت کا اختیار  
 کر کے بیچ عبادت خدا کی مشغول رہا اور مشاہ زادہ بند و بست  
 بادشاہت کا کر کے اپنی عیش و آرام میں مشغول رہا۔

(۸) حکایت جنگلی شہزادہ ورق (۸) سطر (۸)

یہ بھی بلانام قصہ ہے بلحاظ نفس مضمون مندرجہ صدر نام مناسب ہو سکتا ہے۔ اس  
 میں بتایا گیا ہے ایک بادشاہ کے سات لڑکے تھے۔ ساتوں مل کر شکار کے لئے گئے  
 ایک اونٹ جو دراصل کساںس تھا چم لڑکوں کو لقمہ بنا گیا ساتواں وہاں سے فرار ہو  
 اور اس کے بعد ایک دوسرے بادشاہ کا وہاں گذر ہوا کساںس خود کو ایک خوبصورت  
 عورت کے بھیس میں پیش کیا وہ بادشاہ اس کے حسن کا دیوانہ ہو کر اپنے شہر کو لے گیا یہاں  
 اس نے بادشاہ کے ہاتھ گھوڑوں۔ اونٹوں اور بیلوں کو کہا کہ ان کے سر بادشاہ  
 کے دوسرے چار بیوی کے محلوں کے نیچے دفن کر دیئے اور بادشاہ کو یہ کہہ کر انہوں نے  
 اون کو کہا ہے ان کے قتل پر آمادہ کر لیا بادشاہ وزیروں کو حکم دیا ان چاروں کو قتل کر  
 جائے مگر چونکہ چاروں وزیروں کی لڑکیاں تھیں اس لئے وزیر اس نے ان کو قتل نہ کر کے  
 ایک خشک کنویں میں رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا۔ یہاں چاروں کے چار لڑکے تھے



ہوئے ہوسک کی شدت سے، انہوں نے تین کو کہا یہاں جب چوتھے کی باری آئی تو اس کی اس نے اپنے لڑکے کو دینے سے انکار کیا اور ان ہی کے لڑکوں کا گوشت جو اس نے نہ کہا کر کہا تھا واپس کر دیا۔ اس عرصہ میں ایک بزرگ ظاہر ہوئے اور انہوں نے ان چاروں کو کھانا پانی دیا اور کہا اس لڑکے کا نام جنگی شہزادہ ہے اس کی وجہ سے ان کو یہاں سے نجات ہوگی۔ چند سال کے بعد وہ لڑکا بڑا ہوا اور کنویں کا منہ پوشیدہ ہو کر ایک سوراخ ہو گیا اور جنگی شہزادہ روز اس سے باہر آنے لگا بادشاہ کے ایک منصب دار نے اس کو اپنا لڑکا بنا کر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ بادشاہ اس کو اپنا فرزند بنا کر پرورش کرنے لگا۔ رکس اس کو اس کی خبر ہو گئی اور اس کے مارنے کی تدبیر کی مگر ہر مرتبہ جنگی شہزادہ کو کامیابی ہوتی گئی۔ اس کامیابی میں اول لڑکا بادشاہ کا لڑکا ہی شامل ہو گیا۔ غرض ایک طویل مدت کے بعد بادشاہ کو اصل حال سے آگاہی ہوئی رکس قتل ہوا کنویں سے چاروں بی بیوں لائی گئیں اور ہنسی خوشی بسر ہونے لگی، عبارت کا نمونہ :-

”رہایت کرنی ہا رہی خبروں کی ایسے روایت کرتی میں کہ بیچ ملک  
دکن کی ایک پادشاہ رہتا تھا اوس پادشاہ کو ثانات (سات)  
بیٹے تھے ایک روز وہ ساتوں شہزادے واسے مشکار کی بادشاہ  
سی آکر نصرت لگئی پادشاہ رضا دیا اور فوج اپنی ہمراہ کیا جب یہ  
ساتوں شہزادے واسے مشکار کی طرف یک جنگل کی گئی لاکھن  
کھین یک جانور چند پرند نہیں نظر آیا“

خاتمہ۔

”بہ موجب بادشاہ کی تمام امرا اور وزرا بدل اطاعت میں شہزاد کی  
دست بستہ حاضر ہوئی بعد ازاں پادشاہ اپنی باقی عمر بیچ

گوشتے قناعت کی بیٹ کر بیچ عبادت اور بندگی میں خدا تعالیٰ کی مشغول رہا۔

(۵) بہار دانش کی اور بار مختصر حکایتیں نمبر (۸۵) پر ہی موجود ہیں ورق (۱۱) سطر (۹) ان کے مترجم کا نام معلوم نہیں مرزا محمد اسماعیل کی مترجمہ نہیں معلوم ہوتی۔ ہر حکایت کا نتیجہ آخر پر یہ برآمد ہوتا ہے کہ نصیحت سننے سے کامیابی حاصل ہوتی۔ یہ کتابیں کسی انگریز ٹامس جروس کے لئے مرتب ہوئی ہیں۔ عبارت کا نو زما غلام۔

تیک بادشاہ تھا خواہ اسان میں نام اوسکا نوروز ادا بادشاہ  
 بہوت عادل اور صاحب انصاف تھا اوس بادشاہ کے  
 ملک میں تمام رعیت خوش حال رہتی تھی۔

اسی میں چند گالستان کی حکایتوں کا ہی ترجمہ ہے ان کا مترجم ہی ظاہر نہیں ہوتا  
 غالباً یہ ہی اسی انگریز کے لئے مرتب ہوئی ہیں۔

## ترجمہ گلستاں

گلستاں کے متعدد ترجمے یورپ میں ہیں جو کسی ایک شخص کے ترجمے نہیں ہیں بلکہ مختلف اشخاص کے مختلف اوقات میں کئے ہوئے ہیں۔ سلسلہ وار ہر ایک کی صراحت کی جاتی ہے۔

(۱) نسخہ برٹش میوزیم (۶۶۲/۱۱۱) ورق (۸۵) سائز ۱۰ ۱/۲ x ۷ ۱/۲ سطر (۱۹) خط نستعلیق۔

ہوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ ہے۔

”سعدی کی گلستاں کا وہ کہنی ترجمہ مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں نہ تو نظم میں نصف کتاب کا ترجمہ ہے جو باب ہفتم کے گیا رہیں حکایت تک کیا گیا ہے۔“

اصل ترجمہ سے یہی نہ تو مصنف کا نام ظاہر ہوتا ہے اور نہ تاریخ تصنیف اس لئے کسی صراحت کے بغیر نمونہ دیج کیا جاتا ہے۔

”باب پہلا بیچ خصلت بادشاہان کے۔ حکایت ایک پادشاہ کے تیس ہم سنہ مارنے ایک قیدی کے اشارہ کیا بیچارہ بیچ وقت نامیدی کے جس زبان سے کہہ رہا تھا پادشاہ کتین گاتے دینے لگا وہ کہنا شروع کیا کہ کہا ہے جو کوئی عاتقہ

جان سے دہوے۔ جو کچھ بیچ دل کے ادی کہی۔ بیت وقت ضرور کہے جوں نہیں ابھی بہ کنا ہاتھ پکڑے سہ شمشیر تیز کا بادشاہ نے پوچھا کیا کہتا ہے۔ ایک وزیر نیک ذات نے کہا

اے خداوندِ جان کے کتاھے پادشاہ کے تیں رحم آیا خیالِ خون  
اوس کے سے گذرا“

(۲) نسخہ ۱۸۶ یا آفس نمبر (۹۶) ورق (۱۶۷) سائز ۹ ۱/۲ x ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔  
(۳) ایضاً نمبر (۹۷) ورق (۲۰۹) سائز ۸ ۱/۲ x ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق  
یہ دونو گستاں سعدی کے دکھنی ترجمے ہیں مصنف کا نام اور سنہ تصنیف نامعلوم۔  
اول الذکر نسخہ دیباچہ کے ساتھ آٹھ باب کا ترجمہ ہوا ہے مگر آخری باب کا ترجمہ مکمل  
نہیں ہے۔ اشعار کا ترجمہ بھی نہیں ہوا ہے۔  
نسخہ ثانی میں گستاں کے منتخب حکایات کا ترجمہ ہے لیس اللہ کے ساتھ ہی پہلی حکایت  
کا ترجمہ شروع کر دیا گیا ہے۔ دیباچہ کا ترجمہ شامل نہیں ہے۔ ذیل میں ان دونو کا اقتباس  
درج کیا جاتا ہے۔

..... کہ عاقلان کہی ہیں جو کوئی ہات جان سین دہووی جو کچھ کہ  
ولیں آوی سو کہی: بیچ وقت ضرورت کہ جب بہاک ناسکی لبوی  
بیچ ہات کی قبضہ شمشیر تیر کا جب عاجز ہوتا ہے ادھی لمبی ہوتی  
ہی زبان اوسکی کہ عاجز ملی پہلنگ مارتی ہی اور پرتی کے بادشاہ  
پوچھا کہ کیا کہتا ہی یک وزیروں سین نیک خصمت کا کہا ایصا جب  
ان کہتا ہی غصیکو کہانیوالی ہو تقصیر معاف کرنے والی ہو احسان  
کرنے والی لوک کتیں خدا تعالیٰ دوست کہتا ہے بادشاہ کون  
اور پراوسکی رحم آیا ہو رادھی سین اوسکی خون کے گذرا۔۔۔۔۔  
اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔۔

جہان ای بیانی نہر ہی سات کسی کی دل بیچ جہان کون پیدا کرنی  
ہر کی بند کہ بس ہی مست دی ٹیکا ہو پست اور ملک دنیا کی کیا دہسلی

کہ اوتھ سہریکی بہوتون کون پالی ہو مار والی جب جائیکا ارادہ کری جان  
پاک نی تخت پر مرنا کیا ہو رتی پر مرنا کیا

نوند عبارت خاتمہ کتاب :-

”بیچ بیان گلستان کی تہمت کی کہتا ہے کہ خدائے بزرگ ہو رہ بند کی مدد  
سین کتاب تمام ہوئی پن جیسا کہ دستور اور مولفان کا ہی تھا قدیم  
تاریخی“

حکایت اول کا ترجمہ (خطہ ہوسد از زندگانی)

حکایت بات یک بادشاہ کا سونا ہون میں کہ کاتنی مون یک  
بندیوان کی اشارہ فرمایا بیچارہ نامیدی کی حال میں مون زبان بیچ  
جو کچھ کہتا تھا بادشاہ کون کالی دیا اور سخت کہا کہ دانا لوک کہی ہیں  
جو کوئی بات جان سون دہو وی جو کچھ دل مون آوی کہی جس وقت نامیدی  
ہوئی آدمی دراز کری اپنی زبان کی تیں جی سائی عاجر ہوئی حلقہ کری کتاب پر  
بادشاہ پوچھا کہا تھا سے دزیرون حاضر تھا۔ کہا اسے صاحب بندیوان  
یہی کہتا سی جو کوئی تلی کرے غصہ کی تیں اور معاف کرے آدمی پر خدا تعالیٰ  
دوست رکھتا سی اس نیک کار کون بادشاہ کو ہربانی آیا و سکی خون  
کی خیال سوں درگدرا۔

پیرس نمبر (۸۳۳) ورق (۷۴) سطر (۱۱) صرف باب اول کا ترجمہ ہے ترجمہ دیگر کا  
نام نہیں ہے بعض اندرونی مشہداتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی انگریز کے لئے ترجمہ

کیا گیا ہے۔ ذیل میں نمونہ کلام درج ہے۔

ابتداء:-

”ستاہوں کہ یک بادشاہ کسی بگیناہ بندی کی قتل پر ہشتم  
غضب سے اسرار کیا وہ بیچارہ اپنے جان سے اٹھا کہ حکم حاکم مرگ  
مغا جات اور اپنی زبان میں بادشاہ کو گالیاں دینے اور اسکی  
حضور پر نور میں نالایق باتیں بنی تامل زبان پر لاسنے لگا“

پیادس نمبر (۸۲۷) ورق (۱۸۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت مترجم کا نام وغیرہ  
نامعلوم۔ بعض جگہ حاشیہ پر فرنیچ عبارت درج ہے جس سے ظاہر ہے کسی فرنیچ کے لئے  
ترجمہ کی گئی ہے یا بطور سبق اس لئے پڑا ہے۔ اس میں ویساچہ کا ترجمہ بھی شامل ہے۔  
ابتداء کتاب:-

”شکر ہے پاک و بزرگ خدا کی درگاہ میں کہ بند کی وطاعت کا کرنام  
اسکی نزدیکی و مہربانی کا موجب ہے اور اسکی شکرانہ کا کہنان نعت  
کی زیادتی کا سبب ہے۔“

ہوں میں کہ ایک بادشاہ فی ایک بگیناہ کہ قتل کرن کہ  
واسست حکم دیا تھا اور وہ بیچارہ دانا امید کی کہ حال میں جو ایک زبان  
کہ وجانتہا تھا اسے زبان میں بادشاہ کو گالیاں دینے و بد کہتی لگا  
دانا یوں کہا ہے کہ جو ایک شخص اپن جان سے تہ صا تہہ کو دہوتا ہی  
وہ شخص جو کچھ اپن دل میں کہتا ہے اسی بات کہ زبان پر لا دتا  
ہی“

## قصہ انار رانی

اس قصہ کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر (۲۲۷) ورق (۲۳) سائز ۸ ۱/۲ x ۶ سطر (۱۳ تا ۱۰) خط نستعلیق  
 کیتھاگ کی صراحت :-  
 ”دکنی نثر میں شہزادی انار کی داستان جو ایک پریوں کی کہانی ہے  
 مصنف نامعلوم“

کسی اور کیتھاگ میں یہ شریک نہیں ہے اور مصنف کے متعلق کوئی معلومات حاصل  
 نہیں ہوئے۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک بادشاہ تہاجس کو ایک زمانہ دراز تک اولاد کی تنہائی گزرنا ہوتی تھی آخر خدا  
 نے اپنے فضل سے چار لڑکے دیئے ان کے جوان ہونے پر بادشاہ نے ان کے  
 شادیوں کی تیاری کی۔ تین شہزادوں نے شادی کر لی مگر چوتھے نے شادی سے انکار  
 کیا اور انار رانی کا حال سن کر اس کے تلاش میں روانہ ہوا ایک پہاڑ کے دامن میں  
 ایک جوگی رہا کرتا شہزادے نے اس کی خدمت شروع کی عرصہ تک وہ اس کی خدمت  
 کرتا رہا آخر جوگی انار رانی کا پتہ دیا اور اس کے حصول کی ترکیب بتائی شہزادہ روانہ ہوا  
 راستہ میں دیو اور پریوں سے مقابلہ ہوا جوگی کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کر کے  
 کامیاب ہوا انار کو لے کر وطن کو واپس ہوا جب قریب پہنچا تو انار کو کاٹنا اس میں سے  
 ایک نہایت حسین و جمیل پری نکل آئی اس کو ایک باغ میں چھوڑ کر سواری کے انتظام  
 کے لئے شہر کو گیا اس عرصہ میں ایک کالی بھٹکل دھوبن وہاں آئی اور انار رانی کے  
 کپڑے پہن کر اس کو کنویں میں گرادیا اور خود شہزادہ کی منتظر ہو بیٹھی۔ جب شہزادہ آیا تو

حیران ہوا اس نے بیان کیا تمہارے ملک کی ہوا کے باعث میرا رنگ سیاہ ہو گیا اور  
 میں بڑھکل ہو گئی مجبوراً اس کو اپنے شہر کو لے گیا۔ اور شرمندگی سے بسر کرنے لگا۔  
 اس عرصہ میں انار رانی ایک خوبصورت پھول بن گئی اور اس کی شہرت ہوتے لگی۔ ہر  
 شخص اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ پھول کسی کو نہ ملا۔ شہزادہ بھی  
 اس پھول سے واقف ہو کر وہاں گیا اور پھول کو لے کر گھر آیا کچھ عرصہ کے بعد جلی رانی  
 کو اس کی حقیقت معلوم ہوئی اس نے پھول کو سُل کر پھینک دیا۔ اس کے بعد مختلف  
 صورتیں وہ اختیار کرتی گئی اور ہر مرتبہ جلی رانی اس پر غالب آئی آخری مرتبہ ایک غریب  
 کی لڑکی کی صورت میں تبدیل ہوئی تھی مگر یہاں بھی جلی رانی غالب آئی اور اس کو قتل  
 کر دیا گیا۔ اس کے قتل ہونے پر جنگل میں ایک دیوار قائم ہو گئی اور اس کے دوسری جانب  
 کسی کسی کو خبر نہ تھی۔ ایک مرتبہ وہی شہزادہ شکار کے لئے اور ہر نکل آیا اور اس دیوار کے سایہ  
 میں بیٹھا۔ چکور کے چورے نے وہاں آکر گفتگو شروع کی اور انار رانی کا قصہ آپس میں بیان  
 کیا اور آخر پر یہ بھی کہہ دیا کہ دیوار کے اس طرف ایک محل ہے جہاں انار رانی مردہ پلنگ  
 پر لیٹی ہے اور اس کے قریب آب حیات کا چشمہ جاری ہے اگر وہ پانی اس پر چہرہ کا جائے تو  
 وہ زندہ ہو جائے گی۔ شہزادہ ان کی بتائی ترکیب سے وہاں گیا اور کامیاب واپس ہوا۔  
 شہر آکر مصنوعی اور جلی رانی کو قتل کیا اور خوشی و شادمانی سے بسر کرنے لگا۔

عیارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

”کہنے ہمارے خیموں کے ہو رہا قلات آگے کے کہے ہیں کہ سچ ملک  
 ہندوستان کے ایک بادشاہ تھا کہ سخاوت اور جوان مردی اور  
 عدالت میں مانند اسکے دنیا میں کم اور خزانے اور سونا روپا اور زرد جواہر  
 اور اسباب سپاہ حد سے زیادہ تھے۔“  
 ”لاکن آہوس بادشاہ کو سوا ہی اولاد کی کچھ دل میں آرزو نہیں تھی



اور ہمیشہ راستے اولاد کی بیچ درگاہ خدا تعالیٰ کی دست بردار تھا اور رات ہو  
دن یا د میں اللہ کے رہتا تھا۔

”جو شخص کہ اوس باغ کو آتا اوس باولی کی طرت کرتا اوس پہول  
کو دیک کر توفی کی خاطر قصہ کرتا لکن وہ پہول کسے کی حیات نہیں پڑا ایسے  
طرح سے یہ بات تمام شہر میں شہر ہوئی اور رفتہ رفتہ ان چاروں شاہزادوں  
کو خبر ہوئی واسطی سیر کے اس باغ کون چار دن شاہزادی ملکو  
لگئے۔“

”انارانی کو دیک کر ہوت خوش ہوئی اور چہ پہنے رات اور چہ  
پہنے دن کی شادی بڑی دہوم سے کئے بعد ازان شاہزادہ اور  
انارانی باقی عمر بیچ عشق اور عشرت کی گزارے۔“

---

## قصہ بندگان عالی

یہ بھی انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۹۴) ورق (۲۴) سطر (۱۲ تا ۹) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے  
مکتبہ شاہی کی صراحت :-

”خلیفہ ہارون رشید کے متعلق ایک کہانی مصنف نامعلوم“

کسی اور ذریعہ سے اس قصہ کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہوئے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

خلیفہ ہارون رشید ایک رات بیس بدل کر گشت کر رہا تھا۔ ایک عورت کو قرأت کے ساتھ خوش الحانی سے قرآن خوانی کرتے دیکھا مگر کسی نے اس کو کچھ دیا نہیں خلیفہ کو اس پر تعجب ہوا۔ وہ عورت ایک جوان کو اس امر پر راضی کر کے لے گئی کہ وہ اس کی دختر کو شادی کر لے گا۔ خلیفہ ہی ساتھ ہوا۔ اس ضعیفہ نے اپنی لڑکی کا ہر آٹھ ہزار اشرفی قرار دیا۔ جوان نے اس کے دینے سے مجبور ہی ظاہر کی خلیفہ خود کو پیش کیا اور بڑی مشکل سے وہ بوڑھی راضی ہوئی اس عرصہ میں اس جوان نے کو تو ال کو اطلاع دی کہ ایک چور فلاں بوڑھی کی لڑکی کو آٹھ ہزار اشرفی کے ہار سے نکاح کرنے والا ہے کو تو ال آیا مگر خلیفہ کی مہر دیکھ کر فوراً واپس ہو گیا۔ اس بوڑھی نے کہا اگر چہ تم چور ہو مگر خلیفہ سے بہتر ہو جس نے میرے لڑکے کو ناحق ظلم سے قید کر دیا ہے خلیفہ پر اس کا بڑا اثر ہوا اور فوراً اس کے لڑکے کو رہا کر دیا۔ پھر خلیفہ نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا اور منہی خوشی سے بسر ہونے لگی۔

عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

”اے یاران و دوستان اگر چہتے ہو کہ یہ نقل عجیب کو سنا سنا تہ کلان

امشتیاق کے مسئلہ کہ پہلے دنوں میں حج عید النسخی کے خلیفہ ہارون الرشید  
واسطے تماشہ اور سیر کے حج مشہر بغداد کے ایدھر اور ہر پرتا چا ہا  
اوس وقت اس کے ساتھ کوئی رفیق ہمراہ نہیں تھا۔

واسطے نہیں پہچانیکی خاطر ایک پکری بہت بری اور بیماری سر پر  
باندھ کر اور بدن میں ایک قبای جرمی ہنکر اور کمر میں بہت چوری ایک  
کمر بند چرمی پانچ تسہین کے مذہبوت باندھ کر اور موزی چوٹی سی بد صورت  
اور موتی پاؤں میں ہنکر ایسی تصویر عجیب ڈراؤنی بنا کر کدگر دربار میں خلیفہ  
کی جا کر کھڑی رہی تو کوئی نہ پہچانی کہ یہ خلیفہ ہے۔“

خاتمہ :-

”جب خلیفہ نے اس عورت کو سب عورتوں میں پیشوا بنایا اور اپنی عشرت  
عشرت میں مشغول رہا اور بوڑھی جس وقت کہ خلیفہ کی اول پوشاک  
کو دل میں دیکھ کر کرتی اور چور بد کہنے سے اپنی بہت تشوین ہوئی۔“

## ترجمہ سراجی

یہ بھی انڈیا آفس میں ہے بوم ہارٹ کی فہرست میں شامل نہیں بلکہ ”دہلی کلکشن“ سے مراد کیٹلاگ میں درج ہے۔

نمبر (۱۱۵۳) ورق (۱۲) سطر (۱۱) کتابت ذیحجہ ۱۲۴۲ھ

اس کے متعلق کیٹلاگ میں نام کے سوا کوئی صراحت نہیں ہے۔ یہ سراجی کا پورا ترجمہ نہیں ہے اصل عبارت کے نیچے ہی سرخی میں ترجمہ ہوا ہے مترجم کا نام ظاہر نہیں ہوا۔  
نمونہ کی عبارت :-

”حمد و صلوٰۃ کے بعد جس کا پہلی ترجمہ ہوا ہے۔“

فرمایا یعنی کہا رسول اللہ فی رحمت یہی اللہ اون پر اور اسلام سیکھو  
تم علم فراہم کرو اور سیکھاؤ تم وہ علم فراہم کرو پس وہ آدم  
علم ہے کہا ہماری عالموں نے بخشے اور نہیں اللہ ثابت ہوتی ہیں  
ساتھ ترکامیت کی حق چار پاس پاس کہی ہوئی سو پہلی  
مشرع کیا جاتا ہے ساتھ تیار ہی اوسکی کے یعنی میت کی کفن اوسکی  
کے نہ زیادتی اور نہ کمتری کرتا ہے“

خاتمہ :-

”اوس پر سب فرقوں کی یا اوپر بعض کی یا اوپر تمام فرقوں کی صحت مسئلہ  
کی ہوگی ساتھ قاعدوں ذکر کئی کی اور اللہ خوب جانتا ہے“

# گنج نامہ

یہ بھی اسی کینڈاگ میں داخل ہے۔

نمبر (۹۲۱) ورق (۸) سطر (۸ تا ۱۲) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں مصنف کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ اگرچہ آخری شعر سے (مہلبہ) تخلص واضح ہوتا ہے مگر صحت طبع ہے۔ یہ پشتوی ہی خالق باری اور رازق باری کی طرح ہے جس میں فارسی کے معنی اور دو میں لکھے گئے ہیں۔

تخلص کا شعر:۔  
مہلبہ نے کہی کتاب گنج فارسی کیا خطاب  
ابتداء۔

واحد نام خدا کا جان	جن سے دی ہم سب کو جان
کن کہنی سی کیا ظہور	جن دانس در ویش طہور
اشرف مخلوق انسان کو	اپنا منظر اس کوں دیا

خاتمہ۔

گرفت پکڑا داد دیا	فروخت بیجا خرید لیا
یخت بیٹا امیخت ملا	پز مردہ مر جہا یا شکفت کلا
مہلبہ نے کہی کتاب	گنج فارسی کیا خطاب

## شرح دوبیت

یہ بی انڈیا آفس کی اسی کینڈلگ میں ہے کتاب کا نمبر بڑی بلکہ صفحہ (۴۰۰) پر درج ہے ورق (۱۶) سطر (۵ تا ۹) خط استعین تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔ مصنف محمد منیر خاں۔

دکھنی نثر میں مثنوی مولانا روم کے دوبیت کی شرح کی گئی ہے۔  
نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:-

ابتدا

”ظاہر ہے کہ اکثر بزرگوں کی توجہات مناسب مقام کے بیان فرمائی ہیں اور حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس اللہ سرہ السامی نے سچ مشرح دوبیت کہ اول مثنوی مولوی مثنوی کے ہیں بیان معنی نے کا اور شکایت اور شکایت اس نے کی نظم اور نثر میں ترتیب دے کر مجمل بیان فرمایا ہے“  
خاص مشرح کا نمونہ:-

”تن ز جان و جان زن مستور نیست

لیک کس را دید جان و مستور نیست“

”یہ بیت بطور تمثیل کے مولوی مثنوی فرماتی ہیں یعنی تن اور جان دونوں باہم ہیں لیکن تن کو ہر کوئی دیکھتا ہے اور جان کو کوئی دیکھ نہیں سکتا اسی طرح سے نالہ نے کو سب مستنا ہے اور ہر سید کو نہیں سمجھتا“

درنیاید حال پختہ ہیچ خام  
 پس سخن کوتاہ باید واسلام  
 ”یعنی میں ہیچ نعت اور منقبت کاملون کے کیا کہوں کہ وصف کاملون  
 کی احاطہ علم میرے باہر ہیں پس بت کو کوتاہ کیجی اور سلام  
 اور کلمات پاک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پرہیزجی۔ تمام شد۔“

---

## معراج نامہ

اس شہنشی کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر (۸۱۸) ورق (۲۲) سطر (۱۵) خط نستعلیق مصنف کا نام تاریخ تصنیف وغیرہ نامعلوم  
 اب تک تصنیف الاخر ہے۔

اس میں معراج نبی صلعم کے متعلق نہایت تفصیل سے صراحت ہوئی ہے۔  
 ابتدائی کلام وغیرہ ملاحظہ ہو:۔

اول نام اللہ جو پو توں ابد	ثنا اور صفت اسکی کر بعید
ثنا اوس اور پرت سزاوار ہی	کر تبار قدرت میں کرتار ہے
کیا چاند سبوح ستارہ فلک	زمین آسمان جو رجن و ملک

کہ پہلے سما کے سودر بان کون	کہا ہوں گی سودر دواڑہ توں
سودر بان بولا کہ توں کون ہے	کہ ایسا ادھی رات کیا کام ہے
کہا میں ہوں جبریل کچھ کام تھا	گیا تہا زمیں پر جو کرمان تھا
کہ دربان بولا دو جا کون ہے	کہ محبوب حق کا بنی خاص ہے
کہا مر جا بیگی در کہول کر	تجھی دیکھنے میں کہڑا منتظر
کہ اپراں پہلے طبق کے ملک	دیکھے نور کا وان پڑا سب جھلک
کہ صلوات بولے و کہئے سلام	دیئے جواب انکو علیک السلام

اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے ملاحظہ ہو:۔



نبی مسون امت سب کو مسپاچی ہو      صدق سات کلمہ بنے کا کہو  
 کہ معراج نامہ کے سینہ خبر      حکایت جو بولا ہوں میں مختصر  
 کیا فارسی کو سو دیکھتے غزل      کہ ہر عام ہو خاص سمجھیں شکل

---

## افسانہ ہندی

اس کا ایک مخطوط پیاریس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر (۸۲۹) ورق (۵۶) سطر (۱۵) خط تعلیق مصنف کا نام تاریخ تصنیف و کتابت وغیرہ  
 معلوم نہیں ہوتا۔  
 اس کتاب میں مختلف اخلاقی کہانیاں درج ہیں اور بتایا گیا ہے کہ بادشاہوں کے کس قسم کی  
 باتیں کرنی چاہیے اور کس طرح ان کو عمدہ راستہ پر گامزن کرانا چاہیے۔ اندرونی شاہوں  
 سے معلوم ہوتا ہے یہ کتاب انگریزوں کے قبضہ کے بعد لکھی گئی ہے۔  
 اب شداد۔

”شروع کرتا ہوں میں اس زبان ہندوستانی کو خدا کے نام ہون  
 کیسا خدا کہ آسمان وز میں کتیں خدا اپنے کن فیکون کے اشارہ ہون  
 پیدا کیا ہے اور آدمیوں کتیں اکل مستے بنائی کر کے و سکے وجود کے درمیان  
 پاک و شیریں بخشا ہو“

..... تمام بزرگ اور زمانہ کہ دانشمند و نسیں عرض کرتا  
 ہون کہ اس زبان ہندوستانی کہ درمیان کچے زبان کیسے جاجون  
 کے نظرمون آوی اس کتیں اپ نے مبارک زبان سیں صحیح فزانو کے  
 اور کہنے والا تقصیر نہ لو گئے“

## قصہ جنگ امیر حمزہ

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر (۸۳۰) ورق (۹۶) سطر (۱۲) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۱۹۸ھ  
 مصنف کا نام وغیرہ معلوم نہیں ہوتا۔

یہ داستان امیر حمزہ کا خلاصہ ہے جو انیس داستانوں میں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا  
 مالک فرانسیسیوں کا مترجم کوئی جوسپو اوسان ہے صفحہ اول پر درج ہے۔  
 ”مالک کتاب جوسپو اوسان صاحب ترجمہ نویس فرانسیس  
 ساکن بلدہ۔۔۔۔۔“

انسوس ہجو کہ بلدہ کے بعد الفاظ نہیں ہیں جس سے مزید صراحت نہیں ہو سکتی۔  
 عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔۔

”داستان اول برائے خلیل اللہ خدا کے دوست ان کے عہد میں قتل ہوا شاہ اور  
 وزیر سب ہتھی تھے آگ کے پوجنے والا قباد نام بادشاہ کے دو وزیر تھا ایک کا نام  
 خواجہ بخت جمال دوسرا کا نام القش ان دونوں میں بڑی دوستی تھی۔“  
 ”داستان چہارم بزرگ حکیم کا ادا نامہ مومن اور پیدا ہوا امیر حمزہ ہتھیاری کی  
 مشک مومن۔ اسکی باپیں کتاب کے موافق بیان کرتے ہیں کہ کے درمیان  
 اسماعیل مغیر کے اولادوں میں کمر و بزرگ رئیس عبدالمطلب نام رہتی تھی  
 براہمان پرست اور خدا دوست کہ کے چہار و کش تھی۔“

# انکین قوانین افواج کمپنی علاقہ اس

یہ ہی پاریس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۳۳) ورق (۱۷) سطر (۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۸۶۸ء  
انگریزی فوج مقیم مدراس کے متعلق دیکھنی نشر میں آئین و قوانین درج ہیں جو حسب  
ذیل بارہ باب میں تقسیم کئے گئے ہیں۔

(۱) جنگی فساد۔

(۲) سپاہیوں کی برطری۔

(۳) حساب۔

(۴) بھاگ جانے اور حکم سوائے غیر حاضر ہونے ہیں۔

(۵) فریاد کے سننے میں۔

(۶) جنگی سامان باروت گولے وغیرہ کی بابت۔

(۷) قلعے چھاؤنی یا لشکر کی نوکری۔

(۸) کمپنی کی بابت۔

(۹) کورٹ مارشل کی بابت۔

(۱۰) موئے سرداران اور سپاہیوں کے مال کی بابت میں۔

(۱۱) فوج رکھی گئی اور نوکری کرتے ہیں سو مدراس کے حکومت کی علاقہ کی

بستیوں میں۔

(۱۲) آگ لگی سو آئیں کی معرفت۔

اس کتاب میں اردو الفاظ و جملوں کے ساتھ اس کا انگریزی ترجمہ بھی درج ہے۔

نوجی ترپ کے سپاہیوں کے نام درج ہیں۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کسی انگریز افسر کی کتاب  
ہے مگر افسوس نام نہیں معلوم ہوا۔  
عبارتوں کا نمونہ ملاحظہ ہو :-

ابتدا۔

”پہلی آئین۔ جو کوئی سردار یا عہدی والا یا سپاہی سرکار کے حق  
میں بی ادبی کی باتاں کہی اگر وہ کہنی کا سردار ہی تو تیسیر کورٹ مارشل  
میں ثابت ہوئی پر نوکری سے نکال دیا جائیگا۔“

”پانچویں آئین۔ جو کوئی سردار یا عہدی والا یا سپاہی کسی سبب سے  
اپنی سے بڑے سردار کو ماری یا اسپر تلو آرکھنچی یا کھنچی چاہی یا اور  
کوئی ہتیار اسپر اٹھاوی یا کسی طرح سے زبردستی کرے جب وہ  
اپنی نوکری پر رہی یا اسکا واجبی حکم ٹل دیوی تو جانسی مارا جائیگا یا  
کورٹ مارشل میں سزا پائیگی۔“

## کتاب الاخلاق (۹)

یہ نامعلوم اسم ناقص اول و آخر مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔  
 نمبر (۳۱) ورق (۶۹) سائز ۵x۸ ۱/۲ سطر (۱۳ تا ۱۱) خط نستعلیق۔  
 مختلف عنوان کے تحت اول قرآن یا حدیث لکھ کر بیان ہوا ہے اس کے بعض  
 عنوان حسب ذیل ہیں۔

- باب دوم قیامت کے بیان میں۔
- باب سوم دوزخ کی سختی کے بیان میں۔
- باب چارم بہشت کی صفت۔
- باب پنجم ماں باپ اور غولش اقرابیوں کا ذکر۔
- باب دو از دہم جو دو خصم کا بیان۔
- باب سیزدہم جوڑ کھٹے والے کا بیان۔
- باب چارم غیبت کرنے والوں کا بیان۔
- باب پنجم ریا کاریوں کا بیان۔

کتاب کے ناقص اول و آخر ہونے سے مصنف کا تہذیب و تصنیف وغیرہ کسی کا  
 پتہ نہیں چلتا۔ اور نہ کسی خارجی ذرائع سے اس کے متعلق معلومات ہوئے لہذا عبارت کے  
 نمونہ پر اکٹھا کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

ابتداء۔

”ایک ایک اسے رب سوال کرینگے جو کوئی شریعت کے موجب  
 زکوٰۃ اور حق ہر کسی کا دیا ہے تو خلاص پاویگا“

ساتویں باب میں جو زکوٰۃ کے متعلق ہے لکھتا ہے :-  
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اَقِمُّوْنَ الصَّلٰوةَ وَآتُواْ زَكٰوةَ ۚ عِبَادِ اللّٰهِ  
 بیٹے عباس رضی اللہ عنہ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی نماز  
 پڑھے اور زکوٰۃ عشر ذیہ نماز روزہ اور سکے قبول نہیں ہو گا خدا تعالیٰ  
 نماز اور زکوٰۃ کو ایک جگہ پیدا کیا ہی ”حَصَّيْنَا مَوْلَاكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ“  
 ..... کہ پیغمبر صاحب فرماتی ہیں جو کوئی زکوٰۃ دیا کو یا اپنے  
 مالوں کا اور اپنے کہ تین بلا آور گنا ہوئے حفاظت کیا، اور حب درمیان  
 امت کی میری پانچ چیز سپد کیا ہو گیا اوس کا برای بد سے بلا سب  
 ہو گیا۔ پہلی یہ ہے جب گناہ سب ظاہر کر دیا کئے طرح کے ازاں ظاہر ہو گیا  
 موت اجانبک اولیگا۔

## گپت احمد

انڈیا آفس کے فارسی مخطوطہ شمع و پروانہ رازی (میں اہل فارسی  
 مثنوی کے درمیان بعض اشخاص کے ہندی گپت بھی درج کئے گئے ہیں۔ یہ گپت جن  
 اشخاص سے متعلق ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔  
 لعل بیگ۔ تارا چند۔ سورا سس۔ نرائن۔ احمد۔ گوپی داس۔ گیسو داس۔  
 ہری داس۔ لطیف وغیرہ۔

یہ مخطوطہ سرنگ پٹن میں لکھا گیا ہے اور کاتب دربار آصفی سے متعلق تھا۔ چند نچے خاتمہ کی  
 عبارت حسب ذیل ہے:-

”بندہ ضعیف کمتر میر علی اکبر در سناک بندگان سرکار نادارہ منسلک است  
 در لشکر ظفر پیکر برکاب سعادت انتساب بود کہ میر صاحب میر امام الدین  
 چون شمع و پروانہ یعنی کتاب پداوت را مطالعہ میفرمود بندہ از قلم  
 خدمتہ در قلم گشتہ در موضع متعلقہ سرنگ پٹن در لشکر باتمام  
 رسالہ در ماہ ذی الحجہ ۲۵۴۶ھ“ (صفحہ ۸۲)

اس عبارت کے پہلے وہ آصفیہ نظام الملک کی مدح اور توصیف کرتا اور ان کا صوبہ دار  
 دکن ہو کر خجستہ بنیاد میں آنا اور خود کو ان کی ملازمت میں ہوتا بیان کیا ہے۔  
 مندرجہ صدر اسرار سے ممکن ہے بعض دیکھتی ہوں ہم کو سوائے احمد کے کسی کے متعلق  
 معلومات نہیں ہیں اس لئے صرف احمد کی ایک گپت یہاں درج کی جاتی ہے۔  
 بس ہوک تجون تس پیاس تجون نس نید تجون کبھونہ تجون کی  
 اور میں تجون اور میں تجون سکھ چین تجون رس ہون نہ تجون کی



دام تچون اور کام تچون اری دام تچون رجنی نہ رجون کی  
 احمد موجپت نیک ہے سسکہ لاکھ  
 تچون نیہ کون نہ تچون کی

اسی کو دوسری جگہ کسی قدر تبدیل کر کے لکھا ہے۔ مثلاً  
 نس ہوک تچون بل پیاس تچون بس نیند تچون کبھو نہ تچون

## عہد اصفیہ وغیرہ کے مرثیہ گو

زمانہ گذشتہ میں مرثیے عموماً بیاضوں میں جمع کئے جاتے تھے اور مجالس عزرا میں ان کو سنایا جاتا نہ صرف مرثیہ گو شعرا اپنا کلام اس طرح جمع کرتے تھے بلکہ دیگر شائقین فن بھی بیسوں شعرا کے کلام کو اسی طرح محفوظ رکھتے تھے۔

یورپ کے وغیرہ میں اس قسم کے تین بیاض ہیں دو اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہیں اور ایک کنگ کالج کیمبرج کا ملوکہ ہے۔ ان سے اکثر شعرا کے مرثیوں کا ذکر صفحات ماقبل میں آچکا ہے۔ بقیہ مرثیہ گو شعرا کا یہاں تعارف کرایا جاتا ہے۔

اڈنبرا کے بیاضوں کے منجملہ ایک میں تقریباً کُل مرثیے ہاشم علی برہان پوری کے ہیں اور دوسری بیاض میں دیگر شعرا کے مرثیے ہیں۔ مگر کٹیلانگ میں دو نو بیاضوں کا ذکر ایک ہی ساتھ ایک نمبر میں ہے۔

ہاشم علی کا ذکر آگے درج کیا گیا ہے۔ یہاں دوسری بیاض پیش کی جاتی ہے :-

(۱) بیاض ملوکہ اڈنبرا نمبر (۳۸۰) ورق (۳۶۷) سطر بلا تعین خط نسخ کتابت ۱۱۹۵ھ

(۲) بیاض ملوکہ کنگ کالج کیمبرج نمبر (۶۵۴) کتابت ۱۱۵۵ھ خط نستعلیق۔

کچھ حصہ اس سہ کے بعد اضافہ کیا گیا ہے۔

صفحات آئندہ میں بعض شعرا کے متعلق تو مختصر صراحت کی گئی ہے مگر اکثر غیر مشہور شعرا ہیں جن کے متعلق تو نہ حالات معلوم ہوئے اور نہ ان کا خاص توطن معلوم ہو سکا۔

ممکن ہے ان میں بعض گجرات سے متعلق ہوں۔

حرف تہجی کے لحاظ سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی تذکرہ میں ان کا ذکر ہے تو اس کے متعلق صراحت کر دی گئی ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے بعض کے متعلق کسی قدر تفصیل کی گئی ہے یہ مرثیے حسب ذیل  
شعرا سے متعلق ہیں۔

(۲) رضی

(۱) ولی

(۴) روحی

(۳) قادر

(۶) امّی

(۵) ہاشم علی

## مرثیہ ولی

ولی کے مرثیے اس کے دیوانوں میں نہیں ہیں بلکہ انہیں اس کے مرثیوں کی بیاض میں شامل ہیں۔

ولی کے دیوانوں میں کوئی مرثیہ یا سلام مذہبوں سے قیاس ہوتا ہے کہ غالباً اس نے اس صنف میں طبع آزمائی نہیں کی مگر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ انسوس ہے کہ ہم نے ولی کے مرثیے مکمل نوٹ نہیں کئے چند شعر جو نوٹ کئے گئے ہر یہ ناظرین کئے جاتے ہیں ولی کے مرثیے غزل نما ہیں۔

غوغا ہوا جہان میں مشہ کے وصال کا	سینے منہ پڑا ہے چہالہ اس ملال کا
محتاج ہیں جہان کے محبان تمام مل	دیدار چاہتے ہیں مبارک جلال کا
جو کوئی کرے زبان سون او تو کا درد دم	ہے یہ ولی خلاصہ جواب و سوال کا

### دیگر

اے ہادی سنیا تو کیوں جا بیا کر بلا	اے واقف اسرار تو کیوں جا بیا کر بلا
اے نور چشم مصطفیٰ فرزند نوسشاہ مرتضیٰ	اے دلیر خیر انسا تو کیوں جا بیا کر بلا
- - - - -	- - - - -

تو دوستان کا جان ہے تیرا ذکر ایمان ہی  
تجھ پر ولی قربان ہے کیوں جا بیا کر بلا

اوس نور مصطفیٰ پر بولو سلام یاران		محبوب تفسیٰ پر بولو سلام یاران
اوس پاک پارسا پر حیدر کے دلربا پر		اوس نعل بی بہا پر بولو سلام یاران
یو جی ولی فد اکرا اوس شاہ کر بلا پر		اوس لائق شمار پر بولو سلام یاران

## مرثیہ رضی

اڈنیرا کی بیاض میں اس کے نور مٹے ہیں جن کے (۸۷) شعر ہوتے ہیں۔  
حافظ رضی الدین اس دور کا زبردست مرثیہ گو ہے۔ خواجہ خاں مصنف گلشن گفتار نے  
اس کو ولی کا شاعر بتایا ہے مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا البتہ دونوں معصرتھے۔  
رضی کے مرثیوں کی دکن میں بڑی مشہرتھی اس کے مرثیوں کی تضمین کی  
جاتی تھیں۔ اس کے مرثیوں میں ادبیت نہیں پائی جاتی مگر ان کا اصلی جوہر سوز و گداز اور  
مرثیہ پن ہے جس کے باعث ان کو بڑی قبولیت حاصل تھی۔

مرثیوں کا نمونہ پیش ہے:۔

دل میر و دزد و ستم صاحب دلاں خدا را	آل نبی کے غم سون بخود ہوں یوں پوکا را
درد آگہ را نہ پہناں خواہ شد آشت کا را	دل میں چپا رکھا تھا حضرت حسین کا غم
باشد کہ باغ منیم آن یار آشناء	بچہ خستہ سون جو بے اختیار بولے
هات الصبوح حبوا یا ایحیاء الکامرا	پیاسے فرات کے سب کو تر پون سنے گے
در رقص حالت آرد پیران پار سارا	فرمادہ واہ ویلا کلثوم کے زبان کا
باد و ستان مروت باد شمناء مارا	کرتے تھے شاہ سب سون مچھرائے کرہاں
گر تو تھی پسندی تغیر کن قضا را	لعنت ہے ظالمان پر جن کے طرف سون ہر دم
اشہی لنا و احلی من قبلہ العذراء	آل نبی سون رکھنا ہر دم نے محبت
ساتی بد بشارت پیران پار سارا	تقسیم حوض کوثر آل نبی کریں گے

حافظ رضی قرآن میں لعنت ہے ظالمان پر

اے شیخ پاک دامن معذور دار مارا

دیگر

نار و فریاد و ادبلا ہے اسے پرو دکار	غم سین آل نبی کا دل ہوا ہی بقیار
ظلم دشت کربا میں دیکھ ہیہ و شمار	اوتی محنت تک روئے ہیں دکنہ سون زار زار
- - - - -	- - - - -
ہین رضی معلوم راز حق تعالیٰ کا سبب	نور چشم ساقی کوثر ہوت ہو مضطرب
چشم توجہ نے فرات اوپر کھڑے جب شہ لب	نوح کا طوفان مگر اس وقت ہوا آشکار

دیگر

غم سون ہے بے قرار میرا دل	دکھ سون ہے ناز زار میرا دل
گلشن غم میں ہی شہیدان کے	لاٹ داغدار میرا دل
نت شہیداں کے زخم غم سین	مشق ہے جون ذوالفقار میرا دل
غم کی بجلی پڑی ہے جب سیتے	تب سون ہے شعلہ زار میرا دل
نیم بسمل سن تڑپتا ہے	ہو کے غم کا شکار میرا دل

گر غم سون امام کے اے رضی  
کیوں نہ ہو پر غبار میرا دل

## مرثیہ قادر

اڈنبراک بیاض میں سترہ اور کیمبرج کی بیاض میں ان کا ایک مرثیہ ہے۔ قایم اور حیرن  
نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر کیا ہے اور قایم کے حوالے سے اسپرنگر نے ہی اپنے  
تذکرے میں ان کا نام درج کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”میر عبد القادر قادر تخلص حیدر آباد کے باشندے تھے اکثر مرثیے  
مشہور ہیں۔ اہل دل تھے صغریٰ سے فقیرانہ مذاق رکھتے تھے  
جب پچاس سال سے متجاوز ہوئے تو شیخ شہاب الدین سہروردی  
سے بیعت کی اور خرقہ پہن کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔“

تعجب ہے شفیق اور خواجہ خان نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ بعض اصحاب  
کا خیال ہے کہ ان کا نام غلام قادر تھا مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔  
افسوس ہے ہم کو ان کی پیدائش کا صحیح سنہ معلوم نہیں اور نہ انتقال کے زمانہ  
سے ہم واقف ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۱۴۹ھ میں زندہ تھے اور ۱۱۶۹ھ کے قبل  
انتقال ہو گیا تھا۔ کیونکہ اپنے ایک مرثیہ میں کہتے ہیں۔

سین گیارہ سو اور پانچ سال      سبز بانا قادر اکالہو میں لال  
ہاشم علی کے ایک مرثیہ میں ذکر ہے  
ہزار حیف میں شاعران دکھن      مسرورچی و مرزا قادر نہیں

۱۵۔ شیخ شہاب الدین سہروردی وہ مشہور بزرگ نہیں ہیں جو اس خاندان کے بانی خیال کئے جاتے ہیں بلکہ  
کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔



اس سے واضح ہو کہ ہاشم علی کے قبل قادر کا انتقال ہو گیا تھا۔ اور ہاشم علی کے مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۱۶۹ھ میں زندہ تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۱۶۹ھ کے پیشتر قادر کا انتقال ہو چکا تھا۔

ہاشم علی کی طرح مرزا بھی قادر کے انتقال پر فاسوس کرتا ہے چنانچہ کہتا ہے۔  
بند یا قادر ابدل کون مرا ہو نہ تب تیرے مسون  
چلیا منیچہ چوڑا کس پر تون کہو یاران صد اصد حیف

(از بیاض مولوی صفی الدین مرحوم)

بہر حال قادر ایک مشہور مرثیہ گو تھا مرثیوں سے اس کی علمی قابلیت کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ علم نجوم اور علم ہندسہ میں خاص مہارت رکھتا تھا۔ کیونکہ بغیر کافی علم کے کوئی شخص اس کے علمی اصطلاحات کا ذکر نہیں کر سکتا۔  
قادر کے مرثیوں سے معلوم ہوتا ہے اس کو انسانی جذبات کی ترجیح کا خاص ملکہ تھا اس کے ساتھ ہی اس کے مرثیوں میں سادگی اور سلسل بھی پایا جاتا ہے۔  
کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

<p>کہ مے فرزند پیرا وہ دو تو عالم کے والی کا فلک ہر ملک میں تانے سفید امارت کالی کا حسین کے عرس کون بہانہ ہے منڈف موتیاں کی جلی کا دیکھو غم کے چمن میں لطف غم کے والی کا مجھے تقویٰ تب آخر ہو حسین سرورے عالی کا</p>	<p>ہوا شہرت محرم میں یونہی مے شاہ عالی کا چوہا ہے دین کا چند کہ جس کے سوک سون جگہ کے ستائے سب یہ قدیان نے ملا کر سب گلں اوپر نہیں پوئیا شکستہ بنم سون کہو ہے آہ کے گل ہو قیامت کا پینا قادر زلزل جب کرے ظاہر</p>
--	--

دیگر مرثیوں کے بعض شعرو۔

آج مسہور چلے ہزاران حیف | منہ کا اتم ہے دین داران حیف

سن کے چلوا جو توں کہا قادر  
روین زہرا پلا انو خاطر

جب کا جگ میں یو غم ہوا خاطر  
حیف حیف صہ ہڑان حیف

آج اپنے سن غزد کہہ جائے حسینا  
 جہوجی رن میں پیاس سو نہیں دو کہ پانی حسینا

پالا تم کون پیار سون کل لائے حسینا  
 (۹) لو میں سون پاؤ لک سب بتا حسینا

سے غم کہ بین یو پر چہا ہے آدی  
 ایسی غربت سودی کہی دو کہ پائے حسینا

سین حسن پر ہے دائم درود  
علی کے رتن پر ہے دائم درود  
تو نہ ہو شاہ مقبول درگاہ رب  
نجان تیرے سب کہتیں روز و شب

بنی کے نہیں پر دائم درود  
کہو پختن پر ہے دائم درود  
تو نہ عالی خدا مصطفیٰ کے سبب  
سود گزین پر ہے دائم درود

حسینا کرم کہ یو قادر او پر  
تیرے پیر ہیں پر ہے دائم درود

## مرثیہ روحی

روحی کے مرثیہ بھی اڈنیر کی بیاض میں اوکھیرج کی بیاض میں موجود ہیں اور الذکر  
پس پانچ اور آخری لہ کر میں ایک مرثیہ ہے اس طرح چہ مرثیہ دستیاب ہوئے ہیں۔  
تذکرہ قائم کے حوالے سے اسپرنگر نے ان کا ذکر کیا ہے اور حیدر آباد کے پیرزادے  
ہونے کی صراحت کی ہے۔ تعجب ہے کہ شفیق اور حمید نے اپنے تذکروں میں ان کا  
ذکر نہیں کیا۔ ہاشم علی برہان پوری کے ایک شعر سے معلوم ہوتا ہے یہ اس کی زندگی  
میں انتقال کر چکے تھے۔

روحی کے مرثیہ بھی غزل نما ہیں اور ادبی حیثیت سے قابل قدر۔

آج غم ناک ہیں چین کے گل	بلکہ دل چاک ہیں سمن کے گل
غمزدہ سینہ داغ حیران ہیں	رگس ولالہ یا سمن کے گل
یون نہ لائے شفق کے دستے ہیں	ہو میں ڈوبے ہیں سب گل کے گل
جب سنے مرثیہ کی بات مجلس میں	جل ہو جیسے شمع انجن کے گل
نقش پادیکہ دل ہو س رکھتا	سر پہ کہنے کون تج چرن کے گل

خوش لگے تج طبع میں لے روحی  
دل کے افان میں سخن کے گل

دیگر

فرمان سون جب مشاہد کے قنبر لے آیا ذوالفقار  
لے نام بسم اللہ کاتب مشہد اوجایا ذوالفقار

وہ مشاودہ دل سوار ہو جب دشت میں قبضہ لیا  
نیر کا سینا اُداس خوف سون جب شہ دیکھا یا ذو الفقار

روحی تجے جس وقت کچھ مشکل اچھے تو صدق سون  
کہہ لاتنا الاعلیٰ لاسیف الا ذو الفقار

## دیوان حسینی (مراثی ہاشمی)

اس کا ایک نسخہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۳۷۹) خط نسخ

کیڈناگ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

”مراثی حضرت علیؑ آنحضرت اور حسین مصنف ہاشمی علی جو اردو کا ایک ابتدائی شاعر تھا۔ یہ ہاشمی ولی اور قایم کے پہلے گزرا ہے جہانگیر کے عہد میں بیابور میں رہتا تھا سن ۱۰۳۵ھ اور ۱۰۵۰ھ میں زندہ تھا ایک اوسنہ (۱۰۴۶) سو چودھ (۳۵) میں ذکر ہوا ہے معلوم ہوتا ہے اس کی تصنیف اسی میں ہوئی ہے۔ ہاشمی شیخ احمد فاروقی سرسندی متوفی سن ۱۰۵۰ھ کا مرید تھا۔

اس کی چند دیگر تصنیفات بھی ہیں ایک فارسی دیوان بھی مرتب کیا

تھا اس بیاض میں چند اشعار کا نظم اور قادر کے بھی شامل ہیں۔

یہ وضاحت تقریباً بالکل غلط ہے جس کی وضاحت آگے کی جائے گی اسپرنگر کی

کیڈناگ میں یہ کتاب شامل ہے اس کی صراحت کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

”دیوان حسینی یعنی دیوان ہاشمی علی حسینی اس میں صرف اماموں کی

تقریفات میں نظمیں اور مرثیے ہیں تقریباً (۱۰۰) صفحات ع ۱“

اڈنبرا کی کیڈناگ میں کتاب کا نام غلط درج ہوا ہے یعنی دیوان حسینی کے بجائے مراثی

ہاشمی علی کے نام سے دو جلد درج کئے گئے ہیں۔ حالانکہ دوسری جلد میں تمام تر دیگر

شعرا کے مرثیے ہیں جن کا ذکر صفحات ماقبل پر بھی ہوا ہے۔ ہاشمی علی کے زمانہ اور

تاریخ تصنیف کا جو سنہ دیا گیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے ہاشم علی گیارہویں صدی کا شاعر ہے جو سنہ درمیان کتاب میں آیا ہے وہ سنہ ۱۲۶۶ھ ذکر مستلزم گمر چونکہ کاتب سے پہلے سنہ ۱۲۶۶ھ لکھا گیا ہے اس لئے غالباً مصنف کٹیلگ نے دیگر ذرائع سے اس کی تصدیق ضروری تصور نہیں کی۔

ہاشم برہانپوری جو شیخ احمد سہمندی کے مرید تھے وہ بالکل جداگانہ شخص ہیں۔ یہ ہاشم بھی فارسی کے شاعر تھے دیوان مرتب کیا تھا انڈیا آنس میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے جس کے مطلق ایضے کی صراحت حسب ذیل ہے۔

”مکمل مجہد خواجہ ہاشم ابن خواجہ محمد قاسم صوفی المشرب شیخ احمد سہمندی کے مرید تھے برہان پور میں سنہ ۱۱۶۰ھ میں موجود تھے اور سنہ ۱۱۵۰ھ میں بھی ہنوز زندہ تھے آخری تاریخ جو دیوان سے معلوم ہوتی ہے وہ سنہ ۱۱۴۰ھ ہے“ (۲۸۹۸ ایضے)

اسی صراحت کے باعث مولف کٹیلگ اڈنبرا کو دیکھ کر ہوا ہے وہ غلطی سے خواجہ ہاشم کو ہاشم علی تصور کر لیا ہے حالانکہ دونوں تقریباً ایک صدی کا فرق ہے۔ ہاشم علی امامیہ مذہب کا پیرو عالمگیر کے آخری عہد میں موجود تھا۔ غالباً دربار آصفی سے تعلق نہیں تھا ان کا پیشہ ہی مرثیہ گوئی تھا غالباً کوئی اور صنف میں اس نے طبع آزمائی نہیں کی سنہ ۱۱۴۰ھ میں وہ خاص مشہور مرثیہ گو تھا اور اس کے اعتقاد کے مطابق اس کے مرثیے سننے کے لئے آنحضرت صلعم خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اسی دیوان کے ایک لندرونی شہادت سے معلوم ہوتا ہے سنہ ۱۱۶۰ھ تک ہاشم علی بقیہ حیات تھا۔ ہاشم علی نے اپنا تخلص پورا نام ہی استعمال کیا ہے۔

اس کا زمانہ زبان کے لحاظ سے بارہویں صدی ہجری سے تعلق رکھتا ہے اس کے علاوہ بعض دیگر شہادت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے مثلاً

(الف) مرثیہ نمبر (۵۷) کے آخر تاریخ تصنیف کا ذکر ہوا ہے۔

جب منجم نے کیا اس در نامہ کا حساب      غین وقاف وسین وطآ آیا رقم اندر کتاب  
سن کے یو تاریخ کون سینے نیں ل ہوتا کتاب      ختم کر ہاشم علی قاسم کی شادی کے مہین

غین = ۱۰۰۰ + قاف = ۱۰۰ + سین = ۴۰ + طا = ۹ = (۱۱۴۹)

(ب) ہاشم علی نے اپنے مرثیہ میں دکن کے ایک دوسرے شاعر قادر کا ذکر کیا ہے  
جو ۱۲۹۵ھ میں زندہ تھا اس سے بھی دفع ہو سکتا ہے کہ ہاشم علی کا زمانہ ۱۲۹۵ھ نہیں ہے  
جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہاشم علی نے اپنے مرثیوں کے مجموعہ کو دیوان حسینی سے موسوم  
کیا ہے۔

چنانچہ اپنے دیوان کا نام بھی نظم کیا ہے۔

تو ن لکھا ہے کہ ملا کا یو بین ہاشم علی

مھے یو دیوان حسینی نام اس دیوان کا

غزل کی طرح مرثیے ہی ردیف وار درج کئے گئے ہیں۔ اول آنحضرت کی مدح میں  
ایک مختصر قصیدہ ہے اس کے بعد ایک سلام اس کے بعد حضرت علی کو مخاطب کر کے  
سلام کہا گیا ہے۔ اس کے بعد ردیف وار مرثیہ شروع ہوتے ہیں۔

ہاشم کے یہ مرثیے مربع، مخمس بھی ہیں اور غزل نما بھی۔ ان کے اشعار کی تعداد کم از کم  
سات سے لے کر زیادہ سے زیادہ (۱۰۰) بعض اس سے طویل بھی ہیں کل مرثیوں  
کی مجموعی تعداد تقریباً (۳۰۰) ہوتی ہے۔

جو عبارت دیوان کے درمیان آئی ہے اور مولف کیلنگ نے حوالہ دیا ہے وہ بیچ بچاتی  
ہے۔

یہ عبارت مرثیہ منط کے عنوان کے ساتھ فایسی میں درج ہے۔

”از جملہ نقضیات امام شہید کہ بریں عاصی شدہ آن ست کہ برادر  
ایمانی حافظ فضل الدین در عالم روایا تاریخ بیستم ماہ مبارک ۱۲۶۷  
یک ہزار (۹) چہل و شہت مشاہدہ نمود کہ گویا پائے الاوہ انحصرت  
نشستہ و مجبان جمع شدہ اند کہ یکا یک از شکل ضریح منور صدائے  
برآمد حاضران مجلس ہنگی تعظیم آن برخاستہ دست ہائے ادب  
پہ سینہ نہادہ بچہ اسماعیل ذلت روح افزا عینی سدا پگوشت  
کشید کہ بار دیگر آواز برآمد و نام قایل بیان غم بر زبان راندند کہ  
کچا ست چون این کمینہ را نیز در آن محفل حاضر دید کہ بانیاز تمام سرا  
قدم ساختہ نزدیک ضریح مقدس آمدہ استاد بار سیم  
حکم عالی صادر شد کہ آن مرثیہ ”واویلا“ را بخوان حسب فرمان  
وحی ترجمان شہر دوع بخوانند نمود کہ اذان خواب بہ بیدار شدہ  
این پائے ملحق است کہ در بارگاہ سیمائی وصول شدہ“  
اس صرحت کے بعد اب مرثیوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔  
علیٰ ضحک کا اتم۔

آج سو کہا دہن ترا اصغر	آج پر خون کفن ترا اصغر
حیف یو بالین ترا اصغر	لال ہے گلبدن ترا اصغر

---

کیون گلے سین لو ہو کے جاری ہا	کیون ہیں زلفاں کے بال تارون تا
حیف یو بالین ترا اصغر	تج کوں سرتے کھو نہ لگتی بار

اوٹھ گلے کا لو ہو دھولوں میں | نیند آتی تہجے مسولوں میں



چل تراپانا جو لاؤں میں صیف یو باین ترا اصغر

دیگر

طویل مرثیہ ہے۔

جاؤں کدہر میں کیا کروں یہ گو دخالی لے پہروں

پہر اصغر صفر میں کہوں کس کا جہولائون پانا

یہ دیکھ میرا حال تون توڑی ہون سر کے بال کون

میں دل کی حالت کیا کہوں کس کا جہولائون پانا

تھے کہیلنے کے دن تیرے کیا عمر کیا تھی سن تیری

نہیں چیں مجھ کو بن تیرے کس کا جہولائون پانا

نہیں بہو لے مجھ کو تو کہو تجو یا دکر تے میں رہوں

رو رو کے سچ بن ہون پہروں کس کا جہولائون پانا

یہ بہن تیری نگہ سار بیٹھی ہے دوتے زار زار

تون اوٹھہ سکینہ کر پوکار کس کا جہولائون پانا

پسران مسلم بن عقیل کا قتل :-

کہتے تھے بے کسی سون کہ لے عارث لالان

منظر ہے اگر تجھے سیم و طلا کتین

دو دو صغیر موت اپسکی دیکھی عیان

لفان کون کاٹھہ بیچ ہمن کون جو بندیان

ہے ماں بہاری آج مدینہ میں منتظر

امید رکھہ شفاعت روز جزا کتین

مسلم ہوا شہید ہمارا سو تھا پیر

تون کر جم سون بہاری مٹی پی کر نظر

ہر چند کرتے عجز وہ طفلانِ غور و سال | اوں کون کہا لعین پر افعالِ برفصال  
ہیگی نجات تم کون میرے ہاتھ سون محال | بیچون کا آج تم کوں میں وار الیقائیں

دہوے ہیں ہاتھ تب وہ سیرانِ جان سین | قطع امید کر کے وہ سب خانِ مان سین  
روتے گئے وہ راندہ ہر دو جہان سین | مہلت دے سکوں سجدہ کرین تا خدا کتین

فرصت نما کی وہ شقی نے نہیں دیا | شمشیر از نیام نکالا وہ بیجا  
ہر ایک کہیں کہ میں توں اول میری لگا | نہیں تاب دیکھنے کا مجھے سجدہ کتین

قاسم کے مرثیہ میں دو پہن کا سوال اور دولہ کا جواب۔

جلوہ میں اوٹھ کے رن کو چلا تب کہی دو پہن | دامن پکڑ کے لاج مسون آنجھوان بہرے نین  
مت چھوڑ کر سدا تو تم اس حال میں ہم | تم میں ہے گامائے یہ سونا بہون مرا

کیسی بویکد خدائی کیسی ہے پورات | آتنا فراق تم سون یہ جلوہ کی آج رات  
گھر کوں نہ لے گئے ہونہ بولے ہو ہم سوں بات | دیکھا نہیں جال کوں بھر۔ کے نین مرا

اس کر بلا کے بن میں اکیلی میں کہون رہون | تجربہ باج میں جہان میں پھر امید کیا وہ رونا  
جد کے مدینہ کیونکر میں اس ٹہا ہے پھرون | تم اپنے ساتھ لے کے دکھاؤ وطن مرا

قاسم کھڑا تھا روتے میں سن دو پہن کی بات | غم ناک اپنا دیکھ کے دامن دو پہن کے ات  
تب آو دناک سون بولنا وہن کے شتا | لے بوستانِ راحت و سدا دھن مرا

تیرے فراق سب میں جاتا ہوں اشکبار حق نے کیا ہے رن میں مقرر رہن مرا	مُجھ کوں نہیں ہے تیری جدائی کا اختیار میں کیا کروں صلاح نہیں حکم کو دگار
--	---

نہیں ہے امید رن سے پہر اگر تجھ کوں وعدہ ہوا ہے شہر میں تم سوں لمن مرا	ہے داغ دل میں تیری جدائی کا کیا کروں جو کچھ ہوا ہے مقدوروں میں راستی کہوں
--	--

ایک دو سرے مرتبے کے چند بند ملاحظہ ہوں :-

رن میں تن سون جدا کر سلطان کہان نیزہ اور کیا ظالم نے نمایاں کہان	لے گئے آج کہ ہر تاج بہشت ہیدان کہان کان کئے زلف معنبر کون پریشان کہان
---	--

لوہو ہر انیزہ اور پتھار سر پر نور امام یہ قیامت ہی سہرا پروہ شفیعان کہان	ہن مشفق بچ ہو دیا دیکھو خورشید امام سر کہو لے جاتے یتیمان کو زاری سون تمام
---	---

سہرا پروہ میں کرتے تھے سہی جو رستم کفر کے کام کیا جواسے ایساں کہان	شامیاں شام کوں جاتے تھے لے اہل حرم ہائے کیسے تھے سلمان نہ محمد سون شرم
---	---

نہ خورشید ہائے نہ پوشش نہ کوئی لیتا ہجر شہ کا غم لوں کا رفیق ہو رہا سامان کہان	جلتی دھوپان میں یتیمان کون دیو بیچ سفر راہ منزل میں نہ تھا توشہ مگر خون جگر
---	--

دو زبان ہے حیران کہ ہوئی رات عیان کان رہا جد کا مدینہ یو بیایان کہان	ایک دن شام تک نہ پہی نہ بستی کا نشان سب حرم روتے کہے ہائے نہیں ہم کون مکان
---	---

چو طرف دیکھے جنگل میں کہ لے جائے پناہ | جان نہیں اہل حرم اور سلطان و سپاہ  
کیتے ساعت وہ پہرے حال ہوا سبک تباہ | پائے یک قلعہ یہودی کا مسلمان کہان

تب کھڑے رہ کے پوکائے وہان سردار حصا | ہے نیریدی سبھی لشکر کو کھڑا کہول کو اڑ  
ایک راہ ہم کوں تیرے قلعہ میں ملا کے اوتار | صبح میں یکے چلیں گے تیرا احسان کہان

دیگر

یا مصطفیٰ چلو تم صحرا آئے کر بلا میں | فرزند حسین ملو تم صحرا آئے کر بلا میں  
درد اہل وادیا ہو العطش کا فریاد | تیزیر کچ کر دو تم صحرا آئے کر بلا میں  
در خاک و خون ہے سرخستہ بدن دو بے سر | لے سینہ پر دہرو تم صحرا آئے کر بلا میں  
ہزارہ ہزار کا فردن میں اکیلے سردور | اتنا فستج پڑھو تم صحرا آئے کر بلا میں  
اے مرتضیٰ تم آؤ وہ ذوالفقار لاؤ | دلہ ل اور پر چڑو تم صحرا آئے کر بلا میں  
خیر النساء کھڑی ہیں سرور حسین ٹپے ہیں | اون کی طرف دیکھو تم صحرا آئے کر بلا میں  
کہو لے ہیں سر کے بالان حق کن ہوئے ہیں تالان | آیا غضب سہو تم صحرا آئے کر بلا میں  
ہنگی بات قاسم اندوہ درود و ماتم | اے شاہ لے چڑو تم صحرا آئے کر بلا میں

ہاشم علی یہ ماتم مشہ کے رہا ہے دائم  
یو مرثیہ لکھو تم صحرا آئے کر بلا میں

ہاشم علی ایک زبردست مرثیہ گو تھا اس کے استاد سی اور اعلیٰ درجے کے شاعر ہونے میں  
شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی واقعہ نگاری اور مرقعہ نگاری اصل سامپیش کر دیتی ہے۔ اس کا اسلوب  
بیان صاف و رسادہ ہے اور وہ مرثیہ گوئی میں اپنے ہم عصر شعرا میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔

## مرثیہ امامی

ڈنبر اکی بیاض میں اس کے آٹھ مرثیے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امامی کا اسلوب بیان و مکشش ہے اس کے مرثیے ڈرامائی اثر رکھتے ہیں اور پیران کی زبان نہایت صاف ہے۔

افسوس ہے کہ امامی کے متعلق کسی تذکرہ سے کچھ حالات منکشف نہیں ہوتے ہم کو نہیں معلوم اس کا نام کیا تھا؟ کہاں پیدا ہوا؟ کس کا شاگرد تھا۔  
مرثیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے وہ شیعہ مذہب کا پیرو تھا اور اس کا اعتقاد تھا کہ وہ حضرت امام حسین اور آپ کے خاندان کا مداح ہے اس طفیل میں اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

مرثیوں کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

محشر میں جب محمد شاہ زمیں اوٹھیں گے	سب بیاتِ مسلِ پریم حزن اوٹھیں گے
حیدر علی لوہو سوں الودہ تن اوٹھیں گے	بیٹے لوہو کے ہلکان رہے ہے حزن اوٹھیں گے
آلودہ خاک و خون میں دندانِ مصطفیٰ لے	لوہو سوں تر بر لب دستارِ تقویٰ لے
مکڑے حسن کے دل کے جا با حسین کا لے	تربتِ حسین فاطمہ حبیبے یو برن اوٹھیں گے
دریائے غم میں ہرگز کرنا نہیں خواہی	ہر چند توں امامی عالم سنی سے عاصی
امید تو توئی ہے پائیگا توں خلاصی	کرتے کتیں شفاعت جب پنجہ تن اوٹھیں گے

دیگر

کیا ظالماں نے ظلم بے حساب آج | مظلوم کر بلا میں ہیں عالی جناب آج

اس غم سون مومنان کو ہوا بچ و تاب آج گویا علی کے گہر کا کہو لا غم کا باب آج  
 تھا آئینہ رسول کو درشن حسین کا  
 ہے وہ جفا کی گرد میں درپن حسین کا  
 رضان کے جواہر ان میں سے تن حسین کا  
 دستا ہے جن شفق میں نول آفتاب آج

کیون عرش زرخش بڑے بے قرار ہو | کیوں تاب لا سکے نہ فلک و یکہ ظلم ہو  
 مینا سے قد کون شہ کے مشکہ کیا دیکھو | سنگیں دماں سے ظلم کی پی کر شراب آج

- - - - -

یارب بحق خواجہ کونین مصطفیٰ  
 یارب بحق فاطمہ ناموس مرتضیٰ  
 یارب بحق جلیل الامان مجتبیٰ  
 بر لا ہر یک مراد امانی شایب آج

(۱) اکبر تری۔

غم سون نیلا ہو اگلن افسوس	شہ کے تم کا سن سخن افسوس
گل نے نگین کیا کفن افسوس	ہوئیں دو بارے سب چن افسوس
- - - - -	- - - - -
سب سینہ کے کیوڑیاں کہو لے	اکبر تری جب یو مرثیہ بولے
جب سون جاری ہوئیں (و) افسوس	گوہر اشک رات دن روئے

(۲) اصفہر۔

جب چڑے لڑنے کون قاسم تب کہے رورودوہن  
 اسے بنوئی سانچہ کہہ کس وقت بر لاگی لگن  
 تھے کھڑے کسی یو نجم کون چوڑ گئے ابن حسن  
 تحت چڑے تخت اڑے یہ ہوا کیسا سکون

ختم کرا ب مرثیہ کوں بول ادھڑا رو وشتاب  
 دولت دنیا و دین سوں مچ کون کرتا کامیاب  
 یا علی یا علیا یا ابوالحسن یا ابو تراب  
 انقر عاصی نے پکڑی شاہ قاسم کے چون

(۳) ابو تراب۔

نگیں گیا جہان سین شہیر ہے دریغ | اسدن کہ سون کائنات میں لگی رہو دریغ

نہاری نے مکہ دل کون سے لیا بڑا	غم نے کیا ہو سینہ کون تسخیر ہے دریا
یوں کر پیر ازل میں قلم اسے ابو تراب	پیرتا نہیں کمان میں چوٹا تیر ہے دریا

(ادبیرا)

(۴) افصح تذکرہ شعرائے دکن بلکا پوری میں ایک شاعر افصح کا ذکر ہے ممکن ہے یہ وہی ہو۔

پیشوا سب انس جان کا یا امام	ہنسا ہے تو جہان کا یا امام
کیا کہے افصح عیان کا یا امام	ظاہر و باطن تو ہی ہے آشکار

(۵) اکبر۔

ہے اے قاسم ہے اے قاسم	ہے اے قاسم ہے اے قاسم
قاسم کون یا اکبر رہتا ہے آج اکبر	یہ غم ہوا جگر پر ہے اے قاسم

(کیمبرج)

(۶) احمد۔

صلوٰۃ بر محمد صلوٰۃ بر محمد	ہر دم پر دم ہزاران صلوٰۃ بر محمد
یعقوب علی کے کہن کا موتی نبی کے من کا	زہرہ قاطرہ کے تن کا صلوٰۃ بر محمد
بتان ستیان کے کہن ان موتی مدین کے ولا	احمد سدا چوین بونان صلوٰۃ بر محمد

(کیمبرج)



(۷) النقی۔

تو غم سون خم ہوا گئے گلشن یا حسین	روٹا ہی روم شام و دہن یا حسین
سب و ہری ہوئے ہیں عزیزانِ جہان میں	تم ہو گوہر و لعلِ مین یا حسین
یہ بزمِ آفتاب جب آویگا حشر کون	الغنی یہ سایہ کرنا قن یا حسین
	(اڈنبرا)

(۸) تحقیق۔

فاسم اس رن میں بنا بچ چلا جاتا ہے	تار مسہرے کے دیکھو حسین چڑا جاتا ہے
بے یو بیوہ دہن و دلا میرا جاتا ہے	گہر عروسی کا دیکھو ہائے لوٹا جاتا ہے
مونا گرہ ہے تین دولت ایمان کی طلب	نعمت فیض ہے اور بخششِ نیران کی طلب
رات دن دل پہ رکھو دیدہ گریان کی طلب	غم حسین کا تحقیق سنا جاتا ہے
	(اڈنبرا)

(۹) نقی۔

لے ناک ہائے یہ کیا ظلم سہادی ہے	کون کون کج تیرے ہات سین فریادی ہے
کہا میں شہ کونین کے گہر شادی ہے	کیا اوس سی گہر یہ یہ خونریزی و جلادی ہے
شہ کے راجی کا ہی فخر نقی کون یا ران	نہ دم شاعری نہ دعویٰ استادی ہے
	(اڈنبرا)

(۱۰) تراب۔

العش لے فوج اعدا العطش	العش یک شربت العطش
------------------------	--------------------

آبِ خونِ مشہدِ محبان اے تراب | العطشِ نامہست دنیا العطش  
(اڈھرا)

(۱۱) حبلیں۔

محرم چاند پہر آکر دیکھا یا مشامِ کلفت کون | شتا غم کی گہن میں آمدِ برجِ رسالت کون  
چو شہ کا مرنیہ خوان ہو اے کیا درگناہان کا | جلیل آوے حسین ابن علی تیری شفاعت کون  
(کیمبرج)

(۱۲) حمیدی۔

کیون ہوا ماتم تیرا غم یا علی | غم سون جگ ہوتا ہجرِ بھم یا علی  
اوس دک کہوں افسوس کہ جگ میں | جو انجھو جھڑتے ہیں شبنم یا علی

ہے حمید ہی شاہ کا سون امیدوار

دے مراد ان قبیلہ عالم علی

(اڈھرا)

(۱۳) داس۔

اے میں ظالماں نے نبی کے رتن کون آج  
گہا نل کئے ہیں سون میں مبارک بدن کون آج  
لوہو نے نہلائے سواوس گل بدن کون آج  
ویران کر ظلم ستے اون کے وطن کون آج

منظوم ہو گیا ہے جہاں سون وہ مشہ سوار  
مشہ کے دو کہوں سین داس کے ہیں چشم اشکبار

روتا ہے پودریغ سین زار زار زار زار  
مارے ہیں ظالمان نبی کے رتن کون آج

(اڈنبرا)

(۱۴) دل۔

آج نبی سون غزوہ کہن ہائے سینا | تم کو پالا مہر سون کے لئے سینا

- - - - -

دل جو بادل دانت کر سب تم پر سائے

دہراں کو ہو گی تیغ مسو پر سائے سینا

(کیمبرج)

(۱۵) مدائنہ تذکرہ شعرائے دکن میں اس شخص کے شاعر کا ذکر ہے۔

جولی سیس کو یاران شہیدوں کا گوارا ہو | بچشم یون دل سیس دور کہ یہ تابوت پیارا ہو

- - - - -

جو راز کوثر کے پیالی بہر کر نالا کہتا نہیں دور دور کے

سین سرور چلو جب سون خدا تمنا کو بلایا ہو

(کیمبرج)

(۱۶) مسیہ تذکرہ شعرائے دکن میں اس شخص کے شاعر کا ذکر ہے۔

اوس لایت شہر پر بولو سلام یاران

داشمن والضحیٰ پر بولو سلام یاران

- - - - -

اوس خاصہ خدا پر بولو سلام یاران

اوس ذات مصطفیٰ پر وائیل ادا سجا پر

- - - - -

اوس فیض جاوون پر فیاض ہوتا پر	سلطان دو جہان پر بولو سلام یاران
اوس لڑی ہار اوس پر تفتہ اپر	اوس کامل الدعا پر بولو سلام یاران

خالق کے طالبان پر احمد کے نائبان پر  
سید کے صاحبان پر بولو سلام یاران  
(اڈنبرا)

(۱۷) سیدن۔

ماہ محرم میں دیکھو چند ماہ لے آئیا  
تارے گلن کے کوئند کر سہرا چو شہ کون لا آئیا  
کنکنا ستم کا باند کر دو کہہ کا او پٹنا شکون لا  
حیرت کے چو کے کے او پر انچوان سین تن نہلایا  
سیدن سفا شہ کا سہامیدان تر کرتے بدل  
نینو کے رشکا اشک سون بہر بہر کے نت چہر کا تیا  
(اڈنبرا)

(۱۸) سرور۔

آیا ہی چند رگہن پر ماتم کا	وہوم او چا چو کہہ بن پر ماتم کا
پانی سرور حسن کون پلایا	نہر بہر اتن میں پر ماتم کا

سرور شہان کے غم سون اس جیو کون  
فدا کیا ہے چن پر ماتم کا  
(اڈنبرا)

(۱۹) سہری۔

مجرم گہن پرین کا شور ہوا سب غم کا | جگ میں غم پر گہٹ ہوا یا نہ تک بجا ماتم کا  
کنج حنفی سون مشہ کے غم کے آگ لگی ہو جگ میں | تن میں دل انگار ہو سلگنا باد لگا یک دم کا

مذاہبت پر یکدم سن قاتلو بلا کر سو | وہی بنا کر بل میں آیا باماشہ اکرم کا  
من رانی نقدر بہ الحق سن سرون سون لگی | سہری اب کیا ہر پر پوچھو معنی اسم اعظم کا  
(راڈنیرا)

(۲۰) سلیمیں۔

بنا کہیں اب سچہ بنا یو حال دیکھاؤں کے | اھنر میرا روتا نہیں میں آج مسجھاؤں کے  
جب وہ دولارا گو د میں روتا تو میں لاتے گلے | وہ آج دستا نہیں میں اب گلے لاؤں کے

کہتا سلیمیں، رزوکریو شفاعت خشر میں  
تم بن وسیا لے نبی حق سامنے لاؤں کے  
(راڈنیرا)

(۲۱) سلیمیں۔

وطن آپس کا سودیراں کو خدایا کیوں | حسین، بن علی کر بلا بیا کیوں  
ہزار بار لکھی لکھ کہ کو فیان دغا | نبی کے آل کو ہر جہو بو لو کہیا یا کیوں

یہی عام سلیمیں کے دل میں ہوا نسوس  
کہ ہائے مشہ کے گلے پر خنجر چنایا کیوں  
(راڈنیرا)

(۲۲) شرف را سپر نگرے اس تخلص کے ایک دکنی شاعر کا ذکر کیا ہے۔

چا جبریل مشہ کے خبر کر یا دسون کہہ	احوال آن شاہ رسل انبیا سون کہہ
غربت بیکی کون توں مشکل کشا سون کہہ	تنہا پڑا حسین حسن مجتبا سون کہہ
- - - - -	- - - - -
دنیا کے اس حچن میں شرف بول بار بار	بلبل من و مشور و فغان کر ہو زار زار
آں عبا کا درد جو تھا دل میں خار خار	ہر دم ہزار بار شہ او لیا سون کہہ
	(اڈنبرا)

(۲۳) ششیدام

مشہر مانو رو پوکاری ہائے اعفر کان گیا	داغ غم کا دل پہ میرے دیکے دلیر کان گیا
یک گہڑی میں تل اوپر کر کریرا گھر کان گیا	پانا سوتا پڑا ہے ناز پرور کان گیا
- - - - -	- - - - -
ہاتف غیبی نے ششیدامہ انج گیا ہو یون پوکار	دوستی آل نہی کی رکہ کہ ہونگا رستہ گار
دولت دنیا کی اوپر نہیں ہے ہرگز اعتبار	دیکہ تول ششیدامہ دارا و سکندر کان گیا
	(راڈنبرا)

دیگر

سرداری آج ہے مشہ کی دیکھو یاران محرم سون  
چلے ہیں آہ مظلوماں بہت دکہ درد ماتم سون

شفیع امتان کا غم لگا ہے تیرا اے ششیدام  
تین نوراد خون مشہ ہزاروں داغ جگر سون  
(کیمبرج)

(۲۴) صابر۔

اہل حرم سب روتے پہر آویں حسینا	چاند سا کڑا اپنا دکھنا دیں حسینا
ہر کون اکیلا جیٹ کے کٹ جاویں حسینا	آکے تیں اپنے کل لاویں حسینا

بی بی سکینہ روزندی سبھا نویں حسینا

چاروں طرف سون آپڑے دشمن گے گہیرے	یار و برادر سب مشہید آج ہو گئے تیرے
لوٹ گئے اندر کر بلا حیدر کئے ڈیرے	حضرت کھنڈم روئے دل جانی میرے

میرا غم دکھ درد سون سن جاویں حسینا

تیے در پر آپڑا یو صابر مسکین	دکھ سون غم سون درد سون لہ جان غمگین
دعا ہے ہر دم درد سون اوسکوں ہوں آمین	دلکی مراد ان بخش بخش ایمان اور دین

اوسکے مطالب لطف سون بر لاویں حسینا

(اڈنبرا)

(۲۵) صلاح۔

اے حجاب بے سبب مارا گیا سلطان چرا	خاندان احمد مرسل ہوا دیران چرا
پر دم آیا واسباب الم موجود شد	آب نہرو بن باد جو دین ہمسایان چرا

لطف مشا و کر بلا ہے مشا مل حالت صلاح

روز محشر می مشدی محروم از احسان چرا

(اڈنبرا)

دیگر

اے دریغا سبط پیغمبر گیا ہے الوداع	یاوگار حیدر صفدر گیا ہے الوداع
لذتے از زندگانی نیست بھکوں اے صلاح	تاکہ میرا دی در ہر گیا ہے الوداع

(کیمبرج)

(۲۶) صوفی۔

اوس کر بلا کے بن میں ہے گم سان جدا جدا | زخمی ہوڑ پڑتے ہیں شہداں جدا جدا  
 دہر کہیں پڑا سیس کہیں دست دیا کہیں | ہر ایک کو ہوش کے تہل میں ہو غلطان جدا جدا  
 ہر ذات پاک حسن و حسین از کمال حیف  
 صوفی ہے ہر دو نام کا قرآن جدا جدا  
 (اڈنبرا)

(۲۷) صاحب

انہوں گزارن میں دو جان جہان آج | پیاس گیا مارا دو جگہ کا پران آج  
 منقول ہو جب لے چلے اولاد نبی کون | دیکھا اُن شہداں کی شہادت کے مکان کون  
 جب خیرت زینب کی پڑی رن میں نظر جائے | یک بار گری اونٹ سوں پہاڑی کون پہچان کون  
 بیتاب ہو نعرے سوں پوکا رے کہ میرے پہاڑی | چون چاند کیا اپنی شہادت سوں قرآن آج

اے مسید کو میں توں صاحب پہ نظر کر  
 روتا ہے کھڑا غم سوں تم سے بادل و جان آج

(اڈنبرا)

(۲۸) صوفی۔

رہا ہے شہر ماتم کار چاہی بیاد قاسم کا | شہر سلطان عالم کا رچا ہی بیاد قاسم کا

صوفی از مسویش قاسم چلا ہی سینہ عالم  
 ہے ہر ہر طرف ماتم رچا ہی بیاد قاسم کا

(کیمبرج)



(۲۹) طاہر۔

یا علی بن حسین اپنے بنی کون لائے تم چلو  
سہر جاتن میں پڑاؤ سکوں ملائے تم چلو

زخم ہا کاری اوپر مرہم لگانے تم چلو  
خاک و غول سینہ پہراؤ سکودہولانے تم چلو

اوڑ محمد کوں اوڑٹھ آدیں گے خلافت مل کے سب  
لے ملائک نامہ اعمال کوں دیوینگے جب

شاہدین سہر حسین نامے کتیں کہہینگے تب  
لطف میں آج طاہر کوں چھوڑانے تم چلو  
(راؤنیرا)

(۳۰) عین الدین۔

شہ بن روتے آج کیوں سہرا سکینہ	داغ جہاں کا مکھ کرہا سکینہ
شہ نے کہا ہجو کر بلا گنڈا رہ سکینہ	روکے آپس کون یون کہا ہراہ سکینہ

قید بلا میں دیکھ اہل بیت کوں یارب	کرتے لعنت ظالماں پر جن و بشہ سب
عین الدین توحید کا کہوں دل نہ جلے اب	مشمع صفت ہر نخل آتش بارہ سکینہ

(راؤنیرا)

(۳۱) علی

اے دوستان امام امم پر کہو درود	بحر سخا و کان و کرم پر کہو درود
ناحق کیا شہید یہ زہر و دگر یہ تیغ	دو کشتگان جو رستم پر کہو درود

کرتا ہے صبح و شام علی مرثیہ رقم  
اوس نکتہ دان لوح و قلم پر کہو درود  
(اڈنیرا)

(۲۲) عترت۔

اوس شاہ رہنما پر بولو سلام یاران | اوس قبلہ دعا پر بولو سلام یاران  
محبوب مصطفیٰ پر کہہ رکے دلربا پر | حیدر کے مدد لقا پر بولو سلام یاران

اوس معدن صفا پر آئینہ خدا پر  
عترت سے کہہ اپر بولو سلام یاران  
(اڈنیرا)

(۲۳) عسکری۔

اول اوس نور خدا کوں جا صبا پہنچا سلام | لائق حمد ثنا کوں جا صبا پہنچا سلام  
عسکری ہیں عالم علم لدنی با کمال | عارفان کے تاج کو جا صبا پہنچا سلام  
(اڈنیرا)

دیگر

حیف انبار (۹) سون شہ علیغاب | القش کہتا گیا ہو بہر آب  
(کیمبرج)

(۲۴) عطا۔

محرم کا بھی چاند آیا درینا | خیر شہ کے ماتم کی لایا درینا

خبر شہ کے غم کی سبوں کون سونایا      فلک سوں دو عالم پر دلایا درینا

کہا مرقیہ شہ کا دروہ عطا نے  
سوناکر جہان کون رو لایا درینا

(ادبیرا)

(۳۵) عنایت - تذکرہ شعراء و کفن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

جم ہوا غم شہ کا جم کون دل پہ خون غم جم ہوا  
جم ہوا جام سکندر کون جام جم ہوا  
جم ہوا خون ریز جگ سون اشک چون بھل دگوہر  
جوش کہا خون دل سوں او بلے میں قلم ہوا

غم ہوا تج میں عنایت تو مشہی غم میں ہوا  
اس غم انکے کوئی غم نہیں غم مج پہ تو قائم ہوا

(ادبیرا)

دیگر  
مشہادت کی قبا پہرے حسینا یا حسن رنگی  
لہو لالائے رو یا مسو ہوے بن بن چمن رنگی

عنایت دراکے بنے کر لو ہو میں تر کیا سالم  
مگر رنگ ریزے سون غم کئے ہیں جگ کے من رنگی  
(کیمبرج)

(۳۶) عارف چہستان شعراء میں اس شاعر کا ذکر ہے۔

نبی کے دل پر یہ دو کہ ہے بہاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو  
علی کے یتیمان سون اشک جاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو

حسین کے غم سون ملک ہو گریاں فلک پہ چل بل جگر ہو بریاں  
بتول رو رو کرے تھے زاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو

کہتا ہے عارف مشہاں کا ماتم حسینو کے غم سون دو جگ ہی بہم  
لگے ہیں دلپر کچن کٹا رہی خدا کے سون اے خدا کے لوگو

(اؤنبرا)

(۳۷) عَزَّو

مشینوں از زمیں تا فلک پڑا و اظہا و اظہا	واظہا تشہ لب گیا شاہ کر بلا و اظہا
مکزیں سین شاہ دیں حسن آب سم پیا و اظہا	مساحے شہنوقہ ستم میکنم بین و اظہا

عزتا مکین پیش از میں رقم شعرا ستم و اظہا  
حافیت نہاند از زبان دیگر تا جگر حلا و اظہا

(اؤنبرا)

(۳۸) عابد

تب تہیں دو جگ میں یاران کو کہل بل پڑی ہے	جب شہت کر بلا میں شہ پر بلا کھڑی ہے
ساتون طین گلس پر یک پل میں جا چڑی ہے	اتم کی ہانک اوشہ گریاں ملک خبر دے

کچن نوشی سون نرسن ماتم سون شہ کواریا  
دل خوش میں کھانے یو غم اکن پڑی ہے

عآبر کے دھن یوں میں غم مسون اشک ریزان  
برسات میں جن ساون پیداو کی منت چڑی ہے

(راڈنیر)

(۳۹) عزت۔ جن کا ذکر صفحہ ماقبل میں ہو چکا ہے۔ انہوں نے مرثیے بھی  
لکھے ہیں۔

دامصیبت مصطفیٰ کا جان آج خاک پر بے سہر پڑا ہے جان آج

ہے غلام اسے شاہ عزت منت لہل  
دے اثر اوسکے سخن کون یا رسول

روح الامین کون حق نے کہا کر بلا کون جاؤ میرا سلام فاطمہ کے لال کون سناؤ  
(راڈنیر)

(۴۰) غلامی۔ کسی تذکرہ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ مگر مولف اوردوشمہ پارے نے  
تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ دور آصفیہ کا یہ پڑا زبردست مرثیہ گو تھا۔

دوہرا غم آکے گھیرے کاسٹ ہا زمن کون آج | جلوہ میں کیوں بٹھاتے ہیں اب جن کون آج  
گو نگہ میں سوگن آن پڑیکا دولہن کون آج | قاسم خدا کیواسطے مت جاتوں دن کون آج

غلطان بخون ہوئے ہیں سب اجاب اقربا | ابد ہے کمر زہر مشمہا دت وہ مقدا  
قاسم نے اذن حرب طلب کر کے یون کہا | عمرو جادان کون رضا دوہمن کون آج

دلت کے دن پدر پو وصیت کیا مجھے | تجہ پڑنا رہوئے نصیحت کیا مجھے

تاکید کر کے کام کی رخصت کیا مجھے | یس انجھوسین شہ نے کئے پرہین کون آج

بولے اگر تجھے یو وصیت کیا پدر | حق میں تیسے مجھے بھی جو کے وہ نامور  
لاؤں بجا میں حکم برادر توں کر صبر | یو بات کر طلب کئے سرور بہن کون آج

خیمہ میں اپنے لایا وہ دولہن کون نو جوان | اہل من میا زراہل ستم بولے آگہان  
دست عروس چوڑے کے قاسم بولے روان | بولے خدا کون سوئیہ چلا ہون تم کون آج

ہرگز نہ رکھ توں خوف غلامی جہاں | آل عباسین تون مدد مانگہ ہرمان  
دکھلاویں کر بلا تجھے آخر دوسرے | جو آرزو تھے کہ تون حسین حسن ہون آج

دیکھ

آج بے سربدن تیرا قاسم | بن میں غلام تیرا قاسم  
بہو بہرا پیرا ہن تیرا قاسم | حیف ہے یو لگن تیرا قاسم

کر غلامی اوپر کرم اپنا | کر بلا میں او سے بولا سنا  
مے ازل سون غلام حیدر کا | حیف ہے یو لگن تیرا قاسم

دیکھ

یاران جہان سین کج شہ کر بلا چلے | دنیا میں یادگار رسول خدا چلے  
(اڈھرا)

(۴۱) غالب - تذکرہ کریم الدین (طیفات الشعرا) میں ان کا ذکر ہے۔

یہ محرم ہے چاند ماتم کا	ماتم شاہ ہر دو عالم کا
نور چشم نبی علی زہرا	یعنی سہ اسم اعظم کا
اوشہ دین پنا امام حسین	منظر حق شفیع آدم کا
زخم کاری یو غم کا اسے غالب	
لا دوا ہے چسود مرہم کا	

(اڈنبرا)

(۴۲) غمگین -

آج نگاہ پر گنگن پر غم سون خم ہو یوں ہلال	کر بلا کے حادثہ میں ہیں نبی کے پاک آل
نہا من کے باغ جان کا شاہ قاسم نو نہاں	تخت جلوہ کے گلں میں چہو بہ بکھنا کہ پڑاں

آج غمگین برج بارہ دکھ سون رونا آسمان  
آج ہر سزا عرش کر سہی وزیں کے سب جلال

(اڈنبرا)

(۴۳) فائزہ -

کئیں شاہ زین العباد کیا کرو گے	میرے بعد ہو گیا جھٹکنا کیا کرو گے
کے کا میرا جب گلا کیا کرو گے	مجھے دیکھ تم سب جدا کیا کرو گے

ہے فیض ہاشم سون فائزہ نے پایا	کہ سیاب دل شہ کے غم میں جلایا
فائزہ جس کے من بے سرور کانت گ	دین دنیا کا کیا پرائے..... (۹)

(۴۴) فسح اللہ۔

دن بیاہ کے شامیان نے قائم ہو کون مارا | بستاجو کہ حسن کا کر ظلم سون ادا را  
دو لہجے توڑ سہرا سرپٹ یون پوکارا | کہون میں چوڑ بھکون دو لاکہاں سہارا

گرمیاں ہو فتح اللہ کہنے مسون اس بیان کے | دو تے ہیں داسین کہہ خقوق دو جہان کے  
اس دوکے سون جہک پڑے ہیں بطن آسان کے | گویا زمین کے اوپر شرھے آشکارا  
(اڈنبرا)

(۴۵) فضل۔

اب قضا آئی ہے سیکر شہ سنے آتم کی بہار۔ | زخم کاری شہ کے تن پر کل ہے جو گل انار  
خون کی کیاری بہری رہی ہے درمیان کار و زار۔ | آج کتیں پایک سٹلاھے علی کا یادگار

شاہ کرل فضل پر دیکھو مرد منیر آن ہیں  
آج بھکون خوف نہیں بکندہ اللہ و ہر شمار

(اڈنبرا)

(۴۶) قائم۔

سکر پیا کا جیب کیا شہ نے خیال | تب ہوئے اہل حرم غم گیس کمال  
سب توڑیں رو رو کے اپنے سر کے بال | تم بنا ہوئے گار ہمارا کیا حوال

آج ہے ماتم میں قائم دہر تری (؟)  
نوع و سسی پر پڑا غریب کا حال

(اڈنبرا)



(۴۷) قطب -

یا نبی شہ کون جا کر بل سون لائے تم چلو	فاطمہ اور کون سون اسکا رکھانے تم چلو
آج بانو غم میں ہیں اور تلو منائے تم چلو	دے دلا سا اپنی سینے سوں لگانے تم چلو

ہو شفیق محشر میں محکون یا محمد دستگیر	کہ قطب بن جن ہنگامہ ہوں میں اسیر
حبائل بیت سون رکھتا ہوں دل اپنا سبر	ہوں شفاعت خواہ میں محکون چوٹانے تم چلو

(ادبیرا)

(۴۸) قربان علی -

آج رور و کہین حرم سرور چلے سوکان چلے	الودا ہو نور پیغمبر چلے سوکان چلے
گہر سین وہ دلبر حیدر چلے سوکان چلے	ہو کے پیاسے ساتی کوڑ چلے سوکان چلے

جگ میں قربان علی پایا اوی غم سوں شرف	فخر بانو سیاہ ہو بانہ تازی معترف
دو نہ جد سوں نکل کر مشہور کو کشف	سید الکونین وہ سہرہ چلے سوکان چلے

(ادبیرا)

(۴۹) قربان چغتایان شعرا میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

پہر آیا ماہ غم افسوس افسوس	شدہ ظلم و ستم افسوس افسوس
----------------------------	---------------------------

نہ تھا در کر بلا قربان ہوتا	فدائے آن قدم افسوس افسوس
-----------------------------	--------------------------

(کیمبرج)

(۵۰) کمتر چغتایان شعرا میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے اور تذکرہ شعراء  
دکن میں بھی ذکر ہے۔

گل محمد کے چمن کا یا حسین سوزہ حیدر گلن کا یا حسین

حجر کہو شہ فوجہ اوپر اپنا کرم ہوں تیرا بندگان کمتر یا حسین  
(کسمیرج)

(۵۱) گلزار۔

آیا محرم جگ منے ہی سیکہ ڈنمبر سوار ہو  
گر جے گلن پر سیکہ لاکچہ ماتمی ہو سکر کڑا  
فوجان برہ کے بانڈہ کرسب ہونا کئے دل اوپر  
صف بانڈہ کروان ملک توں فرج کا کر کل

پر نور بہارن غم ہوا عالم کون کل ماتم ہوا  
سینہ چمن کا چاک ہر گل غنچہ سب غمناک ہو  
زگلین شفق کے ہول کر زنجیر دہرا نگی جکڑ  
گلزار غم کا بارھے جنگل میں سب گلزار ہو  
خوشید جلیل راکھ ہو بلبل سون جلی جو چہتی

(اڈھن)

(۵۲) لطف۔

افسوس روز حشر میں روئیں گے فاطمہ | خونین کفن حسین کا لاویں گے فاطمہ

دار و امید (۹) روز جزئے لطف

(کسمیرج)

کوثر کا جام بہر کے پلاو گئے فاطمہ

(۵۳) موسلی۔

اے صبا آل نبی پر کیا تون لے آئی بلا	اے صبا کا نیکی کل کر بل میں شہنشاہ کا گلا
اے صبا مظلوم ہو سلطان دین بے سر چلا	اے صبا اہل حرم کا تاج سر سے ڈھولا

فاطمہ کے نور دیدون کا تصدق یا رسول	یو دعا موسلی کی تجرہ گئے کہ یو قبول
ہر بان ہو داخل جنت کریں حضرت ہول	اے صبا امت کے کارن باب حمت کا کہولا

(اڈنیرا)

(۵۴) سیجا۔

کہتی ہیں فاطمہ اے علی تم نجف سون جاؤ	بیکس پڑا حسین میرا کر بلا سون لاؤ
ٹاکے نگہ کے بانہ ہر ایک زخم کون سلاؤ	بانو کون کہو کہ غم میں سیکھ نہ کہت رو لاؤ

ہو کر شفیع کر کے محمد سون التماس  
محشر میں یا حسین سیجا کے تیں چہو لاؤ

(اڈنیرا)

(۵۵) محبان۔

غم سوں دل چاک گریہ بان نہ ہوا تہا سو ہوا	مینا ایسا کہی بر کر یان نہ ہوا تہا سو ہوا
شاہ سہو رسو حیران نہ ہوا تہا سو ہوا	خانہ احمدی ویران نہ ہوا تہا سو ہوا

نازین شہ کا عزیزان کہو دل بیچہ مدام      ہوا ہے مرثیہ تازا سنا از صدق تمام  
شاہ دین اپنی شفاعت کریں گے روز قیام  
مرثیا ایسا محبان نہ ہوا تہا سو ہوا

(اڈنیرا)

(۵۶) معبر خان۔ اس نام کے ایک شاعر کا ذکر فتح علی گرویزی نے کیا ہے۔

مرد تو کس سبب لاغر ہوا کہو کس پہ کیا غم ہے

پچھانا درد کی صورت مسویہ ماہ محرم سے

لباس نیلہ گوں گردوں کرتن پر رنگ ماتم ہے

نپو چو زنگس بیمار کے اکھیاں پشیم غم ہے

(۵۷) ماتمی۔ ان کا تخلص بگل بھی تھا۔ مرثیہ میں ماتمی تخلص کرنا شیفتہ اور گرویزی نے

ان کا ذکر کیا ہے۔

کر بل کے گشت گمان کی خبر لو علی ولی | جنگل کے ترشنگان کی خبر لو علی ولی

سردار انس جان کی خبر لو علی ولی | گل اپنے خان دان کی خبر لو علی ولی

ردتا ہے ماتمی ہوتا رہے عزا کون دیکھ

بے نام دیو نشان کی خبر لو علی ولی

(اڈنبرا)

(۵۸) معجز۔ تذکرہ شعراء دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

نبی کے نورین پر کہو درو دو سلام | علی کے مسر و چین پر کہو درو دو سلام

اسیر در دمن پر کہو درو دو سلام | شہید سیح کفن پر کہو درو دو سلام

ہمیشہ مصرع معجز ہو ازمین غم ناک

مشبیہ زمین دمن پر کہو درو دو سلام

(اڈنبرا)

(۵۹) مسیح الدین۔

اے مہمان شاہ سرو پر سلام | دو مشہان امت کے بہر پر سلام

- - - - -

یہ مسیح الدین قنبر کا غلام  
پہر کہیگا شاہ اکبر پر سلام

(اڈھرا)

(۶۰) مہلا چہستان شعرا اور تذکرہ شعراء دکن میں اس شخص کے شعر کا ذکر

ہے۔

غم سون کھائے سب چین کے گل | بکے جل گئے چوکھن کے گل  
حیف یاران کیوں کئے کھلا | مصطفیٰ کے انجن کے گل

- - - - -

بتدا اس دو کہ سین روتا  
ہر کر دستے یونیس کے گل

(اڈھرا)

(۶۱) مصلح الدین۔

گل ہوئی اس درد سون سب تانے حسین  
سب حرم پر ہے۔ بدل ہے سخت حیرانی حسین

روز و شب ز جگ کن تیری یاد کے او را ہے

ہے دعا تجہ نام کے ہر یک کو سہیانی حسین

- - - - -

کمترین کتر مصلح الدین تارا ہے غلام

دوبدم ہوتا ہے تم پر جو سو قربانی حسین

(اڈنیرا)

(۶۲) کہن۔

آیا محرم کا چند غم کے ترنگ پر سوار ہو  
آسمان کے میدان پر آکر کھڑا غم دار ہو  
پوڑی لگی افسوس کے مارے خونری آہ کے  
اوس شاہ کے درشن بدل سگیا ہرے نیاز ہو

آستہ خواب میں بولے کہن رہشاوان  
ہم دین و دنیا میں بد و بخ کون ہیں نت سشار ہو

(اڈنیرا)

(۶۳) مسکین۔

جب سون آغاز کیا حق نے دستورِ سلام | تب سون اول ہو محمد یہ ہو منظورِ سلام  
و محمد کہ ہنوز آدم و نوا ہی نہ تھے | اوسکون اول سیتے ہیجاتا تھا بانورِ سلام

کاشکہ چار دہ معصوم کی سب کے طفیل  
ہوے اس عاصی سکین کا منظورِ سلام

(اڈنیرا)

(۶۴) مدحی۔

یارانِ دو جگہ کے شاہ پر صلوٰۃ سب کہو | معنی لالہ پر صلوٰۃ سب کہو

بہیجے درود مدھی مداح دم بدم  
اُن سائے قبلہ نگاہ پر صلوٰۃ سب کہو

(کیمبرج)

(۶۵) معصوم - تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔  
آپ دلا محرم سب جا عزا ہوتا ہے | ارض و سما با تم نیلی تبا ہوتا ہے

ساز و ساز معصوم از قتل شاہ مظلوم | چون شمع رشتہ جان از صدق دل جلا ہو  
(کیمبرج)

(۶۶) مستقیم -  
کہ بلا کے ان بہتر شکر شکن کا کوچ ہے  
دل کا بجایا سوگ کا بولے ہمیں کا کوچ ہے

مانگے جیا ہوا کہ ہا آنسوں سین تن کون دہو رہا  
مستقیم - اجداد باری تو ہمیں کا کوچ ہے  
(کیمبرج)

(۶۷) مستقیم -  
نشہ لب و لہجہ میں کون آل پیغمبر ہوتے | حاضر اس وقت اگر ساقی کوثر ہوتے

مستقیم اس غم جان سوز کو گر لکھاتے  
نہ نلک سچہ قلم اہ کے دفتر ہوتے

(کیمبرج)

(۶۸) مختص۔

الوداع ہو الوداع ہو الوداع | الوداع اید و دست داران الوداع

مختص مرن سون تاشد چو ہاتھ تے کنون ہرا  
صد بابہ سدا و پر یہ غم کا ادا الوداع

(کہیں ج)

(۶۹) موالی۔

محرم ہے محرم ہے محرم | کر دہر پا مجھان نخل ماتم

موالی پر تو شاہ لطف کر لطف  
بر ارد حاجتیں واکر دو عالم

(کہیں ج)

(۷۰) نظر۔

یاران ہزار حیف رسول خدا نہیں | اور قاطعہ علی حسن مجتبا نہیں  
تہا حسین رن میں کوئی آشنا نہیں | بازو نہیں رفیق نہیں دلربا نہیں

اڑا سچاڑ کہا کے ادھی بول سب جنے  
بابا تیرا شہید ہو پونچا ہے حق کئے  
سو گند ہے خدا کی تیرا پایہ جگ مئے  
درا نہیں دریغ نہیں مسرتا نہیں

کہنے لگا ہو جب سون الم کے نظم میں بیت | دنیاں کون دل سون سب کے تون بول لایا



دو جگہ میں نظر کون بجز حب اہل بیت  
مقصود نہیں مراد نہیں مدعا نہیں

(اڈتیرا)

(۷۱) ندیم - بیجا پور کے مشہور شاعر ہیں۔ آگاہ نے ان کا ذکر کیا ہے۔

ہے ہے . صغرا بن حسین سونا تیرا پانا  
رو رو بالو کرتے ہیں مین سونا تیرا پانا  
تجہ بن بانو ہیں بے حال ہوئیں بکھرے سبک بال  
نہتے ہر ہو میرا لال سونا تیرا پانا  
تہا تو شہ کاسن کا چاؤ مجھ دیکھا کے من کا بہاؤ  
کاری ہو مجھ دل پہ گہاؤ سونا تیرا پانا  
تھا جو تجہ پر ایسا لگھا ت مجھ کوں بی بیجا تاسا  
اصغر مجھ سوں کر کچھ بات سونا تیرا پانا  
تھا مجھ دل میں یہ ارمان سا لگھو کر قی سمان  
تجہ کوں تھا یہ برس تہان سونا تیرا پانا

غم سوں تیرے روون زارا صغرا صغر کروں پکار  
جیونا مجھ کوں ہی دوشوا سونا تیرا پانا  
آج ندیم اس غم کے مین کرنا انجوان بہر کفن  
اصغر شہ کے نور العین سونا تیرا پانا

(اڈتیرا)

(۷۲) ندا۔ اسپر نگرے اس تخلص کے ایک کہنی شاعر کا ذکر کیا ہے۔  
اولاً محبوب رب العالمین اوپر سلام | اس حبیب اللہ ختم المرسلین اوپر سلام

خشک بختہ بگر تشنہ دہن مغموم جان | سر بریدہ کشتہ شمشیر کیں اوپر سلام

بعد ازاں کہہ اے نذر آہر روزِ شنب لے رام  
شاہ کے قیہ مبارک اور زمیں اوپر سلام

(ادنیہا)

(۷۳) نعیم۔  
شہ کیس صبا تو روزِ جد کون سلام کہنا | بے دفن و بے کفن کا جا کر پیام کہنا  
سہ کا ٹٹھالوں نے تن سے جدا کیا ہے | سہ تو چلا سفر کون تن کا مقام کہنا

تیرے نعیم دل پر ہے نقشِ بندگی کا  
کہنا دو کہہ سین رو رہشہ کا غلام کہنا

تو ج ۱

(ادنیہا)

(۷۴) ہوشدار۔

آج رو کہتے سب حرم سرور ہائے کیا ہوئے | احمد مختار کے ود جیو کے پیارے کیا ہوئے

رو کے کہنا یاد کر اپنے کنا ہوشدار | عاصیان کے و شفاعت کرنے ہائے کیا ہوئے

(ادنیہا)

(۷۵) ہوشیار۔

کردا فسوس اے نازاں حسین کا آج منجھا ہے یوں غم کے ل چوٹے ظارن حسین کا آج منجھا ہے

صدق مسون شاہ کا ماتم کیا ہوشیار میں ہر دم  
زبان دانے ستے ہم حسین کا آج منجھا ہے

(کیمبرج)

(۷۶) ہاشم۔

ظالمان شہ کو کون مذمہ پھر کے جانے نہیں دے  
جد کے روضہ جا کے حال اپنا کرتے نہیں دے

طفل پیاسی تلیے پانی پلانے نہیں دے  
دکھ میں مسرہ رکے یتیاں کو سولائے نہیں دے

تھا اے ہاشم بچہ کو عظمت ترک اسٹار جدید

سبکے ہے دل میں درد حسین شہید

اشک طغیان ہو دامن گیر ماتم کو مزید

لوح دل میں یو سطر غم کے سائے ہیں دے

(اڈنبرا)

(۷۷) یاد تہذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے ایک شاعر کا ذکر ہے۔

حضرت نبی اپنے نواسیان کی خبر لو ہیں چورن میں گہا اُمل نہ خان کی خبر لو

سے یاد ناز غم مسون اماں کے اٹ دن اس غم زدیاں کے حال پریشان کی خبر لو

(کیمبرج)

**خاتمہ** | صفحات ماقبل میں دکھنی نظم و نثر کے مختلف دور کے نمونے پیش ہو چکے ہیں ان سے نہ صرف مخطوطات کی حالت منکشف ہو سکتی ہے بلکہ دکن میں اردو کی تدریجی ترقی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

مجھے اس امر کا دعویٰ نہیں ہے کہ میں کوئی انشا پر داز یا مضمون نگار ہوں اور نہ مجھے زبان دانی اور سخن نہی کا لالہ ہے۔ ایک سالہ قیام یورپ میں جو کچھ سوار فرام کیا تھا وہ ہدیہ ناظرین کر دیا گیا ہے۔ نظم و نثر کے انتخاب میں خاص طور سے یہ امر پیش نظر رکھا گیا ہے کہ اصل مخطوطہ میں وہ جس طرح درج تھا وہ بحینہ نقل کیا جائے اس لئے اکثر مصرعوں اور شعروں میں غلطیاں ہیں جن کو عمدتاً رکھا گیا ہے تاکہ نہ مخطوطات کی حالت پیش نظر ہو جائے۔ اور پھر کلام کے انتخاب میں اس شاعر کا بہترین کلام منتخب نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے بلا لحاظ ایک مختصر انتخاب بطور نمونہ پیش کر دیا گیا ہے۔

پیش نامہ میں جن اصحاب کے اسمائے گرامی اظہار تشکر میں درج کئے گئے ہیں ان میں ایک دو نام سہواً متروک ہو گئے تھے۔ یعنی جناب ڈاکٹر الما لطیفی صاحب سابق ناظم تعلیمات سرکار عالی جو میرے قیام لندن کے زمانہ میں وہاں موجود تھے۔ جنہوں نے خاص طور سے سرٹونین اس سے میرا تعارف کرایا تھا۔ اور دوسرے مولوی محبوب علی طاہر صاحب جن سے یہی مجھے مدد ملی۔

نائب گزاری اور احسان فراموشی ہوگی اگر میں دوبارہ عالیجناب نواب سرحد زلوا جنگبہ اور جناب نواب مسعود جنگ بہادر کے اسمائے گرامی ذلوں جن کی خاص توجہ اور مہربانی کے باعث میں اپنے اہم مقصد میں کامیاب ہوا اور آج یہ کتاب پیش کر رہا ہوں۔ اور نیز جناب مولوی مسید غوثیہ علی صاحب ناظم دفتر دیوانی دمال و ملکی کا ذکر ضروری ہے جن کی عنایت اور نوازش میرے لئے باعث امداد اور رہبری ہوئی۔

آخر پر مجھے افسوس ہے کہ میرے قیام یورپ کے زمانہ کو تین ماہ کی بھی  
توسیع نہیں دی گئی جس کے باعث پر مٹی کے کتب خانوں سے استفادہ  
نہیں کیا گیا۔

خدا سے دعا ہے کہ میری اس ناچیز کتاب سے ہمدردانِ اردو مستفید ہوں۔  
وہم علیہ السلام - فقط

ماہشی



(ضمیمہ الف) فہرست کتب اصل مخطوطات کے علاوہ جن سے فارسی مواد میں دستگیری

ترتیب	نام کتاب	نام مصنف یا مولف	زبان	مطبوعہ یا مخطوطہ	کہاں ہے
۱	۲	۳	۴	۵	۶
	کیٹلاگس				
۱	فہرست اردو مخطوطات انڈیا آفس	بلوم ہارٹ	انگریزی	مطبوعہ	ملوکہ راقم
۲	فہرست اردو مخطوطات برٹش میوزیم	بلوم ہارٹ	انگریزی	مطبوعہ	برٹش میوزیم
۳	فہرست فارسی مخطوطات انڈیا آفس	ایتھے	"	"	انڈیا آفس
۴	فہرست فارسی مخطوطات برٹش میوزیم	ریلوو	"	"	برٹش میوزیم
۵	فہرست کتب خانہ پسر سلطان	اسٹوارٹ	"	"	اسکول آف فائن آرٹس انڈیا آفس لندن
۶	فہرست کتب خانہ توپخانہ اودہ	اسپرنگر	"	"	"
۷	فہرست عربی فارسی اردو مخطوطات اڈنبرا یونیورسٹی	محمد شرف اسحق راہنہ ایٹھے	"	"	اڈنبرا یونیورسٹی
۸	فہرست مخطوطات عربی فارسی و اردو کیمبرج	برون	"	"	کیمبرج یونیورسٹی
۹	فہرست مشرقی مخطوطات بوڈلین لائبریری کسفورڈ	ایتھے	"	"	بوڈلین لائبریری کسفورڈ
۱۰	فہرست مشرقی مخطوطات این کالج	مارگولتہ	"	"	این کالج
۱۱	فہرست مشرقی مخطوطات رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)		"	"	رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

۱۲	فہرست ہندوستانی مخطوطات	فرہنج	مطبوعہ	بیلیا ملک ٹنٹیل
	(پیادیں)			پیادیں
۱۳	فہرست اردو مخطوطات کلیہ	محمد عبدالعزیز صاحب سردہ سی	اردو	ملوکہ راقم
	جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن			
۱۴	فہرست کتب خانہ آصفیہ			
	حیدرآباد دکن			
۱۵	فہرست کتب خانہ نواب	x	تلمی	
	سالار جنگ بہادر			
	تیار کیں			
۱۶	تاریخ قطب شاہی	؟	فارسی	پیش میوزیم لندن
۱۷	حدیقہ السلاطین	نظام الدین بن عبداللہ		
		نیرازی		
۱۸	سبائین السلاطین	ابراہیم دبیری		واٹیا آفس
۱۹	فتوحات عادل شاہ	تزوینی استرآبادی		
۲۰	احوال سلاطین ہمایا پور	پیرزادہ غلام محی الدین		
۲۱	تاریخ حاکمان ہند	؟		انڈیا آفس لندن
۲۲	تاریخ ہفت کرسی	؟		
۲۳	تاریخ علی عادل شاہ	قاضی نور اللہ		در اقم
۲۴	سوانح دکن	منعم خان اورنگ آبادی		
۲۵	تذکرۃ البلاد و الحکام	حسن علی کرمانی		ملوکہ راقم
۲۶	تاریخ دل افروز	جوہر		پیش میوزیم لندن



۲۶	تاریخ احمدی	مولوی احمد صاحب	قلمی	مخطوط	ملوکہ راقم
۲۸	نور نامہ	محمد انیس ایجدی	"	"	"
۲۹	تاریخ والا جاہی	"	"	"	"
۳۰	نشان حیدری	حسن علی کرمانی	"	"	کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن
۳۱	نورس نامہ گاشن ابراہیم (تاریخ فرشتہ)	(ابوالقاسم فرشتہ)	"	مطبوعہ	ملوکہ راقم
۳۲	حقیقۃ العالم	میر عالم	"	"	"
۳۳	گلزار آصفیہ	غلام حسین خاں	"	"	"
۳۴	تزک آصفیہ	میر احمد علی موسوی	"	"	"
۳۵	دفاعت سلطنت بیجا پور	مولوی بشیر الدین احمد	اردو	"	کتب خانہ آصفیہ
۳۶	تاریخ رشید الدین خانی	غلام امام خاں	"	"	ملوکہ راقم
۳۷	حیدر نامہ	؟	"	مخطوط	اشیا آفس
۳۸	تاریخ ارکاٹ	مولوی صفی الدین صاحب	"	"	ملوکہ مولوی محمد غوث صاحب
۳۹	عہد سلف	مولوی محمد تقی صاحب	"	مطبوعہ	ملوکہ راقم
۴۰	مقالہ مرتضیٰ	"	"	"	"
۴۱	سلسلہ آصفیہ تاریخ دکن	عبد الغفور خان	"	"	"
۴۲	صنادید دکن	سید علی اصغر بلگرامی	"	"	"
۴۳	تزک محبوبیہ	غلام محمد فی خاں گوہر	اردو	مطبوعہ	"
۴۴	بستان آصفی	ڈپٹی راولانک راول	"	"	"

۴۵	اردوئے قدیم	حکیم سید شمس الدین قادری	اردو	مطبوعہ	ملوکہ راقم
۴۶	پنجاب میں اردو	محمود شیرانی	"	"	"
۴۷	اردو شہ پارے	ڈاکٹر محی الدین قادری	"	"	"
۴۸	دکن میں اردو	راقم	"	"	"
تذکرہ جات					
۴۹	تذکرہ فتح علی گڑھ نیری	فتح علی احسنی	فارسی	مخطوطہ	انڈیا آفس
۵۰	تذکرہ علی ابراہیم خاں	علی ابراہیم خاں	"	"	"
۵۱	نکات الشعرا	میر تقی میر	"	مطبوعہ	ملوکہ راقم
۵۲	مخزن نکات	قیام الدین قائم	"	"	"
۵۳	تذکرہ شعرائے اردو	میر حسن	"	"	"
۵۴	چمنستان شعرا	لالہ کبھی نارائن شفیق	"	"	"
۵۵	گلشن گفتار	خواجہ خاں حمید	"	"	"
۵۶	گلزار اعظم	غلام محمد غوث خاں	"	"	"
۵۷	صبح وطن	"	"	"	"
۵۸	تذکرہ شعرائے دکن	عبدالجبار ملک پوری	اردو	مطبوعہ	ملوکہ راقم
۵۹	گلشن ہند	مرزا علی لطف	"	"	"
۶۰	آبجیات	محمد حسین آزاد	"	"	"
۶۱	گل رعنا	حکیم عبدالحی	"	"	"
۶۲	طبقات الشعرا	کریم الدین	"	"	انڈیا آفس

## ادبیات فارسی

۶۳	سیف الملوک و	؟	فارسی	مخطوطه	برش میوزیم
	بدیع البحال				
۶۴	طوطی نامه	ضیاءالدین بخشبنی	"	"	"
۶۵	طوطی نامه	ابوالفضل	"	"	"
۶۶	خاورنامه	حسام الدین	"	"	"
۶۷	پداوت	ملک محمد جانیسی	پهاکه	"	بیلیا تک دی
۶۸	پداوت	عبدالشکور رزمی	فارسی	"	برش میوزیم
۶۹	شمع و پروانه	عاقل خاں رازی	"	"	"
۷۰	فرخ بخش	بچهی رام	"	"	"
۷۱	بهرام و گل اندام	؟	"	"	"
۷۲	مهر و ماه	عاقل خاں رازی	"	"	"
۷۳	کنوز شوهر و مدهوالت	؟	"	"	"
۷۴	میکاو منوهر	ماهو داس شجراتی	"	"	اندیا آفس
۷۵	قصه مدهالت	؟	"	"	"
۷۶	قصه فیروز شاه	؟	"	"	"
۷۷	روضه الشهداء	طاهر حسین کاشفی	"	"	"
۷۸	منطق الطیر	شیخ فریدالدین عطار	"	"	"
۷۹	هفت بهشت	امیر خسرو	"	"	"

۸۰	جنگ نامه	محمد صنیف	فارسی	مخطوطه	انڈیا آفس
۸۱	در مجلس	سیف بن ظفر	"	"	"
۸۲	ده مجلس	نوبہاری	"	"	"
		۹	"	"	"

ضمیمہ (ب) فہرست مخطوطات بلحاظ کتب خانہ (تہ تصنیف کے لحاظ سے سلسلہ قائم کیا گیا ہے)

تعداد	مراجعت	نام مخطوطہ	حوالہ صفحہ
(۱) کتب خانہ انڈیا آفس (لنڈن)			
۱	۱۰۱۸	مثنوی قطب مشتری	۲۶
۲	۱۰۳۵	مثنوی سید الملک بدیع الجمال	۳۸
۳	۹	مثنوی مصیبت اہل بیت	۷۵
۴	۱۰۵۰	مثنوی چند بدن و ہزار	۲۰۹
۵	۱۰۵۹	مثنوی خاوند نادر	۸۳۲
۶	۱۰۶۶	مثنوی پیر بن	۸۰
۷	۱۰۶۶	نسخہ ثانی	۸۰
۸	۱۰۶۸	مثنوی گلشن عشق	۲۵۷
۹	"	نسخہ ثانی	۲۵۷
۱۰	"	نسخہ ثالث	۲۵۷
۱۱	"	نسخہ رابع	۲۵۷
۱۲	۱۰۷۶	علی نامہ	۲۸۷
۱۳	۱۰۷۷	تشریفات نامہ	۳۱۴
۱۴	۱۰۹۰	قصہ ابو شحمہ	۱۰۰
۱۵	۱۰۹۰	قصہ حسینی	۱۰۷
۱۶	۱۰۹۱	قصہ پرواوت	۱۱۸

صفحہ ۱۸۱	جنگ نامہ	۱۰۹۲ھ	۱۷
۱۵۵	ظفر نامہ	۱۰۹۵ھ	۱۸
۱۷۵	نحی الدین نامہ	۹	۱۹
۲۲۵	قصہ ملک مصر	۱۱۰۰ھ	۲۰
۲۳۱	قصہ یوساس	۱۱۰۰ھ	۲۱
۲۳۳	شہوی عشق صادق	۱۱۰۰ھ	۲۲
۲۵۲	روضۃ الشہدا	۱۱۳۰ھ	۲۳
۳۵۲	نسخہ ثانی	۱۱۳۰ھ	۲۴
۳۶۵	منطق الطیر	۱۱۳۱ھ	۲۵
۳۷۰	شہوی دعائے قاطمہ	۹	۲۶
۳۷۴	غزلہائے عشرتی	۹	۲۷
۳۹۲	ترجمہ قصیدہ بردہ	۹	۲۸
۳۹۵	اضافہ پھول بن	۹	۲۹
۴۸۲	دیوان ولی	۱۱۴۳ھ	۳۰
۴۸۲	"	۱۱۴۳ھ	۳۱
۴۸۲	"	۱۱۴۳ھ	۳۲
۴۸۲	"	۱۱۴۳ھ	۳۳
۴۸۲	"	۱۱۴۳ھ	۳۴
۴۸۲	"	۱۱۴۳ھ	۳۵
۴۸۲	"	۱۱۴۳ھ	۳۶
۴۸۲	"	۱۱۴۳ھ	۳۷

صفحه ۵۱۱	شعری عقد قاطعه	۱۱۶۴	۳۸
۵۱۳	معجزات رسالت	۱۱۶۴	۳۹
۵۱۵	دیوان سراج	.	۴۰
۴۰۴	حیدرنامه	.	۴۱
۴۲۶	شعری طالب و موپنی	؟	۴۲
۴۳۴	رازیق باری	؟	۴۳
۵۳۹	قصه بهلول صادق	؟	۴۴
۵۴۱	جنگ بیاد مرثیه	۱۱۶۴	۴۵
۵۴۴	جنگ مرثیه و شاد رانی	"	۴۶
۴۰۸	فتح نامه پسر سلطان	؟	۴۷
۴۰۴	خلاصه سلطانی	؟	۴۸
۴۱۴	نسخه ثانی	؟	۴۹
۵۱۶	شعری راگ مالا	؟	۵۰
۵۴۱	دیوان عزلت		۵۱
۴۱۶	مفرح القلوب	۱۱۹۰	۵۲
۴۱۶	"	"	۵۳
۴۱۶	"	"	۵۴
۴۱۶	"	"	۵۵
۴۱۶	"	"	۵۶
۴۱۶	"	"	۵۷
۴۱۶	"	"	۵۸

۴۹۴	مفرح القلوب	۹۰	۵۹
۴۹۵	ترجمہ کیدانی		۶۰
۵۲۵	شعوی لعل و گوہر	؟	۶۱
۵۲۵	نسخہ ثانی	؟	۶۲
۵۳۲	در مجالس	؟	۶۳
۵۵۴	دیوان چندا	۱۲۱۳	۶۴
۵۶۰	دیوان شادان	؟	۶۵
۵۶۸	قصہ مینا	؟	۶۶
۵۶۸	نسخہ ثانی	؟	۶۷
۵۷۹	الوارسہیلی	؟	۶۸
۵۷۹	"	؟	۶۹
۵۷۹	"	؟	۷۰
۵۷۹	"	؟	۷۱
۵۷۹	"	؟	۷۲
۵۷۱	منتخب نیک نام	؟	۷۳
۵۷۴	قصہ بی بی مریم	؟	۷۴
۵۷۷	اسلام عمر	؟	۷۵
۵۸۳	نافرمان عورت	؟	۷۶
۵۸۶	قصہ معجزہ بی بی فاطمہ	؟	۷۷
۵۸۸	قصہ ابراہیم ادہم	؟	۷۸
۵۹۲	شجرہ خلافت	؟	۷۹



۵۹۳	وفات نامہ پیغمبر	۹	۸۰
۵۹۵	قصہ گل و ہرمن	۹	۸۱
۵۹۸	ہشام و قمر	۹	۸۲
۶۰۲	حکایت سوداگر	۹	۸۳
۶۰۲	چوہوں کا بادشاہ	۹	۸۴
۶۰۴	احق برہمن	۹	۸۵
۶۰۵	احق عورت	۹	۸۶
۶۰۵	خوبی قسمت	۹	۸۷
۶۰۶	جنگی شہزادہ	۹	۸۸
۶۰۸	بہار دانش کی دیگر حکایتیں	۹	۸۹
۶۰۹	ترجمہ گلستان	۹	۹۰
۶۰۹	لنچہ دیگر	۹	۹۱
۶۱۳	قصہ انار رانی	۹	۹۲
۶۱۶	قصہ بندگان عالی	۹	۹۳
۶۱۸	ترجمہ سرلوحی	۹	۹۴
۶۱۹	گنج نامہ	۹	۹۵
۶۲۰	شرح دو بیت	۹	۹۶
۶۲۸	کتاب الاخلاق	۹	۹۷
۶۳۰	گیت احمد	۹	۹۸

(۲) مکتب خانہ برٹش میوزیم لندن

۳۸	نسخه ثانی ناقص	۱۰۳۵	۲
۵۷	طوطی نامه	۱۰۳۹	۳
۵۷	نسخه ثانی	۱۰۳۹	۴
۲۱۷	قصه بهرام حسن بانو	۱۰۵۰	۵
۲۱۷	نسخه ثانی	۱۰۵۰	۶
۲۲۳	شعری بهشت بهشت	۹	۷
۲۵۷	گلشن عشق	۱۰۶۸	۸
۳۸۷	علی نامه	۱۰۷۶	۹
۹۱	شعری بهرام دگل اندام	۱۰۸۱	۱۰
۱۴۹	قصه رضوان شاه روح افزا	۱۰۹۴	۱۱
۱۷۵	محمی الدین نامه	۹	۱۲
۳۴۴	غوث نامه	۱۱۰۹	۱۳
۳۴۷	جنگ نامه حیدر	۱۱۲۵	۱۴
۳۸۲	دیوان ولی	۱۱۳۳	۱۵
۵۰۵	شومر نامه	۱۱۵۶	۱۶
۵۰۷	سوداگر کی بی بی	۱۱۶۴	۱۷
۳۳۶	بهشت بهشت	۱۱۸۴	۱۸
۴۰۴	حیدر نامه	۹	۱۹
۴۵۰	محبوب القلوب	۱۲۰۶	۲۰
۲۵۲	تحفة احباب	۱۲۰۶	۲۱
۴۲۰	ریاض العارفین	۱۲۰۶	۲۲

۲۵۳	ریاض الجناس	۱۲۰۷ھ	۲۳
۲۶۹	چار گلشن	۹	۲۴
۵۵	روضۃ الصالحین	۱۲۰۸ھ	۲۵
۵۲۵	لعل دگوہر	۹	۲۶
۵۲۶	قصہ تیرہویں صدی	۹	۲۷
۵۳۸	حبیب موسیٰ	۹	۲۸
۵۷۴	قصہ بی بی مریم	۹	۲۹
۵۷۵	طوطی نامہ نشر	۹	۳۰
۶۰	ترجمہ گلستان	۹	۳۱

(۳) کتب خانہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن

۸۰	پھول بن	۱۰۶۶ھ	۱
۲۵۷	گلشن عشق	۱۰۶۸ھ	۲
۳۵۲	روضۃ الشہداء	۱۱۳۰ھ	۳
۳۰۸	اضراب سلطانی	؟	۴

(۴) کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی وغیرہ

۳۸	سیف الملک بدیع الجمال	۱۰۳۵ھ	۱
۳۸	ایضاً نسخہ ثانی	۱۰۳۵ھ	۲
۳۸۲	دیوان ولی	۱۱۳۳ھ	۳
۳۸۲	نسخہ ثانی	۱۱۳۳ھ	۴

۴۸۸	دیوان ولی نسخہ ثالث	۱۱۴۳ھ	۵
۴۳۲	بیاض مراٹھی	۹	۶

(۵) مکتب خانہ اکسفورڈ یونیورسٹی (ریڈولین لائبریری)

۲۵۷	گلشن عشق	۱۰۴۸ھ	۱
۴۸۲	دیوان ولی	۱۱۴۳ھ	۲
۴۸۲	نسخہ ثانی		۳
۴۵۵	گلزار عشق	۱۲۱۱ھ	۴

(۶) مکتب خانہ ادنبرا یونیورسٹی ادنبرا

۲۰۹	شنوی چندر بدن و مہسار	۹	۱
۴۸۲	دیوان ولی	۱۱۴۳ھ	۲
۶۴۳	مراٹھی ہاشم علی موسوم دیوان حسینی	۱۱۶۹ھ	۳
۴۳۲	بیاض مراٹھی	۱۱۹۳ھ	۴

(۷) بیلڈینک ڈیٹیل (قومی کتب خانہ پیرس)

۳۳۸	یوسف زلیخا	۱۱۰۹ھ	۱
۵۰۲	خلاصۃ المعالمات	۱۱۴۴ھ	۲
۵۰۳	انواع العلوم	۱۱۴۴ھ	۳
۴۳۶	ہشت بہشت	۱۱۸۴ھ	۴
۴۴۲	تحفۃ النساء	۱۱۸۵ھ	۵

۴۵۲	ریاض الجنان	۱۲۰۶	۶
۴۴۵	معراج نامہ	۹	۷
۴۴۵	رسالہ فرقہ ہائے اسلام	۹	۸
۴۴۵	ہدایت نامہ	۹	۹
۴۴۸	عقائد مولوی محمد باقر	۹	۱۰
۶۱۱	ترجمہ گلستان	۹	۱۱
۶۱۱	ترجمہ گلستان	۹	۱۲
۶۲۲	معراج نامہ	۹	۱۳
۶۲۴	افسانہ ہندی	۹	۱۴
۶۲۵	جنگ امیر حمزہ		۱۵
۶۲۶	آئین و قوانین افواج کبھی		۱۶

## ضمیمہ (ج) فہرست مصنفین معہ صراحت تصنیف بلحاظ حروف تہجی

نمبر صفحہ	تصنیف	نام	تاریخ
		(الف)	
۷۵	مصیبت اہل بیت	احمد	۱
۸۰	پہول بن	ابن قساصی	۲
۱۰۰	قصہ ابو محمد	امین	۳
{ ۱۷۵ ۱۸۲ }	{ محی الدین نامہ بہرام دہشتی بن بانو }	افضل	۴
۲۱۷	یوسف زلیخا	امین	۵
۳۳۸	{ جنگ نامہ حیدر مرغیہ }	امین	۶
{ ۳۴۷ ۳۷۹ }	افسانہ پچول بن	اشرف	۷
۳۹۵	ریاض العارفین	ابن جعفر	۸
۴۲۰	ہشت بہشت	محمد (آحق)	۹
۴۳۶	تحفۃ النساء	آگاہ	۱۰
۴۴۲	معراج نامہ	"	۱۱
۴۴۵	ہدایت نامہ	"	۱۲
۴۴۵	رسالہ فرقہ اے اسلام	"	۱۳
۴۴۵	عقائد	"	۱۴
۴۴۸	نحبوب القلوب	"	۱۵
۴۵۰		"	۱۶

۴۵۲	تحفۃ احباب	آگاہ	۱۰
۴۵۳	ریاض الجنان		
۴۵۵	لکھنؤ عشق		
(۴۰۶ تا ۴۰۷)	بہار دانش کی حکایتیں	مرزا اسماعیل	۱۱
۴۱۴	خلاصہ سلطانی	احمد	۱۲
۴۳۰	گیت	احمد	۱۳
۴۵۱	مرثیہ	امامی	۱۴
۴۵۳	مرثیہ	اکبری	۱۵
۴۵۴	مرثیہ	اصغر	۱۶
۴۵۳	مرثیہ	ابو تراب	۱۷
۴۵۴	مرثیہ	افصح	۱۸
۴۵۴	مرثیہ	اکبر	۱۹
۴۵۴	مرثیہ	احمد	۲۰
۴۵۵	مرثیہ	الفی	۲۱
		ت	
۴۵۵	مرثیہ	تحقیق	۲۲
۴۵۵	مرثیہ	تقی	۲۳
۴۵۵	مرثیہ	تراب	۲۴
		ج	
۴۵۶	مرثیہ	جلیل	۲۵

۵۵۲	دیوان	چ	چند	۲۶
۴۵۶	مرثیه	ح	حمیدی	۲۷
۱۰۷	قصه حسینی	خ	خواص	۲۸
۲۲۳	هشت بهشت		خوشنود	۲۹
۵۴۶	قصه تیرپوی مهدی		خلیل	۳۰
۵۴۸	قصه طبیب موسی			
۲۱۷	بهرام و حسن بانو	د	دولت	۳۱
۴۵۶	مرثیه	داس		۳۲
۴۵۷	مرثیه	دل		۳۳
۳۴۴	غوث نامه	خی	خدقی	۳۴
۳۷۶	مرثیه			
۲۳۲	خاور نامه	س	رستی	۳۵
۴۳۶	مرثیه		رضی	۳۶
۴۴۱	مرثیه		روحی	۳۷
۴۵۷	مرثیه		راز	۳۸



۱۴۱	جنگ نامه	سیدوک	۳۹
۴۶۹	چارگلشن	سروشار	۴۰
۵۱۵	دیوان	سراج	۴۱
۴۵۷	مرثیه	سید	۴۲
۴۵۸	مرثیه	سیدین	۴۳
۴۵۸	مرثیه	سردر	۴۴
۴۵۹	مرثیه	سری	۴۵
۴۵۹	مرثیه	سلیمین	۴۶
۴۵۹	مرثیه	سلیمی	۴۷
		ش	
۱۸۳	مرثیه	شاهی	۴۸
۵۶۰	دیوان	شاداں	۴۹
۵۸۶	معجزه بی بی فاطمه	شرف	۵۰
۶۶۰	مرثیه	شرف	۵۱
۶۶۰	مرثیه	شیدا	۵۲
		ص	
۵۰۵	شوه نامه	صابر	۵۳
۶۶۱	مرثیه	صابر	۵۴
۶۶۱	مرثیه	صلاح	۵۵
۶۶۲	مرثیه	صوفی	۵۶

۶۶۲	مرثیه	صفی	۵۷
۳۳۳	عشق صادق	ض ضعیفی ط	۵۸
۹۱	بهرام و گل اندام	طبعی	۵۹
۴۰۸	فتح نامه شیخ سلطان	طرب	۶۰
۶۶۳	مرثیه	طاهر	۶۱
۳۲۵	ملکه مصر	ع عاجز	۶۲
۳۷۴	غزل	عشرتی	۶۳
۳۹۲	ترجمه قصیده برده	عبدالله	۶۴
۴۱۷	مفرح القلوب	عبادالله	۶۵
۵۰۲	خلاصه المعاملات	عاصی	۶۶
۵۰۴	انوار العلوم		
۵۱۷	راگ مالا	عزالت	۶۷
۵۲۱	دیوان		
۵۲۵	لعل و گوهر	عاجز	۶۸
۵۳۰	دیوان		
۵۷۱	منتخب نیک نام	عزیز	۶۹
۵۸۲	دوازده مجلس	عطا	۷۰
۶۶۳	مرثیه	عین الدین	۷۱

۶۶۳	مرثیه	عشرت	۷۲
۶۶۳	مرثیه	عسکری	۷۳
۶۶۳	مرثیه	عطا	۷۴
۶۶۵	مرثیه	عنایت	۷۵
۶۶۶	مرثیه	عارف	۷۶
۶۶۶	مرثیه	عزیز	۷۷
۶۶۶	مرثیه	عابد	۷۸
۶۶۷	مرثیه	عزالت	۷۹
		غ	
۳۸	سیف الملک بدیع الجمال	غواصی	۸۰
۵۷	طوطی نامه		
۱۷۹	مرثیه		
۱۱۸	پدماوت	غلام علی	۸۱
۴۶۷	ترجمه کیدانی	(محمد) غوث	۸۲
۶۶۷	مرثیه	غلامی	۸۳
۶۶۹	مرثیه	غالب	۸۴
۶۶۹	مرثیه	غملیں	۸۵
		ف	
۱۴۹	قصہ رضوان شاہ و روح افزا	فائز	۸۶
۵۰۱	غزل	فراقی	۸۷
۶۶۹	مرثیه	فائز	۸۸

مرثیہ	فتح اللہ	۸۹
مرثیہ	فضل	۹۰
	ق	
سوداگر کی بی بی	قیاسی	۹۱
مرثیہ	قائم	۹۲
مرثیہ	قطب	۹۳
مرثیہ	قربان علی	۹۴
مرثیہ	قربان	۹۵
	ک	
مرثیہ	کاکم	۹۶
در مجالس	کینر	۹۷
مرثیہ	کتر	۹۸
	گ	
مرثیہ	گلزار	۹۹
	ل	
ظفر نامہ	لطیف	۱۰۰
مرثیہ		
بہول صادق	لطفی	۱۰۱
مرثیہ	لطف	۱۰۲
	م	
چندر بدن و ہیار	مقبی	۱۰۳

۱۸۸	مرثیه	مرزا	۱۰۴
۳۱۴	شرعیت نامه	(شاه) ملک	۱۰۵
۳۰۸	مرثیه	مرزا	۱۰۶
۵۱۱	عقد فاطمه معجزات رسالت	مخدوم حسینی	۱۰۷
۵۱۳			
۵۷۷	اسلام عمر	کینه	۱۰۸
۵۸۴	نافرمان عورت	مخدوم	۱۰۹
۵۸۸	قصه ابراهیم دهم	محمی الدین	۱۱۰
۵۹۳	وفات نامه پیغمبر	میر	۱۱۱
۶۷۳	مرثیه	موسوی	۱۱۲
۶۷۳	مرثیه	سیاح	۱۱۳
۶۷۳	مرثیه	نجمان	۱۱۴
۶۷۴	مرثیه	مقبرخان	۱۱۵
۶۷۴	مرثیه	ماتمی	۱۱۶
۶۷۴	مرثیه	معجز	۱۱۷
۶۷۵	مرثیه	مسیح الدین	۱۱۸
۶۷۵	مرثیه	بتلا	۱۱۹
۶۷۵	مرثیه	مصلح الدین	۱۲۰
۶۷۶	مرثیه	کهن	۱۲۱
۶۷۶	مرثیه	مسکین	۱۲۲
۶۷۶	مرثیه	مدحی	۱۲۳

۴۷۷	مرثیہ	معصوم	۱۲۴
۴۷۷	مرثیہ	منعم	۱۲۵
۴۷۷	مرثیہ	مستقیم	۱۲۶
۴۷۸	مرثیہ	مخلص	۱۲۷
۴۷۸	مرثیہ	موالی	۱۲۸
		ن	
۲۵۷	گلشن عشق	نصرت	۱۲۹
۲۸۷	علی نامہ		
۵۴۱	جنگ نامہ بہاؤ مرثیہ	نیر	۱۳۰
۵۴۴	جنگ نامہ مرثیہ و شاہ درانی		
۴۷۸	مرثیہ	نظر	۱۳۱
۴۷۹	مرثیہ	ندیم	۱۳۲
۴۷۹	مرثیہ	نذا	۱۳۳
۴۸۰	مرثیہ	نعیم	۱۳۴
		و	
۲۷	قطب مشتری	وحشی	۱۳۵
۳۵۲	روضۃ الشہداء	ولی (ولی پوری)	۱۳۶
۳۷۰	دعائے فاطمہ		
۳۷۵	منطق الطیر	وجدی	۱۳۷
۴۲۷	طالب دہلوی	والہ	۱۳۸
۴۳۴	رازق باری		

۳۸۲	{ دیوان مرثیه	ولی	۱۳۹
۹۳۳		۸	
۳۲۰	مرثیه	باشمعی	۱۴۰
۹۳۳	دیوان حسینی	باشمعی علی	۱۴۱
۹۸۰	مرثیه	هوشدار	۱۴۲
۹۸۱	مرثیه	هوشیار	۱۴۳
۹۸۱	مرثیه	باشمعی	۱۴۴
		ی	
۳۸۱	مرثیه	یتیم احمد	۱۴۵
۹۸۱	مرثیه	یاد	۱۴۶

## حرفِ نیل مخطوطات کے مصنف نامعلوم ہیں

شمار	نام مخطوطہ	صفحہ
۱	قصہ ہوساس	۳۳۱
۲	حیدر نامہ	۳۰۳
۳	روضۃ الصالحین	۵۵۱
۴	طوطی نامہ نثر	۵۶۵
۵	حکایات لطیف	۵۶۷
۶	قصہ مینا	۵۶۸
۷	قصہ بی بی مریم	۵۷۴
۸	انوار سہیلی	۵۷۹
۹	سلسلہ خلافت	۵۹۲
۱۰	قصہ گل و ہرمن	۵۹۵
۱۱	ہشام و قمر	۵۹۸
۱۲	ترجمہ گلستاں	۶۰۹
۱۳	دوسرا ترجمہ	۶۱۰
۱۴	تیسرا ترجمہ	۶۱۱
۱۵	چوتھا ترجمہ	۶۱۲
۱۶	قصہ تار رانی	۶۱۳
۱۷	قصہ بندگان عالی	۶۱۶
۱۸	ترجمہ سراجی	۶۱۸



۴۱۹	گنج نامہ	۱۹
۴۲۰	ترجمہ ہسراج جی	۲۰
۴۲۲	معراج نامہ	۲۱
۴۲۳	افسانہ ہندی	۲۲
۴۲۸	کتاب الاخلاق	۲۳

تمام شد

Razvi

## ضمیمہ (د) فہرست مخطوطات بلحاظ حرف تہجی

نام مخطوطہ	نمبر	نام مخطوطہ
پ		الف
پھول بن	۱۰۰	ابوشحہ
پداوت	۵۰۴	انوار العلوم
پھول بن	۵۴۴	اسلام علی
ت	۵۴۹	انوار سیلی
تحفۃ النساء	۵۵۸	ابراہیم ادیس
تحفۃ آجباب	۶۱۳	انارانی
تیرھویں صدی	۶۲۴	افسانہ ہندی
ج	۶۲۶	آئین وقوانین افواج کمپنی
جنگ نامہ	۶۲۸	اخلاق
جنگ نامہ حیدر		ب
جنگ نامہ بھاؤ راؤ	۹۱	بہرام دگل اندام
جنگ بھاؤ مرہٹہ و شاہ درانی	۲۱۴	بہرام حسن بانو
جنگ امیر حمزہ	۳۳۱	بہو ساس
چ	۵۳۹	بہلول صادق
چندر بدن و ہیار	۶۰۱	بہار دانش
چار گلشن	۶۱۶	بندگان عالی

۳۸۸	سیف الملک و بدیع الجلال	۴۰۴
۵۰۷	سوداگر کی بی بی	۵۶۷
۵۹۲	سلسلہ خلافت	
۶۱۸	سراجی	
۳۱۴	ش	۳۳۲
۵۰۵	شہریت نامہ	۴۱۴
۶۲۰	شہر نامہ	۵۰۶
	شج و بیت	۳۷۰
	ط	۴۸۲
۵۷	طوطی نامہ	۵۱۵
۴۲۷	طالب و مومنی	۵۲۱
۵۴۸	طیب سوسے	۵۲۰
۵۶۵	طوطی نامہ	۵۳۳
	ظ	۵۵۴
۱۵۵	ظفر نامہ	۵۶۰
	ع	۵۸۲
۲۸۷	علی نامہ	۶۴۳
۳۳۳	عشق صادق	۱۴۹
۴۴۸	عقاید مولوی باقر	۳۵۳
۵۱۱	عقد فاطمہ	۴۲۰
	غ	۴۳۴
۳۷۴	غزل عشق	۴۵۳
۳۴۴	غوث نامہ	۵۱۷
۵۰۱	غزل ندراتی	۷۵۱
۴۰۸	فتح نامہ شیخ سلطان	
۴۴۵	فرقہ راستہ اسلام	

## ح

	حیدر نامہ
	حکایات لطیف
	خ
	خا و نامہ
	خلاصہ سلطانی
	خلاصہ المعاملات
	دعائے فاطمہ
	دیوان ولی
	دیوان سراج
	دیوان عزالت
	دیوان عاجز
	در مجالس
	دیوان چنڈا
	دیوان شادان
	دوازده مجلس
	دیوان حسنی
	روضان شاہ و روح افزا
	روضۃ الشہداء
	روضۃ العارفین
	رازق باری
	رائس الجہان
	راک مالہ
	روضۃ الصالحین
	س

مرثیہ مرزا	۴۱۴
ملکہ مصر	۲۷
منطق الطیر	۱۰۷
مرثیہ ذوقی	۵۶۸
مرثیہ اشرف	۵۷۴
مرثیہ یتیم احمد	۳۹۲
مفرح القلوب	۴۶۷
معراج نامہ	
محبوب القلوب	۲۵۷
معجزات رسالت	۴۵۵
منتخب نیک نام	۵۹۵
معجزہ بی بی فاطمہ	۶۰۹
معراج نامہ	۶۱۹
مرثیہ ہائے شعراء مختلفہ	۶۳۰
	۵۲۸
ن	
نارمان عورت	۱۷۵
و	
وفات امیر مغیرہ	۱۷۹
ھ	۱۸۰
ہشت بہشت	۱۸۲
ہشت بہشت	۱۸۳
ہدایت نامہ	۱۸۵
ہشام و قمر	۱۸۸
ی	
یوسف زلیخا	۳۲۰

ختم

ق	
قطب مشتری	
قصہ حبیبی	
قصہ مینا	
قصہ بی بی مریم	
قصیدہ بروہ	
ک	
کیدانی	
گ	
گلشن عشق	
گلزار عشق	
گل و ہر مز	
گلستان	
گنج نامہ	
ل	
لعل و گوہر	
م	
مصیبت البیت	
محمی الدین نامہ	
مرثیہ غواصی	
مرثیہ لطیف	
مرثیہ فضل	
مرثیہ شاہی	
مرثیہ کاظم	
مرثیہ مرزا	
مرثیہ ہاشمی	

